کتاب الرُّوح

ترجمہ مولانا راغب رحمانی — مصنفہ علامہ حافظ ابنِ قیم

نفیس اکیڈمی کراچی

Marfat.com

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ

کتاب الرُوح

ترجمہ
مولانا راغب رحمانی

از
علّامہ حافظ ابنِ قیم

رُوح کیا ہے؟ کہاں سے آتی ہے؟ کس طرح آئی؟ کہاں جاتی ہے؟
اس کے آنے سے جسم انسانی کیوں آباد ہو جاتا ہے اس کی پرواز سے زندگی کے چشمے کیوں خشک ہو جاتے ہیں۔
ایسے ہی سوالات کا جواب دنیائے اسلام کے عظیم ترین فلاسفر و محقق علّامہ حافظ ابن قیم نے قرآن کی روشنی میں لکھا ہے۔ اس کا مطالعہ ذہنی تاریکیوں کو نورِ ایماں سے منور کر دیتا ہے

نفیس اکیڈیمی

بلاسس اسٹریٹ —————— کراچی نمبر ۱

قیمت مجلّد تیرہ روپے

جملہ حقوق طباعت و اشاعت ترجمہ بحق

چوہدری محمد اقبال سلیم گاہندری

مالک نفیس اکیڈیمی و مسعود پبلشنگ ہاؤس کراچی

محفوظ ہیں

طبع اوّل: ———— ستمبر ۱۹۶۵ء

بہ اہتمام: ———— خالد اقبال گاہندری

ٹیلیفون: ۲۳۲۹۵۶

مطبوعہ

مطبع سعیدی قرآن محل کراچی

فہرست مضامین کتاب الروح

مضمون	صفحہ
پہلا باب	
کیا مُردے زیارت کرنے والوں کو پہچانتے اور ان کا سلام سنتے ہیں؟	۲۵
عاصم کو خواب میں دیکھنے کا واقعہ۔	۲۵
حسن قصاب کا بیان۔	۲۶
مطرف کا واقعہ	۲۶
فضل کا اپنے والد کو خواب میں دیکھنا۔	۲۶
عثمان بن سودہ کا اپنی والدہ کو خواب میں دیکھنا	۲۷
بشر بن منصور کا بیان کیا ہوا ایک واقعہ۔	۲۷
سلیم بن عمیر کا ایک واقعہ	۲۷
مُردوں کو اپنے زندہ عزیز و اقارب کے عملوں کی بھی خبر رہتی ہے۔	۲۷
خوابوں کا اتفاق۔ اتفاق روایت کی طرح ہے۔	۲۹
مُردہ جنازے میں شریک ہونے والوں سے مانوس ہوتا ہے۔	۳۰
دفن کے بعد قبر پر قرآن پاک کی تلاوت	۳۰
قبر پر تلقین	۳۳
دوسرا باب۔	
کیا روحیں آپس میں زیارت و ملاقات اور مذاکرہ کرتی ہیں؟	۳۷
ہر روح اپنی رفیق روح کے ساتھ ملتی جلتی ہے	۳۷
عطار سلمی کو خواب میں دیکھنا	۳۸
ثوری کو خواب میں دیکھنا	۳۸
ابن مبارک کو خواب میں دیکھنا	۳۹
مروان محلمی کو خواب میں دیکھنا۔	۳۹
تیسرا باب۔	
کیا زندوں اور مُردوں کی روحوں میں ملاقات ہوتی ہے	۴۰
ابن سلام و سلمان فارسی کا معاہدہ	۴۱
حضرت عمرؓ کو خواب میں دیکھنا۔	۴۲
شریح کو خواب میں دیکھنا۔	۴۲
عمر بن عبدالعزیز کو خواب میں دیکھنا۔	۴۲
زرارہ بن اوفیٰ کو خواب میں دیکھنا۔	۴۲
مسلم بن یسار کو خواب میں دیکھنا۔	۴۳
مالک بن دینار کو خواب میں دیکھنا۔	۴۳
رجاء کو خواب میں دیکھنا۔	۴۳
مورق کو خواب میں دیکھنا۔	۴۳
ابن سیرین کو خواب میں دیکھنا۔	۴۳
ثوری کو خواب میں دیکھنا۔	۴۳
حسن بن صالح کو خواب میں دیکھنا۔	۴۴
ضیغم عابد کو خواب میں دیکھنا۔	۴۴
رابعہ بصری کو خواب میں دیکھنا۔	۴۴

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
عبدالعزیز بن سلیمان عابد کو خواب میں دیکھنا۔	۴۴	بشر حافی اور معروف کرخی کو خواب میں دیکھنا	۴۹
عطا سلمی کو خواب میں دیکھنا۔	۴۴	شبلی کو خواب میں دیکھنا	۵۰
عاصم جحدری کو خواب میں دیکھنا۔	۴۵	میسرۃ بن سلیم کو خواب میں دیکھنا۔	۵۰
فضیل بن عیاض کو خواب میں دیکھنا۔	۴۵	عیسیٰ بن زاذان کو خواب میں دیکھنا۔	۵۰
مرۃ ہمدانی کو خواب میں دیکھنا۔	۴۵	مسلم بن خالد زنگی کو خواب میں دیکھنا۔	۵۰
اویس قرنی کو خواب میں دیکھنا۔	۴۵	حماد بن سلمۃ کا ایک خواب ۔	۵۱
مسعد کو خواب میں دیکھنا۔	۴۵	موضوع گفتگو پر یقین کرنے کی صورتیں۔	۵۱
سلمۃ بن کہیل کو خواب میں دیکھنا۔	۴۵	کیا خواب محض خیالات ہیں ؟	۵۱
وفاد بن بشر کو خواب میں دیکھنا	۴۵	خواب کے اقسام۔	۵۱
عبداللہ بن ابی حبیبہ کو خواب میں دیکھنا	۴۶	سچے خواب کے اقسام۔	۵۱
ایک نوجوان عابد کو خواب میں دیکھنا۔	۴۶	کیا روح سرچشمۂ علوم ہے ؟	۵۲
عامر بن عبدقیس کو خواب میں دیکھنا۔	۴۶	بعض کے نزدیک خواب بلا اسباب کے	۵۲
ابوالعلاء ایوب کو خواب میں دیکھنا۔	۴۶	علوم حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں مگر یہ خیال غلط ہے	
ایک بچی کو خواب میں دیکھنا	۴۶	بعض کے نزدیک خواب مثالیں ہیں۔	۵۲
چند عورتوں کو خواب میں دیکھنا۔	۴۶	حضرت علی سے تین عجیب وغریب سوالات	۵۳
عمر بن عبدالعزیز کا ایک خواب	۴۷	معہ جوابات کے۔	
عمر بن عبدالعزیز کا ایک اور خواب	۴۷	خواب میں زندوں کی روحوں کا کس طرح	۵۴
عمر بن عبدالعزیز کے بارے میں ایک	۴۸	اجتماع ہوتا ہے ؟	
شخص کا خواب		اجتماع ارواح کے بارے میں بعض سلف کا قول	۵۴
معاذ بن جبل کو خواب میں دیکھنا۔	۴۸	ایک خواب کا واقعہ۔	۵۵
ثوری کو خواب میں دیکھنا۔	۴۸	عبدالمطلب کو خواب ہی میں مقام زمزم	۵۵
ابن عیینہ کا ثوری کو خواب میں دیکھنا۔	۴۸	بتایا گیا۔	
شعبہ اور مسعر کو خواب میں دیکھنا۔	۴۹	عمیر کو خواب میں خزانے کی بشارت	۵۵
امام احمد بن حنبل کو خواب میں دیکھنا	۴۹	ابو محمد عبداللہ کے حیرت انگیز خواب	۵۵

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
کسی عورت کی سات اشرفیاں ایک بڑی بی	٥٦	سونے والے کی مثال۔	٦٨
کے پاس تھیں، وہ فوت ہوگئی۔		رحمت عالمؐ کا معراج میں انبیائے کرام کو	٦٨
ایک مزدور کا واقعہ۔	٥٦	دیکھنا۔	
علامہ ابن تیمیہ کو خواب میں دیکھنا۔	٥٧	روحوں کے حالات اجسام کے حالات سے	٦٩
چوتھا باب :-		جداگانہ ہیں۔	
کیا روحیں بھی مرتی ہیں یا صرف بدن کو موت ہے	٥٧	روح کی مثال۔	٦٩
دونوں رایوں میں محاکمہ۔	٥٧	ابن حزم کی دوسری دلیل کا جواب۔	٧٠
کیا نفخ صور کے وقت روحیں زندہ رہیں گی	٥٨	ابن حزم کی حدیث پر جرح اور اس کا جواب	٧٠
یا مرکر پھر زندہ ہوں گی ؟		منہال بن عمرو زیادتی میں تنہا نہیں۔	٧١
موت عدم نہیں ہے بلکہ انتقال مکانی ہے۔	٥٩	براء سے زاذان کا سماع بھی ثابت ہے۔	٧١
ایک پیچیدگی اور اس کا جواب۔	٦٠	علامہ ابن تیمیہ کی رائے	٧٢
دوسری پیچیدگی اور اس کا حل۔	٦٠	کیا عذاب و ثواب بلا روح کے فقط بدن	٧٢
پانچواں باب :-	٦١	پر بھی ہوسکتا ہے ؟	
جسم سے جدا ہونے کے بعد روحیں کس طرح	٦١	فلاسفہ وغیرہ کے اقوال۔	٧٣
پہچانی جاتی ہیں ؟		برزخ میں عذاب و ثواب روح و بدن دونوں	٧٤
روح کے اوصاف۔	٦١	پر ہے۔	
روحوں میں تمیز و تشخص ہے۔	٦٣	عذاب قبر و سوال منکر نکیر	٧٥
اس بیان کی مزید وضاحت۔	٦٣	جانوروں کے درد پیٹ کا علاج۔	٧٦
چھٹا باب :-	٦٤	قبر کا عذاب سن کر ایک جانور کے بدکنے کا	٧٦
کیا سوال کے وقت مُردے کیطرف روح لوٹائی جاتی ہے؟	٦٤	واقعہ۔	
ابن حزم کی رائے۔	٦٦	قبر میں سوال۔	٧٦
ابن حزم کی رائے پر تنقید۔	٦٧	قبر کا دبوچنا۔	٧٧
جسم سے روح کے تعلقات پانچ قسم کے ہیں	٦٨	عذاب قبر پر علماء کا اتفاق۔	٧٨
ابن حزم کی پہلی دلیل کا جواب۔	٦٨	بدعتیوں کی بکواس۔	٧٨

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
معتزلہ کا ایک غلط قول۔	۷۸	ایک مدنی کا واقعہ	۹۰
قبر کے عذاب سے کیا مراد ہے؟	۷۹	ایک اور شخص کا واقعہ۔	۹۰
رحمت عالمؐ کا ایک عجیب وغریب خواب۔	۷۹	ایک کفن چور کا واقعہ۔	۹۱
معراج والی شب کے واقعات۔	۸۰	دوسرے کفن چور کا چشم دید واقعہ۔	۹۱
ساتواں باب :-		ایک اور کفن چور کا چشم دید واقعہ	۹۱
عذاب قبر، قبر کی تنگی وکشادگی۔ قبر دوزخ	۸۲	ایک بغدادی کا واقعہ۔	۹۱
کا گڑھا یا جنت کا باغیچہ اور قبر میں مُردوں		عمر بن عبدالعزیز کی وصیت۔	۹۲
کا حساب کے لئے بیٹھنا۔		کسی کی بچی کا واقعہ۔	۹۲
چند ضروری باتیں۔ پہلی بات	۸۳	عمر بن عبدالعزیز کا چشم دید واقعہ۔	۹۲
دوسری بات۔	۸۴	ذوالصفاح کی قبر کا واقعہ	۹۳
تیسری بات	۸۵	ابواسحاق کا واقعہ۔	۹۳
برزخ کا نمونہ	۸۵	ایک بصری گورکن کا واقعہ۔	۹۳
چوتھی بات (برزخ وآخرت کے معاملات	۸۶	عالم برزخ کے واقعات سے زیادہ حیرت انگیز	۹۴
حس وادراک سے باہر ہیں)		واقعات دنیا میں بھی پائے جاتے ہیں۔	
خیر النساج کا واقعہ	۸۶	برزخ کے واقعات کا قیاس مشاہدات پر کرنا	۹۴
عمر بن عبدالعزیز کا آخری واقعہ	۸۶	غلطی ہے۔	
محمد بن واسع کی سکرات کا واقعہ	۸۷	انسان دنیا میں دُنیوی چیزوں ہی کا مشاہدہ	۹۵
قبر کی وسعت وفراخی،	۸۸	کر سکتا ہے۔	
ایک معتبر شخص کا بیان۔	۸۸	رکھی ہوئی لاش سے بھی فرشتے سوال کرسکتے ہیں۔	۹۵
پانچویں بات	۸۸	لٹکی ہوئی یا ڈوبی ہوئی یا جلی ہوئی یا اور کسی	
ابو عبداللہ محمد بن ازیز کا چشم دید واقعہ۔	۸۹	قسم کی لاش میں روح کا لوٹایا جانا محال نہیں	
ایک آدمی کا چشم دید واقعہ	۸۹	جمادات تک میں ادراک وشعور ہے۔	۹۵
ابن عمر کا واقعہ۔	۹۰	تادیب صدائے بازگشت نہیں۔	۹۶
ابو قزعۃ کا واقعہ۔	۹۰	کھانا بھی تسبیح پڑھتا ہے۔	۹۶

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
بعض لوگوں کو مرنے کے بعد زندہ کر کے دکھا دیا گیا	۹۶	اجمالی جواب، (ایک انتہائی نفع بخش عمل)	۱۰۴
عذاب وثواب قبر سے مراد عذاب وثواب برزخ ہے	۹۷	تفصیلی جواب۔	۱۰۵
ایک شخص کی وصیت کا بیان	۹۷	حضرت ابن عباس کا کانوں سنا واقعہ	۱۰۵
موت پہلی زندگی بعد الموت ہے۔	۹۷	قرطبی کی رائے اور اس کی تردید۔	۱۰۶
عذاب وثواب برزخ آخرت کا ابتدائی عذاب و	۹۸	کیا قبر میں انبیاءؑ سے بھی سوال ہوتا ہے ؟	۱۰۶
ثواب ہے۔		ایک تسلی بخش حدیث۔	۱۰۷
کسی چیز کا وجود اس کے ادراک وتعبیر پر موقوف	۹۸	**گیارھواں باب**	
نہیں ہوتا۔		کیا سوال قبر مسلمان، منافق اور کافر سب سے	۱۰۹
آٹھواں باب :-		ہوتا ہے ؟	
کیا قرآن میں عذاب قبر کا بیان ہے ؟	۹۹	علماء کے اقوال۔	۱۰۹
اجمالی جواب	۹۹	**بارھواں باب**	۱۱۱
تفصیلی جواب اور قرآن سے عذاب قبر کا ثبوت	۹۹	کیا منکر نکیر کے سوالات اسی امت کے ساتھ	۱۱۱
نواں باب :-		خاص ہیں۔	
عذاب قبر کے اسباب کیا ہیں ؟	۱۰۱	تفصیلی جواب	۱۱۱
اجمالی جواب،	۱۰۱	**تیرھواں باب**	
تفصیلی جواب	۱۰۱	کیا قبر میں بچوں کا بھی امتحان ہوتا ہے ؟	۱۱۳
جھوٹ، لوگوں میں عداوت ڈالنا اور ترکِ نماز	۱۰۱	تفصیلی جواب۔	۱۱۳
عذاب قبر کے اسباب ہیں۔		**چودھواں باب**	
ناحق کسی کا مال مار لینا عذاب قبر کا باعث ہے	۱۰۲	کیا عذاب قبر دائمی ہے یا ختم ہو جاتا ہے ؟	۱۱۴
عذاب قبر کے تفصیلی اسباب	۱۰۲	دائمی عذاب قبر	۱۱۴
اکثر لوگ عذاب قبر کا شکار ہوتے ہیں۔	۱۰۴	وقتی عذاب قبر	۱۱۴
قبروں کی آواز	۱۰۴	شفیع اللہ کی اجازت ہی سے کھڑا ہوگا۔	۱۱۴
دسواں باب	۱۰۴	ایک شخص ایک مدنی کو خواب میں دیکھتا ہے۔	۱۱۵
عذاب قبر سے رہائی بخشنے والے اسباب کیا ہیں؟	۱۰۴	دعاؤں کے اثرات۔	۱۱۵

مضمون	صفحہ
رابعہ بصری کو خواب میں دیکھنا	۱۱۵
پندرھواں باب	
موت کے بعد قیامت تک روحیں کہاں ٹھہرتی ہیں	۱۱۶
جواب	۱۱۶
ابن حزم وغیرہ کی رائے۔	۱۱۷
روحیں ابتدائی سات دن تک قبر کے صحن میں رہتی ہیں	۱۱۸
جنت میں ارواح کے قیام کے دلائل	۱۱۸
دلیل کی وضاحت	۱۱۸
دوسری دلیل کی وضاحت	۱۱۹
مومن کی روحیں جنت میں رہتی ہیں۔	۱۲۰
ایک اعتراض کا جواب	۱۲۲
اس قول کے دلائل کہ روحیں جنت میں نہیں ہیں مگر اس کے پھل اور خوشبو انہیں پہنچتی رہتی ہے اور اس پر تبصرہ۔	۱۲۳
اس قول پر تبصرہ کہ روحیں قبروں میں رہتی ہیں۔	۱۲۴
ایک عام مغالطہ	۱۲۴
طلحۃ بن عبید اللہ کا واقعہ۔	۱۲۵
ارباب قبر پر سلام وخطاب سے روحوں کا قبر میں ہونا لازم نہیں آتا۔	۱۲۵
ایک شبہ کا جواب۔	۱۲۶
روزانہ پچھلی رات میں پہلے آسمان پر حق تعالیٰ کا نزول	۱۲۶
مختلف روحوں کے صفات بھی مختلف ہیں۔	۱۲۶
روحوں کے حیرت انگیز کارنامے۔	۱۲۶

مضمون	صفحہ
روح کس طرح اپنی روشنی نشر کرتی ہے۔	۱۲۷
اس قول پر کہ مومن کی روحیں اللہ کے پاس ہیں تبصرہ اور اس کے دلائل۔	۱۲۸
اس قول پر کہ مومنوں کی روحیں جابیۃ میں اور کافروں کی حضرموت کے ایک کنویں "برہوت" میں ہیں، تبصرہ۔	۱۲۹
ایک شخص کا برہوت کے بارے میں واقعہ	۱۳۰
اس قول پر کہ روحیں اس زمین پر رہتی ہیں، جس کے وارث اللہ کے نیک بندے ہوں گے تبصرہ	۱۳۰
اس قول پر تبصرہ کہ مومنوں کی روحیں ساتویں آسمان پر علیین میں ہیں اور کافروں کی روحیں ساتویں زمین پر سجین میں ہیں۔	۱۳۱
مومنوں کی روحوں کا زمزم کے کنویں میں اجتماع سمجھنا غلط ہے۔	۱۳۱
اس قول پر تبصرہ کہ روحیں زمین والے برزخ میں رہتی ہیں اور جہاں رہتی ہیں آتی جاتی ہیں	۱۳۱
حضرت آدمؑ کے دائیں بائیں روحوں کا اجتماع اور اس پر تبصرہ۔	۱۳۱
ایک اعتراض اور اس کا جواب۔	۱۳۲
اجسام پیدا ہونے سے پہلے جہاں روحیں تھیں کیا مرنے کے بعد ان کا وہی مقام ہے؟	۱۳۲
کیا اجسام کے ساتھ روحیں بھی فنا ہو جاتی ہیں؟	۱۳۳
کیا مرنے کے بعد روحوں کو ٹھہرنے کے لئے نئے اجسام مل جاتے ہیں؟ نیز مسئلۂ تناسخ۔	۱۳۴

Marfat.com

مضمون	صفحہ
ابن حزم کا قول	۱۳۵
ابن حزم کے قول پر تبصرہ	۱۳۵
ایک اعتراض اور اس کا جواب	۱۳۵
تناسخ کا شبہ	۱۳۶
باطل تناسخ۔	۱۳۶
ارواح کے مستقر کے بارے میں قول مرجح	۱۳۷
ارواح کا اجسام پر قیاس قیاس مع الفارق ہے	۱۳۸
روحوں کے چار گھر ہیں۔	۱۳۸
سولھواں باب۔	
کیا مُردوں کی روحوں کو زندوں کے کسی عمل سے فائدہ پہنچتا ہے یا نہیں؟	۱۳۹
بعض اہل کلام بدعتیوں کے نزدیک کسی عمل کا بھی ثواب نہیں پہنچتا۔	۱۳۹
دوسری صورت کے دلائل۔	۱۴۰
مُردوں کو صدقے کا ثواب بھی ملتا ہے۔	۱۴۱
مُردوں کو روزوں کا بھی ثواب ملتا ہے۔	۱۴۲
مُردوں کو روزوں کے بدل (کھانا کھلانے) کا ثواب بھی پہنچ جاتا ہے۔	۱۴۲
مُردوں کو حج کا ثواب بھی ملتا ہے۔	۱۴۲
مُردوں کی طرف سے قرض بھی ادا ہو جاتا ہے۔	۱۴۳
اگر زندہ مُردے سے اپنا حق معاف کر دے تو وہ ساقط ہو جاتا ہے۔	۱۴۳
ایصال ثواب نہ ماننے والوں کے دلائل۔	۱۴۴
نیابت والی عبادتوں کے ایصال ثواب کے دلائل	۱۴۵
ابن عباس والی حدیث پر امام شافعی کا تبصرہ	۱۴۶
مخالفین ایصال ثواب کے دلائل کی تردید	۱۴۶
لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ کے ہم معنے آیتیں	۱۵۰
صدقہ جاریہ والی حدیث کا جواب	۱۵۰
غلط قیاس کا جواب	۱۵۱
ایثار عبادت کی کراہیت کا جواب۔	۱۵۱
ایک اعتراض معہ جواب کے۔	۱۵۱
اس کا جواب کہ اگر مُردوں کو ثواب بخشنا جائز ہے تو زندوں کو بھی جائز ہونا چاہیے۔	۱۵۲
جزئی ایصال ثواب بھی جائز ہے۔	۱۵۳
اس کا جواب کہ اگر ایصال ثواب جائز ہو تو اسی عمل کا جائز ہوگا جو کیا گیا ہے۔ حالانکہ تمہارے نزدیک ایصال ثواب کے لئے عمل کے وقت نیت کی شرط ہے	۱۵۳
ابو عبداللہ بن حمدان کا قول۔	۱۵۴
اس کا جواب کہ اگر ایصال ثواب جائز ہو تو زندوں کے فرائض کے ثواب کا ہدیہ بھی جائز ہونا چاہیے۔	۱۵۴
اس کا جواب کہ تکالیف امتحان ہیں اور قبول نہیں کرتیں۔	۱۵۴
اس کا جواب کہ اگر ایصال ثواب صحیح ہو تو دوسروں کی طرف سے اسلام و توبہ بھی قابل قبول ہونی چاہیے	۱۵۵
اس کا جواب کہ فقط نیابت والی عبادتوں میں ایصال ثواب جائز ہے	۱۵۶
تردید حدیث کا جواب۔	۱۵۷
ابن عباسؓ والی حدیث کا مطلب	۱۵۷

Marfat.com

مضمون	صفحہ
یہ دعویٰ کہ یہ حدیث آیت سے ٹکراتی ہے غلط ہے	۱۵۹
مُردے کی طرف سے روزے والی حدیث نسائی کی	۱۵۹
حدیث سے نہیں ٹکراتی	
ابن عمر والی حدیث پر جرح	۱۵۹
یہ حدیث قیاس جلی کے بھی خلاف نہیں	۱۵۹
ابن عباس والی حدیث پر امام شافعی کی تنقید	۱۶۰
مُردوں کی طرف سے روزے رکھنے کے بارے	۱۶۰
میں علماء کے اقوال	
یہ کہنا کہ حج میں مُردوں کو خرچ کا ثواب ملتا	۱۶۱
ہے افعالِ حج کا نہیں، غلط ہے۔	
کیا ایصال ثواب میں نیت کے ساتھ الفاظ کی	۱۶۱
بھی ضرورت ہے؟	
کیا ایصال ثواب ثابت قدمی اور قبولیت	۱۶۱
کی شرط کے ساتھ کیا جائے۔	
مُردے کے لیے کون سا ہدیہ افضل ہے؟	۱۶۲
کیا تلاوتِ قرآن سے ایصال ثواب سلف کا	۱۶۲
معمول نہ تھا؟	
سلف سے منقول نہ ہونے کی وجہ	۱۶۲
رحمتِ عالمؐ کے ایصال ثواب کے بارے میں	۱۶۳
سترھواں باب	
کیا رُوح قدیم ہے یا حادث و مخلوق وغیرہ؟	۱۶۳
ابن مندہ کا جواب۔	۱۶۴
رُوح کے بارے میں اختلاف۔	۱۶۴
محمد بن نصر مروزی کا بیان	۱۶۴

مضمون	صفحہ
رُوح کے مخلوق ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے	۱۶۵
علامہ ابن تیمیہ کی رائے۔	۱۶۵
ایک جہمی کا باطل دعویٰ	۱۶۵
عیسائیوں اور جہمیوں کا جھوٹ۔	۱۶۶
رُوح کے مخلوق ہونے کے دلائل۔	۱۶۶
فرشتہ روح ازلی لے کر نہیں آتا بلکہ روح	۱۶۸
اس کے پھونکنے سے پیدا ہوتی ہے۔	
رُوح کو غیر مخلوق کہنے والوں کے دلائل	۱۷۰
قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّی کا جواب	۱۷۰
ایک شبہ اور اس کا جواب	۱۷۱
ابن عباس کی روایتوں پر تبصرہ	۱۷۲
دوسری روایت	۱۷۳
تیسری روایت	۱۷۳
چوتھی روایت	۱۷۳
پانچویں روایت	۱۷۳
چھٹی روایت	۱۷۳
قرآن میں روح کے کئی معنی	۱۷۳
قرآن نے انسانی روح کو نفس سے تعبیر کیا ہے	۱۷۴
اللہ کی طرف نسبتِ روح کی وضاحت	۱۷۴
حق تعالیٰ کی طرف روح کی نسبت کس قسم کی ہے	۱۷۴
ایک شبہ اور اس کا جواب	۱۷۵
حضرت مسیح کو روح اللہ کیوں کہا جاتا ہے؟ اور	۱۷۵
کیا آدم میں بھی فرشتے ہی نے روح پھونکی یا	
براہِ راست حق تعالیٰ نے؟	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
ہاتھ سے پیدا کرنے اور روح پھونکنے میں فرق	۱۷۵
اٹھارھواں باب۔	
پہلے روحیں پیدا ہوئیں یا جسم ؟	۱۷۶
شیخ الاسلام کا جواب۔	۱۷۶
مروزی اور ابن حزم تقدم خلق ارواح کے قائل ہیں۔	۱۷۶
تقدم خلق ارواح کے دلائل	۱۷۶
پہلی دلیل	۱۷۶
دوسری دلیل	۱۷۶
میثاقِ ازل کئی آیتوں سے ثابت ہے۔	۱۷۸
عزل کے بارے میں سوال	۱۷۹
تیسری دلیل	۱۸۰
تقدم خلق ارواح کو نہ ماننے والوں کے دلائل	۱۸۰
پہلی دلیل	۱۸۰
دوسری دلیل	۱۸۰
ایک شبہ کا جواب	۱۸۰
مؤطا والی حدیث کا جواب	۱۸۰
ابو ہریرہ والی حدیث کا جواب	۱۸۱
ابی بن کعب والی حدیث کا جواب	۱۸۱
میثاق ازل کے سلسلے میں قابل غور چار باتیں	۱۸۲
پہلی بات	۱۸۲
دوسری بات	۱۸۲
تفسیر آیت کا دوسرا رخ	۱۸۳
مجازی معنی کی دلیل	۱۸۴

مضمون	صفحہ
ہمارا یہ قول میثاق والی حدیث سے نہیں ٹکراتا	۱۸۵
میثاق کا عام مفہوم۔	۱۸۶
اس مفہوم پر آیت کی ترتیب کی دلالت	۱۸۶
آیات کی قسمیں	۱۸۸
ایک شبہ اور اس کا جواب	۱۸۸
جرجانی کا بیان	۱۸۹
حدیث و آیت کا مقابلہ	۱۹۰
آیت سے استدلال کا جواب۔	۱۹۰
قرآن خود اپنی آیتوں کا مفسر ہے	۱۹۰
اس حدیث کا جواب کہ روحیں جسموں سے دو ہزار برس پہلے پیدا ہوئیں۔	۱۹۱
تاخر خلق ارواح کے دلائل اور پیدائش آدم کا آغاز	۱۹۱
ابن اسحاق کا بیان	۱۹۳
جسم پیدا ہونے کے بعد روح پھونکنے سے پیدا ہوتی ہے	۱۹۳
روح کے بعد میں پیدا ہونے کی دوسری دلیل	۱۹۳
تیسری دلیل۔	۱۹۴
ایک شبہ کا جواب	۱۹۴
چوتھی دلیل	۱۹۴
پانچویں دلیل	۱۹۵
پیدائش روح کے بارے میں رحمت عالم کا بیان	۱۹۵
انیسواں باب۔	
نفس کی حقیقت	۱۹۵
ابو الحسن اشعری کا بیان	۱۹۵
نظام کا قول	۱۹۶

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
جعفر بن حرب وغیرہ کا قول	۱۹۶	آٹھویں دلیل	۱۹۹
جبائی کا قول	۱۹۶	گیارہویں دلیل	۱۹۹
بعض حکما کا قول	۱۹۶	پندرھویں دلیل	۱۹۹
بعض فلاسفہ کا قول	۱۹۶	سترھویں دلیل	۱۹۹
بعض اطبا کا قول	۱۹۶	اٹھارھویں دلیل	۱۹۹
بعض دیگر اطبا کا قول	۱۹۶	بیسویں دلیل	۲۰۰
اصم کی رائے	۱۹۶	بائیسویں دلیل	۲۰۰
ارسطاطالیس کی رائے	۱۹۶	ایک شبہ کا جواب	۲۰۰
ثنویہ کی رائے	۱۹۶	انتیسویں دلیل	۲۰۰
دیصانیہ کی رائے	۱۹۷	تینتیسویں دلیل	۲۰۰
جعفر بن مبشر کی رائے۔	۱۹۷	چونویں دلیل	۲۰۱
ابو الہذیل کی رائے	۱۹۷	چوسٹھویں دلیل	۲۰۱
جعفر بن حرب کی رائے	۱۹۷	اکہترویں دلیل	۲۰۲
ابو بکر بن باقلانی کی رائے	۱۹۷	اکیاسویں دلیل	۲۰۲
مشائین کی رائے	۱۹۷	بیاسویں دلیل	۲۰۲
ابن سینا کی رائے	۱۹۷	تراسویں دلیل	۲۰۲
ابن حزم کی رائے	۱۹۷	چوراسویں دلیل	۲۰۲
ہمارا تبصرہ	۱۹۸	پچیاسویں دلیل	۲۰۲
مفہوم انسان میں چار مختلف اقوال	۱۹۸	چھیاسویں دلیل	۲۰۲
روح کے بارے میں رازی کے بیان کردہ	۱۹۸	ستاسویں دلیل	۲۰۳
چھ اقوال	۱۹۸	اٹھاسویں دلیل	۲۰۳
چھٹا قول ہی صحیح ہے	۱۹۸	نواسویں دلیل	۲۰۳
چھٹے قول کی پہلی دلیل	۱۹۸	۹۰ ویں دلیل	۲۰۳
چوتھی دلیل	۱۹۹	۹۱ ویں دلیل	۲۰۴

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
۹۲ ویں دلیل	۲۰۴	خواب میں بینائی لوٹ آنے کی دعا بتائی گئی	۲۱۰
۹۳ ویں دلیل	۲۰۴	آیۃ الکرسی میں ۳۶۰ رحمتیں ہیں۔	۲۱۰
۹۴ ویں دلیل	۲۰۴	عرق گلاب درد معدہ کے لئے مفید ہے	۲۱۰
۹۵ ویں دلیل	۲۰۴	وجع الرکبہ کا نسخہ	۲۱۰
۹۶ ویں دلیل	۲۰۴	فصد کا تصور خواب ہی سے پیدا ہوا۔	۲۱۰
۹۷ ویں دلیل	۲۰۴	گلقند مصطگی امراض معدہ میں مفید ہے	۲۱۰
۹۸ ویں دلیل	۲۰۴	۱۰۲ ویں دلیل	۲۱۱
۹۹ ویں دلیل	۲۰۵	۱۰۳ ویں دلیل	۲۱۱
قاضی نورالدین کا بیان	۲۰۶	۱۰۴ ویں دلیل	۲۱۱
۱۰۰ ویں دلیل	۲۰۶	۱۰۵ ویں دلیل	۲۱۱
۱۰۱ ویں دلیل	۲۰۶	۱۰۶ ویں دلیل	۲۱۱
حضرت ابوبکر وعمر پر تبرا اور ساس کا خمیازہ	۲۰۶	ایک شبہ کا جواب	۲۱۱
حضرت علی کو برا کہنے کا وبال	۲۰۷	۱۰۷ ویں دلیل	۲۱۲
ایک عورت کا واقعہ	۲۰۷	۱۰۸ ویں دلیل	۲۱۲
یعقوب بن عبداللہ کا ایک خواب	۲۰۷	۱۰۹ ویں دلیل	۲۱۲
نافع قاری کے منہ سے مشک کی خوشبو مہکتی تھی	۲۰۸	۱۱۰ ویں دلیل	۲۱۲
ربیع بن رقاشی کا بیان	۲۰۸	ایک شبہ کا جواب	۲۱۳
علاء بن زیاد کا ایک خواب۔	۲۰۸	۱۱۱ ویں دلیل کا جواب	۲۱۳
ایک شخص کا آدھا منہ کالا اور آدھا سفید تھا	۲۰۸	۱۱۲ ویں دلیل	۲۱۳
محمد بن عبداللہ مہلبی کا خواب	۲۰۸	۱۱۳ ویں دلیل	۲۱۳
مسجد نبوی کے ایک امام کا بیان	۲۰۹	ایک شبہ کا جواب	۲۱۴
ایک عالم کا بیان	۲۰۹	ایک اعتراض کا جواب	۲۱۴
صدیقہؓ پر ایک لونڈی کا جادو۔	۲۰۹	۱۱۴ ویں دلیل	۲۱۴
خواب میں خلیل اللہ کے ہاتھ پھیرنے سے بینائی لوٹ آئی	۲۱۰	ایک شبہ کا جواب	۲۱۴

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
۱۵ویں دلیل	۲۱۵	بائیسویں دلیل	۲۱۸
۱۶ویں دلیل	۲۱۵	فریق مخالف کے دلائل کے جوابات	۲۱۹
فریق مخالف کے دلائل اور ان کے جوابات	۲۱۵	پہلی دلیل کا جواب	۲۱۹
پہلی دلیل	۲۱۵	دوسری دلیل کا جواب	۲۱۹
دوسری دلیل	۲۱۵	ایک شبہ کا جواب۔	۲۲۰
تیسری دلیل	۲۱۵	دوسرا جواب	۲۲۰
چوتھی دلیل	۲۱۵	تیسرا جواب	۲۲۰
پانچویں دلیل	۲۱۶	چوتھا جواب	۲۲۱
چھٹی دلیل	۲۱۶	پانچواں جواب	۲۲۱
ساتویں دلیل	۲۱۶	چھٹا جواب	۲۲۱
آٹھویں دلیل	۲۱۶	ساتواں جواب	۲۲۱
نویں دلیل	۲۱۶	آٹھواں جواب	۲۲۱
دسویں دلیل	۲۱۷	تیسری دلیل کا جواب	۲۲۲
گیارھویں دلیل	۲۱۷	ایک شبہ کا جواب	۲۲۲
بارھویں دلیل	۲۱۷	چوتھی دلیل کا جواب	۲۲۳
تیرھویں دلیل	۲۱۷	ایک شبہ کا جواب	۲۲۳
چودھویں دلیل	۲۱۷	پانچویں دلیل کا جواب	۲۲۳
پندرھویں دلیل	۲۱۸	ایک اعتراض کا جواب	۲۲۳
سولھویں دلیل	۲۱۸	ایک شبہ کا جواب۔	۲۲۴
سترھویں دلیل	۲۱۸	ابن سینا کا اعتراض معہ جواب کے۔	۲۲۴
اٹھارھویں دلیل	۲۱۸	چھٹی دلیل کا جواب	۲۲۴
انیسویں دلیل	۲۱۸	ساتویں دلیل کا جواب۔	۲۲۵
بیسویں دلیل	۲۱۸	آٹھویں دلیل کا جواب	۲۲۵
اکیسویں دلیل	۲۱۸	نویں دلیل کا جواب	۲۲۶

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
دسویں دلیل کا جواب	۲۲۷	نفس و روح میں فرق	۲۳۵
گیارھویں دلیل کا جواب	۲۲۷	خون کو نفس کہنے کی وجہ۔	۲۳۵
بارھویں دلیل کا جواب	۲۲۷	روح و نفس کے متعلق مقاتل بن سلیمان کا قول	۲۳۶
تیرھویں دلیل کا جواب	۲۲۷	روح و نفس کے متعلق ابن مندہ کا قول	۲۳۶
چودھویں دلیل کا جواب	۲۲۸	روح کے متعلق بعض لوگوں کا قول	۲۳۶
پندرھویں دلیل کا جواب	۲۲۸	ہمارا محاکمہ	۲۳۷
سولھویں دلیل کا جواب	۲۲۸	**اکیسواں باب**	
سترھویں دلیل کا جواب	۲۲۹	کیا نفس ایک ہے یا تین ؟	۲۳۷
اٹھارھویں دلیل کا جواب	۲۲۹	حقیقی اطمینان کا منبع	۲۳۸
انیسویں دلیل کا جواب	۲۳۰	یقین کی حقیقت	۲۳۹
روحوں کے اثرات کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔	۲۳۱	حضرت حارثہ کا واقعہ	۲۳۹
نظر لگنے کی حقیقت	۲۳۱	اطمینان کی قسمیں	۲۳۹
نظر کا اثر زائل کرنے کا ایک طبعی علاج۔	۲۳۱	ایک لطیف نکتہ	۲۴۰
بیسویں دلیل کا جواب	۲۳۲	محاسبۂ نفس	۲۴۴
اکیسویں دلیل کا جواب	۲۳۲	نفس لوامہ	۲۴۴
بائیسویں دلیل کا جواب	۲۳۳	لوامہ کی دو قسمیں	۲۴۵
تئیسویں دلیل کا جواب	۲۳۳	نفس امارہ	۲۴۵
بائیسواں باب		نفس مطمئنہ اور نفس امارہ کی چھینا جھپٹی	۲۴۷
کیا نفس و روح ایک ہی چیز ہیں ؟ یا مختلف؟	۲۳۴	نفس مطمئنہ اور نفس امارہ میں مقابلہ	۲۴۸
نفس کے متعدد معانی	۲۳۴	نفس امارہ دل و دماغ کو ماؤف بنا دیتا ہے۔	۲۴۸
روح کے متعدد معانی	۲۳۴	اخلاص کا خود ساختہ نقشہ	۲۴۹
وحی کو روح کہنے کی وجہ	۲۳۵	نفسِ سحارہ کی تلبیس	۲۵۰
روح کو روح کہنے کی وجہ	۲۳۵	شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگنے کی وجہ	۲۵۲
نفس کو روح کہنے کی وجہ	۲۳۵	خشوع ایمان اور خشوع نفاق میں فرق	۲۵۳

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
۱۱۵ ویں دلیل	۲۱۵	بائیسویں دلیل	۲۱۸
۱۱۶ ویں دلیل	۲۱۵	فریق مخالف کے دلائل کے جوابات	۲۱۹
فریق مخالف کے دلائل اور ان کے جوابات	۲۱۵	پہلی دلیل کا جواب	۲۱۹
پہلی دلیل	۲۱۵	دوسری دلیل کا جواب	۲۱۹
دوسری دلیل	۲۱۵	ایک شبہ کا جواب۔	۲۲۰
تیسری دلیل	۲۱۵	دوسرا جواب	۲۲۰
چوتھی دلیل	۲۱۵	تیسرا جواب	۲۲۰
پانچویں دلیل	۲۱۶	چوتھا جواب	۲۲۱
چھٹی دلیل	۲۱۶	پانچواں جواب	۲۲۱
ساتویں دلیل	۲۱۶	چھٹا جواب	۲۲۱
آٹھویں دلیل	۲۱۶	ساتواں جواب	۲۲۱
نویں دلیل	۲۱۶	آٹھواں جواب	۲۲۱
دسویں دلیل	۲۱۷	تیسری دلیل کا جواب	۲۲۲
گیارھویں دلیل	۲۱۷	ایک شبہ کا جواب	۲۲۲
بارھویں دلیل	۲۱۷	چوتھی دلیل کا جواب	۲۲۳
تیرھویں دلیل	۲۱۷	ایک شبہ کا جواب	۲۲۳
چودھویں دلیل	۲۱۷	پانچویں دلیل کا جواب	۲۲۳
پندرھویں دلیل	۲۱۸	ایک اعتراض کا جواب	۲۲۳
سولھویں دلیل	۲۱۸	ایک شبہ کا جواب۔	۲۲۴
سترھویں دلیل	۲۱۸	ابن سینا کا اعتراض معہ جواب کے۔	۲۲۴
اٹھارھویں دلیل	۲۱۸	چھٹی دلیل کا جواب	۲۲۴
انیسویں دلیل	۲۱۸	ساتویں دلیل کا جواب۔	۲۲۵
بیسویں دلیل	۲۱۸	آٹھویں دلیل کا جواب	۲۲۵
اکیسویں دلیل	۲۱۸	نویں دلیل کا جواب	۲۲۶

Marfat.com

مضمون	صفحہ
دسویں دلیل کا جواب	۲۲۷
گیارھویں دلیل کا جواب	۲۲۷
بارھویں دلیل کا جواب	۲۲۷
تیرھویں دلیل کا جواب	۲۲۷
چودھویں دلیل کا جواب	۲۲۸
پندرھویں دلیل کا جواب	۲۲۸
سولھویں دلیل کا جواب	۲۲۸
سترھویں دلیل کا جواب	۲۲۹
اٹھارھویں دلیل کا جواب	۲۲۹
انیسویں دلیل کا جواب	۲۳۰
روحوں کے اثرات کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔	۲۳۱
نظر لگنے کی حقیقت	۲۳۱
نظر کا اثر زائل کرنے کا ایک طبعی علاج۔	۲۳۱
بیسویں دلیل کا جواب	۲۳۲
اکیسویں دلیل کا جواب	۲۳۲
بائیسویں دلیل کا جواب	۲۳۳
تیئیسویں دلیل کا جواب	۲۳۳
بیسواں باب	
کیا نفس و روح ایک ہی چیز ہیں؟ یا مختلف	۲۳۴
نفس کے متعدد معانی	۲۳۴
روح کے متعدد معانی	۲۳۴
وحی کو روح کہنے کی وجہ	۲۳۵
روح کو روح کہنے کی وجہ	۲۳۵
نفس کو روح کہنے کی وجہ	۲۳۵

مضمون	صفحہ
نفس و روح میں فرق	۲۳۵
خون کو نفس کہنے کی وجہ۔	۲۳۵
روح و نفس کے متعلق مقاتل بن سلیمان کا قول	۲۳۶
روح و نفس کے متعلق ابن مندہ کا قول	۲۳۶
روح کے متعلق بعض لوگوں کا قول	۲۳۶
ہمارا محاکمہ	۲۳۷
اکیسواں باب	
کیا نفس ایک ہے یا تین؟	۲۳۷
حقیقی اطمینان کا منبع	۲۳۸
یقین کی حقیقت	۲۳۹
حضرت حارثہ کا واقعہ	۲۳۹
اطمینان کی قسمیں	۲۳۹
ایک لطیف نکتہ	۲۴۰
محاسبۂ نفس	۲۴۴
نفس لوامہ	۲۴۴
لوامہ کی دو قسمیں	۲۴۵
نفس امارہ	۲۴۵
نفس مطمئنہ اور نفس امارہ کی چھینا جھپٹی	۲۴۷
نفس مطمئنہ اور نفس امارہ میں مقابلہ	۲۴۸
نفس امارہ دل و دماغ کو ماؤف بنا دیتا ہے۔	۲۴۸
اخلاص کا خود ساختہ نقشہ	۲۴۹
نفسِ سحارہ کی تلبیس	۲۵۰
شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگنے کی وجہ	۲۵۲
خشوع ایمان اور خشوع نفاق میں فرق	۲۵۳

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
محبت کے معنی	۲۵۴	ہدیہ اور رشوت میں فرق	۲۶۴
خودداری و غرور میں فرق	۲۵۴	صبر و سنگدلی میں فرق	۲۶۴
حمیت و جفا میں فرق	۲۵۴	دل کے اقسام۔	۲۶۴
تواضع اور رسوائی میں فرق	۲۵۵	عفو و ذلت میں فرق	۲۶۵
تواضع کے اقسام	۲۵۵	ایک شبہ کا جواب	۲۶۵
دینی قوت حاصل کرنے اور بڑا بننے میں فرق	۲۵۶	انتقام و انتصار میں فرق	۲۶۶
ذاتی حمیت و دینی حمیت میں فرق	۲۵۶	دل کی سلامتی اور بلہ و غفلت میں فرق	۲۶۷
جود و اسراف میں فرق	۲۵۶	ثقہ اور غرہ میں فرق	۲۶۸
خون و تکبر میں فرق	۲۵۷	رجا اور تمنا میں فرق	۲۶۹
صیانت و تکبر میں فرق	۲۵۸	اظہار نعمت و فخر میں فرق	۲۷۲
شجاعت و جرات میں فرق	۲۵۸	فرح قلب و فرح نفس میں فرق	۲۷۲
حزم و جبن میں فرق	۲۵۹	توبہ کی لذت۔	۲۷۳
اقتصاد و شح میں فرق	۲۵۹	توبہ کی لذت کب حاصل ہوتی ہے۔	۲۷۴
احتراز و بدگمانی میں فرق	۲۶۰	انتہائی اونچی قسم کی فرح	۲۷۴
فراست و گمان میں فرق	۲۶۰	رقت قلب و جزع میں فرق	۲۷۵
امام شافعی کی فراست	۲۶۲	موجدة اور حقد میں فرق	۲۷۶
ابوالقاسم منادی کی فراست	۲۶۲	منافست اور حسد میں فرق	۲۷۷
ابوعثمان حمیری کی فراست	۲۶۲	محبت ریاست و محبت امامت میں فرق	۲۷۸
شاہ کرمانی کی فراست	۲۶۲	محبت فی اللہ اور محبت مع اللہ میں فرق	۲۷۹
ایک نوجوان کی فراست۔	۲۶۲	دین کے چار اصول	۲۸۰
ایک فقیر کی فراست	۲۶۳	حب مع اللہ کی دو قسمیں	۲۸۰
ابراہیم خواص کی فراست	۲۶۳	توکل و عجز میں فرق	۲۸۱
حضرت عثمان کی فراست	۲۶۳	احتیاط و وسوسہ میں فرق۔	۲۸۳
نصیحت و غیبت میں فرق	۲۶۳	فرشتہ کے الہام اور شیطانی القاء میں فرق	۲۸۴

Marfat.com

مضمون	صفحہ
الہام ملکی	۲۸۴
اقتصاد و تقصیر میں فرق	۲۸۴
نصیحت و تانیب میں فرق	۲۸۵
مبادرت اور عجلت میں فرق	۲۸۵
حال کی خبر دینے اور شکوے میں فرق	۲۸۶
بدر کو یوم الفرقان کہنے کی وجہ	۲۸۸
فرقہ اتحادیہ کا شرک	۲۸۹
خاتمہ	۲۹۰
انبیائے کرام کی توحید میں اور باطل فرقوں کی توحید میں فرق	۲۹۰
انبیائے کرام کی تنزیہہ اور گمراہوں کی تنزیہہ میں فرق	۲۹۱
اسماء و صفات کے حقائق میں اور تشبیہ و تمثیل میں فرق	۲۹۲
خالص توحید میں اور اکابر کی شان مراتب گھٹانے میں فرق	۲۹۲
اتباع رسول معصوم میں اور تقلید میں فرق	۲۹۴
تقلید و فہم میں فرق	۲۹۴
اللہ کے دوستوں اور دشمنوں میں فرق	۲۹۵
حال ایمانی اور حال شیطانی میں فرق	۲۹۶
آسمانی واجب الاتباع حکم میں اور تاویل والے حکم میں فرق	۲۹۷
بدلا ہوا حکم	۲۹۷
آخری دعا	۲۹۸

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شرارۂ ہستی

(از محمد اقبال سلیم گاہندری)

مٹی کے ایک مخصوص گھروندے میں آسمان سے ایک بجلی آ کر روپوش ہو جاتی ہے۔ پھر اس سے کیسے کیسے حیرت انگیز اور ہوش رُبا گل کھلتے ہیں کہ انسان انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔ جب یہ برق اس جسمانی ابر پارے سے نکل جاتی ہے تو یہ پھر وہی مٹی کا ڈھیر رہ جاتا ہے جو پہلے تھا۔ آخر یہ شرارۂ ہستی ہے کیا؟ جس نے اس گھر کو منور کیا اور اس کے در و دیوار کو جگمگا دیا۔ یہ ہے رُوح، جو چند دنوں کے لئے اس سرائے میں آ کر ٹھہرتی ہے، جس سے انگ انگ میں زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے اور بے شمار بے نور دیئے روشن ہو جاتے ہیں۔ جب یہ آسمانی پری جسم انسانی سے اپنا نشیمن ایک مدت مقررہ کے بعد اٹھا لیتی ہے تو پھر مٹی مٹی میں مل جاتی ہے ؎

زندگی کیا ہے، عناصر میں ظہورِ ترتیب
موت کیا ہے، انہیں اجزا کا پریشاں ہونا

حقیقتِ روح کی جستجو جوں جوں عقل انسانی ترقی کرتی ہے اس کی علمی پیاس بھی بڑھتی ہے اب وہ کائنات کی ایک ایک چیز کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ آخر کار اُسے خود روح کی حقیقت اور ماہیت کو معلوم کرنے کی جستجو بے چین کرتی ہے کہ روح کیا ہے؟ کہاں سے آئی؟ کس طرح آئی؟ کس طرح جاتی ہے؟ کہاں جاتی ہے؟ اس کے آنے سے جسم انسانی کیوں آباد ہو جاتا ہے، انگ انگ سے زندگی کے چشمے کیوں اُبلتے ہیں اور جب یہ روح خالق کائنات کے حکم سے پرواز کر جاتی ہے تو تمام چشمے خشک ہو جاتے ہیں اور یہ جسم انسانی مٹی کا ایک ڈھیر ہو کر رہ جاتا ہے۔ غرضیکہ اس قسم کے پچاسوں سوالات اس پیکر خاکی کے دل و دماغ میں پیدا ہوتے ہیں اور وہ ان کے حل کرنے کے لئے بیتاب رہتا ہے چونکہ لوگوں نے روح کے عجیب و غریب حالات کا مشاہدہ کیا ہے اور ان کے تجربات میں ایسے ایسے حیرت انگیز کارنامے آئے ہیں جو انسانی طاقت سے بالاتر ہیں اس لئے لامحالہ شوق پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ طلسم ہوش رُبا ہے کیا چیز؟ کس طرح اس سرِ مکتوم کی تہ تک رسائی حاصل کی جائے، کیونکر اس ماہ وش کے چہرے سے نقاب اٹھایا جائے، کس خوردبین سے اس برق وش ذرۂ لاہوتی کو دیکھا جائے؟

زمانۂ قدیم سے لے کر آج تک مختلف طبقے اور مذاہب کے پیشواؤں نے رُوح پر روشنی ڈالی ہے اور ہر ایک نے اپنا اپنا راگ الاپا ہے۔ مگر سب بے سود۔ سب بے معنی قیاس آرائیاں ہیں۔ ہمارے محققین ایسی پُراسرار چیز کا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شرارۂ ہستی

(از محمد اقبال سلیم گاہندری)

مٹی کے ایک مخصوص گھروندے میں آسمان سے ایک بجلی آکر روپوش ہو جاتی ہے۔ پھر اس سے کیسے کیسے حیرت انگیز اور ہوش رُبا گل کھلتے ہیں کہ انسان انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔ جب یہ برق اس جسمانی ابر پارے سے نکل جاتی ہے تو یہ پھر وہی مٹی کا ڈھیر رہ جاتا ہے جو پہلے تھا۔ آخر یہ شرارۂ ہستی ہے کیا؟ جس نے اس گھر کو منور کیا اور اس کے در و دیوار کو جگمگا دیا۔ یہ ہے رُوح، جو چند دنوں کے لئے اس سرائے میں آکر ٹھہرتی ہے، جس سے انگ انگ میں زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے اور بے شمار بے نور دیئے روشن ہو جاتے ہیں۔ جب یہ آسمانی پری جسم انسانی سے اپنا نشیمن ایک مدت مقررہ کے بعد اٹھا لیتی ہے تو پھر مٹی مٹی میں مل جاتی ہے ؎

زندگی کیا ہے، عناصر میں ظہورِ ترتیب موت کیا ہے، انھیں اجزا کا پریشاں ہونا

حقیقتِ روح کی جستجو جوں جوں عقل انسانی ترقی کرتی ہے اس کی علمی پیاس بھی بڑھتی ہے اب وہ کائنات کی ایک ایک چیز کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ آخر کار اُسے خود روح کی حقیقت اور ماہیت کو معلوم کرنے کی جستجو بے چین کرتی ہے کہ روح کیا ہے؟ کہاں سے آئی؟ کس طرح آئی؟ کس طرح جاتی ہے؟ کہاں جاتی ہے؟ اس کے آنے سے جسم انسانی کیوں آباد ہو جاتا ہے، انگ انگ سے زندگی کے چشمے کیوں اُبلتے ہیں اور جب یہ روح خالق کائنات کے حکم سے پرواز کر جاتی ہے تو تمام چشمے خشک ہو جاتے ہیں اور یہ جسم انسانی مٹی کا ایک ڈھیر ہو کر رہ جاتا ہے۔ غرضیکہ اس قسم کے پچاسوں سوالات اس پیکر خاکی کے دل و دماغ میں پیدا ہوتے ہیں اور وہ ان کے حل کرنے کے لئے بیتاب رہتا ہے چونکہ لوگوں نے روح کے عجیب و غریب حالات کا مشاہدہ کیا ہے اور ان کے تجربات میں ایسے ایسے حیرت انگیز کارنامے آئے ہیں جو انسانی طاقت سے بالا تر ہیں اس لئے لامحالہ شوق پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ طلسم ہوش رُبا ہے کیا چیز؟ کس طرح اس سرِ مکتوم کی تہ تک رسائی حاصل کی جائے، کیونکر اس ماہ وش کے چہرے سے نقاب اٹھایا جائے، کس خوردبین سے اس برق وش ذرۂ لاہوتی کو دیکھا جائے؟

زمانۂ قدیم سے لے کر آج تک مختلف طبقے اور مذاہب کے پیشواؤں نے رُوح پر روشنی ڈالی ہے اور ہر ایک نے اپنا اپنا راگ الاپا ہے۔ مگر سب بے سود۔ سب بے معنی قیاس آرائیاں ہیں۔ ہمارے محققین ایسی پُر اسرار چیز کا

Marfat.com

کھوج لگا رہے ہیں جو جسم انسانی کے تہ در تہ پردوں میں رہتے ہوئے اپنا جلوہ دکھاتی ہے اور اپنے نور سے سارے عالم کی تاریکیوں کو دور کرتی ہے۔ مگر جب پرواز کرتی ہے تو انسانی عقل اور انسانی آنکھ دونوں سے اس طرح چھپ کر جاتی ہے کہ آنکھ جھپکی اور یہ پری غائب! اب چلتا پھرتا، اور چاند کی سیر کرنے والا انسان، اور ایٹم بم کا موجد انسان مٹی کا ڈھیر ہو کر رہ جاتا ہے۔ ارض وسما کا خالق ہی اس کا راز بتائے تو بتائے زمین والے تو اس کی گرد سے بھی ناآشنا ہیں۔

ہماری پیش کردہ کتاب کا موضوع بھی **روح ونفس** ہی ہے۔ یہ دنیائے اسلام کے مشہور و معروف محقق و فلاسفر علامہ حافظ ابن قیم کی مایۂ ناز تصنیف ہے جو اُنہوں نے برسہا برس کی محنت اور گہرے مطالعہ کے بعد پیش کی ہے۔

علامۂ موصوف اپنی علمی تحقیق کے باعث دنیائے اسلام کے عظیم ترین فلاسفروں میں سے ہیں۔ کتاب الروح کے ہر ہر لفظ سے کتاب وسنت کی بے پناہ محبت ٹپکتی ہے۔ اور آپ اپنا ہر قدم قرآن وحدیث ہی کی روشنی میں اٹھاتے ہیں آپ کے بیش بہا کارنامے مکتبوں کی زینت ہیں۔ جو قیمتی جواہرات سے لبریز ہیں۔ حضرت علامہ نے کتاب وسنت کی روشنی میں روح کے بارے میں اکیس مختلف سوالات کے جوابات دیئے ہیں اور روح کے ہر مسئلہ پر سیر حاصل روشنی ڈالی ہے ـــــ کتابُ الرُّوح کا خود علامہ ابن قیم المتوفی ۷۵۱ھ نے کوئی نام نہیں رکھا تھا بلکہ مختلف سوالات جو روح کے متعلق ان سے کئے جاتے رہے ان کے جوابات لکھتے رہے۔ آخر میں زندوں کی ارواح اور مُردوں کی ارواح کے متعلق تمام بے بہا معلومات ایک جگہ جمع ہو کر اس کا نام **کتابُ الرُّوح** پڑ گیا۔

علامہ بُرہان الدین ابراہیم بن عمر البقائی المتوفی ۸۸۵ھ نے وفات مصنف کے سو برس بعد اس مجموعہ پر ایک مختصر سا خطبہ اضافہ کر کے اس کا نام **سِرُّ الرُّوح** رکھ دیا۔ مگر کتاب الروح نام چلتا رہا، دوسرا نام سِرُّ الرُّوح کچھ زیادہ مقبول نہ ہو سکا۔

علامہ ابن قیم کے اس شاہکار کی طرف مجھے میرے عزیز محترم **طفیل محمد صاحب** انکم ٹیکس آفیسر کراچی نے متوجہ کیا جو بظاہر شکل وصورت سے تو ایک اپ ٹو ڈیٹ مغربی تعلیم زدہ نوجوان نظر آتے ہیں لیکن حقیقتاً یہ ایک دین دار مسلمان، پیکر یقین اور نماز روزہ کے پابند سچے آدمی ہیں۔ ان کا مطالعہ خاصا وسیع ہے اور عربی کتابوں پر انھیں بڑی نظر حاصل ہے۔ انہوں نے کتاب الروح کا عمیق مطالعہ کرنے کے بعد مجھ سے فرمایا کہ اس کتاب کا مطالعہ انسان میں خوف خدا پیدا کرتا ہے اور بہت سے بُرے اعمال سے توبہ کی تحریک دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔ میں محترم طفیل محمد صاحب کا ممنون ہوں کہ ان کی وجہ سے حافظ ابن قیم کی یہ بے مثال کتاب اردو زبان میں منتقل ہو کر شائع ہو رہی ہے۔ امید ہے کہ انشاء اللہ سعید روحوں کے لئے یہ مشعلِ راہ کا کام دیگی۔ اردو ترجمہ مولانا راغب رحمانی کے قلم کا مرہون منت ہے۔ جن کے متعدد ترجمے شائع ہو کر اہل علم سے داد حاصل کر چکے ہیں میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ادارہ کی اس کوشش کو قبول فرمائے۔ اسی کی عطا کی ہوئی توفیق ہی ایسی علمی کتابوں کی اشاعت کا باعث ہے ✦

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عربی کتاب کے ناشر کا مقدمہ

حق تعالیٰ ہی کے لئے تمام تعریفیں مخصوص ہیں جو کمال والی صفتوں اور پرجلال خوبیوں سے متصف ہے۔ جسے ماضی و مستقبل کا پورا پورا حال معلوم ہے۔ اور جو موجودہ حالات اور انجام کار سے خوب خبردار ہے اس نے ہر جاندار مخلوق پر موت مقرر فرمادی جس میں بادشاہ و رعایا، امیر و غریب، اعلیٰ ادنیٰ اور فرمانبردار و نافرمان خواہ آسمان پر رہنے والے ہوں یا زمین پر، خشکی پر رہنے والے ہوں یا تری پر سب برابر ہیں۔ تاکہ آخرت میں اپنی صفت عدالت کا اظہار فرمائے۔ ایک دنیادار جو خوب دنیا کماتا ہے سر بہ فلک اور شاندار کوٹھیاں اور بنگلے بناتا ہے اور انھیں آراستہ کرکے لوگوں کو حیرت میں ڈال دیتا ہے اور دنیا کو اپنا وطن بنالیتا ہے، حالانکہ یہ محض سرائے فانی ہے (آخر حسرت بھرے ارمان لے کر دنیا سے چل بستا ہے۔ اور اپنا سب ساز و سامان دوسروں کے لئے بادلِ ناخواستہ چھوڑ جاتا ہے اور ایک اللہ والا بھی (جو دنیا میں آخرت کی فکر میں عمر بھر سرگرداں رہتا ہے، آخرت کے لئے دوڑ دھوپ کرتا رہتا ہے، دنیا کو ایک خطرناک بھنور سمجھتا رہتا ہے۔ اور نیک عملوں کی کشتی تیار کرکے اس میں بیٹھ کر اس بھنور سے بچتا رہتا ہے۔) خوشی خوشی اس دنیا سے سدھار جاتا ہے۔ دونوں ہی رخصت ہوجاتے ہیں مگر دونوں کے رخصت ہونے میں بہت بڑا فرق ہے۔ ایک کے قدم تو سعادت و برکت چومتی ہے اور دوسرے کو ناامیدی، تکلیف اور شقاوت ڈستی ہے ایک جنت کے پربہار باغوں میں لذتوں اور نعمتوں میں سرشار رہتا ہے اور عرش کے نیچے لٹکی ہوئی قندیلوں میں برزخی زندگی گذارتا ہے اور دوسرا جہنم کے طرح طرح کے عذابوں کا شکار رہتا ہے آیئے ہم پرخلوص دل سے اقرار کریں کہ اللہ کے سوا کوئی حقدار عبادت نہیں وہی یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ ایسا پیارا معبود ہے جو احسانات و انعامات کی راہ سے اپنے بندوں سے محبت کرتا ہے اور اپنی ہمہ گیر جود و بخشش سے ابتدا ہی سے ان کی پرورش فرماتا ہے۔ بھلا جس مہربان اللہ نے ہمارے وجود کی ابتدا بخشش و کرم سے فرمائی اور عمر بھر ہم پر اپنی نعمتوں کی بارش کی کیا وہ ہمارا خاتمہ برا کرسکتا ہے۔ اللہ کی پناہ۔ یہ تصور ہی اس کی شان اقدس کی توہین کے مترادف ہے۔ بلکہ برائی خود ہمارے نفسوں کی طرف سے ہے۔ اللہ پاک ہمیں نفسوں کی شرارت سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ پس اللہ ہی کی ذات اقدس کے لئے پاکیاں، تعریفیں اور بڑائیاں ہیں۔ اسی کا فضل و احسان ہے اسی کی مخلوق ہے اسی کی شریعت ہے۔ اور وہی ہر بات میں لائق تعریف و تحسین ہے۔ یہ اسی کی کمال مہربانی ہے کہ اس نے ہماری ہدایت کے لئے اپنے محبوب و برگزیدہ بندے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا جن کے جسم اطہر میں انتہائی مقدس روح تھی۔ آپ تمام اگلوں اور پچھلوں کے سردار بلکہ سید الابرار ہیں۔ آپ ہی پر قرآن عزیز اتارا گیا

اور اسی میں حق تعالیٰ نے فرمایا وَیَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ الخ یہودی آپ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ روح اللہ کی مخلوق ہے اور تمھیں تھوڑا ہی علم دیا گیا ہے۔ آپ پر اللہ کی لاکھوں رحمتیں ہوں اور آپ کے گھر والوں اور صحابۂ کرام پر بھی جو بہترین زمانہ میں تھے۔ اور راہ پانے کے بعد اس سے اپنے بھرا دھر ادھر نہیں ہٹے ان قدسی صفات انسانوں پر اللہ کی رحمتوں کی بارش قیامت تک ہوتی رہے۔ اور ان پر جھوم جھوم کر اور گھر گھر کر اس کی رحمتوں کے بادل برستے رہیں۔ اور انھیں سیراب کرتے رہیں آمین۔

کتاب کا تعارف یہ جلیل القدر کتاب عظیم و کثیر فوائد کی حامل ہے۔ اس موضوع پر ایسی کتاب آج تک نہیں لکھی گئی۔ یہ بیش بہا جواہر جو اس میں پائے جاتے ہیں کسی اور کتاب میں نہیں ملیں گے۔ اس میں روحوں کے بارے میں خواہ زندوں کی روحیں ہوں یا مُردوں کی، تمام مسائل جمع کر دیئے گئے ہیں۔ اور ان پر قرآن حدیث اور آثار سے اور مستند علماء کے اقوال سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ معلوم یہ تمام مسائل مصنف سے پوچھے گئے تھے یا چند مسائل پوچھے گئے تھے لیکن جواب میں تمام مسائل گھیر لئے گئے۔ میں نے ان سوالوں کو مع جوابات ہی کے دیکھا ہے۔ جن میں خطبہ وغیرہ نہ تھا۔

جب میں نے اشاعت کا ارادہ کیا تو استخارے کے بعد مذکورہ بالا خطبہ اپنی طرف سے اضافہ کر دیا چونکہ یہ موضوع بیش بہا فوائد کا معدن ہے اور حافظ ابن قیمؒ نے اس پر روشنی ڈالی ہے اس لئے امید ہے کہ اس سے قارئین کرام کو بہت فائدہ پہونچے گا۔ اس کا ہر مسئلہ ایک گوہر بے بہا ہے۔ قارئین کرام ہر مسئلہ سے لطف اندوز اور اس کے بے مثال فوائد و دقیق معانی سے بہرہ اندوز ہوں گے۔ اللہ پاک ہمیں گمراہی اور کج فہمی سے بچائے اور پرخلوص نیت، نیک عمل اور اچھی باتوں کی توفیق عطا فرمائے۔ حق تعالیٰ مؤلف کو بھی جنت کی بہاریں بخشے اور قارئین کرام کو بھی آمین۔

(یہ خطبہ برہان الدین ابراہیم بن عمر بقاعی کا لکھا ہوا ہے بقاعی نے اس کتاب کا نام سر الروح رکھا تھا۔ بقاعی کی وفات ۸۸۵ھ میں ہوئی۔ حافظ ابن قیم نے کوئی نام تجویز نہیں فرمایا تھا۔ مگر یہ کتاب الروح کے نام سے مشہور ہو گئی اور یہی نام غالب آگیا) +

چند ضروری باتیں

مطالعہ کرنے سے پہلے قارئین کرام کو مندرجہ ذیل باتوں کو پیش نظر رکھنا چاہئے :۔

(۱) رُوح کا ٹھکانا علیین یا سجین ہے۔

(۲) مرنے کے بعد روح باقی رہتی ہے مگر جسم عموماً گل سڑ کر مٹی میں مل جاتا ہے۔ ہاں انبیائے کرام کے اجسام مٹی پر حرام ہیں۔ یا جنھیں اللہ پاک باقی رکھنا چاہے۔

(۳) روح کو اپنے جسم کے ذرات اور قبر سے خاص تعلق رہتا ہے۔

(۴) قبر کا عذاب و ثواب جسم و روح دونوں پر ہوتا ہے مگر روح پر براہ راست ہوتا ہے اور جسم پر بواسطۂ روح کے۔

(۵) قبر سے مراد برزخ ہے۔

(۶) تازہ مُردے اس وقت تک سنتے ہیں جب تک ان کے پاس سوال وجواب کے لئے روح رہتی ہے۔ پھر نہیں سنتے۔

(۷) مُردوں کے سننے یا سمجھنے یا علم وغیرہ سے ان کی روحیں مراد ہیں جسم نہیں جسم تو فنا ہو جاتا ہے۔ ہاں روحیں سنتی سمجھتی اور سلاموں کا جواب دیتی ہیں۔

(۸) فرشتے اور دنیا سے جانے والی روحیں بھی روحوں کو پیام رسانی کا ذریعہ ہیں۔

(۹) عالم برزخ کی یا آخرت کی زندگی کا اور زندگی کے تمام لوازمات کا دنیوی زندگی پر اور زندگی کے لوازمات پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے اور صحیح نہیں۔

(۱۰) روحیں انتہائی تیز رفتار ہیں۔

(۱۱) برزخ آخرت کی پہلی سیڑھی ہے۔

(۱۲) روحوں کو اپنے ٹھکانوں پر ہونے کے باوجود بھی اپنی اپنی قبروں سے تعلق رہتا ہے۔

(۱۳) آخرت اور برزخ کے صحیح معلومات فراہم کرنے کا ذریعہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

(۱۴) ہمارا علم وحی کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

(۱۵) اگر فلسفہ و وحی میں تصادم ہو تو یا تو ہمارا علم غلط ہے یا وحی کے سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ غرضیکہ غلطی ہماری ہی طرف سے ہے۔ وحی نے جو کچھ بتایا بالکل صحیح ہے۔

(۱۶) عقل و وحی میں ٹکراؤ بھی ناممکن ہے۔

(۱۷) عقل کو وحی کے تابع رکھنا چاہئے۔ وحی کو عقل کے تابع نہیں رکھنا چاہئے۔

(۱۸) آخرت کے معلومات کا مخزن وحی ہے عقل نہیں۔

(۱۹) انبیائے کرام اور شہداء دنیوی زندگی کے اعتبار سے فوت ہو چکے۔ اگر اللہ کسی کو برزخ میں زندہ رکھے تو وہ اس کی برزخی زندگی ہے۔ جس کی حقیقت ہمیں معلوم نہیں۔ دنیوی زندگی پر اس کا قیاس غلط ہے۔

(۲۰) برزخ میں ہر روح کا ٹھکانا اس کے مرتبے کے مطابق ہے۔

(۲۱) خواب میں زندوں اور مُردوں کی روحوں کی ملاقات ہوجاتی ہے۔ کیونکہ روحیں خواب میں ایک گونہ تجرد حاصل کرکے اوپر کو پرواز کرتی ہیں اور مختلف قسم کی ارواح سے ملاقات کرلیتی ہیں۔

(۲۲) ابن ابی الدنیا کی روایتیں بلاتحقیق کے ناقابل قبول ہیں۔

محمد داؤد راغب رحمانی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا باب

کیا مُردے زیارت کرنے والوں کو پہچانتے اور اُن کا سلام سُنتے ہیں؟

کیا مُردے زیارت کرنے والوں کو پہچانتے ہیں اور ان کا سلام سنتے ہیں؟ ابن عبدالبر: رحمتِ عالمؐ نے فرمایا کہ جو مسلمان کسی ایسے شخص کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جسے وہ زندگی میں جانتا تھا اور اس پر سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی روح لوٹا دیتا ہے، یہاں تک کہ وہ اس کے سلام کا جواب دے دیتا ہے معلوم ہوا کہ مردہ زیارت کرنے والے کو پہچانتا ہے اور اس کے سلام کا جواب بھی دیتا ہے۔ مختلف سندوں سے بخاری مسلم میں ہے، کہ رحمتِ عالمؐ کے حکم سے بدر کے مقتول ایک گڑھے میں ڈال دیئے گئے تھے۔ پھر آپ اس گڑھے کے قریب آکر کھڑے ہوئے اور ان کے نام لے لے کر فرمایا۔ کیا تم نے اپنے رب کے وعدے کو سچا پالیا؟ میں نے تو سچا پالیا۔ عمرؓ بولے یا رسول اللہؐ کیا آپ ان سے خطاب فرما رہے ہیں جن کی لاشیں بھی سڑ چکیں؟ - فرمایا۔ اس کی قسم جس نے مجھے سچا رسول بنا کر بھیجا ہے، میری بات تم بھی ان سے زیادہ نہیں سنتے، مگر یہ جواب نہیں دے سکتے۔ آپؐ سے یہ بھی ثابت ہے کہ جب دفن کرنے کے بعد لوگ واپس ہوتے ہیں تو مردہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ علاوہ ازیں آپ نے اپنی اُمت کو یہ بھی تعلیم دی ہے کہ جب وہ مُردوں کو سلام کریں تو خطاب کے ساتھ سلام کریں یعنی اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِیْنَ۔ اے مومنو تم پر سلامتی ہو۔ اس قسم کا خطاب اسی سے کیا جاتا ہے جو سُنتا اور سمجھتا ہو۔ ورنہ یہ خطاب ایسا ہوگا جیسا معدوم وجمادات سے ہوتا ہے۔ (جو صحیح نہیں ہے) اسلاف کا اس پر اتفاق ہے کہ مُردے زیارت کرنے والوں کو پہچانتے اور ان سے خوش ہوتے ہیں۔

حضرت صدیقہؓ کا بیان ہے کہ رحمتِ عالمؐ نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی کی قبر پر جاتا اور اس کے پاس بیٹھتا ہے تو صاحب قبر اس سے مانوس ہوتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ جب تک کہ وہ وہاں سے اُٹھ کر نہ آجائے۔ (ابن ابی الدنیا، در کتاب القبور)

ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ رحمتِ عالمؐ نے فرمایا اگر کوئی شخص اسے جان پہچان والے بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے اور اس پر سلام کرتا ہے تو وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور اسے پہچان جاتا ہے اور اگر کسی اجنبی کی قبر سے گزرتا ہے اور سلام کرتا ہے تو وہ بھی اس کے سلام کا جواب دے دیتا ہے۔

عاصم کو خواب میں دیکھنے کا واقعہ (ابن ابی الدنیا) عاصم جحدری کے خاندان کے ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے

Marfat.com

عاصم کی وفات کے ساٹھ سال بعد انھیں خواب میں دیکھا۔ پوچھا کیا آپ فوت نہیں ہو گئے تھے؟ فرمایا کیوں نہیں، پوچھا۔ اب آپ کہاں ہیں؟ فرمایا جنت کے ایک باغ میں ہوں۔ میں اور میرے چند ساتھی جمعہ کی رات کو اور جمعہ کی صبح کو بکر بن عبداللہ مزنی کے پاس جمع ہوتے ہیں اور تمہارے سب حالات معلوم کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا کیا معہ جسموں کے جمع ہوتے ہیں یا صرف روحیں جمع ہوتی ہیں؟ فرمایا جسم تو فنا ہو چکے ہاں روحیں آپس میں ملاقات کرتی ہیں۔ میں نے پوچھا۔ کیا تمھیں ہماری زیارت کا علم ہو جاتا ہے؟ فرمایا ہاں جمعہ کے تمام دن اور ہفتہ کے دن آفتاب کے نکلنے تک علم ہوتا ہے۔ میں نے پوچھا جمعہ اور ہفتہ کی کیوں خصوصیت ہے؟ فرمایا اس لئے کہ جمعہ کا دن فضیلت و عظمت والا ہے۔

حسن قصاب کا بیان حسن قصاب کا بیان ہے کہ ہم ہفتہ کے دن محمد بن واسع کے ساتھ صبح صبح قبرستان جا کر مُردوں کو سلام کر کے ان کے لئے دعائیں کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے محمد سے کہا کہ بجائے ہفتہ کے آپ پیر کا دن مقرر کر لیں تو اچھا ہے۔ فرمایا مجھے خبر ملی ہے کہ جمعرات، جمعہ، اور ہفتہ کو مُردوں کو زیارت کرنے والوں کا علم ہو جاتا ہے۔ (ثوری) ضحاک کا بیان ہے کہ جو ہفتے کے دن سورج نکلنے سے پہلے کسی قبر کی زیارت کرلے گا مردہ کو اس کی زیارت کا علم ہو جائے گا۔ پوچھا گیا کہ ایسا کیوں ہے، فرمایا اس لئے کہ جمعہ کا دن ابھی گذرا ہے۔ (قرب جمعہ کی وجہ سے ہفتہ کی ابتدائی ساعتوں کو یہ شرف حاصل ہے)۔

مطرف کا واقعہ ابوالتیاح، مطرف روزانہ سویرے آجایا کرتے تھے۔ لیکن جمعہ کے دن اندھیرے میں کافی رات گذر جانے کے بعد آتے تھے۔ کہا جاتا ہے ان کا کوڑا اندھیری رات میں روشن ہو جایا کرتا تھا۔ ایک رات گھوڑے پر سوار ہو کر قبرستان کے پاس سے گذرے۔ دیکھا کہ ہر قبر والا اپنی اپنی قبر پر بیٹھا ہے۔ سب نے انھیں دیکھ کر کہا۔ لو یہ مطرف ہیں جو ہمارے پاس جمعہ کے جمعہ آتے ہیں۔ میں نے پوچھا کیا تمھیں بھی جمعہ کے دن کی خبر رہتی ہے۔ بولے ہاں۔ اور اس دن پرندے جو کچھ کہتے ہیں اس کی بھی خبر رہتی ہے۔ میں نے پوچھا پرندے کیا کہتے ہیں؛ بولے وہ سلام سلام کہتے ہیں۔

فضل کا اپنے والد کو خواب میں دیکھنا ابن علیۃ کے ماموں کے بیٹے فضل کا بیان ہے کہ جب میرے والد فوت ہو گئے تو مجھے انتہائی ملال ہوا۔ میں روزانہ ان کی قبر دیکھ آیا کرتا تھا۔ پھر کچھ دنوں کے لئے رک گیا۔ پھر ایک دن قبر کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ اتفاق سے آنکھ لگ گئی۔ میں نے دیکھا جیسے والد صاحب کی قبر پھٹ گئی۔ وہ قبر میں کفن میں لپٹے ہوئے بیٹھے ہیں۔ اور مُردوں کی سی ہیئت ہے۔ یہ منظر دیکھ کر میں رونے لگا۔ پوچھا بیٹا اتنے دنوں کے بعد کیوں آئے۔ میں نے کہا کیا آپ کو میرے آنے کی خبر ہو جاتی ہے۔ فرمایا جس دفعہ بھی تم آئے تمہارے آنے کی مجھے خبر ہو گئی تمہارے آنے سے اور تمہاری دعاؤں سے نہ صرف مجھے بلکہ میرے آس پاس والوں کو بھی انسیت و مسرت ہوتی

Marfat.com

ہے۔ اس خواب کے بعد پھر میں برابر ان کی قبر پر آتا جاتا رہا

عثمان بن سودہ کا اپنی والدہ کو خواب میں دیکھنا عثمان بن سودہ کا بیان ہے کہ میری والدہ بڑی عبادت گذار تھیں۔ اسی وجہ سے لوگ انھیں راہبہ کہا کرتے تھے۔ سکرات کے وقت انہوں نے آسمان کی طرف سر اٹھاکر فرمایا کہ اے میرے ذخیرے اور اے وہ جس پر زندگی بھر مجھے بھروسہ رہا اور موت کے بعد بھی ہے، موت کے وقت مجھے رسوا نہ کرنا۔ اور قبر کی وحشت سے بچانا۔ پھر وہ فوت ہوگئیں۔ میں ہر جمعہ کو ان کی قبر پر جاکر ان کے لئے اور دیگر قبر والوں کے لئے دعائے مغفرت کیا کرتا تھا۔ ایک دن میں نے انھیں خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ امی جان کیا حال ہے۔ فرمایا، بیٹا! موت انتہائی بے چین کر دینے والی ہے۔ الحمدللہ میں قابل تعریف برزخ میں ہوں۔ ہم پھول بچھاتے ہیں اور مہین و دبیز ریشم کے گدوں پر آرام کرتے ہیں۔ اور قیامت تک اسی حال میں رہیں گے۔ میں نے کہا مجھ سے تو کوئی کام نہیں؟ بولیں ہاں ہے۔ میں نے کہا کیا کام ہے۔ فرمایا ہماری زیارت اور ہمارے لئے دعائے مغفرت نہ چھوڑنا۔ جمعہ کے دن جب تم اپنے گھر سے آتے ہو تو مجھے مژدہ سنایا جاتا ہے کہ اے راہبہ تمہارا بیٹا آگیا ہے۔ اور اس سے نہ صرف مجھے بلکہ میرے پڑوسیوں کو بھی مسرت ہوتی ہے۔

بشر بن منصور کا بیان کیا ہوا ایک واقعہ بشر بن منصور کا بیان ہے کہ طاعون کے زمانے میں ایک شخص قبرستان آتا جاتا تھا۔ جنازوں میں حاضر رہتا تھا اور شام کے وقت قبرستان کے دروازے پر کھڑا ہو کر کہتا تھا حق تعالیٰ تمہاری وحشت دور فرمائے، تمہاری غربت پر رحم فرمائے، تمہاری برائیوں سے درگذر فرمائے اور تمہاری نیکیاں قبول فرمائے۔ اس کا بیان ہے کہ میں ایک دن قبرستان نہیں گیا اور اپنے گھر آگیا۔ رات کو خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ حدِ نگاہ تک آدمی ہی آدمی ہیں۔ میں نے پوچھا تم کون ہو۔ بولے ہم قبرستان والے ہیں۔ پوچھا کیا کام ہے۔ بولے تم نے شام کو گھر جاتے وقت اپنے ہدیہ کا ہمیں عادی بنا دیا ہے۔ میں نے پوچھا کیسا ہدیہ؟ بولے دعائیں جو تم ہمارے لئے مانگا کرتے ہو۔ میں نے کہا اچھا تو میں دعائیں برابر مانگتا رہوں گا۔ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے کبھی ناغہ نہیں کیا۔

سلیم بن عُمیر کا ایک واقعہ ایک دفعہ سلیم بن عمیر ایک قبرستان سے گذرے، زور کا پیشاب آرہا تھا اور اسے روکے ہوئے تھے۔ کسی دوست نے کہا کہ کسی قبر کے گڑھے میں پیشاب کر لیجئے۔ رو کر بولے۔ سبحان اللہ۔ اللہ کی قسم میں زندوں کی طرح مُردوں سے بھی شرماتا ہوں۔ اگر مُردوں کو شعور نہ ہوتا تو کیوں شرماتے؟ (مذکورہ بالا تمام روایتیں کتاب القبور کی ہیں)

مُردوں کو اپنے زندہ عزیز و اقارب کے عملوں کی بھی خبر رہتی ہے ابو ایوب کا بیان ہے کہ زندوں کے عمل مُردوں پر پیش کئے جاتے ہیں اگر نیک ہوتے ہیں تو وہ خوش ہوتے اور کھل اُٹھتے ہیں ورنہ اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ انھیں بُرے عملوں سے بچا۔ محمد کا بیان ہے کہ ایک دن عباد بن عباد ابراہیم بن صالح کے پاس گئے۔ یہ فلسطین کے

لیکن اس موضوع پر خوابیں بلشمار ہیں۔ اور رحمت عالمؐ نے فرمایا۔ میری رائے میں تمہارے خواب اس بات پر متفق ہیں کہ شب قدر رمضان کے اخیر عشرہ میں ہے۔ معلوم ہوا کہ کسی مسئلہ پر مومنوں کے خوابوں کی موافقت ان کی روایت و رائے کے قائم مقام ہے اور اللہ کے نزدیک بھی وہ چیز اچھی یا بری ہے جو اُن کے نزدیک اچھی یا بری ہے۔ علاوہ ازیں یہ مسئلہ دلائل سے بھی ثابت کیا گیا ہے۔ خوابوں کے واقعات تو بطور استشہاد کے ہیں۔

مردہ جنازے میں شریک ہونے والوں سے مانوس ہوتا ہے

صحیح حدیثوں سے بھی ثابت ہے کہ مردہ دفن کئے جانے کے بعد جنازے میں شریک ہونے والوں سے مانوس ہوتا ہے۔ مروی ہے کہ مرض الموت میں عمرو بن العاص دیوار کی طرف منہ پھیر کر کافی دیر تک روتے رہے آپ کے صاحبزادے نے کہا ابا جان آپ کیوں روتے ہیں۔ کیا اللہ کے رسول نے آپ کو فلاں فلاں بشارت نہیں دی تھی؟ فرمایا۔ ہم سب سے افضل توحید و رسالت کے اقرار کو سمجھتے تھے۔ میری زندگی تین مختلف حالات سے گذری ہے۔ ایک زمانے میں تو مجھے رحمتِ عالمؐ سے انتہائی بغض تھا۔ اور آپ کے قتل کرنے سے زیادہ مجھے کوئی بات محبوب نہ تھی۔ اگر خدانخواستہ میں اس حالت پر فوت ہو جاتا تو یقیناً جہنمی تھا۔ پھر جب اللہ نے میرے دل میں اسلام کی محبت پیدا کی تو میں نے آپ سے کہا کہ آپ دست مبارک پھیلائیں تاکہ میں بیعت کر لوں۔ آپ نے سیدھا ہاتھ پھیلا دیا لیکن میں نے اپنا ہاتھ سکیڑ لیا۔ پوچھا عمرو کیا بات ہے؟ میں بولا ایک شرط ہے۔ فرمایا۔ کیا۔ میں بولا شرط یہ ہے کہ میرے تمام گناہ معاف ہو جائیں۔ فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اسلام و ہجرت اور حج تمام سابق گناہ مٹا دیتے ہیں۔ اب آپؐ مجھے سب سے زیادہ پیارے اور میری نگاہ میں سب سے زیادہ جلیل القدر تھے۔ آپ کی شان جلالت کی وجہ سے میں آپؐ کو نظر بھر کر بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اگر کوئی مجھ سے آپ کا حلیہ پوچھتا تو نہیں بتا سکتا تھا۔ کیونکہ جلالتِ شان کی وجہ سے اچھی طرح دیکھتا ہی نہ تھا۔ اگر میں اس حالت پر فوت ہو جاتا تو مجھے توقع تھی کہ جنتی ہوتا۔ پھر مجھے ایسے حالات سے دوچار ہونا پڑا کہ نہ معلوم ان کی وجہ سے مرا انجام کیا ہو۔ جب میں فوت ہو جاؤں تو میرے جنازے کے ساتھ نوحہ کرنے والی نہ ہو نہ آگ ہو۔ جب تم مجھے دفن کر چکو تو میری قبر کے چاروں طرف اتنی دیر ٹھہرے رہنا جتنی دیر اونٹنی ذبح کرنے اور اس کا گوشت بانٹنے میں لگتی ہے۔ تاکہ میں تم سے مانوس رہوں اور مجھے معلوم ہو جائے کہ میرے رب کے قاصد کیا لے کر لوٹتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ مُردہ حاضرین قبر سے مانوس اور خوش ہوتا ہے۔

دفن کے بعد قبر پر قرآن پاک کی تلاوت

سلف کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ انہوں نے وصیت کی کہ دفن کے بعد ان کی قبر کے پاس قرآن پڑھا جائے۔ عبدالحق! مروی ہے کہ ابن عمر نے حکم کیا تھا کہ ان کی قبر پر سورۂ بقر پڑھی جائے۔ معلی بن عبدالرحمٰن کی بھی یہی رائے تھی۔ امام احمد شروع میں تو قائل نہ تھے۔ کیونکہ یہ اثر انھیں نہیں پہنچا تھا مگر بعد میں قائل ہو گئے تھے۔ علا ربن لجلاج :۔ میرے والد نے وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے لحد میں دفن کرنا اور اس میں اتارتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی سُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ پڑھنا اور مٹی ڈال کر قبر کے

سرہانے سورۂ بقر کی ابتدائی آیتیں پڑھنا۔ کیونکہ میں نے ابن عمر کو یہی فرماتے ہوئے سُنا ہے۔ (جامع ظلال)

عباس دوری :۔ میں نے امام احمد سے پوچھا۔ قبر پر قرأت کے بارے میں کوئی روایت محفوظ ہے؟ فرمایا نہیں۔ اور جب یحییٰ بن معین سے پوچھا تو انہوں نے یہ حدیث بیان کی۔ علی بن موسیٰ الحداد :۔ میں احمد بن حنبل اور محمد بن قدامہ کے ساتھ ایک جنازے میں شریک تھا۔ دفن سے فارغ ہو کر ایک نابینا قبر کے پاس قرات کرنے لگا۔ امام احمد نے فرمایا کہ قبر کے پاس قرأت بدعت ہے۔ پھر جب ہم قبرستان سے باہر آئے تو محمد بن قدامہ نے امام احمد سے فرمایا۔ آپ مبشر حلبی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا ثقہ ہیں۔ پوچھا آپ نے ان سے کچھ روایتیں لکھی ہیں؟ فرمایا ہاں۔ میں نے کہا مجھے مبشر نے عبدالرحمٰن بن العلاء بن لجلاج سے انہوں نے اپنے باپ سے خبر دی کہ انہوں نے وصیت کی تھی کہ دفن کرنے کے بعد ان کے سرہانے بقرہ کا ابتدائی اور آخری رکوع پڑھا جائے۔ اور فرمایا تھا کہ میں نے ابن عمر سے سنا تھا کہ آپ نے بھی یہی وصیت کی تھی۔ پھر ان سے احمد نے کہا کہ جا کر نابینا سے کہدو کہ قرأت کرے۔

حسن بن صباح :۔ میں نے شافعی سے قبر کے پاس قرات کے بارے میں پوچھا۔ فرمایا۔ کوئی حرج نہیں۔

شعبی :۔ جب انصار کا کوئی عزیز فوت ہو جاتا تو وہ اُس کی قبر کے پاس آ کر قرآن پڑھا کرتے تھے۔

حسن بن جردی :۔ میں نے اپنی بہن کی قبر کے پاس سورۂ ملک پڑھی۔ پھر ایک شخص نے مجھ سے آ کر کہا کہ میں نے آپ کی ہمشیرہ کو خواب میں دیکھا۔ فرماتی تھیں اللہ انھیں جزائے خیر دے۔ ان کی قرأۃ سے میں نے فائدہ اٹھایا۔ ایک شخص اپنی والدہ کی قبر پر جا کر ہر جمعہ کو سورۂ یٰسین پڑھا کرتا تھا۔ ایک دن اس نے سورۂ یٰسین پڑھ کر اللہ سے دعا مانگی کہ اے اللہ اگر تیرے نزدیک اس سورۃ سے ثواب ملتا ہے تو اس قبرستان کے مُردوں کو ثواب پہنچا۔ اگلے جمعہ کو اس کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے پوچھا کہ کیا تم فلاں بن فلاں ہو؟ بولا ہاں۔ اس نے کہا میری ایک بچی فوت ہو گئی ہے میں نے اسے خواب میں دیکھا کہ اپنی قبر کے کنارے پر بیٹھی ہوئی ہے۔ میں نے پوچھا یہاں کیوں بیٹھی ہو؟ اس نے آپ کا نام لے کر کہا کہ وہ اپنی والدہ کی قبر پر آئے اور یاسین پڑھ کر اس کا ثواب تمام مُردوں کو بخش گئے۔ اس میں سے کچھ ثواب ہمیں بھی ملا یا ہمیں بخش دیا گیا یا اس جیسا کوئی جملہ بولا۔

رحمت عالم ﷺ نے فرمایا اپنے مُردوں کے پاس یٰسین پڑھو۔ اس کے دو معنی ہیں۔ یعنی مرنے والوں کے پاس پڑھو یا ان کی قبروں پر پڑھو۔ لیکن پہلا معنی زیادہ ظاہر ہے۔ کیونکہ اس کی نظیر آپ کا یہ فرمان ہے کہ اپنے مُردوں (مرنے والوں) کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو۔ علاوہ ازیں مرنے والوں کو اس سے فائدہ ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں توحید و آخرت کا بیان ہے۔ اور فرزندان توحید کے لیے جنت کی بشارت ہے اور توحید پر ختم ہونے والوں پر رشک ہے۔ فرمایا۔ یَالَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ بِمَا الخ۔ کاش میری قوم کو بھی معلوم ہو جاتا کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا

Marfat.com

اور مجھے عزت والوں میں شامل کر دیا۔ یہ بشارت سنکر روح خوش ہوتی ہے۔ اور اللہ کی ملاقات چاہتی ہے پھر اللہ بھی اس سے ملاقات پسند فرماتا ہے۔ یہ سورۃ قرآن کا دل ہے۔ اگر یہ مرنے والے کے پاس پڑھی جائے تو اس کی عجیب خاصیت ہے۔ ابن جوزی کا بیان ہے کہ ہم اپنے شیخ ابوالوقت عبدالاول کی سکرات کے وقت موجود تھے۔ مرنے سے کچھ دیر قبل آپ نے آسمان کی طرف دیکھا اور مسکرائے اور یہ آیت پڑھی یالیت قومی یعلمون الخ اور رسد ہار گئے۔ لوگوں کی پرانی زمانے سے یہ عادت چلی آرہی ہے کہ مرنے والوں کے پاس یاسین پڑھا کرتے ہیں۔ چوتھے اگر صحابہ کرام اس حدیث سے یہ مطلب سمجھتے کہ مُردوں کی قبروں پر یاسین پڑھنے کا حکم ہے تو تعمیل ارشاد فرماتے۔ اور یہ عمل ان میں مشہور ہوتا اور ان کی عادت میں داخل ہوتا۔ پانچویں یاسین کی قراۃ سے مرنے والے کو فائدہ پہنچانا اور قرات کے وقت اس کے قلب و ذہن کو اس کی طرف متوجہ کرنا مقصود ہوتا ہے تاکہ قرآن کی تلاوت سنتے سنتے اس کی آخری سانسیں ختم ہوں۔ لیکن قبر پر پڑھنے سے کیا فائدہ کیونکہ ثواب یا تو قراۃ سے ملتا ہے یا قرات سننے سے۔ دونوں صورتوں میں عمل ہے۔ اور جو قبر میں پہنچ گیا اس کا عمل ختم ہو چکا۔ حافظ ابو محمد عبدالحق اشبیلی نے بھی اس موضوع پر گفتگو کی ہے۔ اور یہ سرخی قائم کی ہے' یہ بیان کہ مُردے زندوں سے سوال کرتے ہیں اور ان کے اقوال و اعمال جانتے ہیں۔ اور یہ حدیث لائے ہیں کہ رحمت عالم ؐ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے جان پہچان کے کسی مسلمان بھائی کی قبر کے پاس سے گذرتا ہے اور اس پر سلام کرتا ہے تو وہ اسے یقیناً پہچان لیتا ہے۔ اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اگر اجنبی پر سلام کرتا ہے تو وہ بھی اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ دوسری حدیث میں فرمایا کہ جو شخص مسلمان بھائی کی قبر کی زیارت کرتا ہے اور اس کے پاس بیٹھتا ہے تو جب تک اٹھتا نہیں وہ اس سے مانوس رہتا ہے۔ حافظ صاحب نے یہ دلیل دی ہے کہ رحمتِ عالم ؐ نے فرمایا کہ جو مجھ پر سلام کرتا ہے اللہ میری روح لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دے دیتا ہوں۔

سلیمان بن نعیم:- میں نے رحمت عالم ؐ کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا یا رسول اللہ ؐ لوگ آپ کی قبر کے پاس آتے اور سلام کرتے ہیں۔ کیا آپ کو خبر ہو جاتی ہے؟ فرمایا۔ ہاں اور میں انھیں سلام کا جواب بھی دیدیتا ہوں۔ قبرستان میں داخل ہوتے وقت اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَہْلَ الدِّیَارِ الخ پڑھا جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب قبر کو سلام کرنے والے کی اور اس کی دعا کی خبر ہو جاتی ہے۔

فضل بن موفق:- میں بار بار کثرت سے اپنے والد کی قبر پر جایا کرتا تھا۔ ایک دن ایک جنازے میں شریک ہوا۔ پھر اپنے کام میں لگ گیا۔ قبر پر نہ جا سکا۔ رات کو میں نے خواب میں دیکھا۔ والد صاحب پوچھ رہے ہیں کہ تم میرے پاس کیوں نہیں آئے۔ میں نے پوچھا کیا آپ کو میرے آنے کا علم ہو جاتا ہے؟ فرمایا۔ ہاں ہاں اللہ

Marfat.com

کی قسم میں برابر آگاہ رہتا ہوں جب تم پل سے اتر کر میرے پاس آکر بیٹھتے ہو پھر اٹھ کر واپس ہوتے ہو تو برابر میں تمہیں دیکھتا رہتا ہوں۔ جب تک تم پل سے اتر نہیں جاتے۔

عمرو بن دینار:۔ مرنے والا اپنے اہل و عیال کے حالات سے خبردار رہتا ہے۔ اسے ان کے غسل دینے اور کفنانے کی خبر رہتی ہے۔ اور وہ انھیں دیکھتا ہے۔ مجاہد:۔ مردہ اپنی اولاد کی نیکیوں سے قبر میں خوش ہوتا ہے۔

قبر پر تلقین

پرانے زمانے سے اب تک یہ دستور چلا آرہا ہے کہ قبر میں میت کو تلقین کی جاتی ہے۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مردہ سنتا ہے اور تلقین سے اسے فائدہ پہنچتا ہے۔ ورنہ تلقین بیکار و غیر مفید ہو جاتی ہے۔ اس سلسلے میں امام احمد سے پوچھا گیا تو انہوں نے تلقین اچھی سمجھی اور لوگوں کے عمل سے دلیل پکڑی۔ اس بارے میں معجم طبرانی میں ابو امامہ والی ایک ضعیف حدیث بھی آئی ہے کہ رحمت عالمؐ نے فرمایا کہ مردے پر مٹی ڈالنے کے بعد ایک شخص قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر صاحب قبر کو اسکا نام معہ اسکی والدہ کے نام کے لیکر پکارے۔ کیونکہ وہ سنتا ہے مگر جواب نہیں دے سکتا۔ پھر دوسری دفعہ نام لے کر پکارے تو وہ اٹھ کر بیٹھ جائے گا۔ پھر تیسری دفعہ نام لے کر پکارے گا تو وہ جواب دیگا لیکن تم اس کا جواب سن نہ سکو گے کہے اللہ پاک تم پر رحم فرمائے، ہماری رہنمائی سے فائدہ اٹھاؤ پھر کہے کہ تم جس اقرار توحید و رسالت پر دنیا سے سدھارے وہ یاد کرو یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ذہن میں رکھو اور یہ بھی کہ تم اللہ رب العالمین سے، دین اسلام سے، محمد رسول اللہ کی نبوت سے اور قرآن کے پیشوا ہونے سے راضی تھے۔ یہ تلقین سن کر منکر نکیر ہٹ جاتے ہیں اور کہتے ہیں آؤ واپس چلو۔ اس کے پاس ہمیں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں۔ اسے اس کی حجت یاد دلا دی گئی اور اس کے درمیان جھگڑنے کے لئے اللہ اور اس کا رسول آگیا۔ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ اگر کسی کو صاحب قبر کی ماں کا نام یاد نہ ہو؟ فرمایا ایسی صورت میں اس کی ماں حوا کا نام لے لے۔ یہ حدیث گو ثابت نہیں لیکن تمام شہروں میں اور ہر زمانے میں بلا انکار برابر اس پر عمل جاری ہے اور یہی بات اس پر عمل کرنے کے لئے کافی ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ روئے زمین کی امت جو اپنی عقل و وسیع معلومات میں کامل ترین ہے ایسوں سے خطاب کرنے پر اتفاق کرلے جو نہ سن سکتے ہوں اور نہ سمجھ سکتے ہوں۔ اور اسے اچھا سمجھے۔ اور اس کا کوئی انکار نہ کرے۔ بلکہ پہلے پچھلوں کے لئے سنت جاری کر جائیں اور اس بات میں پچھلے پہلوں کے قدم بہ قدم چلیں۔ اگر مخاطب میں سننے اور سمجھنے کی صلاحیت نہ ہو تو یہ خطاب ایسا ہے جیسے کوئی مٹی، لکڑی، پتھر اور معدوم سے خطاب کرتا ہے۔ ایسے خطاب کو گو کوئی بے وقوف اچھا جانے مگر تمام علما تو اچھا نہیں جان سکتے!

ایک دفعہ رحمت عالمؐ کسی کے جنازے میں شریک ہوئے۔ دفن کرنے کے بعد آپ نے فرمایا اپنے بھائی کی ثابت قدمی کی دعائیں مانگو۔ کیونکہ اب اس سے سوال ہو رہا ہے۔ (ابوداؤد مناسب سند کیساتھ) معلوم ہوا کہ جب اس سے سوال کیا جاتا ہے تو وہ تلقین بھی سنتا ہے۔ یہ بات بھی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ صاحب قبر واپس ہونے والوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔

Marfat.com

ایک نیک آدمی کا بیان ہے کہ میرا بھائی فوت ہو گیا میں نے اسے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ جب تمہیں دفن کر دیا گیا تو کیا واقعات پیش آئے۔ بولا۔ آنے والا میرے پاس آگ کا ایک شعلہ لیکر آیا۔ اگر دعا کرنے والے میرے لئے دعا نہ کرتے ہوتے تو میں ہلاک ہو جاتا۔ (عبدالحق)۔ شبیب بن شیبۃ:۔ مرتے وقت میری والدہ نے مجھے وصیت کی کہ مجھے دفن کرنے کے بعد میری قبر کے پاس ٹھہر کر کہنا کہ اے ام شبیب لاالٰہ الا اللہ پڑھو۔ فرماتے ہیں پھر دفن کرنے کے بعد میں نے ان کی قبر کے پاس ٹھہر کر ان کی وصیت کی تعمیل کی۔ رات کو انھیں خواب میں دیکھا۔ فرما رہی ہیں کہ اگر لاالٰہ الا اللہ مجھے نہ سنبھالتا تو میں ہلاک ہو جاتی۔ شاباش بیٹا۔ تم نے میری وصیت یاد رکھی۔ تماضر بنت سہل ایوب بن عینیۃ کی اہلیہ میں نے سفیان بن عینیۃ کو خواب میں دیکھا۔ فرمارہے ہیں کہ اللہ پاک میرے بھائی ایوب کو جزائے خیر دے۔ وہ میری کثرت سے زیارت کرتے ہیں۔ آج بھی وہ میرے پاس آئے تھے۔ ایوب بولے ہاں آج بھی میں قبرستان گیا تھا اور سفیان کی قبر پر بھی گیا تھا (ابن ابی الدنیا)۔ صعب وعوف دونوں ایک دوسرے کو بھائی سمجھتے تھے اور انھیں یقین تھا کہ ہم میں سے جو پہلے مرجائے گا تو جب بھی یہ باہمی محبت ختم نہ ہوگی اور خواب ہی میں ملاقات ہو جایا کرےگی۔ پہلے صعب فوت ہوئے عوف نے انھیں خواب میں دیکھا کہ وہ آئے ہیں۔ میں نے پوچھا۔ بھائی جان آپ کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا۔ بولے مصائب کے بعد ہمیں بخشدیا گیا۔ میں نے ان کی گردن میں ایک سیاہ دھبہ دیکھا۔ پوچھا یہ سیاہ دھبہ کیسا ہے۔ بولے یہ دس دینار ہیں جو میں نے فلاں یہودی سے قرض لئے تھے۔ وہ میرے پاس جو سینگ تھا اس میں ہیں۔ انھیں نکال کر اسے دیدو۔ میرے گھر جو جو واقعات رونما ہوتے ہیں ان سب کی مجھے خبر مل جاتی ہے۔ حتیٰ کہ آج سے چند دن پہلے ہماری بلی مرگئی تھی اس کی بھی خبر مل گئی۔ دیکھو میری بچی چھ دن کے بعد فوت ہو جائے گی۔ اس لئے اس کی خاطر تواضع کرو۔ صبح کو میں ان کے گھر گیا۔ گھر والے مجھے دیکھ کر خوش ہوئے اور شکوہ کیا کہ آپ کا اپنے بھائی کے پسماندگان کے ساتھ یہی سلوک رہ گیا ہے کہ صعب کی وفات کے بعد سے آج آپ نے شکل دکھائی ہے۔ میں نے معذرت کی پھر سینگ اتروایا اس میں سے ایک تھیلی برآمد ہوئی جس میں دینار تھے۔ پھر میں نے یہودی کو بلا کر پوچھا۔ تمہارا صعب پر کچھ قرضہ تو نہ تھا؟ بولا۔ اللہ ان پر رحم فرمائے وہ اللہ کے رسول کے بڑے اچھے صحابی تھے، جو کچھ قرض تھا میں نے انھیں معاف کر دیا۔ میں نے کہا۔ بتاؤ کتنا قرض تھا۔ بولا دس دینار تھے۔ میں نے دس دینار اسے دیدیئے۔ بولا اللہ کی قسم یہ بعینہ وہی دینار ہیں جو میں نے دیئے تھے۔ فرماتے ہیں میں نے دل میں سوچا۔ خواب کی ایک بات تو سچی ہوئی۔ پھر میں نے گھر والوں سے پوچھا کیا صعب کی وفات کے بعد گھر میں کچھ نئے واقعات پیش آئے ہیں؟ گھر والوں نے بتایا کہ فلاں فلاں واقعہ پیش آیا۔ یہاں تک کہ بلی کی موت کا واقعہ بھی بتایا۔ فرماتے ہیں۔ میں نے دل میں کہا دو باتیں سچی ہوئیں۔ پھر میں نے پوچھا میری بھتیجی کہاں ہے۔ بولے کھیل رہی ہے۔ میں نے اس کے پاس جاکر اسے چھوا تو بدن گرم تھا اور اسے بخار تھا۔ میں نے کہا اس کی تم اچھی طرح حفاظت کرو۔ پھر وہ چھ دن کے بعد مرگئی

Marfat.com

عوف صحابی تھے اور سمجھدار تھے۔ موت کے بعد خواب میں جو صعب نے انھیں وصیت کی تھی؛ اُسے چند قرائن سے صحیح سمجھ کر (جو خواب ہی میں بتادیئے گئے تھے) ان کی وصیت نافذ فرمادی۔ مثلاً خواب میں بتادیا گیا تھا کہ دس دینار ہیں، سینگ میں ہیں۔ پھر یہودی سے پوچھنے پر خواب کی تصدیق ہوگئی اور عوف نے خواب کی حقیقت پر مبنی سمجھ کر یہودی کو دینار دیدیئے۔ یہ بھی ایک قسم کا فقہ ہے جو ذہین و وسیع معلومات والے علما کا حصہ ہے اور وہ تو صحابی تھے۔ ہو سکتا ہے کہ آج کل کے لوگ اسے نہ مانیں اور یہ دلیل دیں کہ عوف نے صعب کے ترکہ کے دس دینار جو اب صعب کے یتیم بچوں کے تھے، ایک خواب کی بنا پر یہودی کو کس دلیل سے دیدیئے یہ ان کے لئے جائز نہ تھا۔ اس فقہ کی، جس سے اللہ نے اپنے خاص خاص بندوں کو نوازا ہے، نظیر میں ثابت بن قیس کا واقعہ بھی پیش کیا جاسکتا ہے۔ کہ رحمت عالم نے ان سے فرمایا تھا۔ ثابت کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ تمہاری قابل تعریف حیات ہو، شہادت کی موت ہو اور جنت میں داخل ہو جاؤ۔ مالک بن انس فرماتے ہیں کہ ثابت جنگ یمامہ میں شہید ہوگئے۔ ثابت کی ایک صاحبزادی کا بیان ہے کہ جب آیۃ یاایھا الذین آمنوا لاترفعوا اصواتکم الخ (اے ایمان والو نبی کی آواز پر اپنی آواز کو بلند نہ کرو) اتری تو میرے والد گھر میں آکر گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ گئے۔ جب رحمت عالم نے انھیں نہیں دیکھا تو ان کی خیریت معلوم کرنے کے لئے آدمی بھیجا۔ بولے میری بلند آواز ہے مجھے ڈر ہے کہیں میرے عمل برباد نہ ہوگئے ہوں۔ فرمایا نہیں نہیں تم ان میں سے نہیں ہو۔ بلکہ تمہاری زندگی بھی خیر والی ہے اور موت بھی۔ پھر جب آیۃ ان اللہ لایحب کل مختال فخور (اللہ ہر مغرور و شیخی خورہ کو پسند نہیں فرماتا) اتری تو گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ گئے اور رونے لگے۔ رحمت عالم نے نہیں دیکھا تو ان کی خیریت معلوم کرنے کے لئے آدمی بھیجا۔ بولے یارسول اللہ مجھے جمال محبوب ہے اور اپنی قوم کی سرداری بھی۔ فرمایا۔ تم مغروروں میں سے نہیں ہو۔ بلکہ تمہاری زندگی بھی قابل تعریف ہے اور موت بھی شہادت کی ہے اور جنتی ہو۔ فرماتی ہیں کہ والد صاحب جنگ یمامہ میں خالدؓ کے ساتھ تھے۔ جب مسلمانوں اور مسیلمہ کذاب کی فوجوں میں مڈبھیڑ ہوئی اور مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے تو ثابت اور سالم مولی ابو حذیفہ نے فرمایا ہم رحمت عالم کے ساتھ اس طرح دشمنوں سے نہیں لڑا کرتے تھے۔ پھر دونوں نے گڑھے کھودے اور ان میں جم کر آخری دم تک لڑتے رہے۔ آخر جام شہادت نوش فرمالیا۔ اس جنگ میں ثابت کے جسم پر ایک بہترین زرہ تھی۔ ایک مسلمان نے ان کی لاش کے پاس آکر زرہ اتارلی۔ پھر کسی دوسرے مسلمان نے انھیں خواب میں دیکھا۔ فرمارہے ہیں کہ میں تمھیں ایک وصیت کرتا ہوں خبردار خواب کی وصیت سمجھ کر اسے ضائع نہ کرنا۔ کل میرے قتل کئے جانے کے بعد ایک مسلمان نے میری زرہ اتارلی ہے۔ اس کا گھر آبادی کے اخیر میں ہے اور اس کے خیمہ کے پاس ایک لمبی رسی میں گھوڑا بندھا ہوا ہے۔ اس نے زرہ پر ایک ہانڈی اوندھادی ہے اور ہانڈی کے اوپر کجاوہ ہے۔ تم خالدؓ

کے پاس جاکر ان سے کہو کہ وہ زرہ آدمی کو بھیج کر منگالیں۔ اور جب تم مدینہ جاؤ تو اللہ کے رسول کے خلیفہ (ابو بکرؓ) کے پاس جاکر کہو کہ مجھ پر اتنا اتنا قرضہ ہے اور میرا فلاں فلاں غلام آزاد ہے۔ وہ شخص خالد کے پاس آئے اور انھیں اپنا خواب سنایا۔ انہوں نے آدمی بھیج کر زرہ منگالی۔ پھر ابو بکر صدیقؓ سے خواب بیان کیا، آپ نے بھی اُن کی وصیت جاری فرمائی۔ بجز ثابت کے ہمیں کوئی اور شخص ایسا معلوم نہیں کہ جس کی موت کے بعد والی وصیت کو جاری کیا گیا ہو (ابن عبدالبر)۔ دیکھئے اس خواب کی وصیت پر عمل کرنے پر حضرت خالد، حضرت ابو بکر اور آپ کے پاس والے دیگر صحابہ نے اتفاق کیا۔ جب امام ابو حنیفہ، امام احمد اور امام مالک میاں بیوی میں سے مدعی کے اس قول کو جو اس کے لئے مناسب ہے، اس کے صدق کے قرینے سے مان لیتے ہیں تو خواب کی وصیت بدرجہ اولیٰ ماننی پڑے گی۔ اسی طرح ———— امام ابو حنیفہؒ دعویدار دیوار کا قول مان لیتے ہیں جبکہ اس کی طرف اینٹیں اور رسیاں وغیرہ پڑی ہوئی ہوں۔ علاوہ ازیں حق تعالیٰ نے شوہر کی قسم پر قرینہ کی موجودگی میں عورت پر حد شرعی فرمادی ہے۔ کیونکہ یہ شوہر کی صداقت کی بڑی روشن دلیل ہے۔ علاوہ ازیں قسامہ میں دعویداروں کی قسموں سے قرینۂ قتل کی موجودگی میں ملزم کو قتل کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی سفر میں فوت ہوتے وقت دو غیر مسلموں کو وصیت کر جائے اور ان کی خیانت کی وارثوں کو خبر ہو جائے تو وارث چرائی ہوئی چیز پر قسم کھاکر اس کے حقدار بن سکتے ہیں۔ اور ان کی قسم وصیت کئے جانے والوں کی قسموں سے اولیٰ ہے۔ یہ حکم سورۂ مائدہ میں ہے جو سب سے آخیر میں اتری اور اس حکم کی تنسیخ کرنے والا کوئی حکم اترا نہیں اور اس پر آپ کے بعد صحابہ نے عمل کیا۔ معلوم ہوا کہ مالی معاملات میں اتہام کی بنا پر فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ اور جب محض اتہام سے قسامت میں خون مباح ہے تو اگر مالی معاملات میں روشن قرینوں کی بنا پر الزام کے سلسلے میں قدم اٹھایا جائے تو بدرجہ اولیٰ اٹھایا جا سکتا ہے۔ اسی پر چوری معلوم کرنے میں انصاف پسند منصفوں کا عمل ہے اور اسے نہ ماننے والے بھی حکام سے تعاون کر کے اپنے مال برآمد کرا لیتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے شاہد کا واقعہ سورۂ یوسف میں بیان فرمایا ہے جس نے قرینہ سے یوسف صدیق اور عزیز کی عورت کے درمیان فیصلہ کیا تھا۔ اور کہا تھا کہ یوسف سچے ہیں اور عورت جھوٹی ہے۔ اللہ پاک نے اس کی تردید نہیں کی بلکہ اسے برقرار رکھنے کے لئے بیان فرمایا۔ اسی طرح رحمت عالمؐ نے حضرت سلیمانؑ کا واقعہ بیان فرمایا کہ دو عورتوں میں ایک بچہ کے بارے میں جھگڑا تھا۔ حضرت سلیمان نے فرمایا چھری لاؤ میں بچے کو کاٹ کر آدھا آدھا دونوں کو دیئے دیتا ہوں۔ بڑی بولی ٹھیک ہے۔ (کیونکہ اس کا بچہ نہ تھا اسے کیوں درد ہوتا) لیکن چھوٹی نے کہا خدارا کاٹئے نہیں اسی کو دے دیجئے۔ آخر آپ نے چھوٹی کو بچہ دیدیا۔ کیونکہ اس کے کاٹنے سے اس کا دل دکھا اور اس نے سوچا کہ اگر بڑی کے پاس رہا تو زندہ تو رہے گا اور میری مامتا ٹھنڈی رہے گی۔ یہ طریقہ انتہائی اچھا اور انصاف والا ہے۔ اسلام

Marfat.com

نے اسے برقرار رکھا ہے اور اس کی صحت کی گواہی دی ہے۔ البتہ مشابہت کی بنا پر قیافہ سے حکم لگانا اور اس سے نسب ملانا ٹھیک نہیں۔ کیونکہ اس میں اکثر اشتباہ رہتا ہے۔ غرضیکہ جب صاحب قبر ان تمام تفصیلات و جزئیات سے واقف کر دیا جاتا ہے تو زیارت کرنے والے سے اور اس کی دعا و سلام سے بدرجہ اولیٰ واقف کر دیا جاتا ہے۔

دوسرا باب

کیا روحیں آپس میں زیارت و ملاقات اور مذاکرہ کرتی ہیں ــــــ؟

یہ بھی ایک اہم اور عظیم مسئلہ ہے۔ روحوں کی دو قسمیں ہیں سجین والی روحیں اور علیین والی روحیں۔ سجین والی روحیں تو عذاب میں مبتلا ہیں، انہیں ملنے جلنے کی کہاں فرصت۔ لیکن جو راحت والی اور آزاد روحیں ہیں وہ آپس میں ملتی جلتی ہیں اور دنیا میں ان پر جو واقعات گذرے ہیں انھیں یاد کرتی ہیں اور ان واقعات پر بھی گفتگو کرتی ہیں جو دنیا والوں کو پیش آتے رہتے ہیں۔

ہر روح اپنی رفیق اور ہم مثل عمل والی روح کے ساتھ ملتی جلتی ہے۔ اسی لئے پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح رفیق اعلیٰ میں ہے۔ فرمایا "وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ الخ" اور جو اللہ کی اور رسول کی تابعداری کرے گا وہ ان کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ کا انعام ہے۔ یعنی انبیاء، صدیق، شہداء اور نیک حضرات کے ساتھ اور وہ بہترین رفیق ہیں۔ مل جل کر رہنا دنیا میں بھی پایا جاتا ہے اور برزخ و عالم آخرت میں بھی پایا جائے گا۔ ان تینوں گھروں میں انسان اپنے احباب کے ساتھ رہتا ہے۔

مسروق:۔ صحابہؓ نے رحمت عالمؐ سے کہا۔ ہم کو دنیا میں ایک لمحہ کے لئے بھی آپ سے الگ ہونا گوارا نہیں۔ لیکن دنیا سے سدھار جانے کے بعد آپ کا مقام ہم سے اونچا ہوگا اور ہم آپ کے دیدار کو ترسیں گے۔ اس پر آیۂ مذکورہ بالا اتری۔ شعبی:۔ ایک انصاری روتے ہوئے رحمت عالمؐ کے پاس آئے۔ پوچھا کیوں رو رہے ہو بولے یا رسول اللہؐ اس کی قسم جس کے سوا کوئی حقدار عبادت نہیں، آپ مجھے میرے اہل و عیال اور مال و منال سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔ اللہ کی قسم آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ جب آپ مجھے گھر یاد آتے ہیں تو آپ کو دیکھے بغیر مجھے چین نہیں آتا۔ پھر جب مجھے اپنی اور آپ کی موت یاد آجاتی ہے تو میں سوچتا ہوں کہ مجھے دنیا ہی میں آپ کی رفاقت نصیب ہے۔ پھر تو آپ کو انبیاء کے درمیان اٹھالیا جائے گا۔ اور مجھے اگر میں جنت میں گیا تو آپ کے مقام سے نیچے والا مقام ملیگا۔ اس پر آپ نے کچھ جواب نہیں دیا۔ یہاں تک کہ مذکورہ بالا آیت اتری "یٰاَیَّتُہَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ الخ" اے اطمینان والی روح۔ خوشی خوشی اپنے رب کی طرف لوٹ جا۔ رب بھی تجھ سے راضی ہے اور تو بھی رب سے راضی ہے اور میرے بندوں میں اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ یعنی ان سب میں تو بھی شامل ہو جا اور انھیں کے

ساتھ مل جل کر رہ۔ یہ موت کے وقت روح سے کہا جاتا ہے۔ معراج والے قصے میں ہے کہ رحمتِ عالم م نے حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ وغیرہ سے ملاقات فرمائی اور کچھ دیر تک تینوں میں گفتگو رہی۔ پہلے حضرت ابراہیمؑ سے پوچھا گیا کہ قیامت کب آئے گی۔ لیکن آپ کو اس کی خبر نہ تھی۔ پھر حضرت موسیٰؑ سے پوچھا گیا آپ کو بھی خبر نہ تھی۔ پھر حضرت عیسیٰ سے پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا قیامت سے پہلے حق تعالیٰ نے مجھ سے ایک وعدہ فرمایا ہے۔ پھر آپ نے دجال کے نکلنے کا ذکر کیا اور فرمایا کہ پھر میں (آسمان سے) اتروں گا اور اسے قتل کروں گا۔ اور لوگ اپنے اپنے شہروں کی طرف لوٹ جائیں گے۔ انھیں یاجوج ماجوج ملیں گے جو ہر بلندی سے اٹھ رہے ہوں گے۔ پانی سے گذریں گے تو اسے پی کر ختم کردیں گے۔ غرضکہ جس چیز سے گزریں گے اسے برباد کر ڈالیں گے۔ لوگ میرے پاس ان کی شکایت لائیں گے، میں اللہ سے ان کے حق میں بددعا کروں گا۔ حق تعالیٰ ان کو مار دیگا۔ زمین بھی ان کی بدبو کی اللہ سے شکایت کرے گی اور لوگ بھی مجھ سے شکوہ کریں گے آخر میں اللہ سے دعا کروں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ پانی برسائے گا جس سے ان کی لاشیں بہ کر سمندر میں چلی جائیں گی۔ پھر پہاڑ بکھیر دیے جائیں گے اور زمین چمڑے کی طرح کھینچ دی جائے گی۔ حق تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ جب یہاں تک نوبت آجائے گی، تو قیامت پورے دنوں کی حاملہ کی طرح ہوگی۔ کہ نامعلوم صبح وشام میں کس وقت اس کے بچہ پیدا ہوجائے۔ یہ حدیث اجتماع ارواح پر اور مذاکرۂ علم پر کھلی دلیل ہے۔ حق تعالیٰ نے شہیدوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں انھیں رزق دیا جاتا ہے وہ اپنے پیچھے رہ جانے والوں سے خوش ہوتے ہیں اور اللہ کی نعمت اور اس کے فضل سے بھی۔ اس سے تین صورتوں سے روحوں کے باہمی ملاقات کا ثبوت ملتا ہے۔ چونکہ[۱] انھیں رزق دیا جاتا ہے، اور زندہ ہیں لہذا باہم ملتے جلتے ہیں۔ نیز[۲] اپنے بھائیوں کے آنے سے اور ان کی ملاقات سے خوش ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں[۳] لغت میں استبشار تباشر کے معنی میں بھی آتا ہے یعنی ایک دوسرے کو خوشخبری سناتا ہے۔ تواتر خواب سے یہ مسئلہ ثابت ہے۔

عطا اسلمی کو خواب میں دیکھنا

صالح بن بشیر بصری:۔ میں نے عطا اسلمی کو خواب میں دیکھا اور ان سے کہا۔ اللہ تم پر اپنا رحم فرمائے تم دنیا میں بڑے غمزدہ رہتے تھے۔ فرمایا۔ اللہ کی قسم اس طویل غم کے بعد اللہ نے مجھے طویل مسرت اور دائمی سرور عطا فرما دیا۔ میں نے پوچھا آپ کس درجے میں ہیں؟ فرمایا میں انبیا صدیق، شہدا اور نیک حضرات کے ساتھ ہوں۔

ثوری کو خواب میں دیکھنا

ابن مبارک: میں نے ثوری کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا۔ میں نے محمد رسول اللہ صلعم سے اور ان کی جماعت سے ملاقات کرلی۔

Marfat.com

ابن مبارک کو خواب میں دیکھنا صخر بن راشد :- میں نے ابن مبارک کو خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا کیا آپ فوت نہیں ہو گئے تھے ؟ فرمایا۔ کیوں نہیں۔ میں نے پوچھا پھر اللہ نے آپ کے ساتھ کیا کیا ؟ فرمایا۔ ایسی بخشش عطا فرمائی کہ جس سے کوئی گناہ باقی نہیں رہا۔ میں نے پوچھا اور سفیان ثوری کے ساتھ کیا کیا ؟ فرمایا۔ واہ واہ ، وہ تو انبیاء صدیق شہدا اور نیک حضرات کے ساتھ ہیں۔

مروان محلمی کو خواب میں دیکھنا یعقلتہ بنت راشد :- مروان محلمی میرے ہمسائے تھے۔ آپ قاضی اور مجتہد تھے۔ قضائے کار فوت ہو گئے۔ مجھے ان کی وفات کا بڑا قلق ہوا۔ میں نے انھیں خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا فرمایئے کیا حال ہے ؟ فرمایا مجھے اللہ نے جنت عطا فرمادی۔ میں نے پوچھا اور کیا ملا ؟ فرمایا میرا درجہ اصحاب یمین تک بلند کر دیا گیا۔ میں نے پوچھا اور کیا ملا ؟ فرمایا مجھے مقرب حضرات تک چڑھا دیا گیا۔ میں نے پوچھا آپ نے اپنے کس کس بھائی کو دیکھا۔ فرمایا۔ میں نے حسن بصری، ابن سیرین اور میمون بن سیاہ کو دیکھا۔ ام عبداللہ بصری :- میں نے خواب میں دیکھا جیسے میں ایک خوب صورت گھر میں داخل ہوئی پھر ایک باغ میں گئی جو انتہائی آراستہ تھا۔ میں نے اس میں ایک شخص کو دیکھا جو سونے کے تخت پر آرام سے ٹیک لگائے بیٹھے ہیں اور ان کے چاروں طرف جام لیے ہوئے خادم کھڑے ہیں۔ میں وہاں کی زینت دیکھ کر دنگ رہ گئی اتنے میں کہا گیا کہ مروان محلمی آرہے ہیں۔ یہ سن کر وہ شخص فوراً اسید ھا ہو کر بیٹھ گیا۔ پھر میری آنکھ کھل گئی۔ دیکھا تو میرے دروازے کے پاس سے مروان کا جنازہ گذر رہا تھا۔ صریح حدیثوں سے بھی روحوں کی باہمی ملاقات و تعارف کا ثبوت ہے۔ ابو لبیبہ :- مبشر بن معرور کی وفات سے ام بشر کو سخت صدمہ ہوا اور بولیں یا رسول اللہ مرنے والا خاندان سلمۃ ہی سے زیادہ تر مرتا ہے۔ کیا مردے ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں ؟ اگر ایسا ہے تو میں بشر کو سلام بھیجدوں۔ فرمایا ہاں ام بشر اللہ کی قسم مردے ایکدوسرے کو اس طرح پہچانتے ہیں جیسے درختوں پر پرندے پہچان لئے جاتے ہیں۔ پھر تو خاندان سلمۃ کا جو آدمی فوت ہوتا ام بشر اسی کے پاس جا کر سلام کے بعد کہتیں کہ بشر سے میرا سلام کہدینا۔ عبید بن عمیر :- روحیں خبروں کے انتظار میں رہتی ہیں پھر جب ان کے پاس کوئی مردہ آتا ہے تو پوچھتی ہیں کہ فلاں فلاں کا کیا حال ہے۔ یہ کہتا ہے ٹھیک ٹھاک ہے اگر مر چکا ہوتا ہے تو کہتا ہے کیا وہ تمہارے پاس نہیں آیا۔ کہتی ہیں نہیں۔ یہ انا للہ پڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ اسے دوسری راہ پر لے جایا گیا۔ ہمارے راستے پر نہیں چلایا گیا۔ صالح المری :- مجھے خبر ملی ہے کہ موت کے وقت روحیں آپس میں ملتی ہیں اور آنے والی روح سے پوچھتی ہیں تمہارا ٹھکانا کون سا ہے۔ تم اچھے جسم میں تھیں یا برے میں۔ پھر صالح کی روتے روتے ہچکی بندھ گئی۔ عبید بن عمیر :- روحیں مرنے والے کی روح کا استقبال کرتی ہیں اور اس سے اپنے عزیزوں کی خبریں پوچھتی ہیں۔ جیسے کوئی غریب الدیار اپنے عزیزوں کی آنے جانے والوں سے خبریں پوچھا کرتا ہے کہ فلاں فلاں کا کیا حال ہے۔ اگر آنے والی روح کہتی ہے کہ وہ فوت ہو گیا اور ان کے پاس آیا نہیں

روحیں کہتی ہیں کہ اسے اس کی ماں ہاویہ کے پاس پہونچا دیا گیا۔ سعید بن مسیب :- جب انسان مرجاتا ہے تو جیسے غائب کا استقبال کیا جاتا ہے اسی طرح اس کا اس کے والد استقبال کرتے ہیں۔ عُبید بن عمیر :- اگر میں اپنے گھر والوں کی روحوں کی ملاقات سے ناامید ہوتا تو انتہائی غم کے مارے مرجاتا۔ رحمتِ عالمؐ نے فرمایا کہ قبض کئے جانے کے بعد مومن کی روح کا اللہ کے پاس والے رحمت کے فرشتے اس طرح استقبال کرتے ہیں جیسے دنیا میں خوش خبری سنانے جانے والے کا استقبال کیا جاتا ہے اور کہتے ہیں ذرا اپنے بھائی کو آرام کر لینے دو۔ کیونکہ یہ سخت بے چینی میں تھے۔ پھر اس سے نام لے لے کر پوچھتے ہیں کہ فلاں مرد یا فلاں عورت کا کیا حال ہے۔ کیا فلاں عورت کی شادی ہوگئی؟ پھر جب اس سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھتے ہیں جو اس سے پہلے فوت ہو چکا ہے تو یہ جواب دیتا ہے۔ کہ وہ تو مجھ سے پہلے فوت ہو چکے۔ پھر یہ روحیں اناللہ پڑھ کر کہتی ہیں کہ اُسے اس کی ماں ہاویہ کی طرف لے جایا گیا۔ ماں بھی انتہائی بدترین ہے اور اس کی گود میں جانے والا بھی۔

تیسرا باب

کیا زندوں اور مُردوں کی روحوں میں ملاقات ہوتی ہے؟

اس کی دلیلیں بے شمار ہیں، اور حس و واقعات سب سے بڑے شاہد ہیں۔ زندوں اور مُردوں کی روحوں میں اسی طرح ملاقات ہوتی ہے جس طرح زندوں کی روحیں آپس میں ملتی جلتی ہیں۔ فرمایا۔ اللہ یتوفی الانفس حین موتہا الخ اللہ موت کے وقت روحیں قبض کرتا ہے اور سوتے وقت ان روحوں کو بھی جن کی ابھی موت نہیں آئی۔ پھر جن پر موت کا حکم فرما چکا انہیں روک لیتا ہے۔ اور دوسری روحوں کو ایک معین مدت تک کے لئے چھوڑ دیتا ہے (زمر) ابن عباس :- مجھے خبر ملی ہے کہ خواب میں زندوں اور مُردوں کی روحیں ملتی ہیں۔ اور آپس میں ایک دوسرے سے پوچھتی پاچھتی ہیں۔ پھر اللہ مُردوں کی روحوں کو روک لیتا ہے۔ اور زندوں کی روحوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ سدی :- اللہ حالت نیند میں بھی روحیں قبض کر لیتا ہے۔ پھر زندوں اور مُردوں کی روحیں مل کر ایک دوسرے کو پہچانتی ہیں اور مذاکرہ کرتی ہیں۔ پھر زندوں کی روحیں ان کے جسم کی طرف دنیا میں لوٹا دی جاتی ہیں۔ مگر مُردوں کی روحیں جب اپنے جسم کی طرف لوٹنے کا ارادہ کرتی ہیں تو انہیں روک دیا جاتا ہے۔ اس آیۃ کا ایک مطلب تو یہ ہوا کہ جو مر چکا اس کی روح روک لی جاتی ہے۔ اور جو زندہ ہے اس کی روح جسے نیند میں قبض کیا گیا تھا چھوڑ دی جاتی ہے۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ رکی ہوئی اور چھوڑی ہوئی دونوں قسم کی روحیں زندوں ہی کی ہیں۔ پھر جس کی مقررہ مدت پوری ہو چکی اس کی روح روک لی جاتی ہے اور قیامت سے پہلے جسم کی طرف نہیں لوٹائی جاتی

Marfat.com

اور جس کا وقت پورا نہیں ہوا اسے اس کے جسم کی طرف مقررہ مدت پوری کرنے کے لئے لوٹا دیا جاتا ہے۔
شیخ الاسلام نے یہی مطلب پسند فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ اسی پر قرآن و حدیث دونوں دلالت کرتے ہیں کیونکہ اللہ نے جن روحوں کو نیند والی وفات دی ہے ان میں سے جن پر موت کا فیصلہ فرمایا ہے اُنہیں کے روکنے کا حکم فرمایا ہے۔ رہیں وہ روحیں جنھیں موت کے وقت قبض کیا جاتا ہے انھیں روکنے ہی کا حکم ہے اور نہ چھوڑنے کا۔ بلکہ یہ تیسری قسم کی روحیں ہیں۔ لیکن ترجیح پہلے مطلب کو ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے دو وفاتیں بیان کیں۔ وفات کبریٰ (موت) اور وفات صغریٰ (نیند) اور روحوں کی دو قسمیں بیان فرمائیں ایک تو وہ قسم جس پر موت کا حکم صادر ہو چکا انھیں تو اللہ نے اپنے پاس روک لیا اور وفاتِ موت عطا فرمادی اور ایک وہ قسم جس کی ابھی مقررہ مدت باقی ہے انھیں اللہ نے تکمیل عمر کے لئے ان کے جسم کی طرف لوٹا دیا۔ اور مذکورہ بالا دونوں وفاتوں کے دو حکم (روکنا اور چھوڑنا) بیان فرمائے اور بتایا کہ زندہ وہ روح ہے جسے نیند والی وفات دی گئی ہے اگر وفات کی صرف دو قسمیں (وفات موت، وفات نیند) ہوتیں تو وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا لانے کی ضرورت نہیں تھی۔ کیونکہ وہ قبض ہی کے وقت سے مرجاتی۔ حالانکہ اللہ نے بتایا کہ وہ نہیں مری۔ تو پھر فیمسک التی قضی علیها الموت کیسے صحیح ہو سکتا ؟ -جواب دینے والا یہ جواب دے سکتا ہے کہ وفات نوم کے بعد اللہ نے موت کا فیصلہ فرمایا ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ آیت وفات کی دونوں قسموں کو شامل ہے۔ کیونکہ اس میں دو وفاتوں (وفات نیند اور وفات موت) کا بیان ہے۔ پھر مرنے والے کی روح کو روکنے اور دوسری روح کو چھوڑنے کا ذکر ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ ہر مرنے والے کی روح روک لیتا ہے خواہ وہ سوتے سوتے مرجائے یا بیداری میں اور زندوں اور مُردوں کی روحوں کے ملنے کا یہ ثبوت بھی ہے کہ زندہ حضرات خواب میں مُردوں کو دیکھتے ہیں اور ان سے حالات معلوم کرتے ہیں۔ اور مُردے نامعلوم حالات بتاتے ہیں جن کا مستقبل میں بعینہٖ ظہور ہو جاتا ہے اور کبھی ماضی میں بھی ہو چکا ہوتا ہے۔ کبھی مرنے والا اپنا گڑا ہوا مال بتاتا ہے جس کی اس کے سوا کسی کو خبر نہیں ہوتی۔ اور کبھی اپنے قرض کی اطلاع کرتا ہے (کہ مجھ پر فلاں فلاں کا قرض ہے) اور اس کے قرائن بھی بیان کرتا ہے کبھی ایسے عمل کی خبر دیتا ہے جس کی اس کے سوا کسی کو بھی خبر نہ تھی کبھی یہ بتاتا ہے کہ ہمارے پاس فلاں فلاں وقت آؤ گے اور اس کی خبر سچی ہو جاتی ہے۔ کبھی ایسی باتوں کی خبر دیتا ہے جن کے بارے میں زندوں کو یقین ہوتا ہے کہ انھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔ اور پر صعب، عوف ثابت بن قیس، صدقہ بن سلیمان جعفری شبیب بن شیبہ اور فضل بن موفق کے واقعات گذر چکے۔

ابن سلام و سلمان فارسی کا معاہدہ

سعید بن مسیب :- ایک دفعہ عبداللہ بن سلام اور سلمان فارسی میں ملاقات ہوئی اور دونوں میں یہ عہد ہوا کہ جو پہلے مرجائے اپنے حالات کی اطلاع دے۔ دونوں نے یہ بھی

Marfat.com

کہا کہ زندوں اور مُردوں کی روحوں کی ملاقات ہوتی ہے اور نیکوں کی روحیں جنت میں ہیں جہاں چاہتی ہیں آتی جاتی ہیں آخر ان میں سے فلاں فوت ہو گیا۔ اور دوسرے سے خواب میں مل کر کہا کہ اللہ کے توکل پر قائم ہو اور خوش ہو جاؤ۔ میں نے توکل جیسا کوئی عمل نہیں پایا۔

حضرت عمرؓ کو خواب میں دیکھنا عباسؓ بن عبدالمطلب :۔ میری تمنا تھی کہ میں حضرت عمرؓ کو خواب میں دیکھوں۔ آخر میں نے آپ کی شہادت کے تقریباً ایک سال بعد آپ کو خواب میں دیکھا۔ کہ پیشانی سے پسینہ پونچھ رہے ہیں اور فرما رہے ہیں اب میں فارغ ہوا ہوں۔ معلوم ہو رہا تھا کہ میری چھت دھاکہ سے گر جائے گی اگر مجھے انتہائی شفیق اور مہربان اللہ نہ سنبھالتا میں اللہ کے رحم و کرم سے بچ گیا ورنہ ہلاک ہو جاتا۔

شریح کو خواب میں دیکھنا غضیف بن حارث شریح بن عابد شمالی کی سکرات کے وقت ان کے پاس گئے اور درخواست کی کہ اگر آپ وفات کے بعد ہمارے پاس آسکیں اور اپنے حالات کی ہمیں خبر دے سکیں تو ضرور ایسا کرنا۔ یہ کلمہ ارباب فقہ میں مقبول تھا۔ وفات کے بعد ایک زمانے تک تو انہوں نے خواب میں نہیں دیکھا۔ پھر ایک دن انہوں نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کیا آپ فوت نہیں ہو گئے تھے؟ فرمایا کیوں نہیں۔ پوچھا اچھا تو اب کیا حال ہے؟ فرمایا ہمارے رب نے ہمارے گناہوں سے درگذر فرمائی۔ چنانچہ ہم میں سے بجز احراض کے اور کوئی ہلاک نہیں ہوا۔ پوچھا احراض کون؟ فرمایا جن کی طرف کسی بات کے سلسلے میں انگلیوں سے اشارا کیا جائے۔

عمر بن عبدالعزیز کو خواب میں دیکھنا عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز :۔ میں نے اپنے والد کو خواب میں دیکھا۔ جیسے آپ کسی باغ میں ہیں۔ اور آپ نے مجھے چند سیب دیئے ہیں۔ میں نے پوچھا آپ نے کون سا عمل افضل پایا۔ فرمایا استغفار۔ میں نے اس خواب کی یہ تعبیر لی کہ میرے بیٹے ہوں گے۔ مسلمۃ بن عبدالملک نے عمر بن عبدالعزیز کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ امیر المومنین کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ آپ کی وفات کے بعد کیا حالات پیش آئے فرمایا۔ اے مسلمۃ اب میں فارغ ہوا ہوں اللہ کی قسم اب میں سستا یا ہوں۔ پوچھا اب آپ کہاں ہیں؟ فرمایا جنت عدن میں، ہدایت یافتہ اماموں کے ساتھ۔

زرارہ بن اوفیٰ کو خواب میں دیکھنا صالح براد :۔ میں نے زرارہ بن اوفیٰ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ سے کیا پوچھا گیا اور آپ نے کیا جواب دیا۔ آپ نے مجھ سے منہ پھیر لیا۔ میں نے پوچھا اللہ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا اپنے جود و کرم سے مجھ پر مہربانی فرمائی۔ میں نے پوچھا اور ابوالعلاء بن یزید مطرف کے بھائی کے ساتھ۔؟ فرمایا وہ تو بلند درجوں میں ہیں۔ میں نے پوچھا آپ کے نزدیک کون سے عمل افضل ہیں۔ فرمایا توکل اور قصر امل ✦

Marfat.com

مسلم بن یسار کو خواب میں دیکھنا

مالک بن دینار :- میں نے مسلم بن یسار کو خواب میں دیکھا اور سلام کیا۔ مگر انہوں نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا۔ میں نے پوچھا آپ سلام کا جواب کیوں نہیں دیتے؟ فرمایا میں مُردہ ہوں۔ تمہارے سلام کا جواب کیسے دوں؟ میں نے پوچھا۔ موت کے بعد کیا حالات پیش آئے۔ فرمایا اللہ کی قسم میں نے دہشتیں اور عظیم و سخت زلزلے دیکھے۔ میں نے پوچھا پھر اس کے بعد کیا ہوا۔ فرمایا کریم سے جو تم خیال کرتے ہو وہی ہوا۔ اس نے نیکیاں قبول فرمالیں۔ گناہ معاف فرما دیئے اور وہ خود تا وانوں کا ضامن بن گیا پھر مالک چیخ مار کر بے ہوش ہو کر گر گئے۔ اس کے بعد ایک زمانے تک بیمار رہے پھر ان کا دل پھٹ گیا اور فوت ہو گئے۔

مالک بن دینار کو خواب میں دیکھنا

سہیل (حزم کے بھائی) :- میں نے مالک بن دینار کو خواب میں دیکھا اور پوچھا۔ کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ آپ اللہ کے پاس کیا لے کر گئے۔ فرمایا بہت سے گناہ لے کر گیا تھا۔ مگر میرا اللہ کے ساتھ جو اچھا گمان تھا اس نے سارے گناہ مٹا دیئے۔

رجا کو خواب میں دیکھنا

رجا بن حیوۃ کی وفات کے بعد انہیں ایک عبادت گذار خاتون نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تم کس چیز کی طرف لوٹے؟ فرمایا بھلائی کی طرف۔ لیکن تمہارے بعد ہم گھبرا گئے اور ہم نے خیال کیا کہ قیامت آگئی۔ پوچھا کیوں؟ فرمایا جرّاح اور ان کے ساتھی معہ اپنے تمام ساز و سامان کے جنت میں داخل ہو رہے تھے حتیٰ کہ جنت کے دروازے پر بھیڑ ہو گئی تھی۔

مورق کو خواب میں دیکھنا

جمیل بن مرۃ :- مورق عجلی میرے دوست تھے۔ ہم نے آپس میں عہد کر لیا تھا کہ جو پہلے مر جائے وہی اپنے دوست کے پاس خواب میں آکر اپنا حال بیان کرے۔ چنانچہ مورق فوت ہو گئے۔ انھیں میری بیوی نے خواب میں دیکھا کہ ہمارے پاس حسب عادت آئے ہیں اور دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔ میں حسب عادت اٹھ کر دروازہ کھول دیتی ہوں اور عرض کرتی ہوں کہ اپنے دوست کے گھر میں تشریف لایئے۔ فرماتے ہیں کس طرح آؤں میں تو مر چکا۔ میں اپنے دوست کو اللہ کی مہربانی کی بشارت دینے آیا ہوں۔ انھیں بتا دینا کہ اللہ نے مجھے اپنے خاص بندوں میں شامل فرمالیا ہے۔

ابن سیرین کو خواب میں دیکھنا

ابن سیرین کی وفات سے بعض لوگوں کو انتہائی صدمہ ہوا۔ انہوں نے آپ کو خواب میں انتہائی اچھی حالت میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ کا حال دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی۔ حسن بصری کا حال بیان کیجئے۔ فرمایا وہ مجھ سے ستر درجہ اونچے ہیں۔ میں نے پوچھا کیوں؟ ہم تو آپ کو افضل سمجھا کرتے تھے۔ فرمایا وہ آخرت کے لیے غمگین رہا کرتے تھے۔

ثوری کو خواب میں دیکھنا

ابن عُیینۃ نے ثوری کو خواب میں دیکھا اور کہا کچھ وصیت فرمایئے۔ فرمایا لوگوں سے جان پہچان کم کر دو۔

حسن بن صالح کو خواب میں دیکھنا عمار بن سیف :- میں نے حسن بن صالح کو خواب میں دیکھا اور کہا میں تو آپ سے ملنے کا خواہشمند تھا۔ اپنے حالات بتایئے۔ فرمایا۔ خوش ہو جاؤ۔ میں نے اللہ کے ساتھ حسن گمان جیسا کوئی عمل نہیں پایا۔

ضیغم عابد کو خواب میں دیکھنا ضیغم عابد کو کسی نے خواب میں دیکھا۔ فرما رہے ہیں۔ تم نے میرے لئے دعا کیوں نہیں کی۔ دیکھنے والے نے معذرت کی۔ فرمایا اگر تم میرے لئے دعا کرتے تو اچھا ہوتا۔

رابعہ بصری کو خواب میں دیکھنا رابعہ بصری کو کسی نے خواب میں دیکھا۔ کہ ریشمی کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور دبیز ریشمی دوپٹہ ہے۔ آپ کو کمبل کے ایک جبے اور دوپٹہ میں دفن کیا گیا تھا۔ دیکھنے والی نے پوچھا تمہارا کمبل والا کفن کیا ہوا۔ فرمایا مجھ سے اتار کر اس کے بدلے یہ لباس پہنا دیا گیا اور اسے لپیٹ کر اس پر مہر کر دی گئی اور علیین میں رکھ دیا گیا۔ تاکہ قیامت کے دن مجھے اس کا ثواب ملے انہوں نے پوچھا کیا آپ اسی غرض سے دنیا میں عمل کیا کرتی تھیں۔ فرمایا۔ میرے خیال میں اولیا کا یہی اکرام نہیں ہے۔ پوچھا عبدۃ بنت ابی کلاب کا کیا حال ہے ؟ فرمایا اللہ کی قسم وہ تو ہم سے بلند درجوں کی طرف پہل کر گئیں۔ پوچھا کیوں ؛ لوگوں کی نگاہوں میں تو آپ سب سے زیادہ عبادت گذار تھیں۔ فرمایا انہیں دنیا میں جس حال میں بھی تھیں کوئی پرواہ نہ تھی۔ پوچھا ابومالک (ضیغم) کا کیا حال ہے ؟ فرمایا جب چاہتے ہیں حق تعالیٰ کی زیارت کر لیتے ہیں۔ پوچھا بشر بن منصور کا کیا حال ہے فرمایا واہ واہ انھیں تو حق تعالیٰ نے امیدوں سے زیادہ عطا فرمایا۔ درخواست کی کہ تقرب کا کوئی عمل بتایئے۔ فرمایا کثرت سے اللہ کا ذکر کرتی رہو۔ اس سے قبر میں تمہاری قابل رشک حالت ہو گی۔

عبدالعزیز بن سلیمان کو خواب میں دیکھنا عبدالعزیز بن سلیمان عابد کو کسی نے خواب میں دیکھا کہ جسم پر سبز کپڑے ہیں اور سر پر موتیوں کا تاج ہے۔ پوچھا کیا حال ہے۔ موت کیسی رہی اور کیا کیا دیکھا۔ فرمایا۔ موت کی شدت و بے قراری نہ پوچھو مگر اللہ کی رحمت نے ہر عیب پر پردہ ڈال دیا اور اپنے فضل ہی سے ہماری خاطر مدارات کی۔

عطاء سلمی کو خواب میں دیکھنا صالح بن بشر :- میں نے عطاء سلمی کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ کیا آپ مرے نہیں ؟ فرمایا کیوں نہیں۔ پوچھا موت کے بعد کیا معاملہ پیش آیا۔ بولے اللہ کی قسم میں زبردست بھلائی کی طرف اور بخشنے والے اللہ کی طرف پہنچ گیا۔ پوچھا کیا آپ دنیا میں ہر وقت فکرمند نہیں رہا کرتے تھے مسکرا کر بولے۔ اللہ کی قسم اس کے بدلے مجھے دائمی راحت و مسرت مل گئی۔ پوچھا اب آپ کہاں ہیں ؟ فرمایا انبیا، اولیاء صدیق اور شہیدوں کے ساتھ ہوں۔

Marfat.com

عاصم جحدری کو خواب میں دیکھنا عاصم جحدری کو ان کے کسی عزیز نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کیا آپ مر نہیں گئے تھے۔ فرمایا۔ کیوں نہیں۔ پوچھا اب آپ کہاں ہیں؟ فرمایا اللہ کی قسم میں جنت کے باغ میں ہوں۔ میں اور میرے ساتھی جمعہ کے جمعہ رات کو اور صبح کو بکر بن عبداللہ مزنی کے پاس جمع ہوتے ہیں اور تمہارے حالات معلوم کرتے ہیں۔ پوچھا جسموں کے ساتھ یا صرف روحیں جمع ہوتی ہیں۔ فرمایا جسم تو بوسیدہ ہو چکے۔ بس روحیں ملتی ہیں۔

فضیل بن عیاض کو خواب میں دیکھنا فضیل بن عیاض کو خواب میں دیکھا گیا فرما رہے ہیں میں نے بندے کے حق میں اس کے رب سے زیادہ کسی کو اچھا نہیں پایا۔

مرہ ہمدانی کو خواب میں دیکھنا مرہ ہمدانی اتنے لمبے لمبے سجدے کیا کرتے تھے کہ ان کی پیشانی پر مٹی کے نشانات نمایاں ہو گئے تھے۔ آپ کو آپ کے کسی عزیز نے خواب میں دیکھا کہ آپ کے سجدے کی جگہ ایک انتہائی روشن تارے کی طرح جگمگا رہی ہے۔ پوچھا آپ کے چہرے پر یہ کیسی جگمگاہٹ ہے۔ فرمایا مٹی کے نشانات کی وجہ سے میری پیشانی کو نور بخشا گیا۔ پوچھا آخرت میں آپ کا کیا درجہ ہے۔ فرمایا بہترین منزل نصیب ہے۔ اور ایسا گھر جس سے اس کے رہنے والے نہ منتقل ہوں گے اور نہ مریں گے۔

اویس قرنی کو خواب میں دیکھنا ابو یعقوب قاری:۔ میں نے خواب میں ایک گندم گوں اور لمبا شخص دیکھا جس کے پیچھے پیچھے بہت سے لوگ تھے۔ پوچھا یہ کون ہیں۔ لوگوں نے کہا یہ اویس قرنی ہیں۔ آخر میں بھی ان کے پیچھے ہو لیا اور درخواست کی کہ کچھ وصیت فرمائیں۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ نے مجھے غور سے دیکھا۔ میں نے کہا میں ہدایت کا متلاشی ہوں میری رہنمائی فرمائیے اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ آخر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ اللہ کی رحمت اس کی اطاعت کے پاس ڈھونڈو۔ اور گناہوں کے پاس اس کا عذاب ہے ان سے بچو اور اس کے درمیان اپنی امیدیں اللہ سے نہ کاٹو۔ پھر آپ مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔

مسعر کو خواب میں دیکھنا ابن سماک:۔ میں نے مسعر کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ کے نزدیک کون سا عمل افضل ہے۔ فرمایا ذکر کی مجلسیں۔

سلمۃ بن کھیل کو خواب میں دیکھنا اجلح:۔ میں نے سلمۃ بن کہیل کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ نے کون سا عمل افضل پایا۔ فرمایا تہجد۔

وفا بن بشر کو خواب میں دیکھنا ابو بکر بن ابی مریم:۔ میں نے وفا بن بشر کو خواب میں دیکھا اور

Marfat.com

پوچھا کیا حال چال ہے۔ فرمایا۔ ہر مشقت سے نجات مل گئی۔ پوچھا کون سا عمل افضل پایا۔ فرمایا اللہ کے خوف سے رونا

عبداللہ بن ابی حبیبۃ کو خواب میں دیکھنا
موسیٰ بن وراد :۔ میں نے عبداللہ بن ابی حبیبۃ کو خواب میں دیکھا۔ فرمارہے ہیں کہ مجھے میری نیکیاں اور برائیاں دکھائی گئیں۔ میں نے اپنی نیکیوں میں انار کے وہ دانے بھی دیکھے جو زمین پر گرے پڑے تھے اور میں نے انھیں اٹھا کر کھایا تھا اور برائیوں میں ریشم کے وہ دو ڈورے بھی دیکھے جو میری ٹوپی میں تھے۔

ایک نوجوان عابد کو خواب میں دیکھنا
جویریۃ بن اسماء :۔ ہم عبادان میں رہتے تھے۔ ہمارے قریب ہی ایک کوئی نوجوان آکر رہنے لگا۔ بے چارا بڑا عبادت گزار تھا۔ قضائے کار فوت ہوگیا۔ سخت گرمی تھی، ہماری رائے ہوئی کہ ذرا ٹھنڈک ہو جائے تو اس کی تجہیز و تکفین کی جائے۔ دفن کرنے سے پہلے میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے خواب میں دیکھا جیسے میں قبرستان میں ہوں وہاں موتی کا ایک بند گنبد ہے۔ جس کی خوب صورتی پر نظر نہیں جمتی۔ میں اسے دیکھ ہی رہی تھی کہ اتنے میں وہ پھٹا اور اس میں سے ایک نوجوان حور جو انتہائی خوبصورت تھی، جگمگاتی ہوئی برآمد ہوئی اور اس نے میرے پاس آکر کہا۔ تمہیں اللہ کی قسم ظہر کے وقت سے زیادہ انھیں ہمارے پاس آنے سے نہ روکنا۔ گھبرا کر میری آنکھ کھل گئی۔ پھر میں ان کی تجہیز و تکفین میں لگ گئی اور میں نے اسی جگہ ان کی قبر کھدوائی جہاں گنبد دیکھا تھا۔ آخر انھیں اس میں دفن کر دیا گیا۔

عامر بن عبد قیس کو خواب میں دیکھنا
عبدالملک بن عتاب لیثی :۔ میں نے عامر بن عبد قیس کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ نے کون سا عمل افضل پایا۔ فرمایا جس عمل سے اللہ کی رضا مقصود ہو۔

ابوالعلا ایوب کو خواب میں دیکھنا
یزید بن ہارون :۔ میں نے ابوالعلا ایوب بن مسکین کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ نے تمہارے ساتھ کیا کیا۔ فرمایا مجھے بخش دیا۔ پوچھا کن عملوں سے۔ فرمایا نماز روزے سے۔ پوچھا۔ منصور بن زاذان کے بارے میں خبر دیجئے۔ فرمایا ان کا قصر تو ہم دور سے دیکھتے ہیں۔

ایک بچی کو خواب میں دیکھنا
یزید بن نعامہ :۔ ایک بچی وبائی طاعون میں فوت ہوگئی۔ اس کے والد نے اسے خواب میں دیکھا۔ اور پوچھا کہ آخرت کی باتیں بتاؤ۔ بولی ابا جان ہم ایک ایسی عظیم واہم جگہ پہونچ گئے ہیں کہ ہمیں علم تو ہے مگر عمل پر قادر نہیں۔ لیکن تم عمل پر قادر ہو۔ مگر علم سے محروم ہو۔ اللہ کی قسم ایک دو تسبیحیں اور ایک دو رکعتیں جو میرے اعمالنامے میں ہوں مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہیں۔

چند عورتوں کو خواب میں دیکھنا
کثیر بن مرہ :۔ میں نے خواب میں دیکھا جیسے میں جنت کے کسی بلند درجہ میں داخل ہوگیا ہوں۔ اور اسے چل پھر کر دیکھ رہا ہوں۔ اور خوش ہو رہا ہوں۔ اتنے میں میں نے دیکھا کہ اس کے ایک گوشے میں مسجد کی کچھ عورتیں ہیں۔ میں نے انھیں جا کر سلام کیا اور ان سے پوچھا کہ تم اس مقام تک کس عمل سے

Marfat.com

پہونچیں ؟ بولیں سجدوں اور تکبیروں کی وجہ سے۔

عمر بن عبد العزیز کا ایک اور خواب فاطمہ بنت عبد الملک اہلیہ عمر بن عبد العزیز ؒ۔ ایک رات کو عمر بن عبد العزیز نے جاگ کر فرمایا کہ میں نے ایک مسرت انگیز خواب دیکھا ہے۔ میں نے کہا جاں نثار من سنائیے فرمایا صبح تک بیان نہیں کروں گا۔ پھر صبح صادق کے بعد مسجد میں جاکر نماز پڑھی پھر واپس اپنی جگہ پر تشریف لے آئے۔ میں نے یہ تنہائی غنیمت سمجھی اور خواب سنانے کی بڑے شوق سے درخواست کی۔ فرمایا۔ میں نے دیکھا جیسے کوئی مجھے ایک سرسبز و شاداب اور وسیع سرزمین پر لے گیا۔ معلوم ہوتا ہے نہاں زمردیں فرش بچھا ہوا ہے۔ اتنے میں میں نے اس میں ایک سفید چاندی جیسا محل دیکھا۔ پھر کیا دیکھتا ہوں کہ اس سے ایک شخص باہر آکر چیخ کر اعلان کرتا ہے کہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں۔ اتنے میں دیکھتا ہوں کہ آپ تشریف لاتے ہیں اور اس محل میں داخل ہو جاتے ہیں۔ پھر اس محل سے دوسرا شخص باہر آکر چیخ کر کہتا ہے کہ ابوبکر بن ابی قحافہ رضؓ کہاں ہیں۔ اتنے میں دیکھتا ہوں ابوبکر صدیق رضؓ تشریف لاتے ہیں اور اس محل میں داخل ہو جاتے ہیں۔ پھر ایک شخص اور نکل کر اعلان کرتا ہے کہ عمر بن خطاب رضؓ کہاں ہیں۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ عمر رضؓ بھی تشریف لاتے ہیں اور اس میں داخل ہو جاتے ہیں۔ پھر ایک اور شخص نکل کر اعلان کرتا ہے کہ عثمان بن عفان کہاں ہیں۔ آپ بھی آتے ہیں اور اس میں داخل ہو جاتے ہیں۔ پھر ایک اور شخص نکل کر اعلان کرتا ہے کہ علی بن ابی طالب کہاں ہیں۔ آپ بھی تشریف لاکر اس میں داخل ہو جاتے ہیں۔ پھر ایک اور شخص نکل کر اعلان کرتا ہے کہ عمر بن عبد العزیز کہاں ہیں ؟ آخر میں بھی اٹھ کر اس میں داخل ہو جاتا ہوں۔ میں آپ کے پاس پہنچتا ہوں۔ آپ کے اصحاب آپ کے چاروں طرف ہیں میں دل میں سوچ رہا ہوں کہ کہاں بیٹھوں۔ آخر اپنے نانا حضرت عمر کے پاس بیٹھ جاتا ہوں پھر غور سے دیکھتا ہوں تو آپ کے دائیں جانب تو ابوبکر رضؓ ہیں اور بائیں جانب عمر رضؓ ہیں۔ مزید غور کرتا ہوں تو کیا دیکھتا ہوں کہ رحمت عالم صلعم اور ابوبکر کے درمیان ایک اور صاحب تشریف فرما ہیں۔ پوچھتا ہوں کہ یہ کون ہیں ؟ فرماتے ہیں کہ یہ حضرت عیسیٰ ہیں۔ پھر مجھے نور کے پردے کے پیچھے سے ایک آواز آتی ہے کہ اے عمر بن عبد العزیز جس راہ پر تم قایم ہو، اسے مضبوط پکڑے رہو اور اس پر جمے رہو۔ پھر مجھے باہر آنے کی اجازت مل جاتی ہے۔ پیچھے مڑ کر دیکھتا ہوں تو اچانک میرے پیچھے پیچھے حضرت عثمان یہ کہتے ہوئے تشریف لارہے ہیں، الحمد للہ : اللہ نے میری مدد فرمائی اور آپ کے پیچھے حضرت علی یہ کہتے ہوئے آرہے ہیں الحمد للہ۔ اللہ نے مجھے معاف فرما دیا۔ عمر بن عبد العزیز ؒ۔ میں نے رحمتِ عالم صلعم کو خواب میں دیکھا۔ آپ کے پاس حضرت ابوبکر و عمر بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں بھی آپ کو سلام کر کے بیٹھ گیا۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ علی رضؓ و معاویہ رضؓ کو لایا گیا اور انھیں گھر میں داخل کر کے دروازہ بند کر دیا گیا۔ میں برابر دیکھ رہا تھا پھر وہاں سے بہت جلدی حضرت علی یہ کہتے ہوئے نکلے۔ رب کعبہ کی قسم میرے جھگڑے کا فیصلہ ہو گیا۔ پھر معاویہ رضؓ

یہ کہتے ہوئے نکلے رب کعبہ کی قسم اللہ نے مجھے بخش دیا۔

عمر بن عبد العزیز کے بارے میں ایک شخص کا خواب ایک شخص نے عمر بن عبد العزیز کے پاس آکر کہا کہ میں نے رحمتِ عالم ؐ کو خواب میں دیکھا کہ آپ کی دائیں جانب ابوبکرؓ اور بائیں جانب عمرؓ ہیں اور دو شخص جھگڑتے ہوئے آئے ہیں۔ آپ ان دونوں کے آگے بیٹھے ہیں۔ پھر رحمتِ عالمؐ آپ سے فرماتے ہیں کہ اے عمر جب تم عمل کرو تو ان دونوں (ابوبکرؓ و عمرؓ) جیسے عمل کرنا۔ عمر نے اس شخص سے قسم کھلواکر پوچھا کہ تم نے یہ خواب دیکھا ہے اس نے قسم کھا کر یقین دلایا۔ عمر پر گریہ طاری ہوگیا۔

معاذ بن جبل کو خواب میں دیکھنا عبد الرحمن بن غنم:- میں نے معاذ بن جبل کو تین سال کے بعد خواب میں ایک چت کبرے گھوڑے پر سوار دیکھا۔ پیچھے کچھ سفید آدمی ہیں جو سبز کپڑوں میں ملبوس چت کبرے گھوڑوں پر سوار ہیں۔ معاذ فرمارہے ہیں کاش میری بخشش کی اور عزت واحترام کی لوگوں کو بھی خبر ہوجائے۔ پھر اپنے دائیں بائیں دیکھکر فرماتے ہیں اے ابن رواحہ اے ابن مظعون الحمد للہ الذی صدقنا الخ الحمد للہ، اللہ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا۔ اور ہمیں اس سرزمین (جنت) کا وارث بنایا۔ ہم جنت میں جہاں چاہتے ہیں آرام سے رہتے سہتے ہیں۔ عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا صلہ ہے۔ پھر مجھ سے مصافحہ کیا اور سلام کیا۔

ثوری کو خواب میں دیکھنا قبیصۃ بن عقبۃ:- میں نے ثوری کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ نے تمہارے ساتھ کیا کیا۔ آپ نے یہ شعر پڑھے

نَظَرْتُ اِلٰی رَبِّیْ عِیَانًا فَقَالَ لِیْ ۔۔۔ هَنِیْئًا رِضَائِیْ عَنْكَ یَا ابْنَ سَعِیْدٍ

فَقَدْ كُنْتَ قَوَّامًا اِذَا اللَّیْلُ قَدْ دَجَا ۔۔۔ بِعَبْرَةِ مَحْزُوْنٍ وَّقَلْبِ عَمِیْدٍ

فَدُوْنَكَ فَاخْتَرْ اَیَّ قَصْرٍ تُرِیْدُہٗ ۔۔۔ وَزُرْنِیْ فَاِنِّیْ مِنْكَ غَیْرُ بَعِیْدٍ

(ترجمہ) میں نے اپنے رب کو اپنے سامنے دیکھا۔ اس نے مجھ سے فرمایا اے ابن سعید میری رضا تمہیں مبارک ہو۔ کیونکہ تاریک راتوں میں تم تہجد گذار رہا کرتے تھے۔ تمہاری آنکھ سے غم کے آنسو جاری تھے۔ اور دل میں درد تھا۔ اب تمہیں اختیار ہے۔ جو محل چاہو چن لو اور میرا دیدار کرتے رہو کیونکہ میں تمہارے قریب ہوں۔

ابن عیینہ کا ثوری کو خواب میں دیکھنا ابن عیینہ:- میں نے ثوری کو خواب میں دیکھا کہ جنت میں کھجور کے درخت سے اڑ کر کسی اور درخت پر جا بیٹھتے ہیں، پھر اس سے اڑ کر کھجور کے درخت پر آجاتے ہیں، اور فرمارہے ہیں اسی جیسی نعمت کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنے چاہئیں۔ آپ سے پوچھا گیا کہ کن علوم سے جنت ملی؟ فرمایا پرہیزگاری اور تقوے سے۔ پوچھا گیا علی بن عاصم کا کیا حال ہے؟ فرمایا ہم انھیں تارے کی طرح دیکھتے ہیں۔

شعبہ بن حجاج اور مسعر کو خواب میں دیکھنا شعبہ بن حجاج اور مسعر بن کدام دونوں حافظ تھے اور دونوں بڑے آدمی تھے۔ ابو احمد بریدی فرماتے ہیں، میں نے دونوں کو خواب میں دیکھا اور پوچھا۔ ابو بسطام اللہ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا۔ اللہ پاک تمھیں میرے یہ شعر یاد کرنے کی توفیق دے:۔

حَبَانِیْ اِلٰہِیْ فِی الْجِنَانِ بِقُبَّۃٍ ۔۔۔ لَہَا اَلْفُ بَابٍ مِّنْ لُجَیْنٍ وَّجَوْہَرَا
وَقَالَ لِیَ الرَّحْمٰنُ یَا شُعْبَۃُ الَّذِیْ ۔۔۔ تَبَحَّرَ فِیْ جَمْعِ الْعُلُوْمِ فَاَکْثَرَا
تَنَعَّمْ بِقُرْبِیْ اِنَّنِیْ عَنْکَ ذُوْ رِضًا ۔۔۔ وَعَنْ عَبْدِیَ الْقَوَّامِ فِی اللَّیْلِ مِسْعَرَا
کَفٰی مِسْعَرًا عِزًّا بِاَنْ سَیَزُوْرُنِیْ ۔۔۔ وَاَکْشِفُ عَنْ وَجْہِیَ الْکَرِیْمِ لِیَنْظُرَا
وَہٰذَا فِعَالِیْ بِالَّذِیْنَ تَنَسَّکُوْا ۔۔۔ وَلَمْ یَاْلُفُوْا فِیْ سَالِفِ الدَّہْرِ مُنْکَرَا

مجھے میرے معبود نے جنتوں میں ایسا گنبد عطا فرمایا ہے جس کے ایک ہزار دروازے ہیں اور جو چاندی اور موتی کا ہے اور مجھ سے مہربان اللہ نے فرمایا کہ اے شعبہ جو کثرت سے علوم کے جمع کرنے میں ماہر تھا اب میرے پاس موج اڑا میں تجھ سے راضی ہوں اور اپنے بندے مسعر سے بھی جو تہجد گذار تھا۔ مسعر کو یہی عزت کافی ہے کہ اُسے میرا دیدار حاصل ہے اور اس کے لئے میں اپنا عزت والا چہرہ کھول دیتا ہوں۔ عبادت کرنے والوں کے ساتھ میرا یہی سلوک ہے جو ماضی میں بُری باتوں کے عادی نہ تھے

امام احمد کو خواب میں دیکھنا احمد بن محمد لبدی:۔ میں نے امام احمد کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا کہ اللہ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا مجھے بخش دیا۔ اور فرمایا اے احمد یاد ہے تم نے میری خاطر ساٹھ کوڑے کھائے تھے۔ بولے یاد ہے۔ فرمایا میں نے اپنا چہرہ تمہارے لئے مباح کر دیا ہے اب اسکے دیدار کا لطف اٹھاتے رہو

ایک طرسوسی نے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ مجھے قبر والے دکھا تاکہ میں ان سے امام احمد کے بارے میں پوچھوں کہ اللہ نے ان کے ساتھ کیا کیا۔ پھر میں نے دس سال کے بعد خواب میں دیکھا جیسے قبر والے اپنی قبروں سے نکل آئے ہیں اور مجھ سے ہر شخص پہلے بات کرنا چاہتا ہے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم دس سال سے اللہ سے دعا کر رہے ہو کہ اللہ تمہیں ہمیں دکھلائے اور تم ایک ایسے شخص کے بارے میں ہم سے پوچھو جو تم سے جس وقت سے جدا ہوا ہے اسی وقت سے اسے فرشتے طوبیٰ کے درخت کے نیچے زیورات سے آراستہ کر رہے ہیں

محمد عبد الحق فرماتے ہیں کہ یہ خبر آپ کے درجہ کی بلندی پر، آپ کے مقام کی رفعت پر اور آپ کے مرتبہ کی عظمت پر دلالت کرتی ہے۔ فرشتے آپ کے حال کا وصف انھیں الفاظ میں بیان کر سکے اور اسی عبارت سے آپ کی شان رفعت کی تعبیر کر سکے۔

بشر حافی اور معروف کرخی کو خواب میں دیکھنا ایک سقا ابو جعفر رفیقِ بشر بن حارث:۔ میں نے بشر حافی اور معروف کرخی کو خواب میں دیکھا۔ جیسے کہیں سے آرہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہاں سے تشریف لا رہے ہیں؟ فرمایا جنت الفردوس میں کلیم اللہ سے ملاقات کر کے آرہا ہوں۔

عاصم جزری:۔ میں نے خواب میں بشر سے ملاقات کی اور پوچھا کہ ابو نصر آپ کہاں سے آرہے ہیں فرمایا علیین سے۔ میں نے پوچھا احمد بن حنبل کا کیا حال ہے؟ فرمایا میں نے انھیں اس وقت عبد الوہاب وراق کے پاس

اللہ کے آگے چھوڑا ہے۔ دونوں کھاتے پیتے ہیں۔ پوچھا اور آپ ؟ فرمایا۔ اللہ کو معلوم تھا کہ مجھے کھانے کی کچھ زیادہ رغبت نہیں۔ اس لئے اس نے اپنا دیدار مجھے مباح فرما دیا۔ ابوجعفر سقاء :۔ میں نے بشر کو خواب میں دیکھا، پوچھا اللہ نے آپ کے ساتھ کیا کیا۔ فرمایا مجھ پر لطف و کرم اور ترحم فرمایا۔ اور فرمایا اے بشر اگر تم میرے لئے آگ کے انگاروں پر بھی سجدہ کرتے تو میں نے جو تمہاری محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دی ہے اس کا بھی شکر ادا نہ کر پاتے اللہ نے میرے لئے آدھی جنت مباح فرما دی ہے کہ میں اس میں جہاں چاہوں آرام سے کھاؤں پیوں۔ اور اس نے میرے جنازے میں جو جو شریک تھے سب کو بخشنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ میں نے پوچھا ابونصر تمار کا کیا حال ہے۔ فرمایا وہ اپنے صبر و فاقے کی وجہ سے لوگوں کے اوپر ہیں۔ عبدالحق فرماتے ہیں غالباً نصف جنت سے جنت کی آدھی نعمتیں مراد ہیں۔ کیونکہ جنت کی نعمتوں کے دو حصے ہیں۔ آدھی روحانی ہیں اور آدھی جسمانی۔ جنتی عالم برزخ میں تو روحانی نعمتوں سے لذت اندوز ہوں گے اور قیامت کے دن جب روحیں اپنے اپنے جسموں میں چلی جائیں گی تو ان روحانی نعمتوں پر جسمانی نعمتوں کا بھی اضافہ کر دیا جائے گا۔ بعض کے نزدیک جنت کی نعمتیں علم و عمل پر مرتب ہوتی ہیں۔ لہٰذا بشر کا علمی نعمتوں کی بہ نسبت عملی نعمتوں میں زیادہ حصہ ہے۔

شبلی کو خواب میں دیکھنا کسی اللہ والے نے شبلی کو خواب میں دیکھا۔ کہ رُصافہ (بغداد کا ایک محلہ) میں اس جگہ خوب صورت لباس میں تشریف فرما ہیں جہاں عام طور پر بیٹھا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں میں نے آپ کی طرف بڑھ کر سلام کیا اور سامنے بیٹھ کر پوچھا کہ آپ کا خاص رفیق کون ہے۔ فرمایا جو سب سے زیادہ ذکر اللہ کرتا ہے، سب سے زیادہ اللہ کے حقوق کی نگرانی کرتا ہے اور اللہ کی رضا جوئی میں سب سے زیادہ تیز ہے۔

میسرۃ بن سلیم کو خواب میں دیکھنا ابوعبدالرحمٰن ساحلی :۔ میں نے میسرۃ بن سلیم کو خواب میں دیکھا اور کہا کہ آپ ایک طویل عرصہ تک غائب رہے۔ فرمایا سفر بہت لمبا ہے۔ پوچھا کیا معاملہ پیش آیا۔ فرمایا رخصت مل گئی کیونکہ ہم رخصتوں پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔ میں نے کہا۔ مجھے کیا حکم ہے۔ فرمایا اتباع سنت اور اللہ والوں کی صحبت آگ سے نجات دیتی ہے اور اللہ سے قریب کرتی ہے۔

عیسٰی بن زاذان کو خواب میں دیکھنا ابوجعفر ضریر :۔ میں نے عیسٰی بن زاذان کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ نے آپ کے ساتھ کیا کیا۔ آپ نے یہ شعر پڑھے :۔

لَوْ رَأَيْتَ الْحِسَانَ فِي الْخُلْدِ حَوْلِي ۔ وَأَكَاوِيبَ مَعَهَا لِلشَّرَابِ	کاش خلد میں تم حسینوں کو میرے اردگرد دیکھتے جن کے پاس مشروبات کے لبالب جام ہیں جو نہایت عمدگی سے
يَتَرَنَّمْنَ بِالْكِتَابِ جَمِيعًا ۔ يَتَمَشَّيْنَ مُسْبِلَاتِ الثِّيَابِ	قرآن پڑھ رہی ہیں اور جن کے کپڑے گھسٹتی ہوئی چلی آ رہی ہیں

مسلم بن خالد زنگی کو خواب میں دیکھنا بعض رفقائے ابن جریج :۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں کہ کے قبرستان میں ہوں۔ میں نے ہر قبر پر شامیانہ تنا ہوا دیکھا۔ مگر ایک قبر پر شامیانہ کے ساتھ خیمہ بھی دیکھا اور

Marfat.com

بیری کا درخت بھی۔ میں خیمہ کے دروازے پر آیا اور سلام کرکے اندر چلا گیا تو وہاں مسلم بن خالد زنگی کو دیکھا میں نے ان سے بعد سلام کے پوچھا۔ اے ابو خالد یہ کیا بات ہے کہ تمام قبروں پر تو شامیانے ہیں مگر تمہاری قبر پر شامیانے کے ساتھ ساتھ خیمہ بھی ہے اور بیری کا درخت بھی۔ فرمایا میں کثرت سے روزے رکھا کرتا تھا، میں نے پوچھا ابن جریج کی قبر کدھر ہے اور ان کا مقام کہاں ہے۔ میں ان کے پاس اٹھتا بیٹھتا تھا۔ اب میں انھیں سلام کرنا چاہتا ہوں۔ یہ سن کر آپ نے ہاتھ سے شہادت کی انگلی گھما کر فرمایا۔ ابن جریج کی قبر کہاں رکھی ہے ان کا اعمالنامہ تو علیین میں اٹھا لیا گیا۔

حماد بن سلمۃ کا ایک خواب

حماد بن سلمۃ نے خواب میں اپنے کسی رفیق کو دیکھا اور پوچھا کہ اللہ نے تمہارے ساتھ کیا کیا۔ فرمایا۔ مجھ سے حق تعالیٰ نے فرمایا۔ تم دنیا میں تو تکلیفیں اٹھاتے رہے۔ آج میں تمہیں اور تمام دکھ اٹھانے والوں کو دائمی راحت بخشتا ہوں۔ یہ موضوع بہت وسیع ہے۔

موضوع گفتگو پر یقین کرنے کی صورتیں

اگر تمہارا دل اس کی تصدیق گوارا نہ کرے اور یہ کہہ کر نظر انداز کردو کہ یہ تو خوابیں ہیں نہ معلوم غلط ہوں یا صحیح تو اس کے خواب میں غور کرو جس نے اپنے کسی رفیق کو یا عزیز کو یا کسی اور کو خواب میں دیکھا اور اسے ایسی باتوں کی خبر دی جن کو اس کے سوا کوئی اور نہیں جانتا تھا۔ یا اسے اپنا گاڑا ہوا خزانہ بتایا یا کسی آنے والی آفت کی اطلاع دی۔ یا مستقبل میں کوئی بشارت دی اور اس کی بعینہ تصدیق ہوگئی یا یہ بتایا کہ وہ یا اس کے گھر کا کوئی آدمی اتنی اتنی مدت میں مر جائے گا پھر اسی طرح ہوا بھی۔ یا اسے ارزانی یا قحط کی خبر دی۔ یا دشمن کے حملہ یا کسی آنے والی مصیبت کی یا کسی بیماری کی یا اپنے قرض کی خبر دی اور خبر کے مطابق تمام باتوں کا ظہور ہوا۔ اس قسم کے واقعات بے شمار ہیں۔ اور لوگ ان میں مشترک ہیں۔ ہم نے اور دوسروں نے اس سلسلے میں عجائبات دیکھے ہیں۔

کیا خواب محض خیالات ہیں

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ تمام خیالات و اعتقادات ہیں (جو مناسب شکلوں میں خواب دیکھنے والوں کے سامنے آجاتے ہیں جب ان کی روح نیند کی حالت میں جسمانی اشغال سے آزاد ہو جاتی ہے) غلط ہے بلکہ محال ہے۔ کیونکہ نفس میں کبھی ان باتوں کے جاننے کی صلاحیت نہیں جو خواب میں بتائی گئی ہیں۔ بلکہ وہ خیال میں بھی نہیں ہوتیں اور نہ نفس کے پاس ان کی کوئی نشانی اور علامت ہوتی ہے۔ ہم اس کا انکار نہیں کرتے کہ کبھی خیالات بھی خواب کا سبب بنتے ہیں۔ کیونکہ بعض خواب خیالات و اعتقادات سے بھی دکھائی دیتے ہیں۔ بلکہ لوگوں کے اکثر خواب محض ان کے خیالات و اعتقادات کی صورتیں ہوتی ہیں۔ خواہ واقع کے مطابق ہوں یا نہ ہوں

خواب کے اقسام

خواب کی تین قسمیں ہیں۔ بعض خواب اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں۔ بعض شیطان کی

طرف سے اور بعض ۳ خیالات ہوتے ہیں۔

سچے خواب کے اقسام سچے خواب کی چند قسمیں ہیں۔ الہامی خواب میں اللہ پاک بندے کے دل میں نیند میں کوئی بات ڈال دیتا ہے۔ گویا اللہ پاک خواب میں اپنے بندے سے کلام فرماتا ہے۔ جیساکہ عبادۃ بن صامت وغیرہ کا قول ہے۔ تمثیلی خواب ۲ یہ ہے کہ خواب کا فرشتہ تمثیلی رنگ میں کوئی بات بتاتا ہے۔ ارواح ۳ کی طرف سے خواب یعنی سونے والے کی روح اپنے کسی مردہ عزیز دوست کی روح سے ملتی ہے اور وہ روح اسے کوئی بات بتا دیتی ہے۔ عروجی ۴ خواب یعنی سونے والے کی روح حق تعالیٰ کی طرف پرواز کرتی ہے اور خواب نظر آتا ہے۔ جنتی ۵ خواب یعنی سونے والے کی روح جنت میں جا پہونچتی ہے اور اس کا مشاہدہ کرآتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ غرضیکہ زندوں اور مُردوں کی روحوں کا اجتماع بھی سچے خواب کی ایک قسم ہے جو لوگوں کے نزدیک محسوسات کی جنس سے ہے۔ اس مسئلہ میں لوگوں کا اختلاف ہے۔

کیا روح سرچشمۂ علوم ہے؟ بعض کے نزدیک روح میں تمام علوم پائے جاتے ہیں۔ لیکن اسے عالم کی مصروفیتوں نے ان کے مطالعہ سے روک رکھا ہے۔ پھر جب نیند کی وجہ سے روح آزاد ہو جاتی ہے تو اپنی صلاحیت کے مطابق ان میں سے کسی بات کا مشاہدہ کرلیتی ہے۔ اور چونکہ موت سے پوری آزادی مل جاتی ہے۔ اس لئے اب روح کے علوم و معارف بھی کمال پر پہنچ جاتے ہیں۔ مگر یہ بات کچھ صحیح بھی ہے اور کچھ غلط بھی۔ کیونکہ روح کی آزادی روح کو ان علوم و معارف سے آگاہ کرتی ہے۔ جن پر آگاہی بلا آزادی کے محال ہے لیکن اگر روح پوری طرح آزاد ہو جائے تو پھر بھی اللہ کے اس علم پر مطلع نہیں ہو سکتی جسے اس نے اپنے رسولوں کو عطا فرماکر مبعوث فرمایا ہے۔ اور نہ ان تفصیلات پر جن کی اللہ نے خبر دی ہے۔ یعنی گذرے ہوئے نبیوں کی اور ان کی قوموں کی تفصیلات پر۔ اسی طرح معاد پر، شروط قیامت پر اچھے برے کاموں پر، اسمائے حسنیٰ پر، صفات و افعال پر، غرضیکہ شریعت کی تمام جزئیات پر آگاہ نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ تمام باتیں وحی سے معلوم ہوتی ہیں۔ ہاں روح کی آزادی ان باتوں کی معرفت پر روح کی معاون ضرور بن جاتی ہے۔ لیکن انھیں بدن کی مصروفیتوں میں دبی ہوئی روح کے حاصل کردہ معلومات کی بہ نسبت ان کے معدن سے حاصل کرنا زیادہ آسان، قریب اور کثرت سے ہے۔

بعض کے نزدیک خواب بلا اسباب کے علوم حاصل کرنیکا ذریعہ ہیں مگر یہ خیال غلط ہے بعض کے نزدیک خواب وہ علوم ہیں جن کو اللہ نے بلا کسی سبب کے نفس انسانی میں ابتدائً پیدا فرما دیا ہے۔ یہ قول ان کا ہے جو اسباب و حکمتوں کے قائل نہیں مگر یہ شریعت فطرت اور عقل کے خلاف ہے۔

بعض کے نزدیک خواب مثالیں ہیں اللہ پاک بندے کی صلاحیت کے مطابق بندے کو کوئی بات

Marfat.com

مثالی رنگ میں بتاتا ہے لہٰذا کبھی تو مثالی رنگ میں خواب دکھائی دیتا ہے اور کبھی جو کچھ دکھائی دیا تھا بعینہٖ اس کا ظہور ہو جاتا ہے۔ غرضکہ خواب واقع کے مطابق اسی طرح ہوتے ہیں جس طرح علم معلوم کے مطابق ہوتا ہے یہ قول پہلے دونوں قولوں سے اچھا ہے۔ لیکن خواب اسی پر منحصر نہیں ہے۔ بلکہ اس کے اور بھی اسباب ہیں جیسا کہ اوپر گذر چکا۔

حضرت علیؓ سے تین عجیب و غریب سوالات معہ جوابات

ابن عمرؓ۔ ایک دفعہ عمرؓ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ اکثر اوقات آپ رحمت عالم ؐ کے پاس ہوتے ہیں مگر ہم نہیں ہوتے۔ اور کبھی ہم ہوتے ہیں آپ نہیں ہوتے۔ میں آپ سے تین سوال کرتا ہوں۔ اگر آپ کو جوابات معلوم ہوں تو بتا یئے۔ حضرت علی: "پوچھئے" حضرت عمرؓ: (۱) کسی کو کسی سے محبت ہوتی ہے حالانکہ وہ اس کا کوئی سلوک نہیں دیکھتا۔ (۲) کسی کو کسی سے عداوت ہوتی ہے حالانکہ اس نے اس سے کوئی برائی نہیں دیکھی۔" حضرت علی: "ہاں میں نے رحمت عالم ؐ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ روحیں جمع شدہ لشکر ہیں اور فضا میں ملتی جلتی ہیں۔ پھر جن روحوں میں تعارف ہو جاتا ہے ان میں محبت ہو جاتی ہے اور جن میں اجنبیت رہتی ہے ان میں دنیا میں بھی اجنبیت ہی رہتی ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ ایک کا تو جواب ہوا۔ حضرت عمر نے کہا۔ انسان بات کرتا کرتا کوئی بات بھول جاتا ہے۔ پھر اچانک اسے بات یاد آ جاتی ہے اس کی کیا وجہ ہے۔ حضرت علی نے فرمایا۔ ہاں میں نے رحمت عالم ؐ سے سنا۔ فرماتے تھے ہر دل کے لئے چاند کے بادل کی طرح بادل ہوتا ہے۔ پھر جیسے چاند پر بادل چھا کر اس کی روشنی مٹا دیتا ہے اور جب ہٹ جاتا ہے تو پھر چاند روشن ہو جاتا ہے اسی طرح انسان کے ذہن پر اثنائے گفتگو میں بادل چھا جاتا ہے اور وہ بات بھول جاتا ہے اور جب ہٹ جاتا ہے تو اسے وہ بات یاد آ جاتی ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ دو کا جواب ہوا۔ پھر حضرت عمر نے فرمایا کہ انسان خواب دیکھتا ہے پھر کوئی خواب تو سچا ہوتا ہے اور کوئی جھوٹا اس کی وجہ؟ حضرت علی نے فرمایا، ہاں میں نے رحمت عالم سے سنا۔ آپ فرما رہے تھے کہ جب انسان گہری نیند سو جاتا ہے تو اس کی روح عرش تک چڑھتی ہے۔ پھر جو عرش کے ورے بیدار نہیں ہوتا (اور کچھ خواب میں دیکھتا ہے) تو اس کا وہ خواب سچا ہوتا ہے۔ ورنہ جھوٹا۔ حضرت عمر نے فرمایا الحمدللہ۔ میں نے موت سے پہلے تینوں کا جواب پا لیا۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ حیرت کی بات ہے کہ کبھی انسان خواب میں ایسی بات دیکھتا ہے جس کا اس کے دل میں کھٹکا بھی نہیں گزرا تھا۔ اور اس کا وہ خواب سچا ہو جاتا ہے۔ اور بعض خواب کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اس پر حضرت علی نے کہا کہ حق تعالیٰ کا فرمان ہے اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ الخ اللہ موت کے وقت بھی روحیں قبض کر لیتا ہے اور جو فوت نہیں ہوئے ان کی روحیں نیند میں بھی قبض کر لیتا ہے پھر وہ روحیں روک لیتا ہے۔ جن پر موت کا فیصلہ ہو چکا ہوتا ہے۔ اور دوسری روحیں ایک مقررہ مدت کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ جن روحوں کو نیند میں چڑھایا جاتا ہے وہ جو کچھ آسمان میں دیکھ آتی ہیں وہ باتیں ٹھیک ہوتی ہیں۔ پھر جب وہ اپنے جسموں کی طرف لوٹائی جاتی ہیں تو فضا میں انہیں شیطان مل جاتے ہیں اور ان کو جھوٹی

Marfat.com

باتیں بتا دیتے ہیں۔ ایسے خواب جھوٹے ہیں۔ (کتاب النفس والروح لابن مندہ) طبرانی میں ابن عباس والی روایت بھی اسی کے ہم معنی ہے۔ ایک ضعیف روایت میں ابو الدرداء کا بیان ہے کہ جب انسان سو جاتا ہے تو اس کی روح اوپر چڑھتی ہے۔ یہاں تک کہ عرش کے پاس جا پہنچتی ہے۔ پھر اگر وہ پاک ہوتا ہے تو روح کو سجدے کی اجازت ملتی ہے ورنہ نہیں۔ ابن مسعودؓ کا بیان ہے کہ روحیں جمع کئے ہوئے لشکر ہیں۔ اور آپس میں ملتی جلتی ہیں۔ پھر بعض ان میں گھوڑوں کی طرح سونگھتی بھی ہوتی ہیں۔ پھر جن روحوں میں تعارف ہو جاتا ہے ان میں محبت ہو جاتی ہے ورنہ اختلاف ہو جاتا ہے۔ لوگ قدیم زمانے سے اب تک یہ بات جانتے ہیں اور اس کا مشاہدہ کرتے چلے آئے ہیں

؎ میں دن بھر تو مسلوب العقل رہتا ہوں مگر رات کو خواب میں میری روح میرے محبوب کی روح سے ملاقات کرا تی ہے۔ (جمیل بن معمر)

خواب میں زندوں کی روحوں کا کس طرح اجتماع ہوتا ہے اگر کوئی کہے کہ کبھی انسان زندہ آدمی کو بھی خواب میں دیکھ لیتا ہے اور بسا اوقات دونوں کے درمیان کافی فاصلہ ہوتا ہے ان کی روحوں کا کس طرح اجتماع ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ یا تو مثال ہوتی ہے جسے خواب کا فرشتہ مثال کے رنگ میں پیش کرتا ہے۔ یا خواب دیکھنے والے کا خیال ہوتا ہے۔ جو خواب میں اس کے لئے مجرد کر دیا جاتا ہے ؎

سُقْیًا لِطَیْفِکَ مِنْ زَوْرٍ اَتَاکَ بِہٖ + حَدِیْثُ نَفْسِکَ عَنْہُ وَہُوَ مَشْغُوْلٗ ۔ (حبیب بن اوس)

اے محبوب اللہ تیرے تصور کو شاداب رکھے کہ مجھے اس کی بدولت تیری زیارت ہو گئی۔ ؎ تیرے قربان اے میرے تصور۔ وہ گویا رو برو ہے اور میں ہوں۔ کبھی دو روحوں میں کوئی خاص مناسبت ہوتی ہے۔ اور دونوں کا انتہائی گہرا اور مخفی تعلق ہوتا ہے۔ جس کی بنا پر ہر ایک کو اپنے ساتھی کے بعض واقعات کا شعور ہو جاتا ہے۔ گو اُن کا کسی غیر کو شعور نہ ہو۔ لوگ اس سلسلے میں عجائبات کا مشاہدہ کر چکے ہیں۔ غرضکہ زندوں اور مُردوں کی روحوں کا بھی اجتماع ہوتا ہے۔ اور زندوں زندوں کی روحوں کا بھی۔

اجتماعِ ارواح کے بارے میں بعض سلف کا قول بعض سلف کا قول ہے کہ روحوں کی فضا میں ملاقات ہو جاتی ہے اور تعارف ہو جاتا ہے۔ پھر سلسلۂ گفتگو چلتا ہے پھر ان کے پاس خواب کا فرشتہ وہ بھلائی یا برائی لے آتا ہے جو انھیں لاحق ہونے والی ہے۔ حق تعالیٰ نے سچے خوابوں پر ایک فرشتہ مقرر فرما دیا ہے جو فرداً فرداً ہر شخص کو جانتا پہچانتا ہے۔ اللہ نے اسے ہر شخص کے حالات کی تعلیم دے دی ہے۔ وہ ہر شخص کے آنیوالے طبعی، دینی اور دنیوی انقلابات کو جانتا ہے اور تمام تفصیلات پر بخوبی حاوی ہے۔ کوئی جزئی اس سے مخفی نہیں۔ اور نہ وہ اپنی معلومات میں غلطی کرتا ہے۔ اس فرشتے کو اُم الکتاب (اللہ کے علم غیب) سے ان حوادث کی تحریر مل جاتی ہے۔ جو کسی انسان کو پیش آنے والے ہوتے ہیں۔ پھر وہ انھیں اس کے سامنے محسوسات و مثالوں کے رنگ میں اس کی عادت کے مطابق ڈھال دیتا ہے۔ چنانچہ کبھی تو اسے ماضی یا مستقبل کی بھلائی

Marfat.com

کا مژدہ سنا دیتا ہے۔ اور کبھی ان گناہوں سے جن کا اس نے ارادہ کیا ہے یا مرتکب ہو چکا ہے ڈراتا ہے اور کبھی ان بری باتوں سے نفرت دلاتا ہے جن کے اسباب مہیا ہو چکے ہیں۔ تاکہ وہ اسباب ایسے اسباب سے ٹکرا جائیں جو انھیں مٹا دیں۔ علاوہ ازیں حق تعالیٰ نے خواب میں اپنی عنایت و مہربانی سے متنبہ اور بیدار کرنے کے لئے اور بھی مصلحتیں رکھی ہیں۔ اور خواب کا ایک طریقہ روحوں کی باہمی ملاقات و تعارف کا بھی مقرر فرمایا ہے بہت سے لوگوں کی اصلاح خوابوں ہی سے ہو جاتی ہے۔ اور وہ گناہوں سے پر خلوص توبہ کرکے اللہ والے اور طالب آخرت بن جاتے ہیں۔ اور بہت سے ان کے ذریعہ مالدار بن جاتے ہیں۔ اور گڑا ہوا خزانہ پا جاتے ہیں

ایک خواب کا واقعہ ایک شخص کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہم تین آدمی سفر پر روانہ ہوئے۔ اثنائے سفر میں ہمارا ایک ساتھی سو گیا۔ ہم نے دیکھا اس کی ناک سے چراغ جیسی روشنی نکل کر ایک قریب ہی کے غار میں چلی جاتی ہے پھر واپس لوٹ کر اس کی ناک میں داخل ہو جاتی ہے۔ پھر وہ آنکھیں مل کر اٹھ بیٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے میں نے دیکھا کہ اس غار میں اتنا اتنا خزانہ ہے۔ چنانچہ ہم اس غار میں جاتے ہیں تو وہاں اتنا ہی خزانہ پاتے ہیں جتنا وہ خواب میں دیکھتا ہے۔

عبدالمطلب کو خواب ہی میں مقام زمزم بتایا گیا عبدالمطلب کو خواب ہی میں زمزم کی جگہ بتائی گئی تھی اور اسے اس جگہ خزانہ بھی دستیاب ہوا تھا۔

عُمیر کو خواب میں خزانے کی بشارت عمیر بن وھیب سے خواب ہی میں کہا گیا تھا کہ گھر میں فلاں فلاں جگہ کھودو۔ تمہارے والد کا گاڑا ہوا مال برآمد ہوگا۔ ان کے والد نے مال گاڑ دیا تھا اور مرنے سے پہلے بتانے کا موقع نہ مل سکا تھا۔ عمیر خواب دیکھ کر وہی جگہ کھودتے ہیں تو وہاں سے دس ہزار درہم اور بہت سا سونا برآمد ہوتا ہے۔ وہ اس سے اپنا قرض بھی اتار دیتے ہیں اور خوش حال ہو جاتے ہیں۔ یہ واقعہ ان کے اسلام لانے کے بعد کا ہے۔ جب یہ مال برآمد ہوتا ہے تو ان کی چھوٹی بچی کہتی ہے ابا جان جس معبود نے ہمیں اپنے دین سے زندگی بخشی وہ ھُبُلُ اور عُزّیٰ سے اچھا ہے۔ کیونکہ آپ نے ابھی چند ہی روز سے اس کی عبادت کرنی شروع کی ہے کہ اس نے آپ کو یہ مال عطا فرما دیا۔

ابو محمد عبداللہ کے حیرت انگیز خواب علی بن ابی طالب قیروانی معبّر کا بیان ہے کہ عمیر کی خواب کا واقعہ اتنا حیرت انگیز نہیں جتنے وہ واقعات حیرت انگیز ہیں جن کا ہم نے اپنے زمانے میں اپنے شہر میں اپنی آنکھوں سے ابو محمد عبداللہ سے مشاہدہ کیا ہے۔ عبداللہ ایک نیک آدمی تھے۔ یہ مُردوں کو خواب میں دیکھ کر ان سے پوشیدہ باتیں معلوم کر لیا کرتے تھے اور ان کے اہل و عیال اور عزیزوں کو بتا دیا کرتے تھے۔ اس میں انھیں کمال حاصل تھا اور دُور دُور تک مشہور تھے۔ لوگ دور دور سے ان کے پاس آکر کہتے کہ ہمارا فلاں عزیز مر گیا اس کے پاس مال تھا مگر

اسے بتانے کا موقعہ نہ مل سکا۔ اب مال کا پتہ نہیں کہ کہاں گڑا ہوا ہے۔ یہ فرماتے کہ اگر اللہ کو منظور ہوگا تو مل جائے گا تم کل آنا۔ پھر یہ اللہ سے دعا کر کے رات کو سو جاتے اور خواب میں اسی مُردے کو دیکھتے پھر اس سے اس کے مال کے بارے میں پوچھتے وہ اسے بتا دیتا تھا کہ فلاں جگہ گڑا ہوا ہے۔

کسی عورت کی سات اشرفیاں ایک عورت کے پاس تھیں وہ فوت ہو گئی

ان کا ایک واقعہ ہے کہ ایک بڑی بی مر گئیں بے چاری نیک تھیں۔ ان کے پاس کسی عورت کی سات اشرفیاں امانت رکھی ہوئی تھیں۔ وہ روتی پیٹتی عبداللہ کے پاس آئی اور ان سے اپنا واقعہ بیان کیا اور بڑی بی کا نام بتا کر چلی گئی۔ پھر دوسرے دن آئی تو عبداللہ نے کہا کہ خواب میں مجھے بڑی بی نے بتایا ہے کہ میرے گھر کی چھت پر سات لکڑیاں ہیں۔ ساتویں لکڑی میں ایک اونی کپڑے میں لپٹے ہوئے دینار رکھے ہیں۔ وہاں سے لے لو۔ چنانچہ ان کی حسب ہدایت دینار وہاں سے مل گئے۔

ایک مزدور کا واقعہ

مجھے ایک معتبر آدمی نے بتایا کہ مجھے ایک عورت مزدوری پر لے گئی کہ میں اس کا گھر ڈھا کر نیا بنا دوں۔ جب میں نے اسے ڈھانے کا ارادہ کیا تو وہ عورت اور تمام گھر والے باہر نہیں آئے۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے، عورت نے کہا میں صرف اس وجہ سے گھر منہدم کرانا چاہتی ہوں کہ میرے والد مالدار تھے قضائے کار فوت ہو گئے۔ معلوم نہیں ان کا مال کہاں ہے۔ میں نے سوچا کہ گھر ہی میں گڑا ہوا ہوگا۔ شاید مکان منہدم کرانے سے مل جائے۔ کسی نے کہا اس سے زیادہ آسان بات تو تم بھول ہی گئیں۔ بولی وہ کیا۔ اس نے کہا۔ فلاں کے پاس جا کر ان سے واقعہ بیان کرو۔ شاید وہ خواب میں تمہارے والد کو دیکھ کر ان سے پوچھ لیں اور بلا مشقت و خرچ کے تمہیں تمہارے والد کا مال مل جائے۔ چنانچہ وہ ان کے پاس گئی اور اپنا اور اپنے والد کا نام بتا آئی۔ دوسرے روز صبح سویرے ان کے پاس گئی تو انہوں نے بتایا۔ میں نے تمہارے والد کو خواب میں دیکھا اور ان سے مال کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ مال محراب میں گڑا ہوا ہے۔ چنانچہ اس نے کھود کر اسے نکال لیا۔ لوگوں کو تعجب ہوا چونکہ مال تھوڑا تھا۔ اس لئے وہ پھر ان کے پاس گئی کہ اس جگہ سے مال تو برآمد ہوا مگر تھوڑا ہے۔ بولے کل آنا۔ پھر وہ دوسرے دن گئی تو فرمایا کہ تمہارے والد نے بتایا ہے کہ اس مربع حوض کے نیچے کھودو جو روغن زیتون کا مخزن ہے پھر جب اس نے کمرہ کھولا تو اس کے گوشے میں ایک مربع حوض دیکھا وہاں کھودا تو ایک بڑا آبخورہ ملا مگر اب بھی اس عورت کی پیاس نہیں بجھی۔ پھر گئی اور ماجرا بیان کیا۔ کہا کل آنا۔ صبح کو سویرے ہی پہونچ گئی۔ فرمایا تمہارے والد کہتے ہیں کہ تمہیں تمہارے مقدر کا مل گیا۔ باقی مال پر جن قابض ہو گیا ہے۔ وہ جس کے مقدر میں ہوگا اسے ملے گا اس موضوع کے سلسلے میں بہت کچھ حکایتیں منقول ہیں۔ اور یہ واقعات تو بہت ہی ہیں کہ خواب میں بیماری کی دوا بتائی گئی اور اس سے اللہ نے صحت عطا فرمائی۔

Marfat.com

علامہ ابن تیمیہ کو خواب میں دیکھا مجھ سے بہت سے ان لوگوں نے جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے معتقد نہ تھے، بیان کیا کہ انہوں نے شیخ موصوف کو خواب میں دیکھا اور فرائض کے پیچیدہ مسائل شیخ موصوف سے پوچھے اور شیخ نے انھیں حل کر کے بتا دیا۔ بہرحال اس کا وہی انکار کر سکتا ہے جو روحوں کے حالات و احکام سے ناآشنا ہے

چوتھا باب

کیا روحیں بھی مرتی ہیں یا صرف بدن کو موت ہے؟

بعض کے نزدیک روحیں بھی مرتی ہیں کیونکہ روح بھی نفس ہیں اور ہر نفس کے لیے موت ہے۔ معلوم ہوا کہ بجز حق تعالیٰ کے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ الخ جو روئے زمین پر ہیں سب فنا ہو جائیں گے۔ بس آپ کے جلال و عزت والے رب کی ذات باقی رہے گی۔ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ۔ بجز آپ کے رب کی ذات اقدس کے ہر چیز ختم ہو جائے گی۔ جب فرشتوں کو موت ہے تو ارواح بشریہ کو بدرجہ اولیٰ موت ہے۔ نیز حق تعالیٰ نے جہنمیوں کی طرف سے نقل فرمایا ہے کہ وہ کہیں گے اے رب تو نے دوبارہ ہمیں موت دی اور دوبارہ ہی زندگی بخشی۔ لہٰذا ان دونوں موتوں میں سے پہلی موت تو جسم کی ہے اور دوسری روح کی۔ لیکن بعض کے نزدیک روحوں کو موت نہیں ہے۔ کیونکہ انھیں زندگی ہی کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ بس جسم ہی مرتے ہیں۔ کیونکہ بدن سے جدا ہونے کے بعد پھر بدن میں آنے تک روح پر عذاب و ثواب ہوتا ہے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔ اگر روحیں بھی مر جائیں تو پھر ان پر عذاب و ثواب کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا الخ۔ تم اللہ کی راہ میں قتل کیے جانے والوں کو مُردہ نہ سمجھو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں۔ انھیں رب کے پاس روزیاں دی جاتی ہیں اور اللہ نے اپنے فضل سے جو کچھ انھیں دیا ہے اس سے خوش ہیں۔ اور اپنے پسماندگان سے جو ان سے نہیں ملے ہیں خوش ہیں۔ حالانکہ ان کی روحیں جسموں سے جدا ہو چکیں اور وہ موت کا ذائقہ چکھ چکے۔

دونوں رایوں میں محاکمہ اگر روحوں کی موت سے ان کا بدنوں سے جدا ہونا مراد ہے تو بلاشبہ روحیں بھی مرتی ہیں۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ وہ بھی جسموں کی طرح عدم محض میں گم ہو جاتی ہیں تو بلاشبہ روحیں نہیں مرتیں۔ بلکہ پیدا ہونے کے بعد سے ہمیشہ ہمیش کے لیے باقی رہتی ہیں۔ خواہ ثواب میں ہیں یا عذاب میں۔ اس کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ تفصیل سے آرہا ہے۔ اور صریح دلائل سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ روحیں عالم برزخ میں عذاب و ثواب میں رہتی ہیں جب تک اللہ پھر انھیں ان کے جسموں میں نہ لوٹا دے۔ احمد بن حسین کندی نے اس اختلاف کو دو شعروں میں بیان کر دیا ہے۔ کہ لوگوں میں

Marfat.com

یہاں تک اختلاف ہے کہ بجز موت کے کسی بات میں بھی اتفاق نہیں۔ بلکہ موت میں بھی اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں روح صحیح سالم رہے گی اور بعض کہتے ہیں روح کو بھی موت ہے۔

کیا نفخ صور کے وقت روحیں زندہ رہیں گی یا مر جائیں گی اور پھر زندہ ہوں گی؟

حق تعالیٰ نے فرمایا وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ الخ۔ اور صور پھونکا جائے گا پھر تمام آسمان و زمین والے مر جائیں گے مگر جنھیں اللہ زندہ رکھنا چاہے۔ بعض کے نزدیک موت سے مستثنیٰ شہید ہیں۔ بعض کے نزدیک چاروں بڑے فرشتے، بعض کے نزدیک حوریں اور جنتی اور جہنم کے محافظ وغیرہ۔

امام احمد سے منقول ہے کہ نفخ صور کے وقت حور و غلمان نہیں مریں گے۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے فرمایا لا یذوقون فیہا الموت الا الموتۃ الاولیٰ۔ کہ جنتی جنت میں موت نہیں چکھیں گے۔ پس انھیں دنیا میں موت آ چکی۔ ورنہ دو موتیں ہو جائیں گی۔ رہا جہنمیوں کا یہ قول کہ اے رب تو نے ہمیں دو بار موت دی اور دو بار زندگی بخشی اس کی تفسیر بقرہ والی آیت (کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللہِ الخ) میں ہے۔ یعنی تم اللہ کا کیسے انکار کر سکتے ہو حالانکہ تم مردہ تھے پھر اللہ نے تمھیں زندگی دی۔ پھر وہ تمھیں مار دے گا اور پھر زندگی دیدے گا۔ یعنی باپوں کی پشتوں اور ماؤں کے پیٹوں میں نطفوں کی شکلوں میں مردہ (معدوم) تھے۔ پھر اس کے بعد اللہ نے حیات بخشی۔ پھر مار کر قیامت کے دن حیات بخشے گا۔ اس آیت میں قیامت سے پہلے نفخ صور سے روحوں کو مارنا مراد نہیں ہے۔ ورنہ تین موتیں جمع ہو جائیں گی۔ نفخ صور کے وقت روحوں کے بے ہوش ہو جانے سے ان کی موت لازم نہیں آتی۔ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ لوگ قیامت کے دن بے ہوش ہو جائیں گے۔ پھر سب سے پہلے مجھے ہوش آئے گا تو میں حضرت موسیٰ کو عرش کا پایہ پکڑے ہوئے پاؤں گا۔ معلوم نہیں آپ مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا طور پر بے ہوشی کے بدلے بے ہوش ہی نہیں ہوئے۔ موقف میں جب حق تعالیٰ فیصلے کے لئے آئے گا اور اس کے نور سے زمین جگمگا اٹھے گی، اسوقت بھی سب بے ہوش ہو جائیں گے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ آپ انھیں چھوڑ دیں جب تک کہ وہ اپنا وہ دن نہ پالیں۔ جس میں بے ہوش ہو جائیں گے۔ پس اگر یہ بے ہوشی موت ہے تو ایک نئی موت لازم آتی ہے۔ علماء کی ایک جماعت کا ذہن اس کی طرف منتقل ہوا ہے۔ چنانچہ قرطبی کا قول ہے کہ بظاہر اس حدیث سے بے ہوشی مراد ہے موت مراد نہیں۔ ہمارے شیخ احمد بن عمرو کا بیان ہے کہ بظاہر دوسری بار نفخ صور کے بعد یہ بے ہوشی ہوگی۔ اور قرآن کی آیت کا تقاضہ ہے کہ یہ استثناء بیہوشی والے نفخ صور کے بعد ہے۔ اسی بنا پر بعض علماء نے کہا ہے کہ ممکن ہے حضرت موسیٰ فوت ہی نہ ہوئے ہوں مگر یہ غلط ہے۔ قاضی عیاض کا قول ہے۔ ممکن ہے اس بے ہوشی سے قبروں سے اٹھنے کے بعد موقف کی

کی گھبراہٹ کی بے ہوشی مراد ہو۔ جب آسمان و زمین شق ہو رہے ہوں گے۔ لیکن قرطبی نے کہا ہے کہ قاضی صاحب کا یہ قول غلط ہے جس کی غلطی حدیث کے ان الفاظ سے ثابت ہوتی ہے کہ جب آپ اپنی قبر سے باہر آئیں گے تو حضرت موسیٰ کو عرش کا پایہ پکڑے ہوئے پائیں گے۔ یہ حال گھبراہٹ میں ڈال دینے والے نفخ صور کے وقت ہوگا۔

موت عدم نہیں ہے بلکہ انتقال مکانی ہے

ہمارے شیخ احمد بن عمر وکا بیان ہے کہ یہ پیچیدگی انشاء اللہ اس بیان سے حل ہو جائے گی کہ موت عدم نہیں ہے بلکہ انتقال مکانی ہے۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ شہید قتل و موت کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں۔ کھاتے پیتے ہیں، اللہ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اور دنیا کے احباب و اقارب سے بھی خوش ہوتے ہیں پھر جب شہیدوں کی برزخی زندگی ہے تو انبیا بدرجۂ اولیٰ اس کے حقدار ہیں مزید براں رحمت عالم ؐ سے ثابت ہے کہ زمین انبیا کے جسم نہیں کھاتی۔ اور یہ بھی کہ شب اسرا میں آپ بیت المقدس میں نبیوں کے اجتماع میں شریک ہوئے اور آسمان میں بھی نبیوں سے ملے خصوصاً حضرت موسیٰ سے۔ اور یہ بھی کہ آپ نے فرمایا جو مسلمان مجھے سلام کرتا ہے حق تعالیٰ اس کے سلام کا جواب دینے کے لئے میری روح مجھ پر لوٹا دیتا ہے۔ وغیرہ۔ ان تمام باتوں سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ انبیا برزخی زندگی سے زندہ ہیں، اب جبکہ ان کی زندگی ثابت ہوگئی تو جب بے ہوشی کا صور پھونکا جائے گا تو تمام آسمان و زمین والے بے ہوش ہو جائیں گے بجز ان کے جنھیں اللہ ان کی سابق حالت پر برقرار رکھے۔ لہٰذا غیر انبیا کی بے ہوشی تو موت ہے اور انبیا صرف بے ہوش ہوں گے۔ پھر جب زندگی بعد الموت کا صور پھونکا جائے گا تو مرنے والے زندہ ہو جائیں گے اور انبیا کو ہوش آجائے گا۔ اسی وجہ سے آپ نے ایک صحیح حدیث میں فرمایا کہ سب سے پہلے مجھے ہوش آئے گا۔ لہٰذا ہمارے محبوب نبی حضرت موسیٰ کے علاوہ سب سے پہلے اپنی قبر سے باہر تشریف لائیں گے۔ آپ کو حضرت موسیٰ کے بارے میں تردد ہے کہ آیا وہ اپنی سابق حالت پر برقرار رہے اور بے ہوش ہی نہیں ہوئے۔ یا بے ہوش تو ہوئے مگر آپ سے پہلے ہوش میں آگئے۔ اس سے حضرت موسیٰ کی بڑی فضیلت ثابت ہوئی۔ لیکن ایک فضیلت سے ان کا ہمارے نبی سے افضل ہونا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ جزوی فضیلت کلی فضیلت کو لازم نہیں۔" قرطبی:۔ اگر حدیث سے قیامت کے دن موقف والی بے ہوشی مراد ہو تو کوئی پیچیدگی نہیں۔ اور اگر اس سے نفخ صور والی موت مراد ہو تو قیامت کا ذکر باعتبار آثار قیامت کے ہے۔ کیونکہ نفخ صور سے قیامت کی ابتدا ہو جائے گی۔ اس صورت میں یہ معنے ہوں گے کہ جب زندگی بعد الموت کا صور پھونکا جائے گا تو سب سے پہلے میں سر اٹھاؤں گا۔ اور حضرت موسیٰ کو عرش کا پایہ پکڑے ہوئے پاؤں گا۔" میری رائے میں نفخ صور والی موت مراد نہیں ہے۔ چونکہ رحمت عالم ؐ کو اس میں تردد ہوا کہ حضرت موسیٰ بے ہوش ہوئے یا نہیں۔ اور آپ نے یہ فرمایا کہ مجھے سب سے پہلے ہوش آئے گا معلوم ہوا کہ آپ کو سب سے پہلے ہوش آئے گا۔ اگر حدیث سے موت کی بے ہوشی مراد ہوتی تو آپ کو اپنی موت کا یقین اور حضرت موسیٰ

Marfat.com

کی موت میں تردد ہوتا۔ لیکن یہ بات بہت سی دلیلوں سے غلط ہے۔ معلوم ہوا کہ یہاں موت مراد نہیں ہے۔ بلکہ موقف والی بے ہوشی مراد ہے۔ اس صورت میں آیت سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ موت والے صور سے روحیں مرجائیں گی ہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام زندہ مخلوق مرجائے گی لیکن جو پہلے مرچکے یا جن پر موت نہیں اس آیت سے ان پر موت ثابت نہیں ہوتی۔

ایک پیچیدگی اور اس کا جواب

اگر کہا جائے کہ ایک حدیث کے یہ الفاظ ہیں کہ لوگ قیامت کے دن بے ہوش ہو جائیں گے۔ پھر سب سے پہلے زمین پھٹے گی، پھر میں حضرت موسیٰ کو عرش کا پایہ پکڑے ہوئے پاؤں گا ان الفاظ سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ یہاں موت والی بے ہوشی مراد ہے۔ اس کا یہ جواب ہے کہ بے شک حدیث کے یہی الفاظ ہیں اور ان سے پیچیدگی پیدا ہوتی ہے۔ مگر اس میں راوی نے دو حدیثوں کے الفاظ جمع کر دیئے ہیں۔ وہ دونوں حدیثیں مندرجہ ذیل ہیں (۱) لوگ قیامت کے دن بے ہوش ہوں گے اور سب سے پہلے مجھے ہوش آئے گا (۲) میں وہ پہلا شخص ہوں، جس پر قیامت کے دن زمین پھٹے گی۔ چنانچہ ترمذی کی ابوسعید خدری والی حدیث میں ہے کہ میں قیامت کے دن تمام بنی نوع انسان کا سردار ہوں گا۔ اس پر مجھے کوئی فخر نہیں ہوگا اور میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا۔ جس پر مجھے کوئی فخر نہیں ہوگا۔ اور اس دن تمام انبیاء میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ اور میں وہ پہلا شخص ہوں، جس پر زمین پھٹے گی اس پر مجھے کچھ فخر نہ ہوگا"۔ چنانچہ راوی نے دونوں حدیثیں جمع کر کے بیان کر دیں۔ یہ قول ہمارے شیخ ابوالحجاج حافظ جمال الدین مزی محدث شام کا ہے۔

دوسری پیچیدگی اور اس کا حل

اگر کہا جائے کہ حدیث کے ان الفاظ کو کیا کرو گے "معلوم نہیں حضرت موسیٰ مجھ سے پہلے ہوش میں آئے یا ان میں سے ہیں جنھیں اللہ نے مستثنیٰ فرمایا ہے۔ ظاہر ہے کہ استثنا موت والی بے ہوشی سے ہے۔ موقف والی بے ہوشی سے نہیں۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا اور صور پھونکا جائے گا پھر اس سے تمام آسمان و زمین والے بے ہوش ہو جائیں گے مگر جنھیں اللہ چاہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث کے یہ الفاظ غیر محفوظ ہیں اور کسی راوی کے وہم پر مبنی ہیں۔ جن الفاظ پر صحیح روایتوں کی موافقت ہے اور وہ محفوظ ہیں، وہ یہ ہیں: "معلوم نہیں حضرت موسیٰ مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا طور کی بے ہوشی کے بدلے بے ہوش ہی نہیں ہوئے"۔ لیکن کسی راوی نے یہ خیال کیا کہ یہاں موت والی بے ہوشی مراد ہے اور موسیٰ ان میں شامل ہیں جنھیں مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔ مگر یہ مطلب سیاق حدیث کے سراسر خلاف ہے۔ کیونکہ اس صورت میں افاقہ سے زندگی بعد الموت والا افاقہ مراد ہوگا تو آپ کا یہ قول غلط ہو جائے گا کہ معلوم مجھ سے پہلے ہوش میں آئے (زندہ کیے گئے) یا طور کی بے ہوشی کے بدلے بے ہوش ہی نہیں ہوئے (مرے نہیں) یہ مقام بڑے غور و فکر کا ہے۔ اسلئے سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہیے اور ہمارے بتائے ہوئے

Marfat.com

مطلب کو خوب ذہن نشین کر لینا چاہیے۔

پانچواں باب

اجسام سے جدا ہونے کے بعد روحیں کس طرح پہچانی جاتی ہیں ؟

اجسام سے جدا ہونے کے بعد روحیں کس طرح پہچانی جاتی ہیں کہ ان میں باہمی تعارف و ملاقات ہو ؟ کیا جدا ہونے کے بعد روحوں کی اجسام والی صورتیں ہوتی ہیں۔ یا دیگر صورتیں ہوتی ہیں۔؟ اس مسئلہ پر غالباً آجتک کسی نے روشنی نہیں ڈالی۔ اور نہ اس سلسلے میں کسی کتاب میں کوئی مفید یا غیر مفید مضمون لکھا گیا ان کے اصول پر جو روحوں کو مادے اور اس کی آلودگی سے مجرد مانتے ہیں۔ اور یہ بھی کہ روحیں نہ عالم کے اندر ہیں نہ باہر۔ اور یہ بھی کہ ان کی کوئی شکل و صورت اور سائز نہیں۔ اس سوال کا کوئی جواب نہیں۔ علاوہ ازیں ان کے عقائد پر بھی کوئی جواب نہیں جو روحوں کو عوارض اجسام سے مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان میں تشخص و امتیاز اجسام ہی کے ساتھ ہوتا ہے۔ لہٰذا موت کے بعد ان میں کوئی امتیاز و تشخص نہیں رہتا بلکہ دیگر عوارض کی طرح ان کا وجود ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اور عدم کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں ڈوب جاتی ہیں۔ البتہ اہل سنت کے اصول پر اور اس بات کے ماننے پر کہ روح بالذات ایک مستقل چیز ہے جو آتی جاتی ہے چڑھتی اترتی ہے، متصل و منفصل ہوتی ہے اندر باہر آتی جاتی ہے اور اس میں حرکت و سکون پایا جاتا ہے۔ اس کا جواب ہے جس پر قرآن و حدیث سے اور قیاس و عقل سے سو سے اوپر دلائل قائم ہیں۔ ہم نے اپنی بڑی کتاب معرفتہ الرّوح والنفس میں اس پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ اور مخالفوں کی رائے کی غلطی بہت سے دلائل سے ثابت کی ہے۔ اور یہ بھی ثابت کیا ہے کہ جو ہماری رائے نہیں مانتے وہ اپنے نفسوں سے نا آشنا ہیں۔

روح کے اوصاف قرآن حکیم سے ثابت ہے کہ روح اندر باہر آتی جاتی ہے۔ روح کو قبض کیا اور اٹھا لیا جاتا ہے۔ اور روح اپنے مستقر کی طرف چڑھتی ہے اور اس کے لئے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے یا بند کر دیئے جاتے ہیں ولو تری اذ الظالمون فی غمرات الخ۔ کاش آپ دیکھتے جب ظالم سکرات موت میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں اور فرشتے ان کی طرف ہاتھ پھیلا کر کہتے ہیں اپنی روحیں نکالو۔ فرمایا۔ یا ایتہا النفس المطمئنۃ الخ اے مطمئن روح اپنے رب کی طرف لوٹ جا۔ تو بھی اس سے خوش ہے اور وہ بھی تجھ سے خوش ہے۔ لہٰذا میرے بندوں میں اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب روح جسم سے الگ کی جاتی ہے، فرمایا۔ ونفس وما سواہا الخ۔ روح کی اور روح کو ٹھیک ٹھاک کرنے والے کی قسم جس نے اس کے دل میں اس کی برائی اور بھلائی ڈالی۔ یہاں حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے بدن کی طرح روح بھی ٹھیک ٹھاک کی۔

فرمایا اَلَّذِیْ خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ الخ جس نے تجھے بنایا پھر ٹھیک ٹھاک کیا پھر برابر کیا، بلکہ بدن کو اس لئے درست کیا کہ روح کا قالب بن جائے لہٰذا بدن کا درست کرنا روح کے درست کرنے کے تابع ہے۔ کیونکہ بدن روح کا محل ہے جیسے قالب کسی چیز کا محل ہوتا ہے جس میں وہ چیز ڈھالی جاتی ہے معلوم ہوا کہ روح کی بھی شکل و صورت ہے اور بدن سے مل کر حسّی صورت اختیار کرلیتی ہے جس سے انسان ایک دوسرے سے ممتاز ہو جاتا ہے کیونکہ بدن کی طرح روح بھی متاثر و منفعل ہوتی ہے اور جسم پاکیزہ یا گندی روح سے پاکیزگی یا گندگی حاصل کرتا ہے لہٰذا بدن و روح میں جس قدر ربط و تناسب اور تاثیر و انفعال ہے ایسا کسی جوڑے میں نہیں۔ اسی وجہ سے جدا ہونے کے وقت اس سے کہا جاتا ہے کہ اے پاکیزہ روح جو پاکیزہ جسم میں ہے، اور اے گندی روح جو گندے جسم میں ہے نکل آ۔ اسی طرح حق تعالیٰ نے فرمایا۔ اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ الخ اللہ موت کے وقت روحیں پوری پوری لے لیتا ہے اور جن کی موت نہیں انھیں خواب میں لے لیتا ہے۔ پھر جن پر موت کا فیصلہ ہو چکا انھیں روک لیتا ہے اور دوسری روحوں کو ایک مقررہ مدت تک کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ اس آیۃ میں روحوں کے بارے میں کہا گیا انھیں اٹھایا جاتا ہے، روکا جاتا ہے، اور چھوڑا جاتا ہے۔ جیسے پہلی آیتوں میں کہا گیا تھا کہ وہ داخل ہوتی ہیں خارج ہوتی ہیں لوٹتی ہیں اور انھیں درست کیا جاتا ہے۔ رحمت عالمؐ نے بتایا کہ جب قبض کئے جانے کے بعد روح اوپر چڑھتی ہے تو مرنے والے کی آنکھ اسے دیکھتی ہے اور یہ بھی بتایا کہ ملک الموت روح قبض کرتے ہیں پھر ان کے ہاتھ سے فرشتے لے لیتے ہیں، پھر اس سے مشک سے بھی زیادہ پیاری خوشبو نکلتی ہے یا سڑی ہوئی لاش کی بدبو سے بھی زیادہ بدبو نکلتی ہے۔ ظاہر ہے کہ عوارض کی نہ بو ہوتی ہے نہ انھیں روکا جاتا ہے اور نہ انھیں ہاتھ میں لیا جاتا ہے۔ اور یہ بھی بتایا کہ روح آسمان کی طرف چڑھتی ہے۔ اسے آسمان و زمین کے درمیان کا ایک ایک فرشتہ نماز پڑھتا ہے اسکے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ پھر ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک چڑھتی ہوئی اس آسمان پر پہنچ جاتی ہے جہاں حق تعالیٰ ہے۔ پھر اس کے سامنے کھڑی کر دی جاتی ہے اور حق تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ اس کا نام علیین میں یا سجین والوں کے رجسٹر میں لکھ لیا جائے۔ پھر زمین کی طرف لوٹا دی جاتی ہے اور کافر کی روح پٹخ دی جاتی ہے۔ اور یہ بھی کہ روح قبر میں سوال کے لئے بدن کے ساتھ داخل ہوتی ہے رحمت عالمؐ نے یہ بھی بتایا کہ مومن کی روح پرندہ ہے جو جنت کے درختوں کے پھل کھاتا رہتا ہے۔ جب تک حق تعالیٰ پھر اسے اس کے جسم میں نہ لوٹائے۔ اور یہ بھی بتایا کہ شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہیں۔ جو جنت کی نہروں پر آتی جاتی ہیں اور جنت کے پھل کھاتی ہیں اور یہ بھی بتایا کہ روح پر برزخ میں قیامت تک عذاب و ثواب ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ نے قوم فرعون کی روحوں کے بارے میں فرمایا کہ انھیں قیامت تک صبح و شام آگ پر پیش کیا جاتا رہے گا۔ شہیدوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور کھاتے پیتے

ہیں۔ اس زندگی سے روحوں کی زندگی مراد ہے۔ اور انھیں برابر غذا مل رہی ہے۔ ورنہ ان کے جسم تو کبھی کے فنا ہو چکے۔ پھر آپ نے اس زندگی کی یہ تفسیر بیان فرمائی کہ ان کی روحیں سبز پرندوں کے جوف میں ہیں جن کے لئے عرش کے نیچے قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں۔ وہ جنت میں چرتی پھرتی ہیں پھر ان چراغوں میں آکر بسیرا کرتی ہیں پھر ان کا رب انھیں جھانک کر پوچھتا ہے کچھ خواہش ہے؟ کہتی ہیں کہ ہم تو جنت میں حسب مرضی چرتی پھرتی ہیں اب اور کیا خواہش ہوگی۔ حق تعالیٰ تین دفعہ بار بار یہی پوچھتا ہے۔ جب وہ دیکھتی ہیں کہ جواب دیئے بغیر چارا نہیں تو کہتی ہیں ہماری یہ خواہش ہے کہ ہمیں اپنے جسموں کی طرف لوٹا دیا جائے۔ تاکہ ہم دوسری دفعہ تیری راہ میں شہید ہو جائیں۔ آپ سے یہ بھی ثابت ہے کہ شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں میں ہیں اور جنت کے پھل کھاتی رہتی ہیں۔ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ رحمت عالمؐ نے فرمایا جنگ اُحد میں جب تمہارے بھائی شہید ہو گئے تو حق تعالیٰ نے ان کی روحیں سبز پرندوں کے پیٹوں میں رکھ دیں جو جنت کی نہروں اور پھلوں میں سے کھاتی پیتی ہیں۔ اور عرش کے سائے میں سونے کے چراغوں میں بسیرا کرتی ہیں۔ پھر جب انہوں نے اپنا پاکیزہ کھانا پینا اور آرام کی خوب صورت جگہ دیکھی تو کہنے لگیں کاش ہمارے بھائیوں کو بھی معلوم ہو جاتا کہ اللہ نے ہمارے لئے کیا نعمتیں فراہم کر رکھی ہیں تاکہ انھیں بھی جہاد کی رغبت ہو۔ اور لڑائی سے پیچھے نہ ہٹیں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا میں خبر کئے دیتا ہوں۔ چنانچہ اس نے اپنے رسول پر یہ آیت اتاری کہ تم انھیں جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ہیں مردہ نہ سمجھنا بلکہ وہ زندہ ہیں اور انھیں ان کے رب کے پاس سے روزی پہنچائی جاتی ہے (احمد) یہ روایت روحوں کے کھانے پینے، حرکت و انتقال اور بات چیت کرنے کے بارے میں صاف ہے۔ اس پر مزید روشنی ان شاء اللہ آگے آرہی ہے۔

روحوں میں تمیز و تشخص

کیا روحوں میں بھی تمیز و تشخص ہے؟ جب روحوں کے مذکورہ بالا اوصاف ہیں تو اجسام سے زیادہ ان میں تشخص و امتیاز ہے۔ بلکہ اجسام میں تو کبھی کبھی مشابہت پائی بھی جاتی ہے مگر روحوں میں قطعی مشابہت نہیں!

اس بیان کی مزید وضاحت

دیکھئے ہم نے انبیاء، صحابہ، اور ائمہ کے اجسام نہیں دیکھے۔ حالانکہ وہ ہمارے علم میں شخصی خصوصیات کے مالک ہیں۔ یہ امتیازی خصوصیات محض ان کے اجسام ہی کے نتائج نہیں۔ گو ان کے اجسام کی خصوصی صفتیں بتا دی گئی ہیں۔ بلکہ ان کی ارواح کی صفات و عوارض کے نتائج ہیں۔ صفات کے اعتبار سے اجسام سے زیادہ ارواح میں تشخص ہے۔ دیکھتے نہیں کہ مومن و کافر کے جسم بہت سی باتوں میں ملتے جلتے ہیں۔ لیکن روحوں میں عظیم ترین فرق و امتیاز ہے۔ دو حقیقی بھائیوں کے اعضاء میں کافی مشابہت ہوتی ہے مگر اس سے زیادہ ان کی روحوں میں فرق ہوتا ہے اگر یہ دونوں روحیں اپنے اپنے بدنوں سے جدا ہو جائیں تو ان کا باہمی تمیز و فرق صاف ظاہر ہوگا۔ اب میں تمہیں ایک ایسی بات بتاتا ہوں کہ جب تم اجسام و ارواح کے

Marfat.com

کے حالات پر غور کرو گے تو اس کا آنکھوں جیسا مشاہدہ کر لو گے۔ اکثر بری شکل و صورت کا جسم اسی کی مناسب شکل و صورت والی روح کی سواری ہوتا ہے۔ اور اگر بدن میں کوئی آفت ہوتی ہے تو اسی کے مناسب آفت روح میں بھی ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے ارباب فراست اجسام کے اشکال و احوال سے روحوں کے حالات معلوم کر لیتے ہیں۔ امام شافعی سے اس سلسلے میں عجائبات منقول ہیں۔ اسی طرح اکثر خوب صورت شکل و صورت اور لطیف ترکیب والے جسم سے جو روح وابستہ ہے وہ بھی حسین و خوب صورت اور لطیف و پاکیزہ ہوگی۔ بشرطیکہ موانعات نہ ہوں۔ جب ارواح علویہ اور ارواح سفلیہ بلا جسم کے امتیازی خصوصیات کی مالک ہیں تو ارواح بشریہ بدرجۂ اولی مالک ہونگی

چھٹا باب

کیا سوال کے وقت قبر میں مردے کی طرف روح لوٹائی جاتی ہے۔؟

رحمت عالم ﷺ نے تفصیلی روشنی ڈال کر ہمیں لوگوں کے اقوال سے بے نیاز کر دیا ہے۔ اور روح کے لوٹائے جانے کی صراحت فرمادی ہے۔ براء بن عازب کا بیان ہے کہ ہم بقیع الغرقد میں ایک جنازے کے ہمراہ تھے۔ رحمت عالم بھی تشریف لاکر بیٹھ گئے۔ ہم بھی آپ کے آس پاس خاموش بیٹھ گئے۔ میت کی لحد کھودی جا رہی تھی۔ آپ نے تین بار قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگی۔ پھر فرمایا کہ جب انسان آخرت میں داخل ہونے والا ہوتا ہے اور دنیا میں اس کی آخری سانسیں ہوتی ہیں تو اس کے پاس خورشید جیسے چمکیلے چہروں والے فرشتے اتر کر آتے ہیں جو اس کی حد نگاہ تک ہوتے ہیں۔ پھر ملک الموت آکر اس کے سرہانے بیٹھ کر فرماتے ہیں اے پاکیزہ روح اللہ کی بخشش و رضا کی طرف نکل۔ چنانچہ وہ اس طرح آسانی سے نکل آتی ہے جیسے مشک کے منہ سے قطرہ نکل آتا ہے۔ ملک الموت اسے لے لیتے ہیں۔ ان کے لیتے ہی فرشتے ایک سکنڈ کے لئے بھی ان کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے۔ اور ان سے لے کر جنتی کفن و خوشبو میں اسے لپیٹ لیتے ہیں۔ اس روح سے مشک سے بھی زیادہ پیاری خوشبو پھوٹ پڑتی ہے پھر فرشتے اس کو لے کر چڑھتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گذرتے ہیں وہی پوچھتے ہیں کہ یہ پاکیزہ روح کس کی ہے۔ لانے والے فرشتے اس کا دنیوی سب سے اچھا نام لے کر بتاتے ہیں کہ یہ روح فلاں بن فلاں کی ہے۔ یہاں تک کہ اسے دنیوی آسمان تک لے کر پہونچ جاتے ہیں اور اس کے لئے دروازہ کھلواتے ہیں۔ آخر دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ اور اس آسمان کے تمام مقرب فرشتے دوسرے آسمان تک اسے رخصت کرتے ہیں۔ اسی طرح اس آسمان تک لیکر پہونچ جاتے ہیں جس پر حق تعالے ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے کی کتاب علیین میں رکھ لو۔ (اعمالنامہ علیین میں رکھ دو) اور اسے زمین کی طرف ہی لوٹا دو۔ کیونکہ میں نے مٹی ہی سے انہیں پیدا کیا ہے اسی میں لوٹا دوں گا اور دوسری بار

اسی سے پیدا کر دوں گا۔ پھر اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے۔ پھر اس کے پاس دو فرشتے آ کر اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کہ تمہارا رب کون ہے۔ یہ جواب دیتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ پھر اس سے پوچھتے ہیں کہ تمہارا دین کیا ہے؟ یہ جواب دیتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے پھر اس سے پوچھتے ہیں کہ وہ جو تم میں مبعوث کئے گئے تھے کون ہیں۔ یہ جواب دیتا ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ پوچھتے ہیں کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں، یہ جواب دیتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اور اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔ مجھے اس سے آپ کی رسالت کا علم ہوا۔ پھر آسمان سے آواز آتی ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا۔ اس کے نیچے جنتی فرش بچھا دو۔ اور جنت کی کھڑکی کھول دو۔ پھر اس کی قبر میں جنت کی مہک اور خوشبو آنے لگتی ہے۔ اور اس کی قبر حدِ نگاہ تک فراخ کر دی جاتی ہے پھر اس کے پاس ایک نہایت حسین و جمیل مہکتے ہوئے خوب صورت لباس والا ایک شخص آ کر کہتا ہے کہ ایک مسرت انگیز خبر سنیئے۔ آج کا وہ دن ہے جس کا آپ سے دنیا میں وعدہ کر لیا گیا تھا۔ یہ پوچھتا ہے کہ آپ کون ہیں آپ کے تو چہرے ہی سے بشارت ٹپک رہی ہے۔ یہ شخص جواب دیتا ہے کہ میں آپ کا نیک عمل ہوں۔ یہ سن کر وہ دعا مانگتا ہے کہ اے رب قیامت قائم فرما تاکہ میں اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹوں۔ اسی طرح کافر جب دنیا سے کٹنے والا اور آخرت میں داخل ہونے والا ہوتا ہے تو کالے بھٹ چہروں والے فرشتے آسمان سے اتر کر اس کے پاس آتے ہیں ان کے ہاتھوں میں ٹاٹ ہوتا ہے یہ اس کی حدِ نگاہ تک ہوتے ہیں۔ پھر ملک الموت آ کر اس کے سرہانے بیٹھ کر فرماتے ہیں کہ اے گندی روح اللہ کے قہر و غضب کی طرف نکل۔ مگر روح اس کے جسم کے گوشے گوشے میں پھیل جاتی ہے۔ پھر ملک الموت اسے کھینچتے ہیں جیسے تر روئی سے سلاخ کھینچی جاتی ہے۔ اور اسے پکڑ لیتے ہیں۔ مگر فرشتے ایک سکنڈ کے لئے بھی ان کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے اور ان سے لے کر ٹاٹ میں لپیٹ دیتے ہیں اس سے انتہائی سڑی ہوئی لاش کی بدبو کی طرح بدبو نکلتی ہے۔ پھر اسے لے کر چڑھتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت سے گذرتے ہیں وہی پوچھتی ہے کہ یہ گندی روح کس کی ہے۔ یہ اس کا سب سے برا دنیوی نام لے کر بتاتے ہیں کہ یہ روح فلاں ابن فلاں کی ہے۔ یہاں تک کہ اسے لے کر پہلے آسمان تک جا پہنچتے ہیں اور دروازہ کھلواتے ہیں مگر دروازہ نہیں کھولا جاتا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ الخ ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے اور وہ جنت میں نہیں جائیں گے۔ جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل نہ ہو (یہ ناممکن ہے لہٰذا ان کا جنت میں جانا بھی ناممکن ہے) حق تعالیٰ فرماتا ہے ان کا اعمالنامہ سجین میں سب سے نیچے کی زمین

کے حالات پر غور کرو گے تو اس کا آنکھوں جیسا مشاہدہ کرو گے۔ اکثر بری شکل وصورت کا جسم اسی کی مناسب شکل وصورت والی روح کی سواری ہوتا ہے۔ اور اگر بدن میں کوئی آفت ہوتی ہے تو اسی کے مناسب آفت روح میں بھی ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے ارباب فراست اجسام کے اشکال واحوال سے روحوں کے حالات معلوم کر لیتے ہیں۔ امام شافعی سے اس سلسلے میں عجائبات منقول ہیں۔ اسی طرح اکثر خوب صورت شکل وصورت اور لطیف ترکیب والے جسم سے جو روح وابستہ ہے وہ بھی حسین وخوب صورت اور لطیف وپاکیزہ ہوگی۔ بشرطیکہ موانعات نہ ہوں۔ جب ارواح علویہ اور ارواح سفلیہ بلا جسم کے امتیازی خصوصیات کی مالک ہیں تو ارواح بشریہ بدرجۂ اولیٰ مالک ہونگی

چھٹا باب

کیا سوال کے وقت قبر میں مردے کی طرف روح لوٹائی جاتی ہے۔؟

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تفصیلی روشنی ڈال کر ہمیں لوگوں کے اقوال سے بے نیاز کر دیا ہے۔ اور روح کے لوٹائے جانے کی صراحت فرما دی ہے۔ براء بن عازب کا بیان ہے کہ ہم بقیع الغرقد میں ایک جنازے کے ہمراہ تھے۔ رحمت عالم بھی تشریف لا کر بیٹھ گئے۔ ہم بھی آپ کے آس پاس خاموش بیٹھ گئے۔ میت کی لحد کھودی جا رہی تھی۔ آپ نے تین بار قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگی۔ پھر فرمایا کہ جب انسان آخرت میں داخل ہونے والا ہوتا ہے اور دنیا میں اس کی آخری سانسیں ہوتی ہیں تو اس کے پاس خورشید جیسے چمکیلے چہروں والے فرشتے اتر کر آتے ہیں جو اس کی حد نگاہ تک ہوتے ہیں۔ پھر ملک الموت آ کر اس کے سرہانے بیٹھ کر فرماتے ہیں اے پاکیزہ روح اللہ کی بخشش ورضا کی طرف نکل۔ چنانچہ وہ اس طرح آسانی سے نکل آتی ہے جیسے مشک کے منہ سے قطرہ نکل آتا ہے۔ ملک الموت اسے لے لیتے ہیں۔ ان کے لیتے ہی فرشتے ایک سکنڈ کے لئے بھی ان کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے۔ اور ان سے لے کر جنتی کفن وخوشبو میں اسے لپیٹ لیتے ہیں۔ اس روح سے مشک سے بھی زیادہ پیاری خوشبو پھوٹ پڑتی ہے پھر فرشتے اس کو لے کر چڑھتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گذرتے ہیں وہی پوچھتے ہیں کہ یہ پاکیزہ روح کس کی ہے۔ لانے والے فرشتے اس کا دنیوی سب سے اچھا نام لے کر بتلاتے ہیں کہ یہ روح فلاں بن فلاں کی ہے۔ یہاں تک کہ اسے دنیوی آسمان تک لے کر پہونچ جاتے ہیں اور اس کے لئے دروازہ کھلواتے ہیں۔ آخر دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ اور اس آسمان کے تمام مقرب فرشتے دوسرے آسمان تک اسے رخصت کرتے ہیں۔ اسی طرح اس آسمان تک لیکر پہونچ جاتے ہیں جس پر حق تعالیٰ ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے کی کتاب علیین میں رکھ لو۔ (اعمالنامہ علیین میں رکھ دو) اور اسے زمین کی طرف ہی لوٹا دو۔ کیونکہ میں نے مٹی ہی سے انہیں پیدا کیا ہے اسی میں لوٹا دوں گا اور دوسری بار

اسی سے پیدا کروں گا۔ پھر اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے۔ پھر اس کے پاس دو فرشتے آکر اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کہ تمہارا رب کون ہے۔ یہ جواب دیتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ پھر اس سے پوچھتے ہیں کہ تمہارا دین کیا ہے؟ یہ جواب دیتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے پھر اس سے پوچھتے ہیں کہ وہ جو تم میں مبعوث کئے گئے تھے کون ہیں۔ یہ جواب دیتا ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں، پوچھتے ہیں کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں یہ جواب دیتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اور اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔ مجھے اس سے آپ کی رسالت کا علم ہوا۔ پھر آسمان سے آواز آتی ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا۔ اس کے نیچے جنتی فرش بچھا دو۔ اور جنت کی کھڑکی کھول دو۔ پھر اس کی قبر میں جنت کی مہک اور خوشبو آنے لگتی ہے۔ اور اس کی قبر حدِ نگاہ تک فراخ کر دی جاتی ہے پھر اس کے پاس ایک نہایت حسین وجمیل مہکتے ہوئے خوب صورت لباس والا ایک شخص آکر کہتا ہے کہ ایک مسرت انگیز خبر سنیئے۔ آج کا وہ دن ہے جس کا آپ سے دنیا میں وعدہ کر لیا گیا تھا۔ یہ پوچھتا ہے کہ آپ کون ہیں آپ کے تو چہرے ہی سے بشارت ٹپک رہی ہے۔ یہ شخص جواب دیتا ہے کہ میں آپ کا نیک عمل ہوں۔ یہ سن کر وہ دعا مانگتا ہے کہ اے رب قیامت قائم فرما تاکہ میں اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹوں۔ اسی طرح کافر جب دنیا سے کٹنے والا اور آخرت میں داخل ہونے والا ہوتا ہے تو کالے بھجٹ چہروں والے فرشتے آسمان سے اتر کر اس کے پاس آتے ہیں ان کے ہاتھوں میں ٹاٹ ہوتی ہے یہ اس کی حدِ نگاہ تک ہوتے ہیں۔ پھر ملک الموت آکر اس کے سرہانے بیٹھ کر فرماتے ہیں کہ اے گندی روح اللہ کے قہر و غضب کی طرف نکل۔ مگر روح اس کے جسم کے گوشے گوشے میں پھیل جاتی ہے۔ پھر ملک الموت اسے کھینچتے ہیں جیسے تر روئی سے سلاخ کھینچی جاتی ہے۔ اور اسے پکڑ لیتے ہیں۔ مگر فرشتے ایک سکنڈ کے لئے بھی ان کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے اور ان سے لے کر ٹاٹ میں لپیٹ دیتے ہیں اس سے انتہائی سڑی ہوئی لاش کی بدبو کی طرح بدبو نکلتی ہے۔ پھر اسے لے کر چڑھتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت سے گذرتے ہیں وہی پوچھتی ہے کہ یہ گندی روح کس کی ہے۔ یہ اس کا سب سے بُرا دنیوی نام لے کر بتلاتے ہیں کہ یہ روح فلاں بن فلاں کی ہے۔ یہاں تک کہ اسے لے کر پہلے آسمان تک جا پہنچتے ہیں اور دروازہ کھلواتے ہیں مگر دروازہ نہیں کھولا جاتا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ الخ۔ ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے اور وہ جنت میں نہیں جائیں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل نہ ہو (یہ ناممکن ہے لہٰذا ان کا جنت میں جانا بھی ناممکن ہے) حق تعالیٰ فرماتا ہے ان کا اعمالنامہ سجّین میں سب سے نیچے کی زمین

میں لکھ لو۔ پھر اس کی روح اوپر ہی سے پھینک دی جاتی ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ وَمَن یُشْرِکْ بِاللّٰہِ اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے گویا وہ آسمان سے گر پڑا۔ اس اب خواہ پرندے اچک لیں یا ہوا کہیں دور لے جاکر پھینک دے۔ پھر اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے پھر دو فرشتے اس کے پاس آکر پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے یہ جواب دیتا ہے ہائے ہائے مجھے معلوم نہیں۔ پوچھتے ہیں وہ کون ہیں جو تم میں مبعوث کئے گئے تھے۔ یہ جواب دیتا ہے ہائے ہائے مجھے معلوم نہیں۔ پھر آسمان سے آواز آتی ہے کہ میرا بندہ جھوٹا ہے اس کے نیچے آگ کا فرش بچھا دو اور جہنم کی کھڑکی کھول دو۔ پھر اس کی قبر میں جہنم کی لپٹیں اور سخت گرم بو آنے لگتی ہے۔ اور اسے قبر اتنا دبوچتی ہے کہ ادھر کی پسلیاں اُدھر اور اُدھر کی اِدھر آجاتی ہیں۔ اور اس کے پاس بد صورت بدبودار اور برے کپڑوں میں ایک شخص آکر کہتا ہے۔ ایک بری خبر سن: آج کا وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ یہ پوچھتا ہے تو کون ہے؟ تیرے چہرے ہی سے برائی ٹپک رہی ہے۔ یہ جواب دیتا ہے کہ میں تیرا گندہ عمل ہوں پھر یہ دعا مانگتا ہے کہ اے رب قیامت قائم نہ کر۔ (احمد، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں ابتدائی حصہ ہے۔ ابوعوانہ) تمام اہلسنت والجماعت کی رائے اسی حدیث کے مطابق ہے۔

ابن حزم کی رائے اس سلسلے میں ابن حزم کی رائے ملاحظہ کیجئے۔ فرماتے ہیں:۔ جس کا یہ گمان ہے کہ قیامت سے پہلے مردہ قبر میں زندہ ہو جاتا ہے غلط ہے۔ کیونکہ قَالُوْا رَبَّنَا اَمَتَّنَا الخ اور کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ الخ سے اس گمان کی تردید ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر مردہ کا قبر میں زندہ ہونا مان لیا جائے تو بجائے دو کے تین موتیں اور تین حیاتیں لازم آتی ہیں۔ حالانکہ لازم غلط اور قرآن کے خلاف ہے ہاں اگر اللہ کسی کو کسی نبی کے معجزے سے زندہ کرے تو یہ اور بات ہے۔ جیسے موت کے ڈر سے ایک ہزار آدمی نکل کھڑے ہوئے تھے آخر اللہ نے انھیں مار دیا پھر زندہ کر دیا اسی طرح حضرت عُزیر بیت المقدس سے گذرے تو وہ اجڑا ہوا تھا انھیں تعجب ہوا کہ اب یہ شہر کیسے آباد ہوگا۔ آخر اللہ نے انھیں مار دیا پھر سو سال کے بعد زندہ کر دیا غرضیکہ جسے کسی دلیل نے خاص کر دیا وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ اسی طرح آیت اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ الخ سے بھی تردید ہوتی ہے۔ لہٰذا قرآن کی ان تینوں آیتوں کی رو سے معلوم ہوا کہ روحیں قیامت سے پہلے جسم میں نہیں لوٹتیں۔ اسی طرح رحمتِ عالم ؐ نے بتایا کہ آپ نے شب معراج میں، پہلے آسمان پر حضرت آدم کے دائیں جانب سعادتمندوں کی اور بائیں جانب بدنصیبوں کی روحیں دیکھیں۔ اور جب بدر کے دن مقتول کافروں کی لاشوں سے خطاب کیا تو انہوں نے آپ کی بات سن لی قبل اسکے کہ قبروں میں جائیں، اور صحابہ نے جب یہ کہا کہ ان کی تو لاشیں بھی سڑ چکیں تو آپ نے اس کی تردید نہیں فرمائی۔ اور بتایا کہ اس کے باوجود بھی یہ آپ کی باتیں سن رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ خطاب ارواح

Marfat.com

سے تھا اور روحیں آپ کی باتیں سُن رہی تھیں اور ان کے اجسام میں حس و شعور نہ تھا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔
کہ آپ قبر والوں کو نہیں سُنا سکتے لہٰذا سماع کی نفی قبر والوں کے (اجسام) سے ہے۔ یہ ایک ناقابلِ شک حقیقت ہے کہ
جن سے حق تعالیٰ نے سماع کی نفی کی ہے وہ ان کے علاوہ ہیں جن کے لیے رحمتِ عالمؐ نے سماع ثابت فرمایا ہے (نفی
اجسام کے لیے ہے اور اثبات ارواح کے لیے)۔ کسی صحیح حدیث سے یہ ثابت نہیں ہے کہ سوال کے وقت مُردوں
کی روحیں جسموں میں لوٹا دی جاتی ہیں، ورنہ ہم بھی اس کے قائل ہوتے۔ حدیث میں قبروں میں اجسام میں
روحیں لوٹانے کی زیادتی میں منہال بن عمرو منفرد ہیں۔ اور یہ قوی نہیں ہیں۔ شعبہ وغیرہ کے نزدیک
متروک ہیں۔ ان کے بارے میں مغیرہ بن مقسم ضبی (ایک امام) کا قول ہے کہ اسلام میں منہال کی شہادت جائز
نہیں جیسا کہ منقول ہے۔ تمام صحیح خبریں اس زیادتی کے خلاف ہیں۔ ہماری رائے کے مطابق صحابہ سے بھی یہی ثابت
ہے۔ چنانچہ صفیہ بنت شیبہ کا بیان ہے کہ ابن عمرؓ مسجد میں داخل ہوئے اور ابن زبیرؓ کی لاش پڑی ہوئی دیکھی
ان سے کہا گیا کہ اسماءؓ بنت ابی بکر بھی موجود ہیں۔ ابن عمرؓ نے حضرت اسماء کو تسلی و تشفی دی اور فرمایا کہ یہ لاشیں
کچھ نہیں اور روحیں اللہ کے پاس ہیں۔ حضرت اسماء نے جواب دیا کہ اللہ کے نبی حضرت یحییٰ کا سر ایک رنڈی کو
ہدیہ کے طور پر پیش کیا گیا تھا۔ ہماری تو کیا حقیقت ہے۔

ابن حزم کی رائے پر تنقید میرے خیال میں اس میں کچھ باتیں صحیح ہیں اور کچھ غلط ہیں۔ ان کا یہ کہنا کہ:۔
"قبر میں زندہ ہونے کی رائے غلط ہے" اگر اس سے دنیوی زندگی مراد ہے جس میں روح بدن سے قائم ہوتی ہے
اور اس میں تصرف و انتظام کرتی ہے اور بدن اس کی موجودگی میں کھانے پینے اور پہننے کا محتاج ہوتا ہے تو مُردے
کی ایسی زندگی کی رائے واقعی غلط ہے اور نہ صرف نص بلکہ عقل و حس بھی اس کا انکار کرتی ہے اور اگر اس سے
برزخی زندگی مراد ہے جو دنیوی زندگی کی طرح نہیں، تو قبر میں روح جسم کی طرف لوٹتی ہے۔ تاکہ امتحان لیا
جائے مگر یہ لوٹنا دنیوی لوٹنے کی طرح نہیں ہے۔ تو یہ رائے صحیح ہے۔ اور اسے غلط کہنے والا غلطی پر ہے۔ اور حدیث
کو جو ضعیف کہا گیا ہے اس کا جواب بھی انشاء اللہ آگے آرہا ہے۔ ابن حزم کی دلیل میں آیت قَالُوا رَبَّنَا أَمَتَّنَا الخ
سے جسم میں روح کے عارضی طور پر لوٹ آنے کی نفی نہیں ہوتی۔ جیسے اسرائیلی مقتول قتل کئے جانے کے
بعد عارضی طور پر زندہ کر دیا گیا تھا۔ پھر مر گیا تھا۔ لہٰذا سوال کے لیے یہ عارضی زندگی ناقابلِ اعتبار تھی۔ کیونکہ
وہ ذرا سی دیر کے لیے زندہ کیا گیا تھا۔ کہ اس نے یہ بتا دیا کہ مجھے فلاں نے قتل کیا ہے۔ اور یہ بتا کر پھر فوت
ہو گیا۔ مزید براں روح کو جسم میں لوٹا دینے سے مستقل زندگی لازم نہیں آتی۔ بلکہ جسم سے ایک قسم کا تعلق پیدا
ہو جاتا ہے اور روح کا تعلق اپنے جسم سے برابر قائم رہتا ہے۔ گو جسم بوسیدہ اور ریزہ ریزہ ہو کر خاک میں مل کر بے نام
و نشان ہو جائے۔

Marfat.com

جسم سے روح کے تعلقات روح کے جسم سے پانچ قسم کے تعلقات ہیں اور ہر تعلق کا جداگانہ حکم ہے (۱) رحم میں جنین میں بھی روح کا جسم سے تعلق ہو جاتا ہے (۲) دوسرا تعلق دنیا میں آنے کے بعد ہوتا ہے (۳) تیسرا تعلق نیند کی حالت میں ہوتا ہے کہ جسم سے ایک صورت سے تعلق بھی ہے اور ایک صورت سے مفارقت بھی۔ (۴) چوتھا تعلق برزخ میں ہوتا ہے۔ کیونکہ اگرچہ مرنے کے بعد روح جسم سے علیحدہ ہو کر آزاد ہو جاتی ہے مگر ایسی علیحدگی نہیں ہوتی ہے کہ ذرا سا بھی تعلق باقی نہ رہے۔ ہم شروع میں قبر میں روح کے لوٹائے جانے کی حدیثیں بیان کر چکے کہ جب مردے کو کوئی سلام کرتا ہے تو سلام کا جواب دینے کے لئے اس کی روح لوٹا دی جاتی ہے۔ یہ ایک خاص قسم کا لوٹایا جانا ہے جو قیامت سے پہلے بدن کی زندگی کو لازم نہیں۔ (۵) پانچواں تعلق زندگی بعد الموت کے بعد ہوگا جو سب سے گہرا اور مکمل تعلق ہوگا جس کے سامنے پہلی قسم کے چاروں تعلق ہیچ ہوں گے۔ کیونکہ یہ ایسا تعلق ہوگا جس کے ہوتے ہوئے نہ موت آئے گی نہ نیند اور نہ بدن میں کسی قسم کا کوئی تغیر پیدا ہوگا۔

ابن حزم کی پہلی دلیل کا جواب ابن حزم نے جو آیۃ فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ (پھر اس روح کو روک لیتا ہے جس پر موت کا فیصلہ ہو چکا) پیش کی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ روح کو روک لینا مردے کے جسم میں عارضی طور پر کسی وقت روح کو لوٹائے جانے کے خلاف نہیں۔ کیونکہ اس لوٹائے جانے سے دنیوی زندگی لازم نہیں آتی

سونے والے کی مثال سونے والے کو دیکھو کہ وہ نہ زندہ ہوتا ہے اور نہ مردہ بلکہ درمیانی حالت میں ہوتا ہے۔ حالانکہ جسم میں روح باقی ہے اور زندہ کہلاتا ہے۔ لیکن اس کی زندگی بیداری کی زندگی سے مختلف ہے کیونکہ نیند موت کی سگی بہن ہے۔ ٹھیک اسی طرح جب روح لوٹا دی جاتی ہے تو اس کی درمیانی حالت ہوتی ہے نہ مردہ ہی ہوتا ہے اور نہ زندہ اور مردہ ہی کہلاتا ہے۔ صرف اسی ایک بات میں غور کر لیجئے بہت سی پیچیدگیاں دور ہو جائیں گی۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ خبر دی کہ آپ نے شب معراج انبیا دیکھے اس کے بارے

رحمت عالم کا معراج میں انبیا کو دیکھنا میں بعض اہل حدیث کا خیال ہے کہ آپ نے ان کے اجسام مع ارواح کے دیکھے۔ کیونکہ انبیا اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں۔ آپ نے خلیل اللہ کو بیت المعمور سے ٹیک لگائے دیکھا۔ کلیم اللہ کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ اور ان کے حلئے بیان فرمائے۔ حضرت موسیٰ کے بارے میں فرمایا کہ آپ گندم گوں اور طویل قسم کے آدمی ہیں جیسے قبیلۂ شنوءۃ کے آدمی ہوتے ہیں اور حضرت عیسیٰ کے بارے میں فرمایا کہ آپ کے سر سے پانی ٹپک رہا ہے جیسے ابھی نہا کر غسل خانے سے نکلے ہوں۔ اور فرمایا جس نے خلیل اللہ کو نہ دیکھا ہو وہ مجھے دیکھ لے۔ لیکن اکثر ارباب حدیث کا کہنا ہے کہ آپ نے انبیا کی صرف روحیں دیکھیں۔ کیونکہ ان کے جسم تو قبروں میں ہیں جو قیامت سے پہلے نہیں اٹھائے جائیں گے۔ ورنہ ان کا قیامت سے پہلے زمین سے اٹھنا لازم آئے گا اور پھر نفخ صور کے وقت مرنا لازم نہیں آئے گا۔ جس سے تین موتیں لازم آئیں گی جو قطعی

Marfat.com

غلط ہیں۔ اگر ان کے اجسام قبروں سے اٹھا لئے گئے ہوتے تو اللہ پاک ان سے جنت کا وعدہ نہ فرماتا۔ بلکہ جنت میں ہوتے۔ حالانکہ رحمت عالم ؐ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے آپ سے پہلے انبیا پر جنت حرام فرما دی ہے۔ سب سے پہلے آپ ہی جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے اور سب سے پہلے آپ ہی قبر سے اٹھیں گے۔ بلاشبہ آپ کا جسم مبارک قبر میں تروتازہ اور نرم ہے۔ ایک دفعہ صحابہ نے آپ سے پوچھا تھا کہ آپ کے بوسیدہ ہونے کے بعد آپ پر ہمارا درود کیسے پیش کیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا اللہ نے مٹی پر انبیا کے جسم حرام فرما دیئے ہیں۔ اگر آپ کا جسم مبارک قبر میں باقی نہ مانا جائے تو آپ کا یہ جواب غلط ہو جاتا ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ حق تعالیٰ نے آپ کی قبر پر فرشتے مقرر فرما دیئے ہیں جو آپ کو آپ کی امت کا سلام پہونچاتے رہتے ہیں۔ ایک دفعہ آپ حضرت ابوبکر و عمر کے درمیان نکلے اور فرمایا اسی طرح ہم زندہ کئے جائیں گے۔ اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ آپ کی معزز روح اعلیٰ علیین میں انبیا کی روحوں کے ساتھ اعلیٰ قدوسیوں کی جماعت میں ہے۔ آپ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے حضرت موسیٰ کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ اور انھیں چھٹے یا ساتویں آسمان پر بھی دیکھا۔ معلوم ہوا کہ کلیم اللہ کا جسم قبر میں تھا اور روح آسمان پر تھی۔ اور روح کا بدن سے ایک قسم کا تعلق و اتصال تھا کہ آپ قبر میں نماز پڑھ رہے تھے اور سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیدیتے تھے۔ حالانکہ روح رفیق اعلیٰ میں تھی۔ ان دونوں باتوں میں کوئی ٹکراؤ نہیں۔

روحوں کے حالات اجسام کے حالات سے جداگانہ ہیں

احوال روح احوال جسم سے جداگانہ ہیں۔ دیکھو دو تنا سبلے و ہم مثل روحوں میں انتہائی قرب ہوتا ہے۔ اگرچہ ان میں انتہائی دوری ہو۔ اور نفرت و بغض رکھنے والی دو روحوں میں انتہائی دوری ہوتی ہے۔ گو جسم ان کے پاس پاس ہوں۔ روح کا اترنا چڑھنا اور نزدیک و دور ہونا بدن کے اتار چڑھاؤ اور قرب و بعد کی طرح نہیں ہے۔ کیونکہ روح ذرا سی دیر میں (قبض کئے جانے کے بعد سے قبر میں رکھے جانے تک) ساتوں آسمانوں پر چڑھ کر اتر بھی آتی ہے جو بدن کے لئے ناممکن ہے۔ اسی طرح خواب و بیداری میں روح چڑھتی اور اترتی ہے۔

روح کی مثال

بعض لوگوں نے روح کی مثال سورج سے اور اس کی کرنوں سے دی ہے۔ کیونکہ سورج تو آسمان میں ہے مگر اس کی کرنیں زمین تک پہونچ رہی ہیں۔ لیکن ہمارے شیخ نے فرمایا کہ یہ مثال غلط ہے کیونکہ سورج آسمان سے اترتا نہیں ہے۔ اور زمین پر سورج کی کرنیں نہ تو سورج ہیں اور نہ سورج کی صفت ہیں بلکہ عرض ہیں۔ جو سورج کی وجہ سے جو زمین کے سامنے ہے پیدا ہوتی ہیں۔ اور روح بالذات چڑھتی اترتی ہے۔ صحابہ کا بدر کے مقتولوں کے بارے میں رحمت عالم ؐ سے یہ کہنا کہ جن کی لاشیں سڑ گئیں آپ ان سے باتیں کر رہے ہیں۔ اور آپ کا یہ جواب دینا کہ یہ آپ کی باتیں سن رہے ہیں اس بات کے خلاف نہیں کہ اس وقت

ان کی روحیں ان کے جسم میں لوٹ آئی تھیں۔ جن کی وجہ سے انہوں نے آپ کی باتیں سن لیں۔ حالانکہ گل سڑ گئے تھے۔ کیونکہ خطاب روحوں سے تھا جن کا ان گلے سڑے جسموں سے ایک گونہ تعلق تھا۔ وَمَآ اَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ (آپ قبروالوں کو سنانے والے نہیں) سے بھی استدلال

ابن حزم کی دوسری دلیل کا جواب

غلط ہے۔ کیونکہ سیاق آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت کا یہ مطلب ہے کہ جس کافر کا دل مردہ ہے آپ اسے اس طرح نہیں سنا سکتے۔ کہ اسے آپ کی باتوں سے فائدہ پہونچے۔ جیسے آپ کی باتوں سے قبروالے فائدہ نہیں اٹھا سکتے حق تعالیٰ کی یہ مراد نہیں ہے کہ قبروالے کسی وقت سن ہی نہیں سکتے۔ کیونکہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا کہ مُردہ جنازے میں شریک ہونے والوں کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے۔ اور یہ بھی بتایا کہ بدر کے مقتول آپ کی باتیں سن رہے ہیں۔ اور آپ نے خطاب کے صیغے کے ساتھ مُردوں پر سلام مسنون فرمایا اور بتایا کہ جو مومن ان پر سلام کرتا ہے وہ اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ اس آیت کی ایک نظیر ملاحظہ کیجیے۔ فرمایا۔ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الخ (آپ اپنی دعوت مُردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو جبکہ وہ پیٹھ موڑکر جارہے ہوں) کہا جاتا ہے۔ کہ بہروں کو سنانے کی نفی، مُردوں کو سنانے کی نفی کے ساتھ لائے سے معلوم ہوتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ ان میں سے کسی میں بھی سننے کی اہلیت نہیں۔ اور ان کے دل چونکہ مردہ اور بہرے ہیں اس لئے انہیں سنانا بیکار ہے اور ان سے خطاب ایسا ہے جیساکہ مُردوں اور بہروں سے خطاب ہوتا ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ یہ مطلب صحیح ہے لیکن اس سے مرنے کے بعد زجر و توبیخ کے لیے روحوں کو، جبکہ کسی وقت ان کا اجسام سے ایک قسم کا تعلق ہو، سنانے کی نفی ثابت نہیں ہوتی۔ یہ سنانا منفی سنانے کے علاوہ ہے۔ درحقیقت آیت کا مطلب یہ ہے کہ جسے اللہ سنانا نہ چاہے، آپ اسے سنانے پر قادر نہیں۔ آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں۔ یعنی اللہ نے آپ کو ڈرانے پر تو قدرت بخشی ہے جس کے آپ مکلف ہیں۔ لیکن ان کے سنانے پر قدرت نہیں دی جنھیں اللہ سنانا نہ چاہے۔

ابن حزم کی حدیث پر جرح اور اس کا جواب

رہا حدیث کے ضعیف ہونے کا سوال سو وہ ابن حزم کی محض اٹکل اور بے تکی بات ہے۔ بلاشبہ حدیث صحیح ہے اور اسے براء بن عازب سے زاذان کے علاوہ بھی ایک جماعت (جس میں عدی بن ثابت، محمد بن عقبة، اور مجاہد بھی ہیں) روایت کرتی ہے۔ عدی بن ثابت والی حدیث قدرے اختلاف الفاظ کے ساتھ ہے۔ اسی طرح مجاہد والی حدیث ہے۔ غرضیکہ یہ حدیث ثابت اور مشہور و مستفیض ہے۔ حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ ہمیں حدیث کا کوئی ایسا امام معلوم نہیں جس نے اس پر طعن کیا ہو بلکہ اسے ائمہ اپنی اپنی کتابوں میں لائے ہیں اور قبول کرکے عذاب و ثواب قبر کے اور منکر و نکیر کے سوال و جواب کے سلسلے میں اصول دین میں سے ایک اصل قرار دیا ہے۔ ابن حزم کا یہ کہنا کہ زاذان کے علاوہ کسی اور سے مروی نہیں وہم پر مبنی ہے۔ ابھی ہم نے اوپر بتایا کہ ایک جماعت سے مروی

Marfat.com

ہے۔ دارقطنی نے اس کی تمام سندیں ایک رسالہ میں جمع کردی ہیں۔ زاذان ثقہ ہیں اور اکابر صحابہ جیسے عمرؓ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ ان کی روایت مسلم میں بھی ہے۔ ابن معین نے بھی انھیں ثقہ بتایا ہے۔ ان کے بارے میں حمید بن ہلال سے پوچھا گیا۔ تو فرمایا کہ یہ ثقہ ہیں۔ ان جیسے راویوں کے بارے میں تو پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں اگر یہ ثقہ سے روایت کریں تو ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں۔

منہال بن عمرو زیادتی میں تنہا نہیں

ابن حزم کا یہ قول کہ منہال ابن عمرو اس زیادتی (روح جسم میں لوٹا دی جاتی ہے) میں تنہا ہیں غلط ہے۔ اول تو منہال عادل و ثقہ ہیں، ابن معین وعجلی نے انھیں ثقہ بتایا ہے۔ ان پر سب سے بڑا طعن یہ ہے کہ ان کے گھر سے گانے کی آواز سنی گئی۔ اس سے ان کی روایت میں رد و قدح لازم نہیں آتا ابن حزم نے انھیں جو ضعیف کہا ہے وہ کچھ نہیں۔ کیونکہ انہوں نے بجز تفرد کے ضعف کی کوئی دلیل نہیں دی حالانکہ منہال منفرد نہیں ہیں یہ زیادتی اور راوی بھی بیان کرتے ہیں بلکہ دیگر راویوں نے تو اس جیسے یا اس سے زیادہ سخت الفاظ روایت کئے ہیں مثلاً مردے کی طرف اس کی روح لوٹا دی جاتی ہے۔ روح اس کی قبر کی طرف لوٹتی ہے پھر وہ اٹھ بیٹھتا ہے منکر نکیر اسے بٹھاتے ہیں۔ اسے قبر میں بٹھایا جاتا ہے۔ یہ تمام صحیح حدیثیں ہیں اور ان میں کوئی طعن نہیں۔ بعض نے ان میں یہ عیب نکالا ہے کہ براء سے زاذان کا سماع ثابت نہیں

براء سے زاذان کا سماع بھی ثابت ہے

مگر یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ ابو عوانہ اسفرائینی اپنی صحیح میں جو روایت لائے ہیں اس میں سماع کی صراحت ہے۔ زاذان فرماتے ہیں کہ میں نے براء سے سنا۔ حافظ عبداللہ بن مندہ کا بیان ہے کہ یہ متصل و مشہور سند ہے۔ اور اسے براء سے ایک جماعت روایت کرتی ہے۔ اگر ہم بفرض محال براء والی حدیث کو نظر انداز بھی کردیں تو دیگر صحیح حدیثوں میں اس کی صراحت موجود ہے۔ مثلاً ابوہریرہ والی حدیث میں ہے کہ رحمتِ عالم ؐ نے فرمایا کہ مرنے والے کے پاس فرشتے حاضر ہوتے ہیں اگر نیک ہوتا ہے تو فرشتۂ موت کہتا ہے اے پاکیزہ روح جو پاکیزہ جسم میں ہے نکل تعریفوں کے حال میں نکل اور آرام و روزی ہے اور رب کی رضا سے خوش ہوجا۔ آخر روح نکل آتی ہے۔ (آخر حدیث تک) حافظ ابونعیم فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے راویوں کی عدالت پر بخاری مسلم کا اتفاق ہے۔ اور پہلے اکابر علماء جیسے ابن ابی فدیک اور عبدالرحیم بن ابراہیم وغیرہ۔ ابن ابی ذئب سے روایت کرتے ہیں۔ بلکہ ابن ابی ذئب سے بہت سے لوگ نقل کرتے ہیں ابن مندہ بدن میں روح کے لوٹنے پر ابن عباس والی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ ابن عباس کا بیان ہے کہ ایک دن رحمتِ عالم تشریف فرما تھے۔ آپ نے یہ آیت وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الخ (کاش آپ دیکھتے جب ظالم موت کی بے ہوشیوں میں ہوں گے اور فرشتے ان کی طرف ہاتھ پھیلا رہے ہوں گے (مار رہے ہوں گے) اور فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے۔ ہر شخص دنیا سے اٹھنے سے پہلے اپنا جنتی

Marfat.com

یا جہنمی ٹھکانا دیکھ لیتا ہے۔ پھر فرمایا دنیا سے جدا ہوتے وقت مرنے والے کے سامنے فرشتوں کی دو قطاریں آسمان زمین کے درمیان باقاعدہ نظام کے ساتھ ہوتی ہیں۔ گویا ان کے چہرے سورج ہیں۔ مرنے والا بس انھیں کو دیکھتا ہے تو پاس جانے والے خیال کرتے ہیں کہ جاں بلب مریض ہمیں دیکھ رہا ہے۔ ہر فرشتے کے پاس کفن و خوشبو ہوتی ہے۔ اگر مرنے والا مومن ہوتا ہے تو اسے جنت کی بشارت دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اے پاکیزہ روح اللہ کی جنت و بشارت کی طرف نکل۔ حق تعالیٰ نے تیرے لئے وہ عزت و بزرگی والی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو دنیا و مافیہا سے بہت بہتر ہیں۔ فرشتے برابر اسے بشارت دیتے اور گھیرے رہتے ہیں۔ اس پر ماں سے بھی زیادہ شفیق و مہربان ہوتے ہیں۔ اور اس کی روح ہر ناخن اور ہر جوڑ کے اندر سے کھینچتے ہیں۔ پس رفتہ رفتہ روح جس جس حصے سے کھینچی جاتی ہے وہ حصہ مرتا جاتا ہے۔ اور اس پر آسانی ہوتی جاتی ہے۔ اگرچہ تم اس پر سختی دیکھتے ہو۔ آخر روح ٹھوڑی تک پہونچ جاتی ہے۔ جس طرح بچہ رحم سے مشکل سے نکلتا ہے اس سے کہیں زیادہ مشکل سے روح جسم سے نکلتی ہے۔ پھر ہر فرشتہ اسے لینے کے لئے جلدی کرتا ہے۔ مگر ملک الموت لے لیتے ہیں۔ پھر آپ نے آیت قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الخ (آپ فرما دیں کہ تمہاری روح ملک الموت قبض کرتا ہے جو تم پر مقرر کر دیا گیا ہے۔ اور تم سب اپنے رب کے پاس لوٹ کر جاتے ہو) کی تلاوت فرمائی پھر فرشتے سفید کفنوں کے ساتھ اس کا استقبال کرتے ہیں اور اسے سینوں سے چمٹا لیتے ہیں جیسے ماں بچہ کو پیدا ہونے کے بعد چمٹا لیتی ہے۔ بلکہ ماں سے بھی زیادہ مہربان ہوتے ہیں۔ پھر اس سے مشک سے بھی زیادہ پیاری خوشبو مہک اٹھتی ہے فرشتے اس کی خوشبو سونگھتے ہیں اور اسے چمٹائے رہتے ہیں۔ اور کہتے رہتے ہیں کہ پاکیزہ روح کو مرحبا ہو۔ اور دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! اس روح پر اپنی رحمت اتار اور اس جسم پر بھی جس سے یہ نکلی ہے۔ پھر اس کے ساتھ چڑھتے ہیں۔ فضا میں اللہ کی ایک مخلوق ہے جس کی تعداد اللہ ہی کو معلوم ہے۔ اس آنے والی خوشبودار روح کی مہک انھیں بھی پہنچتی ہے جو مشک سے بھی زیادہ اچھی ہوتی ہے وہ بھی اس کے لئے دعا کرتے ہیں اور سینے سے لگاتے ہیں۔ پھر ان کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ روح جس آسمان سے گذرتی ہے اسی کے فرشتے اس کے لئے دعائیں مانگتے ہیں آخر حق تعالیٰ کے سامنے پہنچ جاتی ہے۔ حق تعالیٰ بھی اس پاکیزہ روح کا خیر مقدم فرماتا ہے اور اس کے جسم کا بھی جس سے یہ نکلی ہے اور جب اللہ کسی کا خیر مقدم فرمائے تو ہر چیز اس کا خیر مقدم کرتی ہے۔ اور اس سے ہر قسم کی تنگی دور ہو جاتی ہے۔ پھر حق تعالیٰ اس پاکیزہ روح کے لئے فرماتا ہے کہ اسے جنت میں داخل کر کے اس کا جنتی ٹھکانا دکھا دو۔ اور میں نے اس کے لئے جو عزت و راحت والی نعمتیں تیار کی ہیں انھیں بھی دکھا دو۔ پھر اسے زمین ہی کی طرف

Marfat.com

لے جاؤ کیونکہ میرا فیصلہ ہے کہ میں نے انسان کو مٹی ہی سے پیدا کیا اسی میں لوٹا دوں گا اور پھر اسی سے پیدا کروں گا۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے روح کو جسم سے نکلتے وقت اتنا بار نہیں ہوتا جتنا کہ جنت سے نکلتے وقت ہوتا ہے۔ روح کہتی ہے کہ مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔ کیا اس جسم کی طرف جس میں میں تھی؟ فرشتے کہتے ہیں ہمیں یہی حکم ہے اور تمہیں بھی اس کے بغیر چارہ نہیں آخر فرشتے اسے اتار لاتے ہیں۔ اس عرصہ میں لوگ جسم کے غسل وکفن سے فارغ ہو جاتے ہیں۔ اور روح کو اس کے جسم وکفن میں داخل کر دیتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روح جسم وکفن کے درمیان لوٹائی جاتی ہے یہ لوٹانا اس تعلق کے علاوہ ہے جو دنیا میں روح کو جسم کے ساتھ تھا۔ یہ تعلق کی ایک جداگانہ قسم ہے۔ جو حالت نیند کے تعلق کی طرح نہیں نہ اس تعلق کی طرح ہے جو تعلق قرارگاہ میں پایا جاتا ہے۔ بلکہ سوال کے لئے ایک خاص قسم کا لوٹنا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ کی رائے

شیخ الاسلام نے فرمایا کہ صحیح ومتواتر حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سوال کے وقت روح بدن میں لوٹا دی جاتی ہے بلا روح کے صرف بدن سے سوال کے بھی بعض لوگ قائل ہیں مگر جمہور اس کا انکار کرتے ہیں۔ بعض کے نزدیک محض روح سے سوال ہوتا ہے بدن سے نہیں جیسا کہ ابن حزم وغیرہ کی رائے ہے۔ مگر دونوں باتیں غلط ہیں۔ اور صحیح حدیثوں سے باطل ہیں۔ اگر سوال محض روح سے ہوتا تو روح کے لئے قبر کی خصوصیت نہ ہوتی۔ اس مسئلہ کی وضاحت ایک دوسرے مسئلہ کے جواب سے بھی ہوتی ہے۔ یعنی کیا قبر کا عذاب وثواب روح وبدن پر ہے یا فقط روح پر ہے یا فقط بدن پر ہے؟ شیخ الاسلام سے یہ مسئلہ پوچھا گیا تھا آپ نے جو جواب دیا وہ حسب ذیل ہے۔" اہل سنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ عذاب وثواب روح وبدن دونوں پر ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ عذاب وثواب فقط روح پر ہوتا ہے۔

کیا عذاب وثواب بلا روح کے فقط بدن پر بھی ہو سکتا ہے؟

اس میں اہل حدیث، اہل سنت، اور اہل کلام کے دو مشہور قول ہیں۔ اس مسئلہ میں اور بھی شاذ ونادر اقوال ہیں جو اہل حدیث واہل سنت کے نہیں ہیں۔

فلاسفہ کے اقوال

فلاسفہ کہتے ہیں کہ عذاب وثواب فقط روح پر ہوتا ہے بدن پر نہیں۔ یہ لوگ زندگی بعد الموت کو نہیں مانتے۔ اور بالاتفاق کافر ہیں یہی قول متکلمین ومعتزلہ وغیرہ کا ہے جو زندگی بعد الموت کے تو قائل ہیں مگر کہتے ہیں کہ زندگی بعد الموت برزخ میں نہیں ہے بلکہ قیامت کے دن اس کا ظہور ہوگا۔ یہ لوگ برزخ میں بدن کے عذاب ثواب کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ برزخ میں فقط روحوں پر ثواب وعذاب ہوتا ہے۔ مگر قیامت کے

Marfat.com

کے دن روح و بدن دونوں پر عذاب و ثواب ہوگا۔ مسلمان اہل حدیث و اہل کلام وغیرہ کی ایک جماعت اسی کی قائل ہے۔ اور ابن حزم و ابن مرۃ نے اسی کو پسند کیا ہے۔ یہ قول شاذ اقوال ثلاثہ میں سے نہیں ہے۔ بلکہ اس کے قول کے قریب ہے۔ جو عذاب قبر و قیامت کا قائل ہے۔ اور معاد اجسام و ارواح کو مانتا ہے۔ لیکن ان لوگوں کے عذاب قبر میں تین قول ہیں (۱) فقط روح پر ہوتا ہے (۲) روح پر ہوتا ہے اور روح کے واسطہ سے بدن پر بھی (۳) فقط بدن پر ہوتا ہے۔ اس قول سے اس کا قول بھی ملحق ہے جو عذاب قبر کا قائل ہے۔ اور روح کو حیات مانتا ہے۔ ایک شاذ قول یہ بھی ہے کہ اجسام پر مطلق عذاب نہیں۔ ایک شاذ قول یہ بھی ہے کہ روح پر مطلق عذاب نہیں۔ لہذا اگر شاذ اقوال تین مان لئے جائیں تو دوسرا شاذ قول اس کا ہے جو کہتا ہے کہ تنہا روح پر عذاب و ثواب نہیں روح تو زندگی کا نام ہے۔ یہ معتزلہ اور اشعریہ وغیرہ کا قول ہے۔ یہ لوگ بدن سے جدا ہونے کے بعد روح کی بقا کے قائل نہیں۔ یہ قول باطل ہے۔ ابوالمعالی الجوینی وغیرہ نے اس کی مخالفت کی ہے بلکہ کتاب و سنت اور اجماع سے ثابت ہے کہ روح بدن سے جدا ہونے کے بعد باقی رہتی ہے اور اس پر عذاب و ثواب ہوتا ہے۔ علم الٰہی کے فلاسفہ اسے مانتے ہیں لیکن معاد اجسام کو نہیں مانتے اور یہ لوگ معاد ابدان کو تو مانتے ہیں لیکن معاد ارواح کو اور بلا بدن کے روح کے عذاب و ثواب کو نہیں مانتے۔ دونوں قول غلط اور گمراہ کن ہیں۔ مگر فلاسفہ کا قول اہل اسلام کے قول سے بہت دور ہے۔ گو اس مسئلہ میں ان کی موافقت وہ کرتے ہیں جن کو اسلام کے مسلک کا اعتقاد ہے بلکہ وہ بھی جو خود کو ارباب معرفت و تصوف اور ارباب تحقیق و کلام سمجھتے ہیں۔ ایک شاذ قول یہ بھی ہے کہ قیامت سے پہلے برزخ میں عذاب و ثواب نہیں بعض معتزلہ کا (جو اس بنا پر کہ روح بدن سے جدا ہوکر باقی نہیں رہتی اور بدن پر عذاب و ثواب نہیں ہوتا عذاب قبر کے قائل نہیں) یہی قول ہے۔ غرضیکہ یہ تمام فرقے برزخ کے معاملہ میں گمراہ ہیں۔ تاہم فلاسفہ سے بہتر ہیں کیونکہ قیامت کبریٰ کے قائل ہیں۔

برزخ میں عذاب و ثواب روح و بدن دونوں پر ہے

باطل خیالات معلوم کرنے کے بعد امت کے اسلاف و ائمہ کی رائے ٹٹولنی چاہئے۔ ان کی رائے ہے کہ قبر میں عذاب و ثواب برحق ہے۔ اور روح و بدن دونوں کو ہوتا ہے۔ روح بدن سے جدا ہوکر باقی رہتی ہے اور عذاب یا ثواب میں مبتلا رہتی ہے۔ کبھی بدن سے متصل بھی ہو جاتی ہے اور بدن کو اس کے ساتھ عذاب یا ثواب ہوتا ہے۔ قیامت کے دن روحیں جسموں میں لوٹا دی جائیں گی اور قبروں سے اٹھ کر

Marfat.com

لوگ رب العالمین کے سامنے آکھڑے ہوں گے۔ معاد اجسام میں مسلمانوں، یہودیوں اور عیسائیوں سب کا اتفاق ہے۔

عذاب قبر و سوال منکر نکیر

اس سلسلے میں رحمتِ عالمؐ سے بہت سی متواتر حدیثیں آئی ہیں مثلاً رحمت عالمؐ دو قبروں سے گذرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ان دونوں پر عذاب ہو رہا ہے اور کسی اہم گناہ پر نہیں بلکہ ایک تو پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلخور تھا۔ پھر آپ ایک تازہ ٹہنی منگا کر اسے آدھی آدھی چیر کر اور دونوں قبروں پر گاڑ کر فرماتے ہیں کہ شاید اللہ پاک ان کے خشک ہونے تک عذاب میں تخفیف فرمادے (بخاری مسلم) زید بن ثابت:۔ ایک دفعہ رحمت عالمؐ بنی نجار کے باغ میں اپنے خچر پر سوار تھے اور ہم آپ کے پاس تھے اتنے میں خچر بدکا۔ معلوم ہوتا تھا کہ آپ کو گرا دے گا کہ اتنے میں چار پانچ یا چھ قبریں نظر آئیں۔ آپ نے پوچھا کوئی ان قبر والوں کو جانتا ہے؟ ایک شخص بولا میں جانتا ہوں۔ پوچھا یہ کب فوت ہوئے۔ بولا شرک میں فوت ہوئے۔ فرمایا میری امت قبروں میں آزمائی جاتی ہے اگر یہ ڈر نہ ہوتا کہ تم دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ میری طرح تمہیں بھی عذاب قبر سنا دے۔ پھر آپ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ آگ سے اللہ کی پناہ مانگو۔ صحابہ نے کہا۔ ہم آگ سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں فرمایا۔ عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگو۔ صحابہ نے کہا ہم عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ فرمایا ظاہری اور باطنی فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگو۔ صحابہ نے کہا ہم ظاہری اور باطنی فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ فرمایا دجال کے فتنے سے اللہ کی پناہ مانگو۔ صحابہ نے کہا ہم دجال کے فتنے سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ (مسلم) پچھلے تشہد سے فارغ ہو کر چار چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے۔ جہنم کے عذاب سے، قبر کے عذاب سے، زندگی اور موت کے فتنوں سے، اور مسیح دجال کے فتنوں سے (مسلم) حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ رحمت عالمؐ انھیں قرآن کی طرح یہ دعا سکھاتے تھے:۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ (مسلم) (ترجمہ اوپر والی حدیث میں گذر گیا) ابوایوب:۔ سورج ڈوبنے کے بعد رحمتِ عالمؐ باہر نکلے آپ نے آواز سن کر فرمایا۔ یہودیوں کو قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔ (بخاری) حضرت صدیقہؓ:۔ ایک یہودیہ بڑھی بی نے مجھ سے کہا کہ قبر میں عذاب ہوتا ہے۔ میں نے اسے جھٹلا دیا۔ اور مجھے یقین نہیں آیا خیر وہ چلی گئی۔ اتنے میں رحمتِ عالمؐ تشریف لے آئے۔ میں نے عذاب قبر کے بارے میں پوچھا۔ فرمایا برحق ہے۔ جسے تمام جانور سنتے ہیں اس کے بعد میں نے آپ کو ہر نماز کے بعد عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگتے ہوئے دیکھا۔ (بخاری مسلم) ام بشر: میرے پاس رحمتِ عالمؐ یہ کہتے ہوئے تشریف لائے کہ قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہؐ

کیا قبر میں بھی عذاب ہوتا ہے ؟ فرمایا۔ ہاں اور اسے جانور سنتے ہیں۔ (ابن حبان)

جانوروں کے درد پیٹ کا علاج بعض علماء کا قول ہے کہ اسی وجہ سے جب جانوروں کے پیٹ میں درد ہوتا ہے تو لوگ انھیں یہودیوں، عیسائیوں اور منافقوں (جیسے اسماعیلی، نصیریہ، قرامطہ، وغیرہ جو مصر و شام میں رہتے ہیں) کی قبروں پر لے جاتے ہیں۔ جب جانور خصوصاً گھوڑے قبر کا عذاب سنتے ہیں تو اس سے بوکھلا کر بدکتے ہیں اور ان کے پیٹ کا درد جاتا رہتا ہے۔ ابوالحکم بن برخان :۔ لوگوں نے

قبر کا عذاب سن کر ایک جانور کے بدکنے کا واقعہ اشبیلیہ کے بلند قبرستان میں ایک مردہ دفن کیا اور دفن کر کے اس کی قبر کے قریب بیٹھکر باتیں کرنے لگے۔ ایک جانور قریب ہی چر رہا تھا۔ اتنے میں وہ جانور دوڑ کر قبر کے پاس آیا اور کان کھڑے کر لئے جیسے کچھ سن رہا ہے۔ پھر بھاگ کر دور چلا گیا پھر آیا اور کان کھڑے کر لئے۔ غرضیکہ کئی بار اس نے ایسا ہی کیا۔ ابوالحکم فرماتے ہیں اس وقت مجھے رحمت عالم ؐ کا یہ قول یاد آیا کہ قبر میں عذاب ہوتا ہے جسے جانور سنتے ہیں۔ مسلم پڑھاتے وقت آپ نے یہ واقعہ بیان فرمایا تھا۔ جانور عذاب والے اہل قبر کی چیخ پکار کو سنتے ہیں۔ حضرت عائشہ والی حدیث سے ثابت ہے کہ جانوران کی آوازیں سنتے ہیں۔

قبر میں سوال قبر میں سوال کی حدیثیں بھی بہت ہیں۔ چنانچہ رحمت عالم ؐ نے فرمایا جب مسلمان سے قبر میں سوال ہوتا ہے تو وہ توحید و رسالت کا اقرار کر لیتا ہے۔ اسی کو آیۃ یثبت اللہ الذین آمنوا الخ (اللہ پاک ایمان والوں کو دنیا و آخرت میں کلمۂ توحید پر قایم رکھتا ہے) ثابت کرتی ہے (صحاح) اس حدیث میں ہے کہ روح بدن کی طرف لوٹائی جاتی ہے اور قبر کے بھینچنے پر پسلیاں ادھر کی اُدھر اور اُدھر کی ادھر آجاتی ہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عذاب جسم و روح دونوں پر ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جب مردے کو دفن کر کے لوگ واپس ہوتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے۔ مومن کو سرہانے سے نماز، دائیں سے روزہ، بائیں سے زکوۃ اور پائنتی سے دیگر عمل گھیرے ہوئے ہوتے ہیں۔ اگر منکر نکیر سرہانے سے آتے ہیں تو نماز نہیں آنے دیتی۔ پائنتی سے آتے ہیں تو نیک عمل نہیں آنے دیتے۔ دائیں سے آتے ہیں تو روزہ نہیں آنے دیتا اور بائیں سے آتے ہیں تو زکوٰۃ نہیں آنے دیتی۔ پھر اسے اٹھ کر بیٹھنے کے لئے کہتے ہیں۔ مردہ اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے۔ اسے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے سورج ڈوب رہا ہے اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تم میں جو شخص تھا اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ اور اسے کیا کہتے ہو۔ مردہ کہتا ہے مجھے نماز پڑھنے دو۔ جواب ملتا ہے۔ نماز تو پڑھ ہی لوگے پہلے ہمارے سوال کا جواب دو۔ مردہ کہتا ہے۔ آپ کا نام محمدؐ ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول تھے اور اللہ کے پاس سے سچا دین لے کر تشریف لائے تھے۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ اسی عقیدے پر تم زندہ رہے، اسی پر فوت ہوئے اور انشاء اللہ اسی پر اٹھائے جاؤگے۔ پھر جنت کا دروازہ کھول

Marfat.com

گر اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ جنت بھی اور اللہ نے تمہارے لئے جو نعمتیں تیار کر رکھی ہیں وہ بھی سب تمہارے لئے ہیں۔ یہ دیکھ کر اس کی مسرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ پھر اس کی قبر ستر ہاتھ کشادہ اور روشن کر دی جاتی ہے۔ جسم مٹی میں ملا دیا جاتا ہے جس سے ابتدا ہوئی تھی اور روح پاکیزہ روحوں میں ٹھہرا دی جاتی ہے جن کے ساتھ یہ بھی جنت کے پھل کھاتی پیتی ہے۔ یہی بات ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ﴾ سے ثابت ہوتی ہے اور کافر کی قبر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی پسلی سے پسلی نکل جاتی ہے۔ یہ ہے تنگ زندگی۔ جسے اس آیۃ (﴿فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا الخ﴾ اس کے لئے تنگ زندگی ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔) میں بیان کیا گیا ہے (احمد۔ ابو حاتم)۔ قریب قریب بخاری مسلم کی حضرت انس والی حدیث بھی کچھ اختلاف الفاظ کے ساتھ اسی طرح ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ منکر نکیر لوہے کے ہتھوڑے کافر کی پیشانی پر مارتے ہیں اور وہ چیختا ہے تو اس کی چیخ جن و انسان کے علاوہ سب سنتے ہیں۔ فرمایا دفن کئے جانے کے بعد انسان کے پاس دو سیاہ فام نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں جنکو منکر نکیر کہا جاتا ہے۔ آگے ہم معنے حدیث ہے اس میں یہ بھی ہے کہ سوال کے بعد مومن سے کہا جاتا ہے کہ اب چین سے سو جاؤ۔ مردہ کہتا ہے کہ میں گھر جا کر خبر کر آؤں لیکن منکر نکیر کہتے ہیں، دلھن کی طرح سو جاؤ۔ جسے اس کا محبوب شوہر ہی آکر جگاتا ہے۔ جب تک حق تعالیٰ تمہیں تمہاری خوابگاہ سے نہ اٹھائے۔ (صحیح ابو حاتم) اس میں بھی صراحت ہے کہ بدن پر عذاب و ثواب ہوتا ہے۔ (ابو حاتم، نسائی، بزار اور مسلم کی ابو ہریرہ والی حدیث بھی اسی کے ہم معنے ہے۔)

قبر کا دبوچنا

رحمت عالمؐ نے فرمایا یہ وہ ہیں جن کے لئے عرش حرکت میں آ گیا۔ آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے اور ستر ہزار فرشتوں نے ان کے لئے گواہی دی۔ قبر نے انھیں دبوچا۔ پھر چھوڑ دیا۔ یعنی حضرت سعد بن معاذ (نسائی) فرمایا:۔ قبر دبوچتی ہے۔ اگر اس سے نجات پاتے تو سعد بن معاذ نجات پاتے (نسائی) ابن ابی ملیکہ:۔ قبر کے دبوچنے سے کوئی نہیں بچا سعد بن معاذ تک نہیں بچے۔ جن کا رومال دُنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔ نافع:۔ مجھے خبر ملی ہے کہ حضرت سعد کے جنازے میں ستر ہزار فرشتے شریک تھے۔ جو کبھی زمین پر نہیں اترے تھے۔ اور مجھے یہ بھی خبر ملی ہے کہ حضرت سعد کو قبر نے دبوچا۔ نافع:۔ ہم صفیہؓ بنت ابی عبید اہلیہ ابن عمرؓ کے پاس آئے۔ آپ گھبرائی ہوئی تھیں۔ ہم نے پوچھا کیا بات ہے؟ بولیں۔ میں ام المومنین کے پاس سے آئی ہوں انہوں نے بیان کیا کہ رحمتِ عالمؐ نے فرمایا کہ اگر کسی کو عذاب قبر معاف ہوتا تو سعدؓ کو معاف ہوتا۔ مگر انھیں بھی قبر نے دبوچا۔ اپنی صاحبزادی کو دفن کر کے رحمت عالمؐ ان کی قبر کے پاس بیٹھ گئے۔ آپ کے چہرے سے آثار ملال ظاہر تھے۔ پھر جاتے رہے صحابہ نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا۔ مجھے اپنی بچی، ان کی کمزوری اور عذاب قبر یاد آ گیا تھا۔ پھر میں نے اللہ سے دعا کی۔ اللہ نے عذاب ہٹا دیا۔ اللہ کی قسم انھیں

قبر نے ایسا دبوچا جس کی آواز تمام آسمان و زمین کے درمیان والوں نے سنی۔

کسی کا کہنا ہے کہ میں صدیقہ رضی کے پاس تھا۔ ایک بچی کا جنازہ گذرا۔ آپ رونے لگیں۔ میں نے پوچھا آپ کیوں روتی ہیں، فرمایا قبر کے دبوچنے کے خیال سے اس بچی پر ترس کھا کر مجھے رونا آ گیا۔ غرضیکہ قبر کا دبوچنا روح کے واسطے سے جسم کے لئے ثابت ہے۔

عذاب قبر پر علمائے امت کا اتفاق

ابو عبداللہ :۔ قبر کا عذاب برحق ہے اس کو وہی نہیں مانتا جو گمراہ ہے۔ حنبل :۔ میں نے ابو عبداللہ سے عذاب قبر کے بارے میں پوچھا۔ فرمایا اس کے بارے میں صحیح حدیثیں ہیں جن پر ہمارا ایمان ہے۔ یہ حدیثیں اعلیٰ درجہ کی سندوں سے ثابت ہیں۔ ان کا ماننا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ اگر ہم ایسی حدیثوں کو بھی ٹھکرا دیں گے تو اللہ پاک کے حکم کو ٹھکرا دیں گے کیونکہ اس کا حکم ہے کہ رسول تمہیں جو کچھ دے اسے لے لو۔ میں نے پوچھا کیا عذاب قبر برحق ہے؟ فرمایا ہاں برحق ہے۔ ہمارا عذاب قبر پر، منکر نکیر پر اور سوال قبر پر ایمان ہے اور یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا مِنْکُمْ الخ سوال قبر ہی کے بارے میں اتری ہے :۔ احمد بن قاسم :۔ میں نے ابو عبداللہ سے پوچھا۔ کیا آپ منکر نکیر اور عذاب قبر کو مانتے ہیں؟ فرمایا سبحان اللہ۔ ہاں ہم اس کے مقر و معتقد ہیں۔ میں نے کہا کیا آپ سوال کرنے والے کو منکر نکیر کہتے ہیں یا فرشتے۔ فرمایا منکر نکیر۔ میں نے کہا حدیث میں تو منکر نکیر کے الفاظ نہیں ہیں، فرمایا:۔ حدیث میں منکر نکیر کے الفاظ ہیں۔

بدعتیوں کی بکواس

ابو الہذیل و مریسی :۔ مومنوں پر عذاب نہیں۔ ہاں غیر مومن پر نفخہ موت و نفخہ بعثت کے درمیانی وقفہ میں عذاب ہو گا۔ اور اسی وقت سوال ہو گا۔ جبائی، ابن جبائی اور بلخی کے نزدیک عذاب قبر تو ہے مگر مومنوں پر نہیں بلکہ ہمیشہ جہنم میں رہنے والے کافروں اور فاسقوں پر ہے جیسا کہ ان کا اصول ہے

معتزلہ کا ایک غلط قول

بہت سے معتزلہ کا قول ہے کہ فرشتوں کو منکر نکیر کہنا جائز نہیں۔

صالحی وغیرہ :۔ عذاب قبر مومنوں پر ان کے جسموں میں روحیں لوٹائے بغیر ہوتا ہے۔ جائز ہے کہ مردہ بلا روح کے درد محسوس کرے۔ اور اسے حس و شعور ہو۔ کرامیہ کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے۔

بعض معتزلہ :۔ حق تعالیٰ مُردوں پر عذاب فرماتا ہے اور ان کو درد پہونچاتا ہے۔ حالانکہ اس کا انھیں شعور نہیں ہوتا۔ قیامت کے دن انھیں آلام و عذابوں کا شعور ہو گا۔ کہتے ہیں کہ عذاب میں گرفتار مُردوں کی مثال نشے والے اور بے ہوش کی طرح ہے۔ اگر انھیں مارا جائے تو دکھ محسوس نہ ہو گا۔ لیکن جب نشہ اتر جائے گا اور وہ ہوش میں آجائیں گے تو چوٹ کا احساس ہو گا۔ بعض معتزلہ نے تو سرے سے عذاب قبر مانا ہی نہیں جیسے ضرار بن عمرو، یحییٰ بن کامل اور مریسی وغیرہ نے۔

Marfat.com

قبر کے عذاب سے کیا مراد ہے یہاں یہ سمجھنا نہایت ضروری ہے کہ قبر کے عذاب سے برزخ کا عذاب مراد ہے جو عذاب کا حقدار ہوتا ہے اسے برزخ میں حسب استحقاق عذاب ضرور بھگتنا پڑتا ہے۔ خواہ دفن ہو یا نہ ہو مثلاً درندے کھا جائیں، یا آگ میں جل کر راکھ ہو جائے، اور اس کی راکھ ہوا میں اڑ جائے، یا پھانسی کے تختے پر لٹکا رہے، یا سمندر میں ڈوب جائے۔ (اصل قبر برزخ ہے) برزخ میں روح و بدن دونوں پر عذاب و ثواب ہوتا ہے

رحمت عالمؐ کا ایک عجیب و غریب خواب رحمت عالمؐ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر صحابہ کرام سے پوچھا کرتے تھے کہ کسی نے کوئی خواب تو نہیں دیکھا؟ اگر کوئی صحابی کوئی خواب دیکھتا تھا تو بیان کر دیتا تھا۔ ایکدن آپ حسب دستور صحابہ سے پوچھتے ہیں کہ کسی نے کوئی خواب تو نہیں دیکھا؟ صحابہ کہتے ہیں نہیں۔ آپ فرماتے ہیں آج میں نے خواب دیکھا ہے۔ کہ دو شخص میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ارض مقدس کی طرف لے جاتے ہیں۔ اچانک مجھے دو شخص نظر آتے ہیں۔ ایک تو بیٹھا ہے اور دوسرا لوہے کا آنکڑا لئے ہوئے کھڑا ہے۔ اور اسے اس کی باچھ میں ڈال کر گدی تک باچھ چیر ڈالتا ہے۔ پھر دوسری باچھ چیرنے لگتا ہے۔ اتنے میں پہلی باچھ درست درست ہو جاتی ہے (اس پر یہی عذاب ہو رہا ہے) میں پوچھتا ہوں یہ کیا ہے۔ مگر میرے دونوں ساتھی کہتے ہیں آگے بڑھیے۔ چنانچہ ہم چل پڑتے ہیں۔ چلتے چلتے ایک شخص کے پاس سے گذرتے ہیں جو چار دن چانے چت لیٹا ہے اور ایک شخص اس کے سر کو ایک بڑے پتھر سے کچل رہا ہے۔ جب پتھر اس کو مارتا ہے تو پتھر لڑھک کر آگے چلا جاتا ہے۔ یہ اسے اٹھا کر لاتا ہے اتنے میں اس کے سر کا زخم بھر کر ٹھیک ہو جاتا ہے پھر کچل دیتا ہے۔ (یہی عذاب اس پر ہو رہا ہے) میں پوچھتا ہوں یہ کیا ہے۔ میرے ساتھی کہتے ہیں آگے بڑھیے۔ پھر ہم چل پڑتے ہیں۔ چلتے چلتے تنور جیسا ایک غار دیکھتے ہیں جس کا منہ اوپر سے تو تنگ ہوتا ہے مگر وہ اندر سے کافی فراخ ہوتا ہے اس میں آگ بھڑک رہی ہے اور مادرزاد ننگی عورتیں اور مرد جل رہے ہیں۔ آگ کے شعلے انھیں غار کے منہ تک اٹھا لاتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اب غار سے باہر نکل آئیں گے۔ اتنے میں وہ شعلے بجھ جاتے ہیں اور یہ پھر اس کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں یہ کیا ہے مگر ساتھی یہی کہتے ہیں کہ آگے بڑھیے۔ پھر ہم چلتے چلتے ایک خون کے دریا پر پہنچتے ہیں۔ جس کے کنارے پر ایک شخص کھڑا ہے، اور اس کے سامنے پتھر پڑے ہوئے ہیں۔ اور ایک شخص اس دریا کے بیچ میں ہے جب وہ ساحل پر آ کر اس سے نکلنا چاہتا ہے تو ساحل والا شخص اس کے منہ میں پتھر ٹھونس کر اسے اس قدر زور سے دھکا دیتا ہے کہ یہ پھر اسی جگہ جا پڑتا ہے جہاں سے آیا تھا۔ میں پوچھتا ہوں یہ کیا ہے۔ ساتھی کہتے ہیں آگے بڑھیے۔ پھر ہم چلتے چلتے ایک شاداب و ہرے بھرے باغ میں پہونچ جاتے ہیں۔ اس میں ایک بہت بڑا درخت ہے۔ اور اس کی جڑ میں ایک بزرگ اور بہت سے بچے بیٹھے ہیں۔ اور درخت کے پاس ہی ایک شخص آگ سلگا رہا ہے۔ میرے ساتھی مجھے اس

درخت پر چڑھا دیتے ہیں۔ اور مجھے ایک انتہائی خوب صورت محل میں لے جاتے ہیں جس میں بوڑھے بھی ہیں اور نوجوان بھی۔ پھر چڑھا کر پہلے سے بھی زیادہ عالی شان و خوب صورت محل میں لے جاتے ہیں۔ میں عرض کرتا ہوں کہ آج تم نے مجھے سیر تو کرادی مگر جو کچھ میں نے دیکھا ہے اس کی خبر بھی تو دو۔ ساتھی کہتے ہیں اچھا تو سنو۔ جس کی باچھیں چیری جارہی تھیں وہ جھوٹا شخص ہے۔ جو جھوٹ بولا کرتا تھا اور اس کا جھوٹ دور دور تک پھیل جایا کرتا تھا۔ اس کے ساتھ قیامت تک یہی معاملہ ہوتا رہے گا۔ اور جس کا سر کچلا جارہا تھا وہ قرآن کا عالم ہے، جو رات سو کر گذار دیتا تھا۔ اور دن میں بھی عمل نہیں کرتا تھا۔ اس کے ساتھ قیامت تک یہی معاملہ ہوتا رہے گا اور تنور میں جو برہنہ عورت اور مرد دیکھے وہ زناکار ہیں۔ اور جو شخص خون کے دریا میں دیکھا وہ سود خوار ہے۔ اور جو بزرگ درخت کی جڑ میں بیٹھے ہیں وہ حضرت ابراہیم ہیں۔ اور ان کے پاس جو بچے ہیں وہ لوگوں کے بچے ہیں۔ اور آگ سلگانے والے مالک (داروغہ جہنم) ہیں۔ اور پہلا گھر عام مسلمانوں کا ہے اور یہ گھر شہیدوں کا ہے۔ میں جبرئیل ہوں اور یہ میکائیل ہیں۔ ذرا سر اٹھا کر اوپر دیکھئے۔ میں سر اٹھا کر دیکھتا ہوں تو بادل جیسا ایک محل نظر آتا ہے۔ فرماتے ہیں یہ آپ کا راحت کدہ ہے۔ میں کہتا ہوں اچھا تو مجھے اپنے گھر میں جانے دو۔ فرماتے ہیں ابھی آپ کی عمر باقی ہے پوری نہیں ہوئی۔ اگر عمر پوری ہو جاتی تو آپ اس گھر میں چلے جاتے۔ (بخاری) اس حدیث سے صاف طور سے عالم برزخ کا عذاب و ثواب ثابت ہو رہا ہے۔ کیونکہ انبیائے کرام کے خواب وحی کا درجہ رکھتے ہیں اور اصل کے مطابق ہوتے ہیں۔ رحمتِ عالمؐ فرماتے ہیں کہ اللہ کے کسی بندے کو قبر میں سو کوڑے مارنے کا حکم ہوا لیکن وہ مسلسل اللہ سے دعا کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک کوڑے کا حکم رہ گیا۔ پھر ان کی قبر آگ کا تنور بن گئی پھر جب یہ عذاب ہٹ گیا اور انہیں ہوش آیا تو پوچھا مجھے یہ سزا کس وجہ سے ملی؟ فرشتوں نے جواب دیا کہ تم نے ایک نماز بلا وضو کے پڑھی تھی۔ اور ایک دفعہ تم ایک مظلوم کے پاس سے گذرے تھے اور اس کی مدد نہیں کی تھی (طحاوی)

معراج والی شب کے واقعات

معراج والی حدیث میں رحمتِ عالمؐ فرماتے ہیں:۔ میرے پاس ایک گھوڑا لایا جاتا ہے۔ میں اس پر سوار ہو جاتا ہوں اس کا ہر قدم منتہائے نگاہ تک پڑتا ہے۔ ہم جارہے ہیں اور جبرئیل ہمارے ساتھ ہیں۔ پھر ہم ایسے لوگوں سے گذرتے ہیں جو بوتے ہی کاٹ لیتے ہیں۔ اور کٹتے ہی پھر فصل پک کر تیار ہو جاتی ہے۔ میں پوچھتا ہوں، جبرئیل یہ کون ہیں؟ فرماتے ہیں یہ اللہ کی راہ کے مجاہد ہیں ان کی نیکیاں سات سو تک بڑھا دی جاتی ہیں۔ وَمَا اَنْفَقْتُمْ الخ تم جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اللہ اس کا معاوضہ دیگا۔ وہ بہترین روزی رساں ہے) پھر ہم ایسے لوگوں سے گذرتے ہیں جن کے سر پتھروں سے کچلے جارہے ہیں۔ اور کچلتے ہی پھر ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ یہ عذاب ایک سکنڈ کے لئے بھی ان سے موقوف

Marfat.com

نہیں ہوتا۔ میں پوچھتا ہوں۔ جبرئیل یہ کون ہیں؟ فرماتے ہیں یہ زکوٰۃ نہیں نکالا کرتے تھے۔ اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا۔ اور نہ اللہ کی یہ شان ہے کہ وہ کسی پر ظلم کرے۔ پھر ہم ایسے لوگوں سے گذرتے ہیں، جن کے آگے پاکیزہ تازہ اور پکا ہوا گوشت رکھا ہے اور سڑا ہوا بھی۔ مگر یہ نفیس و تازہ گوشت چھوڑ کر سڑا بُسا گوشت کھا رہے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں جبرئیل یہ کون ہیں؟ فرماتے ہیں یہ وہ ہیں جو اپنی بیویاں چھوڑ کر رنڈیوں کے پاس راتیں گذارا کرتے تھے۔ پھر میں دیکھتا ہوں کہ راہ میں ایک لکڑی پڑی ہے جو کسی کپڑے کو پھاڑے بغیر اور کسی چیز کو توڑے بغیر نہیں چھوڑتی۔ میں پوچھتا ہوں جبرئیل یہ کیا ہے؟ فرماتے ہیں یہ آپ کی امت کے ڈاکوؤں کی مثال ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے لوگوں کو ڈرانے کے لئے ہر راستے پر نہ بیٹھو۔ پھر میں ایک ایسے شخص کے پاس سے گذرتا ہوں جس نے لکڑیوں کا اتنا بوجھ جمع کر رکھا ہے کہ اسے اٹھا نہیں سکتا اور مزید جمع کرنے کی فکر میں ہے۔ پوچھتا ہوں یہ کیا ہے فرماتے ہیں یہ آپ کا وہ امتی ہے جس کے ذمے لوگوں کی امانتیں ہیں۔ یہ انھیں ادا نہیں کیا کرتا تھا اور مزید امانتوں کے جمع کرنے کی فکر میں رہتا تھا۔ پھر میں ایسے لوگوں کے پاس سے گذرتا ہوں جن کے ہونٹ لوہے کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے ہیں اور کٹتے ہی درست ہو جاتے ہیں۔ یہ عذاب ان سے ایک منٹ کے لئے بھی موقوف نہیں ہوتا۔ پوچھتا ہوں یہ کون ہیں؟ فرماتے ہیں یہ فتنے کے زمانے کے مقرر ہیں۔ پھر میں ایک تنگ سوراخ کے پاس سے گذرتا ہوں جس سے زبردست نور نکل رہا ہے پھر یہ نور واپس جانا چاہتا ہے مگر واپس نہیں ہو سکتا۔ پوچھتا ہوں یہ کیا ہے؟ فرماتے ہیں یہ وہ شخص ہے کہ کوئی بات کہہ کر اس پر نادم ہو کر اسے واپس لینا چاہتا ہے مگر واپس لینے پر قادر نہیں۔

رحمت عالم ﷺ نے فرمایا۔ پھر میں اور جبرئیل چڑھے۔ جبرئیل نے دروازہ کھلوایا تو آدم کو اسی صورت پر دیکھا جس صورت پر حق تعالیٰ نے انھیں پیدا کیا تھا۔ انھیں ان کی مومن اولاد کی روحیں دکھائی جا رہی تھیں اور دیکھ دیکھ کر فرما رہے تھے یہ پاکیزہ روح اور پاکیزہ نفس ہے۔ اسے علیین میں رکھو اور کافر اولاد کی بھی۔ اور فرما رہے تھے کہ یہ گندی روح اور گندہ نفس ہے اسے سجین میں رکھو پھر میں ذرا اور آگے بڑھا تو میں نے دسترخوان دیکھے جن پر پاکیزہ گوشت رکھا ہوا ہے لیکن ان کے قریب بھی کوئی نہیں۔ اور دوسرے دسترخوان دیکھے جن پر سڑا ہوا اور بدبودار گوشت رکھا ہے۔ اور لوگ اسے کھا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا جبرئیل یہ کون ہیں؟ فرمایا یہ حلال چھوڑ کر حرام کھایا کرتے تھے۔ پھر میں ذرا سا اور آگے بڑھا۔ تو میں نے ایسے لوگ دیکھے جن کے پیٹ گھروں کی طرح بڑے بڑے تھے۔ جب ان میں سے کوئی اٹھنا چاہتا تھا تو گر پڑتا تھا اور دعا مانگ رہے تھے کہ اے

اللہ قیامت قائم فرما۔ یہ لوگ فرعونیوں کے قافلوں کی گذرگاہوں پر تھے۔ پھر قافلہ آتا ہے اور انھیں روندتا ہوا چلا جاتا ہے اور یہ چیختے ہوئے رہ جاتے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں۔ فرمایا یہ سود خور ہیں اور آسیب زدہ لوگوں کی طرح کھڑے ہوتے ہیں۔ پھر میں ذرا اور آگے بڑھا تو ایسے لوگ دیکھے جن کے ہونٹ اونٹوں کے ہونٹوں جیسے تھے، زبردستی ان کے منہ کھول کھول کر ان میں پتھر ٹھونسے جا رہے تھے۔ جو ان کی دُبر سے نکل جاتے تھے، وہ بری طرح سے چیخ رہے تھے، میں نے پوچھا یہ کون ہیں، فرمایا یہ ظلم سے یتیموں کا مال کھا لیا کرتے تھے۔ پھر میں ذرا اور آگے بڑھا تو عورتیں دیکھیں جن کی چھاتیاں بندھی ہوئی ہیں۔ اور لٹک رہی ہیں اور بری طرح چیخ رہی ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ فرمایا یہ زناکار عورتیں ہیں۔ پھر میں ذرا اور آگے بڑھا تو کچھ آدمی دیکھے جن کی کروٹوں سے گوشت کاٹا جا رہا ہے، اور ان کے منہ میں ٹھونسا جا رہا ہے۔ اور کہا جا رہا ہے کہ اسے کھاؤ۔ جیسے تم اپنے بھائی کا گوشت کھایا کرتے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں۔ فرمایا یہ آپ کی امت کے چغل خور ہیں۔ (آگے پوری حدیث ہے) (بیہقی) رحمت عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:۔ معراج میں میں ایسے لوگوں سے گذرا جن کے تانبے کے ناخن تھے جن سے وہ اپنا منہ اور سینہ کھرچ رہے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں فرمایا یہ وہ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھایا کرتے تھے۔ اور ان کی آبرو ریزی کیا کرتے تھے (ابوداود) ابوداود طیالسی میں تر شاخ والی حدیث ہے جسے آپ نے پھاڑ کر دو قبروں پر گاڑ دیا تھا یہ حدیث اوپر گذر چکی۔ ان قبر والوں میں اختلاف ہے کہ یہ دونوں کافر تھے یا مومن؟ تحقیق یہی ہے کہ یہ کافر تھے۔ اور یہ جو فرمایا ہے کہ ان پر کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ شرک وکفر کے مقابلہ میں یہ معمولی گناہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان سے عذاب ٹلا نہیں ہاں تھوڑی سی دیر کے لئے (لکڑیوں کے خشک ہونے تک) ضرور تخفیف ہوگئی تھی۔ اگر مومن ہوتے تو آپ ان کے حق میں دعا فرماتے اور عذاب ہٹ جاتا۔ حدیث کی ایک سند میں ان کے کفر کی صراحت بھی آگئی ہے۔ یہ عذاب کفر و شرک کے عذاب کے علاوہ تھا۔ معلوم ہوا کہ کافروں پر کفر و شرک کا بھی عذاب ہے اور دیگر گناہوں کا بھی۔ یہی قول ابوالحکم بن برخان کا پسندیدہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ ا۔ دونوں مسلمان تھے۔ کیونکہ آپ نے صراحت فرما دی کہ ان پر کفر و شرک کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا۔ کیونکہ کفر و شرک بڑے گناہوں سے بھی بڑے گناہ ہیں۔ علاوہ ازیں یہ لازم نہیں کہ رحمتِ عالم ہر گناہگار مسلمان کے لئے سفارش فرمائیں۔ جس پر عذاب ہو رہا ہو۔ آپ نے چادر والے مسلمان کے بارے میں بتایا جو جہاد میں مارا گیا تھا کہ اس پر قبر میں آگ کی چادر بھڑک رہی ہے۔ حالانکہ یہ شخص

سلمان و مجاہد تھا۔ حدیث کی بعض سند میں جو کفر کی صراحت آگئی ہے وہ ثابت نہیں۔ اور اگر صحیح بھی ہو تو کسی راوی کا قول معلوم ہوتا ہے۔ قرطبی نے اسی کو پسند کیا ہے۔

ساتواں باب

عذاب قبر، قبر کی تنگی و کشادگی، قبر دوزخ کا گڑھا یا جنت کا باغیچہ اور قبر میں مُردوں کا حساب کے لئے بیٹھنا

جو لوگ عذاب قبر کے، اس کی تنگی و کشادگی کے اور اس بات کے کہ قبر یا تو جہنم کا گڑھا ہے، یا جنت کا باغیچہ اور قبر میں مُردے کے بیٹھنے کے قائل نہیں، انھیں ہم کیا جواب دیں گے؟ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ جب ہم قبریں کھول کر دیکھتے ہیں تو وہاں نہ اندھے اور گونگے فرشتے دیکھتے ہیں جو لوہے کے ہتھوڑوں سے مردے کو مار رہے ہوں، نہ وہاں سانپ واژدہے نظر آتے ہیں اور نہ وہاں آگ ہی بھڑکتی دکھائی دیتی ہے۔ بلکہ لاش میں کوئی تغیر نہیں پاتے۔ اور اگر مُردے کی آنکھوں پر پارا اور سینے پر رائی رکھ دیں تو پھر بھی اسے اپنی حالتِ سکون پر ہی پاتے ہیں۔ اسی طرح قبر کی تنگی اور کشادگی مشاہدہ کے خلاف ہے۔ قبر جس قدر کھودی جاتی ہے، جب اسے کھول کر دیکھتے ہیں تو اسی قدر پاتے ہیں۔ پھر تنگ قبر میں مردہ اور فرشتے اور مانوس یا غیر مانوس شکل والے عمل کیسے سما سکتے ہیں۔ اسی طرح بدعتی اور گمراہ لوگ کہتے ہیں کہ جو بات عقل و مشاہدہ کے تقاضوں کے خلاف ہو وہ یقیناً غلط ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ پھانسی کے تختے پر کبھی مدت تک لاش لٹکی رہتی ہے نہ اس سے سوال و جواب ہوتا ہے نہ اس میں حرکت پائی جاتی ہے اور نہ اس کا جسم آگ سے جلتا ہے۔ پھر جس کو درندے کھا گئے یا پرندے ہضم کر گئے اور ان کے اجزا درندوں کے پیٹوں اور پرندوں کے پوٹوں اور مچھلیوں کے معدوں میں ہضم ہو کر منتشر ہو گئے۔ یا جنھیں جلا کر ان کی راکھ ہوا یا سمندر یا نہروں میں بہادی گئی، تو ان اجزاء سے جبکہ وہ متفرق ہو کر گم ہو گئے، کیونکر سوال ہوتا ہے؟ اس کے سامنے کیونکر فرشتے آتے ہیں۔ اس کی قبر کیونکر جہنم کا گڑھا یا جنت کا باغیچہ بنتی ہے اور کیونکر اسے دبوچتی ہے؟ ہم اس سلسلے میں کچھ باتیں بیان کرتے ہیں جن سے ان تمام اعتراضوں کا جواب ملتا ہے۔

چند ضروری باتیں پہلی بات یہ ہے کہ انبیائے کرام نے ایسی خبریں نہیں دیں جنھیں عقل محال سمجھتی ہو اور قطعی طور پر انھیں ناممکن جانتی ہو۔ بلکہ انہوں نے دو قسم کی خبریں دی ہیں۔ بعض تو ایسی خبریں ہیں جنھیں عقل سلیم اور فطرت مستقیم بھی مانتی ہے اور ان کی سچائی کی گواہی دیتی ہے اور بعض ایسی ہیں جن کا

Marfat.com

ادراک بجز عقل نہیں کر سکتی مثلاً عالم غیب کی خبریں برزخ و قیامت کی تفصیلات اور عذاب و ثواب کی جزئیات وغیرہ۔ انبیا کی دی ہوئی خبریں ہرگز عقلوں کے نزدیک محال نہیں جس خبر کے متعلق یہ گمان ہو کہ یہ عقل کے نزدیک محال ہے وہ دو باتوں سے خالی نہیں۔ یا تو وہ جھوٹی خبر ہے انبیا کی دی ہوئی نہیں بلکہ ان کی طرف منسوب کر دی گئی ہے یا عقل فاسد ہے۔ جو ایک شیطانی شبہ کو معقول صریح سمجھ رہی ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ ویری الذین اوتوا العلم الخ آپ پر جو آپ کے رب کے پاس سے اترا ہے اسی کو اہل علم برحق سمجھتے ہیں اور وہی غالب و خوبیوں والے اللہ کی راہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ فرمایا افمن یعلم انما الخ۔ کیا پھر وہ جو آپ پر اتری ہوئی باتوں کو برحق سمجھتا ہے ایک اندھے کی طرح ہے۔ فرمایا الذین اٰتینا ہم الکتاب الخ۔ جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ ان باتوں سے خوش ہوتے ہیں جو آپ پر اتری ہیں اور بعض جماعتیں ایسی ہیں جو بعض باتوں کا انکار کرتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اذہان محال باتوں سے خوش نہیں ہوتے۔ فرمایا۔ یا ایہا الناس قد جاءتکم موعظۃ الخ۔ اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کے پاس سے نصیحت اور دلوں کی شفا آ گئی اور وہ مومنوں کے لئے ہدایت و رحمت ہے۔ آپ فرما دیں کہ لوگوں کو اللہ کے انعام و رحمت پر خوش ہو جانا چاہیے۔ ظاہر ہے کہ محال میں نہ تو شفا ہے نہ ہدایت و رحمت ہے اور نہ اس سے خوش ہوا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس قسم کے شکوک اسے ہوتے ہیں جس کے دل میں ایمان نے جڑیں نہیں پھیلائیں۔ اور جس کے اسلام پر قدم نہیں جمے۔ اسی وجہ سے اس کا دل ڈانواڈول ہوتا ہے اور حیرت و شک میں مبتلا رہتا ہے۔

دوسری بات بلا کمی بیشی کے رحمت عالم کی مراد سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اور آپ کی حدیث کا ایسا مطلب نہیں لینا چاہیے جسے وہ برداشت نہ کر سکے۔ یا اس سے وہ مطلب نکلتا نہ ہو۔ اس اصول کو چھوڑنے سے اور اس سے ہٹنے ہی کی وجہ سے بے شمار غلطیاں اور گمراہیاں پیدا ہوتی ہیں۔ بلکہ الٹی سمجھ ہی تمام بدعتوں اور گمراہیوں کی جڑ ہے۔ اور اصول و فرع میں ہر غلطی کی ضامن ہے۔ خصوصاً جبکہ اس کے ساتھ بدنیتی بھی ہو۔ کبھی اتفاق سے بعض مسائل میں بڑے لوگوں کی طرف سے الٹی سمجھ کا ظہور ہوتا ہے حالانکہ ان کی نیت اچھی ہوتی ہے اور عقیدتمندوں کی نیت بخیر نہیں ہوتی۔ اور مسئلہ کچھ سے کچھ سمجھ لیا جاتا ہے اور دین اور دینداروں کی مٹی پلید ہوتی ہے۔ قدریہ، مرجیہ، خارجی، رافضی، معتزلہ، جہمیہ اور دیگر تمام گمراہ فرقوں کو الٹی سمجھ ہی نے گمراہ کیا۔ اور ان کے ہاتھوں میں آ کر دین کی مٹی پلید ہوئی۔ ان لوگوں نے صحابۂ کرام اور تابعین کی سمجھ سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ اور نہ اس کی طرف دھیان دیا۔ کثرت امثلہ کی بنا پر ہم نے مثالیں نہیں دیں اور نہ دس ہزار سے بھی زیادہ مثالیں ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ آپ شروع سے لے کر آخر

Marfat.com

تک قرآن حکیم پڑھ جائیں۔ آپ کو حیرت ہوگی کہ ان گمراہ فرقوں نے کہیں بھی قرآن پاک کو شارع علیہ السلام کی مراد کے مطابق نہیں سمجھا۔ قرآن حکیم کو صحیح طور سے وہی سمجھے گا جو پہلے لوگوں کے خیالات معلوم کرے پھر انھیں قرآن پاک پر پیش کرے۔ لیکن جو الٹا معاملہ کرے کہ شرعی مسائل لوگوں کی رایوں پر پیش کرنے لگے اور ان سے حسن ظن کی بنا پر دینی مسائل کو ان کے خیالات کے موافق بنانے کی کوشش کرے وہ ہدایت سے دور جا پڑے گا۔ ایسے مقلد کو اس کے خیالات پر چھوڑ دیجئے۔ الحمد للہ اللہ نے اس بیماری سے آپ کو بچالیا ہے۔

تیسری بات حق تعالیٰ نے تین ہی گھر بنائے ہیں۔ دنیا۔ برزخ، اور آخرت اور ہر گھر کے مخصوص احکام بنائے ہیں۔ اور انسان کو جسم و روح سے مرکب فرمایا ہے۔ دنیا کے احکام اجسام پر جاری ہیں اور روحیں ان کے تابع ہیں۔ اسی لئے احکام شرعیہ اقوال و افعال پر مرتب ہوتے ہیں۔ دلی خیالات پر نہیں۔ اور برزخ کے احکام روحوں پر جاری ہوتے ہیں۔ اور جسم ان کے تابع ہوتے ہیں۔ غور کرو۔ جیسے دنیوی احکام میں روحیں اجسام کے تابع ہیں۔ اور اجسام کی راحت و تکلیف کا انھیں احساس ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کے اسباب کا براہ راست اجسام ہی سے تعلق ہے۔ اور بواسطہ اجسام کے روحیں بھی متاثر ہوتی ہیں ٹھیک اسی طرح برزخ میں راحت و تکلیف کا تعلق براہ راست روحوں سے ہوتا ہے اور بواسطہ ارواح کے اجسام سے ہوتا ہے۔ دنیا میں اجسام ظاہر ہیں اور ارواح پوشیدہ۔ گویا بدن روحوں کی قبریں ہیں اور برزخ میں روحیں ظاہر ہیں اور اجسام اپنی اپنی قبروں میں پوشیدہ اور گم ہیں۔ پس احکام برزخ براہ راست روحوں پر جاری ہوتے ہیں۔ اور ان کے واسطے سے اجسام بھی متاثر ہوتے ہیں۔ پس اسی ایک نکتہ کو ذہن میں رکھو تمام اعتراض اٹھ جائیں گے۔

برزخ کا نمونہ حق تعالیٰ نے ہمیں اپنی ہدایت و مہربانی سے دنیا میں بھی برزخ کا ایک نمونہ دکھایا ہے یعنی سونے والے کی حالت برزخ کا ایک نمونہ ہے۔ یعنی خواب میں جو مسرت یا تکلیف ہوتی ہے، وہ براہ راست روح کو ہوتی ہے۔ اور روح کے واسطے سے بدن بھی متاثر ہوتا ہے اور کبھی یہ تاثیر اتنی قوی ہوتی ہے کہ مشاہدے میں بھی آجاتی ہے مثلاً کسی نے خواب میں دیکھا کہ کوئی اسے مار رہا ہے اور وہ چیخ رہا ہے۔ جب جاگ گیا تو چوٹ کا نشان جسم پر موجود دیکھا۔ یا خواب میں دیکھا کہ میں نے کوئی چیز کھائی پھر بیدار ہو گیا تو اس کا ذائقہ اب تک محسوس کر رہا ہے۔ بلکہ بھوک پیاس بھی جاتی رہتی ہے۔ بعض دفعہ تو یہاں تک نوبت پہونچ جاتی ہے کہ خواب دیکھنے والا خواب ہی میں کھڑا ہو جاتا ہے اور بیدار شخص کی طرح مارتا پکڑتا اور دھکے دیتا ہے۔ حالانکہ وہ نیند میں ہوتا ہے۔ اور ہر بات سے بے خبر ہوتا ہے۔ کیونکہ جب روح متاثر ہوئی تو اس نے بدن سے باہر رہ کر بدن سے مدد مانگی۔ کیونکہ اگر بدن میں داخل ہو جاتی تو وہ بیدار ہو جاتا

Marfat.com

اور ہر بات محسوس کرنے لگتا۔ پھر جب حالت خواب میں ایک ادنیٰ قسم کے تجرد سے روح براہ راست متاثر ہونے لگتی ہے۔ تو برزخ میں جبکہ اعلیٰ قسم کا اور پورا پورا التجرد پایا جاتا ہے۔ بدرجہ اولیٰ براہ راست روح متاثر ہوتی ہے۔ اور اس کے تاثر سے بدن بھی متاثر ہوتے ہیں۔ کیونکہ موت سے روح کا تعلق اجسام سے بالکل ختم نہیں ہوتا۔ بلکہ یک گونہ تعلق قایم رہتا ہے۔ خواہ جسم جوں کے توں باقی ہوں یا ان کے اجزاء پراگندہ ہوکر مٹی وغیرہ میں مل کر دوسری شکلیں اختیار کر چکے ہوں اور قیامت کے دن براہ راست اجسام و ارواح دونوں متاثر ہوں گے۔ جب تم اس نکتے کو اچھی طرح سمجھ جاؤ گے تو تمہیں خود بخود مذکورہ بالا تمام اعتراضات کا جواب سمجھ میں آجائے گا۔ اور یہ بھی سمجھ جاؤ گے کہ رسول معصوم کی بتائی ہوئی تمام باتیں عقل سلیم کے مطابق اور برحق ہیں۔ اور الجھن سوءِ فہم اور کم علمی کی وجہ سے ہے۔ ع سخن شناس نہٗ دلبرا خطا ایں جاست۔ کیا یہ حیرت انگیز بات نہیں کہ دو شخص ایک ہی بستر پر سو رہے ہیں مگر ایک کی روح نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہی ہے اور دوسرے کی روح عذاب الیم میں مبتلا ہے۔ پھر دونوں جاگتے ہیں تو اپنے اپنے جسموں پر نعمت و عذاب کے نشانات دیکھتے ہیں۔ برزخ کا معاملہ تو اس سے بھی زیادہ عجیب ہے۔

چوتھی بات برزخ و آخرت کے معاملات حس و ادراک سے باہر ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ نے برزخ و آخرت کے معاملات دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھے ہیں۔ ان تک حس و ادراک کی رسائی نہیں اس کی کمال حکمت کا یہی تقاضا ہے تاکہ مسلمانوں اور کافروں میں اور ماننے والوں اور نہ ماننے والوں میں تمیز ہو جائے دنیا ہی میں عمر کی آخری گھڑی میں سکرات کے وقت فرشتوں سے سابقہ پڑتا ہے اور دنیا سے جانے والا ہی انھیں دیکھتا ہے۔ فرشتے اس کے پاس آکر بیٹھ جاتے ہیں اس سے بات چیت کرتے ہیں۔ ان کے پاس جنت کا یا جہنم کا کفن اور خوشبو یا بدبو بھی ہوتی ہے۔ یہ تیمارداروں کی دعا یا بددعا پر آمین بھی کہتے ہیں مرنے والے کو سلام بھی کرتے ہیں۔ اور وہ انھیں جواب بھی دیتا ہے اور اگر بول نہیں سکتا اور اشارا بھی نہیں کر سکتا تو دل سے جواب دیتا ہے۔ اسی وجہ سے بعض مرنے والوں کو سکرات کے وقت اہلاً و سہلاً و مرحباً، آیئے آیئے تشریف لایئے، کہتے ہوئے سنا گیا ہے۔ ہمارے محترم استاد نے بتایا۔ نہ معلوم آپ نے مشاہدہ فرمایا تھا یا کسی سے سنا تھا۔ کہ ایک مرنے والا کہہ رہا تھا آیئے تشریف رکھئے۔

خیر النسلج کا واقعہ خیر النسلج کا واقعہ مشہور ہے کہ آپ نے موت کے وقت فرمایا میں صبر کروں گا اللہ پاک تمہیں عافیت عطا فرمائے۔ تمہیں جو حکم ہے اس کے بغیر چارہ نہیں اور میری عمر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔ پھر پانی منگاکر وضو کیا اور نماز پڑھ کر فرمایا۔ اب تم رب کے حکم کی تعمیل کرو۔ یہ فرماکر سدھار گئے

عمر بن عبدالعزیز کا آخری واقعہ کہتے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز جس دن رخصت ہونے والے تھے اس دن

Marfat.com

فرمانے لگے۔ مجھے اٹھا کر بٹھا دو۔ تیمار داروں نے آپ کو اٹھا کر بٹھا دیا۔ رو کر فرمایا۔ میں وہ ہوں جس نے تعمیل احکام میں کوتاہی کی اور گناہوں میں سرگرمی دکھائی۔ یہ جملہ تین بار مکرر فرما کر کلمہ پڑھا اور سر اٹھا کر غور سے دیکھنے لگے۔ لوگوں نے پوچھا امیر المومنین آپ اس قدر غور سے کیا دیکھ رہے ہیں۔ فرمایا میں ایسی صورتیں دیکھ رہا ہوں جو نہ انسان ہیں نہ جن۔ پھر جان جان آفرین کو سونپ دی۔ (ابن ابی الدنیا) مسلمۃ فرماتے ہیں کہ آپ کی سکرات کے وقت میں موجود تھا۔ آپ نے اشارے سے ہمیں باہر جانے کا حکم دیا۔ ہم سب باہر آ کر بیٹھ گئے۔ بس ایک خادم آپ کے پاس رہ گیا۔ اس وقت آپ اس آیت کی تلاوت فرما رہے تھے۔ تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ الخ ہم نے یہ آخرت کا گھر ان کے لئے بنایا ہے جو دنیا میں بلندی نہیں چاہتے اور گڑبڑ نہیں مچاتے اور اچھا انجام اللہ سے ڈرنے والوں ہی کا ہوتا ہے۔ بیشک تم نہ انسان ہو اور نہ جن۔ پھر خادم نے باہر آ کر ہمیں اندر آجانے کو کہا۔ اب جو ہم اندر گئے تو آپ سدھار بھی چکے تھے۔

محمد بن واسع کی سکرات کا واقعہ فضالہ بن دینار کا بیان ہے کہ میں محمد بن واسع کی سکرات کے وقت موجود تھا۔ آپ اک دم فرمانے لگے۔ اے میرے رب کے فرشتو، آؤ۔ ہر طرح کی طاقت و قوت اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ اس وقت مجھے بڑی پیاری اور مست کن خوشبو کی لپٹیں آئیں۔ پھر آپ کی نگاہ پھٹ گئی اور سدھار گئے۔ غرض کہ اس سلسلے میں بے شمار آثار ہیں لیکن سب سے زیادہ بلیغ و مؤثر اور جامع یہ آیت ہے۔ فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ الخ جب روح بدن سے کھنچ کر سینے میں آ کر اٹک جاتی ہے اور اس وقت تم حسرت بھری نگاہوں سے تکا کرتے ہو اور ہم مرنے والے سے تم سے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔ لیکن تم دیکھتے نہیں۔ یعنی ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے تم سے زیادہ اس کے قریب ہوتے ہیں۔ لیکن تمہیں دکھائی نہیں دیتے۔ یہ دنیا کی آخری گھڑی ہے۔ اور برزخ کی پہلی گھڑی آنے والی ہے (اس وجہ سے مرنے والے سے پردے اٹھا دیئے جاتے ہیں) اس وقت دنیا سے جانے والا جو چیزیں دیکھ رہا ہے وہ دنیا والوں کو نظر نہیں آتیں۔ پھر فرشتہ ہاتھ بڑھا کر روح سے خطاب کرتا ہے اور اسے قبض کر لیتا ہے۔ تیمار دار نہ فرشتہ دیکھتے ہیں اور نہ فرشتے کی بات سنتے ہیں۔ پھر بدن سے روح نکل آتی ہے۔ اور سورج کی کرنوں کی طرح اس سے نور کی کرنیں اور مشک سے زیادہ مست کن خوشبو کی لپٹیں نکلنے لگتی ہیں۔ موجود رہنے والے نہ نور کی کرنیں دیکھتے ہیں، اور نہ انھیں خوشبو کی لپٹیں آتی ہیں۔ پھر فرشتوں کے جھرمٹ میں روح آسمان پر چڑھتی ہے مگر کوئی فرشتوں کو نہیں دیکھتا۔ پھر روح واپس آ کر بدن کو غسل دیئے جانے اور کفن پہنائے جانے کا، اس قبرستان کی طرف لے جائے جانے کا مشاہدہ کرتی ہے اور کہتی ہے۔ جلدی سے لے چلو۔ یا مجھے کہاں لے

Marfat.com

جارہے ہوں۔ لیکن اس کی آواز کسی کو بھی نہیں سنائی دیتی۔ پھر جب لاش قبر میں رکھ کر اس پر مٹی ڈال کر قبر بنا دی جاتی ہے تو یہ مٹی کا ڈھیر فرشتوں کو میت کے پاس آنے سے آڑے نہیں آتا۔ بلکہ اگر چٹان تراش کر اس میں لاش رکھ کر اسے سیسہ پلا کر سربمہر کر دی جائے تو فرشتے پھر بھی لاش تک پہنچ جائیں گے۔ کیونکہ اجسام کثیفہ سے ارواح لطیفہ آسانی سے پار ہو جاتی ہیں۔ فرشتے تو فرشتے ان سے تو جن بھی پار ہو جاتے ہیں۔ بلکہ جیسے پرندے ہوا میں اڑتے پھرتے ہیں اسی طرح فرشتے اجسام کثیفہ میں تیرتے پھرتے ہیں۔

قبر کی وسعت و فراخی قبر کی فراخی روح کے لئے بالذات ہے اور بدن کے لئے بواسطہ روح کے ہے۔ (عالم برزخ کے واقعات روح پر براہ راست طاری ہوتے ہیں اور بدن پر بواسطۂ روح کے) بظاہر لاش قبر میں ہاتھ دو ہاتھ جگہ میں ہوتی ہے حالانکہ قبر منتہائے نگاہ تک فراخ ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر قبر کو کھول کر دیکھا جائے تو لاش اپنی ہیئت پہ بدستور نظر آتی ہے مگر قبر میت کو اس طرح بھینچتی ہے کہ اِدھر کی پسلیاں اُدھر اور اُدھر کی اِدھر آجاتی ہیں۔ یہ بات حس، عقل اور فطرتِ سلیم کے خلاف نہیں۔ اگر لاش بدستور رکھی ہوئی ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قبر نے اسے نہ بھینچا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ بھینچے جانے کے بعد لاش پھر اپنی سابق حالت پر آ گئی ہو۔ ملحدوں اور بے دینوں کے پاس بجز رسولوں کو جھٹلانے کے اور رکھا ہی کیا ہے۔

ایک معتبر شخص کا بیان ایک نہایت معتبر شخص نے بتایا کہ ایک دفعہ میں نے تین قبریں کھودیں اور فارغ ہو کر سستانے کے لئے لیٹ گیا۔ اتفاق سے آنکھ لگ گئی۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ آسمان سے دو فرشتے اترتے ہیں اور ان تینوں میں سے ایک قبر کے پاس کھڑے ہو کر آپس میں ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ اس کا رقبہ تین میل لمبا اور تین میل چوڑا لکھ لو۔ پھر دوسری قبر کے پاس جا کر کہتا ہے کہ اس کا ایک میل لمبا اور ایک میل چوڑا لکھ لو۔ پھر تیسری قبر کے پاس جا کر کہتا ہے اس کا آدھا انچ لمبا اور آدھا انچ چوڑا لکھ لو۔ فرماتے ہیں پھر میری آنکھ کھل گئی۔ اتنے میں کسی معروف شخص کا جنازہ آیا۔ جسے پہلی قبر ملی۔ پھر دوسرا جنازہ آیا اسے دوسری قبر ملی۔ پھر شہر سے ایک مشہور و مالدار عورت کا جنازہ آیا۔ جس کے ساتھ شہر کے ہر گوشہ کا آدمی تھا اور جنازے پر لوگوں کی بھیڑ تھی اسے تیسری قبر ملی۔

پانچویں بات قبر کی آگ اور قبر کی باغ و بہار دنیا کی آگ و بہار کی طرح نہیں ہے کہ اس کا دنیا والے مشاہدہ کریں۔ بلکہ آخرت کی آگ و بہار کی طرح ہے جو دنیا کی آگ و بہار سے کہیں زیادہ قوی

Marfat.com

ہے۔ آخرت کی چیزوں کا دنیا والے مشاہدہ نہیں کرسکتے۔ بلکہ اللہ پاک ان پر بھی مٹی اور پتھر بھر کا دیتا ہے جن میں یہ مدفون ہیں۔ اور یہ دنیا کی مٹی اور پتھروں سے کہیں زیادہ گرم و ایذا رساں بن جاتے ہیں۔ لیکن اگر ان کو دنیا والے چھوکر دیکھیں تو انھیں ذرا سی گرمی کا بھی احساس نہ ہو۔ اسی طرح حق تعالیٰ انھیں باغ و بہار بنا دیتا ہے بلکہ ایک ہی قبر میں دو شخص مدفون ہوتے ہیں۔ ایک کے لئے یہ قبر جہنم کا گڑھا ہے مگر اس کی گرمی کا احساس اس کے پڑوسی کو نہیں ہوتا۔ اور ایک کے لئے جنت کا باغیچہ ہے لیکن اس کی راحت فزا نعمتوں کا احساس اس کے پڑوسی کو نہیں ہوتا۔ اللہ کی قدرت تو اس سے بھی زیادہ کہیں وسیع اور حیرت انگیز ہے۔ اسی دنیا میں اس نے ہمیں اپنی قدرت کی اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز نشانیاں دکھادی ہیں۔ مگر لوگوں کو جن باتوں کا علم نہیں ہوتا انھیں جھٹلا دیا کرتے ہیں۔ مگر جنھیں اللہ ماننے کی توفیق عطا فرمائے اور جھٹلانے سے محفوظ رکھے غرضکہ اللہ پاک کافروں کے نیچے آگ کے دو تختے بچھا دیتا ہے جس سے اس کی قبر تنور کی طرح بھڑک اٹھتی ہے۔ پھر جب اللہ کو منظور ہوتا ہے تو اس پر اپنے کسی بندے کو مطلع بھی فرما دیتا ہے اور دوسروں سے چھپائے رکھتا ہے۔ کیونکہ اگر سب کو خبر ہو جائے تو ایمان بالغیب کہاں رہے اور لوگ مُردوں کو دفن کرنا چھوڑ دیں۔ جیسا کہ رحمتِ عالم نے فرمایا کہ اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ تم دفن کرنا چھوڑ دوگے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ میری طرح تمھیں بھی عذاب قبر سنائے (بخاری مسلم) چونکہ جانوروں میں یہ حکمت مفقود ہے اس لئے وہ عذاب قبر سنتے ہیں جس طرح آپ کا خچر عذاب قبر سن کر ایسا بدکا تھا کہ معلوم ہوتا تھا آپ کو گرا دے گا۔

ابو عبداللہ محمد بن ازیز کا چشم دید واقعہ

ابو عبداللہ محمد بن ازیز حرانی:۔ میں آمد میں عصر کے بعد اپنے گھر سے نکل کر ایک باغ میں گیا۔ غروب سے کچھ قبل چند قبروں کے پاس پہونچا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک قبر شیشہ گر کی بھٹی کی طرح انگارا تھی۔ مردہ قبر میں مدفون تھا میں اپنی آنکھیں ملنے لگا۔ اور سوچنے لگا کہ آیا میں جاگ رہا ہوں یا سو رہا ہوں۔ پھر میں نے شہر کی فصیل دیکھ کر کہا۔ میں تو بیدار ہوں۔ پھر خود فراموشی کی حالت میں گھر گیا مگر کھانا آیا تو کھا نہ سکا۔ اور شہر میں چل پھر کر معلوم کیا تو پتہ چلا کہ اس قبر میں آج ہی ایک ظالم چنگی وصول کرنے والا دفن کیا گیا ہے۔ قبروں میں اس آگ کا دیکھا جانا اسی طرح ہے جیسے کبھی اللہ کسی کو جن یا فرشتے دکھا دیتا ہے۔

ایک آدمی کا چشم دید واقعہ

شعبی نے ایک آدمی کا واقعہ بیان کیا کہ اس نے رحمت عالم سے کہا کہ میں بدر سے گذر رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک آدمی زمین سے نکلتا ہے اور ایک شخص اسے

ہتھوڑے سے مارتا ہے۔ پٹتے پٹتے وہ پھر زمین میں غائب ہو جاتا ہے۔ پھر نکلتا ہے پھر غائب ہو جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ ابو جہل ہے۔ اس پر قیامت تک یہی عذاب مسلط رہے گا۔ (کتاب القبور لابن ابی الدنیا)

ابن عمر کا واقعہ

ابن عمرؓ۔ ایک دفعہ میں مکہ اور مدینہ کے درمیان اپنی سواری پر جارہا تھا، پیچھے سامان بندھا ہوا تھا، راستے میں ایک قبرستان سے جو گذرا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی اپنی قبر سے نکلا۔ جس کے تمام جسم میں آگ لگ رہی ہے اور اس کی گردن میں زنجیر ہے جسے گھسیٹتا جارہا ہے۔ مجھے دیکھ کر کہتا ہے کہ "اے عبداللہ مجھ پر پانی چھڑک دو" معلوم نہیں وہ مجھے پہچانتا تھا یا عبداللہ عرف کے اعتبار سے کہہ رہا تھا۔ اتنے میں دوسرا شخص نکل کر آتا ہے اور کہتا ہے کہ عبداللہ اس پر پانی نہ چھڑکنا۔ پھر اس کی زنجیر پکڑ کر اور اسے گھسیٹ کر قبر میں لے جاتا ہے۔ (ابن ابی الدنیا) عروہ نے بھی مذکورہ بالا واقعہ قدرے اختلاف الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اس کی دہشت سے میرے بال سفید ہو گئے۔ میں نے حضرت عثمان کو یہ واقعہ سنایا تو آپ نے تنہا سفر کرنے سے مسلمانوں کو روک دیا (ابن ابی الدنیا)

ابو قزعۃ کا واقعہ

ابو قزعۃ:۔ ہم بعض چشموں سے جو ہمارے بصرہ کے راستے میں پڑتے تھے، گذرے، تو گدھے کی سی آواز آئی۔ ہم نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ گدھے کی سی آواز کہاں سے آرہی ہے؟ اور کس کی ہے؟ لوگوں نے کہا۔ ایک شخص ہمارے قریب رہا کرتا تھا جب اس کی ماں اس سے بات کرتی تھی تو اسے کہہ دیا کرتا تھا کہ کیوں گدھے کی طرح چیختی ہے۔ اس کے مرنے کے بعد اس کی قبر سے روزانہ گدھے کی سی آواز آتی ہے (ابن ابی الدنیا)

ایک مدنی کا واقعہ

عمرو بن دینار:۔ مدینہ کا ایک شخص تھا اس کی بہن جو مدینہ کے ایک کنارے پر رہتی تھی، بیمار ہو گئی وہ اس کی بیمار پرسی کے لیے آیا جایا کرتا تھا۔ پھر وہ مر گئی۔ خیر اسے دفن کر دیا گیا۔ پھر اسے یاد آیا کہ قبر میں میری کوئی چیز گر گئی ہے چنانچہ ایک شخص کو ساتھ لیکر قبر جو کھودی تو وہ گری ہوئی چیز مل گئی۔ پھر اس نے اپنے ساتھی سے کہا۔ الگ ہٹ جاؤ۔ ایک نگاہ اپنی بہن پر ڈال لوں کہ بے چاری کس حال میں ہے۔ لحد کی ایک اینٹ جو الگ کی تو قبر میں آگ بھڑک رہی تھی فوراً اینٹ اس کی جگہ پر رکھ کر قبر بنا دی اور گھر آ گیا۔ ماں نے پوچھا۔ قبر میں تمہاری بہن کا کیا حال ہے۔ بولا ان کا حال نہ پوچھئے۔ وہ تو ہلاک ہو گئیں۔ آپ مجھے بتائیے کہ کیا کیا کرتی تھیں۔ ماں نے کہا نماز دیر سے پڑھتی تھیں اور بلا وضو پڑھتی تھیں اور ہمسایوں کے دروازوں پر جا کر چھپ کر ان کی باتیں سنا کرتی تھیں (ابن ابی الدنیا)

ایک اور شخص کا واقعہ

مرثد بن حوشب:۔ میں یوسف بن عمر کے پاس تھا۔ ان کے قریب ہی ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ جس کا ایک رخسار لوہے کی طرح سخت تھا۔ یوسف نے اس سے کہا کہ مرثد کو بھی اپنا آنکھوں دیکھا واقعہ سنا دو۔ بولا میں نوجوان تھا اور گناہوں کی پرواہ نہیں کیا کرتا تھا۔ طاعون کے زمانے میں میں نے سوچا کہ

سرحد پر چلا جاؤں۔ پھر میں نے فیصلہ کیا کہ قبریں کھودا کروں۔ ایک دن میں نے مغرب وعشا کے درمیان ایک قبر کھودی اور دوسری قبر کی مٹی سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ اتنے میں ایک جنازہ لایا گیا اور اسے اس قبر میں دفن کر دیا گیا۔ اور لوگ واپس چلے گئے۔ میں نے دیکھا اونٹ جیسے دو سفید پرندے مغرب کی طرف سے آئے ایک قبر کے سرہانے اور دوسرا پائنتی اتر پڑا۔ اور دونوں نے قبر کی مٹی ہٹائی۔ پھر ایک تو قبر میں اتر گیا اور دوسرا کنارے پر رہا۔ میں کسی چیز سے ڈرا نہیں کرتا تھا۔ میں نے اس سے سنا کہ وہ کہہ رہا ہے کیا تو اپنی سسرال میں گیروے رنگا ہوا جوڑا پہن کر غرور و فخر سے اُسے گھسیٹتا ہوا نہیں جایا کرتا تھا؟ بولا میں بہت کمزور ہوں۔ پھر اس پر ایسی چوٹ ماری جس سے اس کی قبر پانی اور روغن سے بھر گئی۔ اسی طرح تین بار مارا اور ہر بار اسی لفظ کو دُھراتا تھا۔ اور ہر دفعہ قبر پانی اور روغن سے بھر جاتی تھی۔ پھر اپنا سر اٹھا کر میری طرف دیکھ کر بولا دیکھو یہ کہاں بیٹھا ہوا ہے اللہ اسے اپنی رحمت سے دور کرے اور میرے اس رخسارے پر اپنا ایک پر مارا میں گر پڑا۔ رات بھر میں وہیں رہا صبح قبر دیکھی تو جوں کی توں تھی۔ یہ دیکھنے والے کی آنکھوں میں تو پانی اور روغن معلوم ہوتا تھا۔ مگر آگ تھی جو مردے پر بھڑک رہی تھی۔ جیسے رحمتِ عالم صلعم نے دجال کی طرف سے خبر دی کہ اس کے پاس پانی اور آگ ہوگی آگ تو ٹھنڈا پانی ہوگا اور پانی شعلے مارتی ہوئی آگ ہوگی۔ ایک شخص نے ابو اسحٰق فزاری سے پوچھا۔ کیا کفن چور کی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ فرمایا ہاں اگر اس کی نیت صحیح ہو اور اللہ کے علم میں اس کی سچائی بھی ہو۔

ایک کفن چور کا واقعہ ایک شخص بولا میں کفن چور تھا۔ قبریں کھود کر کفن نکال لیا کرتا تھا۔ اور بعض مُردوں کے منہ قبلے سے پھرے ہوئے دیکھتا تھا۔ یہ سنکر فزاری خاموش ہوگئے اور اوزاعی کو لکھا۔ اوزاعی نے جواب میں لکھا کہ نباش کی توبہ قبول ہو جائے گی بشرطیکہ نیت صحیح ہو اور اللہ کے علم میں اس کی صداقت ہو۔ اور جن مُردوں کے قبلے سے منہ پھرے ہوئے دیکھے گئے وہ غیر سنت پر فوت ہوئے۔

دوسرے کفن چور کا واقعہ ایک نباش سے جس نے توبہ کر لی تھی پوچھا گیا کہ سب سے عجیب بات جو تم نے دیکھی ہو بتاؤ۔ اس نے کہا کہ میں نے ایک شخص کی قبر جو کھولی تو اس کے تمام جسم میں میخیں ٹھکی ہوئی تھیں اور ایک بڑی میخ سر میں اور ایک پیروں میں ٹھکی ہوئی تھی۔

ایک آدمی کا چشم دید واقعہ اسی دوسرے کفن چور سے یہی بات پوچھی گئی تو اس نے بتایا۔ میں نے ایک آدمی کی کھوپری دیکھی جس میں سیسہ پگھلا کر بھر دیا گیا تھا۔ کسی کفن چور سے پوچھا گیا کہ تمہاری توبہ کا سبب کیا ہے۔ بولا میں عموماً مُردوں کو قبلہ سے پھرا ہوا پاتا تھا۔ (مذکورہ بالا تمام واقعات کتاب القبور میں ہیں)

ایک بغدادی کا واقعہ ابوعبداللہ محمد بن نساب سلامی جو بڑے نیک اور سچے تھے، فرماتے ہیں کہ ایک

شخص بغداد میں لہاروں کے بازار میں چھوٹی چھوٹی دو سروں والی میخیں فروخت کر گیا۔ ایک لوہار نے انھیں نرم کرنا چاہا مگر وہ آگ اور ہتھوڑے کی ضرب سے بھی نرم نہ ہو سکیں اور وہ تھک کر چور ہو گیا۔ اس نے بیچنے والے کو بلا کر پوچھا کہ یہ کیلیں تم کہاں سے لائے تھے۔ بولا میرے پاس تھیں۔ آخر اس نے اصرار پر بتایا کہ مجھے یہ ایک کھلی قبر میں سے ملی تھیں اور ان سے مردے کی ہڈیاں جڑی ہوئی تھیں۔ میں نے انھیں ان ہڈیوں میں سے نکالنے کی کوشش کی مگر نکال نہ سکا۔ آخر میں نے پتھر سے ہڈیوں کو توڑ کر انھیں نکالا اور اکٹھا کر لیا۔

ابوالحریش کہتے ہیں کہ میری والدہ نے بیان کیا کہ جب ابوجعفر نے کوفہ میں خندق کھدوائی تو لوگوں نے اپنے اپنے مردے منتقل کر دیئے۔ ہم نے ان میں ایک نوجوان کو دیکھا جو اپنے ہاتھ میں کاٹ رہا تھا۔

سماک بن حرب :۔ ایک دفعہ ابوالدرداء قبروں کے درمیان سے گذرے اور فرمایا کہ تمہارے بالائی حصے کتنے پرسکون ہیں اور اندرونی حصوں میں کتنے مصائب ہیں۔

ثابت البنانی :۔ میں قبرستان میں گھوم رہا تھا اتنے میں پیچھے سے آواز آئی کہ اے ثابت! قبروں کے سکون سے دھوکہ نہ کھانا۔ ان میں بہت سے غمزدہ بھی ہیں۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو کسی کو بھی نہیں پایا۔

حسن ایک قبرستان سے گذرے اور بولے اس لشکر کی حالت قابل رحم ہے۔ یہ کس قدر پرسکون ہیں حالانکہ ان میں بہت سے بے قرار بھی ہیں۔

عمر بن عبدالعزیز کی وصیت

عمر بن عبدالعزیز نے مسلمۃ بن عبدالملک سے پوچھا کہ تمہارے والد کو کس نے دفن کیا تھا۔ بولا میرے فلاں مولیٰ نے پوچھا کہ ولید کو کس نے دفن کیا تھا۔ بولا میرے فلاں مولیٰ نے۔ عمر نے فرمایا کہ مجھ سے کہا گیا ہے کہ جب تمہارے باپ کو اور ولید کو دفن کیا گیا اور ان کے کفن کی گرہ کھولی گئی تو ان کے منہ پیچھے کو پھرے ہوئے تھے۔ مسلمۃ میرے مرنے کے بعد میرے منہ کو دیکھنا۔ کہیں ان کی طرح میرا منہ تو نہیں پھرا۔ یا اس سے مجھے عافیت دی گئی۔ مسلمۃ کہتے ہیں قبر میں رکھ کر میں نے عمر کا منہ دیکھا تو حسب سابق اپنی جگہ پر تھا۔

کسی کی بچی کا واقعہ

بعض سلف فرماتے ہیں کہ میری بچی فوت ہو گئی۔ میں نے اسے قبر میں اتارا۔ پھر میں لحد کی اینٹ ٹھیک کرنے لگا تو اسے قبلہ سے پھرا ہوا پایا اس سے مجھے سخت صدمہ ہوا۔ ایک دن میں نے خواب میں دیکھا وہ کہہ رہی ہے کہ ابا جان آپ نے مجھے قبلہ سے پھرا ہوا دیکھ کر بہت صدمہ کیا۔ عموماً میرے آس پاس والے قبلہ سے پھرے ہوئے ہیں۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ جو بڑے گناہوں پر جمے ہوئے فوت ہوئے ان کے ساتھ یہی معاملہ ہوتا ہے۔

عمر بن عبدالعزیز کا چشم دیدواقعہ

عمر فرماتے ہیں ولید بن عبدالملک کو قبر میں اتارنے والا میں بھی تھا۔ میں نے دیکھا

Marfat.com

ان کے گھٹنے گردن سے لگ گئے تھے۔ ان کا بیٹا بولا۔ رب کعبہ کی قسم میرے والد اچھی حالت میں ہیں۔ میں نے کہا رب کعبہ کی قسم تمہارے والد کی دنیا ہی میں اچھی حالت گذر گئی پھر عمر نے اس واقعہ سے عبرت حاصل کی جب عمر بن عبدالعزیز نے یزید کو عراق کا حاکم بنایا تو یہ نصیحت کی کہ اللہ سے ڈرتے رہنا میں نے جب ولید کو لحد میں رکھا تو میں نے انھیں کفن میں پاؤں ہلاتے دیکھا تھا

ذوالصفاح کی قبر کا واقعہ عبدالحمید بن محمود :۔ میں ابن عباس کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ان کے پاس کچھ لوگوں نے آکر کہا کہ ہم حج کو جا رہے تھے راہ میں ہمارا ایک ساتھی ذوالصفاح فوت ہوگیا۔ خیر ہم نے اس کی تجہیز و تکفین کی اور قبر کھودی۔ جب قبر تیار ہوگئی تو ایک سیاہ سانپ نے آکر تمام قبر گھیر لی۔ پھر وہاں سے ہٹ کر دوسری جگہ قبر کھودی گئی پھر بھی اسے سانپ نے گھیر لیا۔ پھر تیسری جگہ کھودی گئی تو پھر بھی اس میں سانپ آکر بیٹھ گیا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ یہ اس کی چوری ہے جس کا وہ مرتکب ہوا کرتا تھا۔ جاؤ اسے کسی قبر میں بھی رکھدو اللہ کی قسم اگر تمام زمین بھی کھود ڈالوگے تو سب جگہ یہی سانپ پاؤگے۔ آخر کار ہم نے اسے ایک قبر میں دفن کر دیا۔ حج سے واپس آکر ہم نے اس کا سامان اس کے گھر دیدیا۔ اور اس کی بیوی سے پوچھا تمہارا شوہر کیا کیا کرتا تھا۔ بولی اناج بیچا کرتے تھے۔ اور اس میں سے روزانہ اپنے گھر کا خرچہ نکال کر پھر اتنا ہی چوری سے اس میں ملا دیا کرتے تھے

ابواسحاق کا واقعہ ابواسحاق :۔ مجھے ایک مردے کو غسل دینے کے لئے بلایا گیا۔ جب میں نے اس کے منہ سے چادر ہٹائی تو ایک موٹا سانپ اس کی گردن میں لپٹا ہوا دیکھا۔ آخر میں اسے بلا غسل کے چھوڑ کر چلا آیا۔ لوگ کہتے تھے کہ یہ صحابہ کو گالیاں دیا کرتا تھا۔

ایک بصری گورکن کا واقعہ بصری گورکن :۔ میں نے ایک دن ایک قبر کھودی اور اس کے قریب ہی سو گیا۔ خواب میں میرے پاس دو عورتیں آئیں۔ ایک عورت بولی۔ اے اللہ کے بندے خدارا اس عورت کو ہم سے ہٹالے اور ہمارے پڑوس میں دفن نہ کر۔ گھبرا کر میری آنکھ کھل گئی۔ اتنے میں اسی قبر کے پاس ایک عورت کا جنازہ لایا گیا۔ میں نے اسے اس میں دفن نہیں ہونے دیا۔ اور دوسری قبر بتادی۔ رات ہوئی تو پھر وہی دو عورتیں خواب میں دکھائی دیں۔ ان میں سے ایک بولی۔ اللہ تمہارا بھلا کرے۔ تم نے ہمیں ایک طول طویل شر سے ہٹا دیا۔ میں نے کہا تمہاری طرح یہ عورت بات کیوں نہیں کرتی۔ بولی یہ عورت وصیت کیے بغیر فوت ہوگئی تھی۔ ایسوں پر واجب ہے کہ قیامت تک بات نہ کریں۔ اس قسم کے بے شمار واقعات ہیں جنھیں حق تعالیٰ نے عذاب و ثواب قبر کے سلسلے میں اپنے بندوں کو مشاہدہ کرا دیئے ہیں کتاب میں ان کی گنجائش نہیں۔ اس سلسلے میں خواب بھی بے شمار ہیں جو کئی بڑی بڑی کتابوں میں نہ سمائیں۔ اگر کسی کو مطالعہ کا شوق ہو تو کتاب المنام لابن ابی الدنیا، اور کتاب البستان للقیروانی

Marfat.com

وغیرہ کا مطالعہ کرے۔ ان واقعات کو زندیق و ملحد اپنی جہالت و کم علمی کی وجہ سے جھٹلاتے ہیں۔

عالمِ برزخ کے واقعات سے زیادہ حیرت انگیز واقعات دنیا میں بھی پائے جاتے ہیں:

مثلاً رحمتِ عالم ؐ کے پاس حضرت جبرئیلؑ انسانی روپ میں آکر آپ سے گفتگو کر لیا کرتے تھے اور آپ ان کی باتیں سُن لیا کرتے تھے۔ حالانکہ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے حضرات نہ انھیں دیکھتے تھے اور نہ ان کی باتیں سنتے تھے۔ یہی حال تمام انبیائے کرام کا تھا۔ کبھی آپ کے پاس گھنٹی کی جھنکار کی طرح وحی آتی تھی، جسے آپ کے سوا کوئی نہیں سنتا تھا۔ اسی طرح جن ہمارے درمیان بلند آواز سے بات چیت کرتے ہیں اور ہم ان کی باتیں نہیں سنتے۔ کبھی فرشتے کافروں پر کوڑے برساتے تھے۔ اور ان پر چیختے تھے۔ حالانکہ مسلمان ان کے ساتھ ہوتے تھے جو انھیں نہیں دیکھتے تھے۔ اور نہ ان کی باتیں سنتے تھے۔ حق تعالیٰ نے انسان سے بہت سے دنیوی حوادث چھپا رکھے ہیں۔ حضرت جبرئیل رحمت عالم کو قرآن پڑھاتے تھے، حالانکہ اسے حاضرین نہیں سنتے تھے۔ بہرحال جسے اللہ کی معرفت حاصل ہے اور اس کی ہمہ گیر قدرت پر یقین ہے وہ ایسے حوادث کا کیسے انکار کرسکتا ہے جن کو حق تعالیٰ نے اپنی حکمت و رحمت کی بنا پر اپنی بعض مخلوق کی آنکھوں سے چھپا رکھا ہے۔ کیونکہ ان میں ان کے دیکھنے اور سننے کی طاقت نہیں۔ انسان کی بصارت و سماعت عذاب و ثوابِ قبر کے مشاہدے کی طاقت نہیں رکھتی۔ بہت سے لوگ جن کو اللہ یہ واقعات مشاہدہ کرا دیتا ہے چیخ مار کر بے ہوش ہو جاتے اور مر جاتے ہیں۔ اور اگر زندہ بھی رہتے ہیں تو زیادہ دنوں تک زندہ نہیں رہتے اور بعض تو دل کے پردے اٹھتے ہی مر جاتے ہیں۔ لہٰذا عقل کا یہ تقاضہ نہیں کہ اگر ان واقعات میں حکمت خداوندی نے پردے حائل فرما دیئے ہیں تو ان کا انکار کیا جائے۔ پھر یہ پردے جب اٹھا دیئے جائیں گے تو تمام باتیں آنکھوں سے دیکھ لی جائیں گی۔ علاوہ ازیں جب انسان اس پر قادر ہے کہ مرنے کی آنکھ اور سینے سے پارا اور رائی اٹھا کر فوراً ہی تیزی سے اسے اپنے اپنے مقام پر رکھ دے۔ تو فرشتہ تو بدرجہ اولیٰ قادر ہوگا اور اللہ کی قدرت تو ہمہ گیر ہے وہ اس بات پر قادر ہے کہ وہ پارا اور رائی مردے کی آنکھوں اور سینہ پر باقی رکھے اور گرنے نہ دے۔

برزخ کے واقعات کا قیاس مشاہدات پر کرنا غلطی ہے

برزخ کے واقعات کا قیاس مشاہدات پر کرنا محض جہالت و گمراہی، رحمتِ عالم ؐ کی تکذیب اور اللہ کی ہمہ گیر قدرت کا انکار اور انتہائی ظلم ہے۔ جب انسان اس بات پر قادر ہے کہ قبر فراخ یا تنگ بنا کر اسے لوگوں سے چھپا دے اور جس پر چاہے ظاہر کرے تو اللہ کی قدرت کا تو ٹھکانا ہی نہیں ہو سکتا ہے کہ ایک قبر بظاہر دو ڈھائی ہاتھ دکھائی دیتی ہو حالانکہ انتہائی وسیع خوشبودار اور روشن ہو یا انتہائی تنگ بدبودار اور تاریک ہو۔ یہ وسعت، تنگی نور و ظلمت آباد و اجاڑ اور باغ و بہار دُنیا کے اعتبار سے نہیں ہے۔

Marfat.com

انسان دنیا میں دنیوی چیزوں ہی کا مشاہدہ کرسکتا ہے

حق تعالیٰ نے دنیا میں انسان کو وہی مشاہدہ کرایا ہے جو دنیا میں ہے اور اسی سے ہے لیکن آخرت کے واقعات پر پردہ ڈال رکھا ہے تاکہ ایمان و اقرار انسان کے لئے سببِ سعادت بن جائے۔ پھر جب یہ پردہ اٹھا دیا جائے گا تو انسان خود بخود تمام باتوں کا مشاہدہ کرلیگا

فرشتے رکھی ہوئی لاش سے بھی سوال کرسکتے ہیں لٹکی ہوئی یا ڈوبی ہوئی یا جلی ہوئی یا اور کسی قسم کی لاش میں روح کا لوٹایا جانا محال نہیں

اگر جنازہ رکھا ہوا بھی ہو تو یہ بات محال نہیں کہ فرشتے آکر اس سے سوال کریں اور انھیں کوئی نہ دیکھے اور وہ انھیں جواب دے اور کوئی اس کی بات نہ سنے۔ اور فرشتے اس کو (مُردے) کو ماریں مگر کسی کو شعور نہ ہو۔ دیکھئے دو آدمی ایک بستر پر لیٹے ہوئے ہیں ایک سو جاتا ہے اور ایک بیدار رہتا ہے۔ سونے والا خواب میں تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اسے مار بھی جاتا ہے اور اسے درد بھی محسوس ہوتا ہے، لیکن جاگنے والا اس کی تمام باتوں سے بے خبر ہے حالانکہ ضرب و تکلیف کا اثر روح سے جسم میں بھی سرایت کرگیا ہے۔ کتنی بڑی جہالت کی بات ہے کہ قبروں اور پتھروں کو چیر کر فرشتوں کا جانا عقل سے بعید سمجھا جائے۔ حالانکہ اللہ نے یہ چیزیں فرشتوں کے لئے بالکل ایسی ہی بنائی ہیں جیسے کہ ہوا پرندوں کے لئے ان چیزوں کے ارواح کثیفہ کے لئے حجاب ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ارواح لطیفہ کے لئے بھی حجاب ہوں یہ قیاس غلط ہے۔ انھیں جیسے قیاسوں سے اصولوں کو جھٹلایا جاتا ہے۔

جمادات تک میں ادراک وشعور ہے

یہ بھی محال نہیں کہ لٹکی ہوئی یا ڈوبی ہوئی یا جلی ہوئی یا کسی اور قسم کی لاش میں روح لوٹائی جائے جس کا ہمیں شعور نہ ہو۔ کیونکہ لوٹائے جانے کی یہ ایک اور قسم ہے وہ نہیں ہے جس سے ہم آشنا ہیں۔ دیکھئے بے ہوش آدمی، سکتے کا مریض اور مبہوت وغیرہ زندہ ہوتے ہیں اور ان کی روحیں ان کے جسموں میں ہوتی ہیں لیکن ہمیں ان کی حیات کا شعور نہیں ہوتا۔ جس لاش کے اجزاء الگ الگ ہو کر اور منتشر ہو کر گم ہو گئے ہوں اس کی ذات سے جس کی قدرت ہمہ گیر ہے۔ یہ بعید نہیں کہ وہ ان ذرات سے روح کا اتصال پیدا کر دے۔ اگرچہ ایک مشرق میں ہو اور ایک مغرب میں۔ اور ان اجزاء میں ایک قسم کے الم و سرور کا شعور پیدا کر دے + جس سے وہ اپنے رب کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ پتھر اس کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔ پہاڑ اور درخت اسے سجدہ کرتے ہیں۔ اور سنگریزے، نباتات اور پانی کے قطرے اس کی پاکی میں رطب اللسان ہیں جیسا کہ فرمایا۔ وان من شئ الا یسبح بحمدہ الخ۔ کائنات کی ہر شے اللہ کی پاکی معہ حمد کے بیان کر رہی ہے لیکن تم ان کی پاکی کو سمجھ نہیں سکتے۔ اگر یہ تسبیح محض ان کی اپنے خالق پر دلالت ہی ہوتی تو یہ الفاظ نہیں لائے جاتے کہ تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ کیونکہ ہر عاقل یہ سمجھتا ہے کہ مخلوق خالق پر دلالت کرتی ہے۔ فرمایا۔ ہم نے پہاڑ ان کے مطیع کر دیئے جو صبح و شام پاکی بیان کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ صانع پر دلالت ان دو ہی وقتوں

Marfat.com

میں مخصوص نہیں ہے۔ اسی طرح فرمایا۔ اے پہاڑو، حضرت داؤد کے ساتھ باربار تسبیح پڑھو۔ اور پرندوں کو بھی یہی حکم دیا۔ ظاہر ہے کہ صانع پر دلالت حضرت داؤد کی معیت ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔

تأویب صدائے بازگشت نہیں

وہ جھوٹا ہے جو یہ کہتا ہے کہ تأویب صدائے بازگشت کو کہتے ہیں۔ کیونکہ صدائے بازگشت تو ہر آواز دالے کی ہوتی ہے۔ پھر حضرت داؤد کے ساتھ کیا خصوصیت ہے۔ اسی طرح فرمایا

الم تر ان اللہ یسجد الخ۔ تم دیکھتے نہیں۔ تمام آسمان وزمین والے اور سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے لوگ اللہ کو سجدہ کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ صانع پر دلالت بہت سے لوگوں کے ساتھ خاص نہیں۔ فرمایا۔ تم دیکھتے نہیں کہ تمام آسمان وزمین والے اور پرندے قطار باندھ کر اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ ہر ایک کو اپنی نماز اور تسبیح معلوم ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ درحقیقت نماز وتسبیح ہے جس کی حقیقت اللہ ہی جانتا ہے۔ اگرچہ اسے بھی نبیوں کی باتیں نہ ماننے والے اور انھیں جھٹلانے والے نہیں مانتے۔ حق تعالیٰ نے پتھروں کی طرف سے خبر دی کہ بعض پتھر اللہ کے خوف سے اپنی جگہ چھوڑ دیتے ہیں۔ اور گر پڑتے ہیں۔ زمین و آسمان کی طرف سے بتایا کہ وہ اللہ کا کلام سنتے ہیں۔ اللہ نے ان سے بات کی انھوں نے اللہ کی بات سنی اور اچھا جواب دیا۔ پھر اللہ نے ان سے کہا کہ خوشی سے آؤ یا بادل ناخواستہ۔ تو انہوں جواب دیا ہم خوشی خوشی آنے کو تیار ہیں۔

کھانا بھی تسبیح پڑھتا ہے

صحابہ کرام کھانا کھاتے وقت کھانے کی تسبیح سنا کرتے تھے۔ صحابہ نے مسجد میں خشک تنے کا رونا سنا۔ پھر جب ان اجسام میں احساس وشعور ہے تو جن اجسام میں روح ایک زمانے تک رہ چکی ہے ان میں شعور بدرجہ اولیٰ ہونا چاہیئے۔

بعض لوگوں کو مرنے کے بعد زندہ کر کے دکھا دیا گیا

حق تعالیٰ نے دنیا میں بھی روحیں بدن میں کامل طور پر لوٹا کر اپنے بندوں کو مشاہدہ کرا دیا ہے اور وہ زندہ ہو کر باتیں بھی کرنے لگے چلنے پھرنے بھی لگے کھانے پینے بھی لگے شادی بیاہ بھی کئے اور اولادیں بھی ہوئیں۔ فرمایا۔ ان لوگوں کی طرح جو اپنے گھروں سے نکلے اور ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ پھر اللہ نے ان سے کہا مر جاؤ، پھر انھیں زندہ کر دیا۔ فرمایا یا اس کی طرح جو ایک شہر سے گذرا جو اجڑ گیا تھا۔ اس نے تعجب سے کہا۔ اس کے اجڑنے کے بعد اللہ اسے کیسے آباد کرے گا۔ پھر اسے اللہ نے سو سال تک مردہ رکھا پھر زندہ کر دیا اور پوچھا کتنی دیر ٹھہرے؟ بولے ایک دن یا اس سے بھی کم۔ یا اسرائیلی مقتول کی طرح جسے اللہ نے زندہ کر دیا تھا اور وہ اپنے قاتل کو بتا کر مر گیا تھا۔ یا جیسے وہ جنھوں نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا کہ ہم آپ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ اللہ کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں آخر اللہ نے انھیں مار دیا اور پھر موت کے بعد زندہ کر دیا۔ اسی طرح اصحاب کہف کا اور

حضرت ابراہیم والے چار پرندوں کا واقعہ ہے۔ پھر جب اللہ نے موت کی برودت کے بعد ان میں مکمل زندگی لوٹا دی تو اس کی حیران کن قدرت سے یہ بات کب بعید ہے کہ مرنے کے بعد ان میں ایک قسم قسم کی زندگی پیدا کردے۔ اور ان سے ان کی ذمہ داریوں کے بارے میں پوچھ گچھ کرے۔ جواب طلب فرمائے اور حسب اعمال انھیں عذاب و ثواب پہونچائے۔ وَمَا ذَالِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْز۔

عذاب و ثواب قبر سے مراد عذاب و ثواب برزخ ہے

حق تعالیٰ نے فرمایا۔ وَمِن وَرَاءِھِم بَرزَخ الخ اور ان کے بعد قیامت تک برزخ ہے۔ برزخ دنیا اور آخرت کے درمیان ہے۔ اسی کو غالب کے اعتبار سے عذاب و ثواب قبر اور باغیچۂ جنت یا آگ کا گڑھا کہا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے پھانسی پر لٹکے ہوئے جلے ہوئے، ڈوبے ہوئے اور درندوں یا پرندوں کے کھائے ہوئے شخص کو بھی اس کے عملوں کے مطابق عذاب و ثواب برزخ ہے۔ گو عذاب و ثواب کے اسباب و کیفیات مختلف انواع کی ہیں۔ پہلے زمانے میں کسی شخص نے یہ خیال کر لیا تھا کہ اگر اس کی لاش جلا کر اس کی راکھ کچھ سمندر میں بہا دی جائے اور کچھ آندھی میں اڑا دی جائے تو وہ عذاب سے بچ جائے گا۔ چنانچہ اس نے اپنے بیٹوں کو یہی وصیت کر دی اور مرنے کے بعد بیٹوں نے اس کی تعمیل کی۔ پھر اللہ پاک کے حکم سے سمندر اور خشکی نے اس کے اجزا جمع کر دیئے اور اللہ نے اسے کھڑا ہو جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ اللہ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ پوچھا کہ تو نے یہ حرکت کیوں کی تھی بولا اے رب تو خوب جانتا ہے۔ میں نے تیرے ڈر سے ایسا کیا تھا۔ آخر اللہ نے اس پر رحم فرما دیا۔ دیکھئے ان بکھرے ہوئے اور بظاہر بے نام و نشان ذرات جسم سے بھی برزخ کا عذاب و ثواب نہیں ہٹا۔ اگر کوئی لاش ہوا میں درخت سے لٹکا دی جائے تو اسے بھی بقدر اس کے حصے کے برزخ کا عذاب پہونچ جائے گا۔ اور اگر کوئی نیک شخص آگ کی بھٹی میں دفن کر دیا جائے تو اسے بھی بقدر عملوں کے برزخ کی راحت نصیب ہوگی۔ حق تعالیٰ اس پر آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی بنا دے گا۔ اور اس پر ہوا آگ اور سخت قسم کی لو بنا دے گا۔ دنیا کے عناصر اپنے خالق کے فرمان بردار ہیں۔ اور اس کے حکم کے قطعی خلاف نہیں کرتے وہ ان میں حسب مرضی تصرف کرتا ہے۔ اگر کوئی یہ بات نہ مانے تو وہ اللہ رب العالمین کا اور اسکی ربوبیت کا منکر ہے۔

موت پہلی زندگی بعد الموت ہے

حق تعالیٰ نے انسان کے لئے دو زندگیاں بعد الموت مقرر فرمائی ہیں۔ جن میں اچھوں اور بروں کو ان کے عملوں کی جزا و سزا دی جاتی ہے۔ پہلی زندگی بعد الموت روح کا بدن سے جدا ہونا اور ابتدائی دار جزا کی طرف لوٹ جانا ہے۔ اور دوسری زندگی بعد الموت قیامت کے دن پیش آئے گی۔ جبکہ لوگ اللہ کے حکم سے اپنی اپنی قبروں سے اٹھیں گے۔ اور حساب و کتاب کے بعد جنت یا جہنم میں جائیں گے۔ اسی وجہ سے ایک صحیح حدیث میں ہے کہ ایمان میں یہ بھی داخل ہے کہ پچھلی زندگی بعد الموت

پر ایمان لایا جائے۔ کیونکہ پہلی زندگی (موت) کا تو کوئی انکار کر ہی نہیں سکتا۔ گو بہت سے لوگ اس میں جزا و سزا اور عذاب و ثواب کو نہیں مانتے۔ حق تعالیٰ نے ان دونوں قیامتوں (موت، زندگی بعد الموت) کا بیان سورۂ مومنون، واقعہ، قیامت، مطففین، اور فجر وغیرہ میں فرمایا ہے۔ اس کی حکمت و عدالت کا تقاضا ہے کہ وہ اچھوں اور بُروں کی جزا کے لئے دو گھر بنائے۔ لیکن پورا پورا بدلہ زندگی بعد الموت ہی کے بعد دار القرار میں ملے گا۔ فرمایا کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ الخ۔ ہر شخص کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ اور تمہیں پورے پورے بدلے قیامت ہی کے دن ملیں گے۔ اللہ کے عدل، اسمائے حسنیٰ اور کمالات مقدسہ کا یہ بھی تقاضا ہے کہ اپنے دوستوں کے جسم اور روحیں آرام سے رکھے اور دشمنوں کے جسموں اور روحوں کو عذاب میں مبتلا فرمائے۔ اس لئے فرماں برداروں کے اجسام وارواح کو ان کے مناسب نعمتوں اور لذتوں کا ذائقہ چکھایا جاتا ہے۔ اور نافرمانوں کے اجسام وارواح کو ان کے مناسب عذاب و سزا دی جاتی ہے۔ چونکہ دنیا تکلیف و امتحان کا گھر ہے دار الجزا نہیں ہے۔ اس لئے جزا اس میں ظاہر نہیں ہوتی۔ البتہ برزخ جزا کا پہلا گھر ہے اس لئے اس میں اس گھر کے مناسب جزا کا ظہور ہوتا ہے۔ اور اللہ کی حکمت بھی اس گھر میں اظہار جزا کا تقاضا کرتی ہے۔ لیکن قیامت کے دن جزا کا پورا پورا ظہور ہوگا۔

عذاب و ثواب برزخ آخرت کا ابتدائی عذاب و ثواب ہے

معلوم ہوا کہ عذاب و ثواب برزخ آخرت کا ابتدائی عذاب و ثواب ہے۔ جیسا کہ بہت سی آیتوں اور حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ نیک صاحب قبر کے لئے جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور اس کے پاس جنت کی راحتیں اور نعمتیں آنے لگتی ہیں۔ اور فاجر کے لئے جہنم کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور اس کی گرمی اور لپٹیں آنے لگتی ہیں۔ یہ قطعی طور پر معلوم ہے کہ روح کی طرح بدن بھی اس میں حصہ دار ہے۔ پھر قیامت کے دن دونوں انھیں دروازوں سے اپنے اپنے ٹھکانوں میں چلے جائیں گے۔ یہ دونوں دروازے جن سے برزخ میں مُردے کی طرف پوشیدہ اثرات پہونچتے رہتے ہیں۔ زندوں کے حس و ادراک سے محجوب ہیں۔ تاہم بہت سے لوگ محسوس بھی کر لیتے ہیں۔ اگرچہ اسباب سے بے خبر ہوں اور صحیح تعبیر نہ کر سکیں۔

کسی چیز کا وجود اس کے ادراک و تعبیر پر موقوف نہیں ہوتا

یاد رکھو! کسی چیز کا وجود اس کے ادراک و تعبیر پر موقوف نہیں ہوتا۔ وجود اور چیز ہے اور ادراک و تعبیر اور چیز۔ دنیا میں بھی یہ اثرات پہنچتے ہیں۔ مگر غفلت کے گھپ اندھیرے کی وجہ سے لوگ ان کی تعبیر سے قاصر رہتے ہیں مرنے کے بعد یہ اثرات اور سرعت و کمال کے ساتھ پہنچتے ہیں۔ اور زندگی بعد الموت کے بعد یہ اثرات اپنے پورے شباب پر آجاتے ہیں۔ رب کی حکمت نے تینوں گھروں میں بہترین نظم مقرر فرما دیا ہے۔

Marfat.com

آٹھواں باب

کیا قرآن میں عذاب قبر کا بیان ہے؟

قرآن حکیم میں عذاب قبر کا کیوں بیان نہیں ؟ حالانکہ اسے جاننے اور اس پر ایمان لانے کی سخت ضرورت ہے تاکہ انسان ڈر کر تقویٰ اختیار کرلے۔ اس کا جواب مجمل ومفصل دونوں طرح دیا جاتا ہے۔

اجمالی جواب

اجمالی جواب تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے رسول پر دو قسم کی وحی اتاری اور لوگوں پر واجب کردیا کہ دونوں وحیوں پر ایمان لاکر عمل کرتے رہیں۔ فرمایا۔ وانزل اللہ علیک الکتاب والحکمۃ :۔ اللہ نے آپ پر کتاب وحکمت اتاری۔ ھو الذی بعث فی الامیین الخ :۔ اس نے ان پڑھوں میں انھیں میں سے ایک رسول بھیجا۔ جو انھیں اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ کتاب سے مراد قرآن اور حکمت سے مراد بالاتفاق سنت ہے۔ اللہ کے رسولؐ نے جن باتوں کی خبر دی ان پر ایمان و تصدیق ان باتوں کی طرح ہے جن کی حق تعالیٰ نے اپنے رسول کی زبانی خبر دی یہ مسلمانوں کا ایک اجماعی اصول ہے۔ کوئی فرقہ اس کے خلاف نہیں ہے۔ رحمت عالمؐ نے فرمایا کہ مجھے کتاب کے ساتھ اس کی مانند سنت بھی دی گئی (لہٰذا اگر کوئی مسئلہ قرآن میں نہیں اور حدیث میں ہے تو سمجھ لو گویا قرآن ہی میں ہے۔ کیونکہ حدیث بھی مثل قرآن ہی کے ہے۔

تفصیلی جواب اور قرآن سے عذاب قبر کا ثبوت

قرآن میں بھی کئی جگہ عذاب وثواب برزخ کا بیان ہے مثلاً اس آیت میں ولو تریٰ اذ الظالمون الخ :۔ کاش آپ دیکھتے جب ظالم موت کی بے ہوشیوں میں ہوں اور فرشتے انھیں ہاتھ پھیلا کر مار رہے ہوں اور ان سے کہہ رہے ہوں کہ اپنی جانیں نکالو۔ آج تمہیں اس وجہ سے ذلت والا عذاب دیا جارہا ہے کہ تم اللہ پر جھوٹ باندھا کرتے تھے۔ اور اس کی نشانیوں سے کترایا کرتے تھے۔ یہ باتیں فرشتے موت کے وقت مرنے والوں سے کہہ رہے ہیں فرشتے سچے ہوتے ہیں۔ اگر یہ عذاب ان سے دنیا میں مرتے ہی ختم ہو جاتا تو یہ جملہ الیوم تجزون :۔ آج تمہیں عذاب دیا جارہا ہے صحیح نہ ہوتا۔ فرمایا۔ فوقاہ اللہ سیئات الخ :۔ پھر اللہ نے انھیں ان کے دھوکوں کی برائیوں سے بچالیا۔ اور آل فرعون کو برے عذاب نے گھیر لیا۔ یہ صبح وشام آگ پر پیش کیے جاتے ہیں اور قیامت کے دن کہا جائے گا کہ اے آل فرعون سخت ترین عذاب میں داخل ہو جاؤ۔ اس آیت میں صراحت سے برزخ وآخرت کے عذاب کا بیان ہے۔ فرمایا۔ فذرھم حتیٰ الخ :۔ آپ انھیں چھوڑ دیں۔ جب تک یہ اپنے

Marfat.com

اس دن کو نہ پالیں جس دن ان پر موت کی بے ہوشی چھا جائے گی، جس دن ان کی تدبیر کام نہ آ سکے گی اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔ بلاشبہ ظالموں کے لئے اس سے ورے بھی عذاب ہے۔ لیکن اکثر لوگ علم سے بے بہرہ ہیں۔ اس میں دو احتمال ہیں کہ یا تو دنیوی عذاب (قتل وغیرہ) مراد ہو یا برزخ والا عذاب مگر دوسرا احتمال زیادہ ظاہر ہے۔ کیونکہ بہت سے ظالم مر گئے اور انھیں دنیا میں عذاب نہیں دیا گیا بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ زیادہ ظاہر ہے کہ جو مر گیا اسے برزخ میں عذاب ہے۔ اور جو باقی رہ گیا اسے دنیا میں قتل وغیرہ کا عذاب ہے۔ پس یہ دنیوی اور برزخ والے عذاب کی وعید ہے۔ فرمایا۔

وَلَنُذِيقَنَّهُم مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ الخ اور ہم انھیں بڑے عذاب کے ورے چھوٹا عذاب بھی چکھائے بغیر نہ رہیں گے تاکہ وہ رجوع کریں۔ اس آیت سے ایک جماعت نے جن میں ابن عباس بھی ہیں۔ عذاب قبر پر استدلال کیا ہے۔ مگر میرے خیال میں یہ دنیوی عذاب ہے۔ جو انھیں کفر سے رجوع کی دعوت دیتا ہے۔ بظاہر یہ بات ترجمان القرآن حضرت ابن عباس سے چھپی ہوئی نہ ہوگی۔ مگر چونکہ آپ کو فہم قرآن میں خاص کمال حاصل تھا اس لئے آپ نے اس سے عذاب قبر سمجھا کیونکہ اس میں حق تعالیٰ نے بتایا کہ ان پر دو قسم کے عذاب ہیں۔ بڑا اور چھوٹا اور یہ بھی بتایا کہ بعض کو چھوٹا عذاب چکھایا جائے گا تاکہ رجوع کریں۔ معلوم ہوا کہ چھوٹے عذاب میں کچھ باقی ہے جو دنیوی عذاب کے بعد ملیگا۔ اسی وجہ سے من العذاب الادنیٰ کے الفاظ استعمال کئے۔ من تبعیضیہ ہے۔ عذاب ادنیٰ کو براہ راست بغیر مِن کے مفعول نہیں بنایا۔ جیسے اس حدیث میں ہے۔ فیفتح لہ طاقۃ الی النار فیاتیہ من حرھا وسمومھا پھر اس کے لئے جہنم کا ایک سوراخ کھول دیا جائے گا جس سے اس کی کچھ گرمی اور لپٹیں آئیں گی کیونکہ یہ جہنم کی بعض حرارت و لُو آئے گی۔ زیادہ تر عذاب تو آخرت کے لئے باقی رہے گا۔ اسی طرح دنیا میں کافروں نے بعض عذاب کو دیکھا ہے اور عذاب کا زیادہ تر حصہ آگے کیلئے باقی رہ گیا ہے۔ فرمایا۔ فلولا اذا بلغت الحلقوم الخ پھر جب جان حلق میں آ کر اٹک جاتی ہے۔ اور تم اس وقت تکتے رہ جاتے ہو اور ہم تم سے زیادہ اس کے قریب ہوتے ہیں۔ لیکن تم دیکھتے نہیں۔ اگر تمہیں بدلہ دیئے جانے والا نہیں اور تم اس میں سچے ہو تو جان کو لوٹا کیوں نہیں دیتے۔ پھر یا تو وہ مقرب ہوگا تو اس کے لئے راحت روزی اور نعمت والی جنت ہے یا دائیں جانب والوں میں سے ہوگا۔ تو کہا جائے گا کہ اے دائیں جانب والے تیرے لئے سلامتی ہے۔ یا جھٹلانے والوں اور گمراہوں میں سے ہوگا تو اس کی گرم پانی سے جہنم میں داخل کرکے تواضع ہوگی۔ بلاشبہ یہ قطعی سچی اور یقینی بات ہے۔ لہذا آپ اپنے عظیم رب کی پاکی بیان کرتے رہیں۔ اس آیت میں موت کے وقت روحوں کے احکام کا بیان ہے۔ اور اسی سورت کے شروع میں زندگی بعد الموت والے احکام کا بیان ہے مگر انھیں انجام و غایت اور اہمیت کے اعتبار سے ان پر مقدم کیا اور موت کے وقت بھی زندگی بعد الموت کے وقت کی طرح تین قسمیں

Marfat.com

بیان کیں۔ فرمایا۔ یا ایتہا النفس المطمئنۃ الخ اے اطمینان والی روح اپنے رب کی طرف راضی خوشی لوٹ جا۔ تیرا رب بھی تجھ سے راضی ہے اور پھر میرے بندوں میں اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ اس میں اختلاف ہے۔ کہ کب روح سے یہ خطاب کیا جاتا ہے۔ بعض کے نزدیک موت کے وقت کیا جاتا ہے بظاہر الفاظ آیت سے بھی یہی مطلب سمجھ میں آتا ہے۔ کیونکہ یہ خطاب اس روح سے ہے جو بدن سے علیحدہ ہو گئی اور اس سے نکل آئی ہے۔ نبی صلعم سے بھی براء والی حدیث میں اس کی تفسیر آئی ہے۔ کہ اس سے کہا جاتا ہے کہ راضی خوشی نکل آ۔ تیرا رب بھی تجھ سے راضی ہے۔ اس مسئلہ پر مفصل روشنی " روحیں برزخ میں ٹھہرتی ہیں " میں ڈالی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ فرمایا۔ میرے بندوں میں داخل ہو جا۔ جیسا کہ رحمت عالم نے آخری وقت میں فرمایا تھا۔ اے اللہ مجھے سب سے اونچے رفیق میں شامل فرما۔ علاوہ ازیں جب تم عذاب و ثواب قبر کی حدیثوں میں غور کرو گے تو قرآن حکیم کی تفصیل و تفسیر ہی پاؤ گے۔ مگر مطالعہ اور غور و فکر کی توفیق اللہ ہی کے قبضے میں ہے۔

نواں باب

عذاب قبر کے اسباب کیا ہیں؟

اجمالی جواب اس سلسلے میں اجمالی جواب تو یہ ہے کہ اس کے اسباب جہالت، حق تلفیاں اور گناہ ہیں۔ حق تعالیٰ ارباب محبت و معرفت اور فرماں برداروں کے بدنوں اور روحوں پر عذاب نہیں فرماتا۔ کیونکہ عذاب قبر و عذاب آخرت اللہ کے غصے اور ناراضگی کی نشانی ہیں۔ لہٰذا جس نے دنیا میں اللہ کو غصہ دلایا اور اسے ناراض کیا پھر بلا توبہ کے مر گیا اس پر بقدر اللہ کی ناراضگی کے برزخ میں عذاب ہوگا۔ خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ خواہ وہ برزخ کے عذاب کو مانتا ہو یا نہ مانتا ہو۔

تفصیلی جواب اوپر حدیث گذر چکی ہے کہ رحمت عالم صلعم نے دو شخصوں پر قبر میں عذاب ہوتا دیکھا آپ نے عذاب قبر کی یہ دو وجہ بتائیں کہ ایک تو ادھر کی ادھر لگایا کرتا تھا۔ اور دوسرا پیشاب سے نہیں بچا کرتا تھا۔ ایک نے تو پاکی کو چھوڑ دیا تھا جو واجب تھی اور ایک ایسی حرکت کرتا تھا کہ اس کی زبان سے لوگوں میں عداوت ہو جاتی تھی۔ اگرچہ واقعات سچے ہی بیان کرتا ہو۔ معلوم ہوا کہ جھوٹ و بہتان اور کذب و افتراء سے

جھوٹ، لوگوں میں عداوت ڈالنا اور ترک نماز عذاب قبر کے اسباب ہیں

لوگوں میں عداوت پیدا کرنے والا سخت ترین عذاب قبر میں مبتلا ہوگا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس نے نماز چھوڑ دی جس کی شرطوں میں سے ایک شرط پیشاب سے پاکی بھی ہے وہ بھی سخت ترین عذاب قبر میں مبتلا ہوگا۔ شعبہ والی حدیث میں ہے کہ ایک لوگوں کا گوشت کھایا کرتا تھا (یعنی چغل خور تھا) اوپر ابن مسعود والی حدیث گذری کہ ایسا

کوڑا مارا جس سے اس کی قبر آگ سے بھر گئی کیونکہ اس نے بلا وضو کے ایک نماز پڑھ لی تھی۔ اور مظلوم کے پاس سے گذرا تھا تو اس کی مدد نہیں کی تھی۔ بخاری کی سمرۃ والی حدیث میں گذر چکا کہ اس پر قبر میں عذاب ہو رہا تھا۔ جو جھوٹ بولا کرتا تھا۔ اور دنیا میں اس کا جھوٹ پھیل جایا کرتا تھا۔ اور اس پر بھی جو قرآت قرآن کے باوجود رات کو سو جاتا تھا اور دن میں اس پر عمل نہ کرتا تھا۔ اسی طرح رحمت عالم نے زناکار مردوں اور عورتوں پر اور سود خواروں پر برزخ میں عذاب کا مشاہدہ فرمایا۔ ابوہریرہ والی حدیث میں گذر چکا کہ کچھ لوگوں کے سر پتھر سے کچلے جا رہے تھے، کیونکہ ان کے سر نماز سے بھاری ہو جاتے تھے۔ آپ نے کچھ لوگ ضریع و زقوم چرتے دیکھے کیونکہ وہ زکوٰۃ نہیں دیا کرتے تھے۔ کچھ لوگ بدبودار و سڑا ہوا گوشت کھا رہے تھے۔ کیونکہ زناکار تھے۔ بعض لوگوں کے لوہے کی قینچیوں سے ہونٹ کاٹے جا رہے تھے، کیونکہ وہ اپنی باتوں اور تقریروں سے فتنے بھڑکایا کرتے تھے۔

ابوسعید والی حدیث میں مختلف مجرموں کی سزائیں گذر چکیں کہ بعض کے پیٹ گھروں جیسے تھے۔ اور فرعونی لشکر کی گذرگاہوں پر تھے۔ جو انھیں کچلتے ہوئے گذرے چلے جا رہے تھے، یہ سود خوار تھے، بعض کے مونہوں میں انگارے ٹھونسے جا رہے تھے۔ جو ان کی دُبر سے نکل جاتے تھے۔ یہ ظلم سے یتیموں کا مال کھانے والے تھے۔ کچھ عورتوں کی چھاتیاں بندھی ہوئی تھیں اور لٹک رہی تھیں۔ یہ زناکار عورتیں تھیں۔ بعض کی کروٹوں سے گوشت کاٹ کاٹ کر انھیں کو کھلایا جا رہا تھا۔ یہ چغل خور تھے۔ بعض کے تانبے کے ناخن تھے۔ اور ان سے اپنا منہ اور سینہ کھرچ رہے تھے۔ یہ لوگوں کی آبروریزی کیا کرتے تھے۔ ایک شخص نے غنیمت کے مال میں سے چادر چرائی تھی، آپ نے بتلایا کہ اس پر اس کی قبر میں آگ بھڑک رہی ہے حالانکہ اس کا بھی مال غنیمت میں حق تھا۔ پھر جس کا کسی مال میں حق نہ ہو اور ظلم سے کسی کا مال مارے اسپر تو بدرجۂ اولی عذاب ہوگا۔

ناحق کسی کا مال مار لینا عذاب قبر کا باعث ہے۔

عذاب قبر کے تفصیلی اسباب

لہٰذا عذاب قبر دل، آنکھ، کان، منہ، زبان، پیٹ، شرم گاہ ہاتھ پاؤں، اور تمام بدن کے گناہوں کی وجہ سے ہوتا ہے، لہٰذا ادھر کی اُدھر لگانے والا۔ جھوٹا۔ چغل خور، جھوٹا گواہ پاکدامنوں پر الزام لگانے والا فتنہ بھڑکانے والا۔ بدعت کی اشاعت کرنے والا اللہ پر اور اس کے رسول پر جھوٹ بولنے والا اللہ کے کلام میں اٹکل درائے سے کام لینے والا۔ سود کھانے والا، ناحق یتیموں کا مال ہڑپ کرنے والا رشوت وغیرہ سے حرام کھانے والا۔ ناحق مسلمان کا مال کھانے والا، شراب پینے والا۔ شجر ملعونہ سے نوالہ توڑنے والا۔ لواطت وزنا کرنے والا۔ چور خائن۔ غدار۔ دھوکہ باز۔ مکار۔ سود کے گواہ و کاتب حلالہ کرنے اور کرانے والا۔ اللہ کے فرائض کے ساقط کرنے کے لئے حیلے بہانے کرنے والا، حرام کا ارتکاب کرنے والا مسلمانوں کو ایذا دینے والا۔ ان کے عیبوں کے پیچھے لگنے والا غیر شرعی قانون سے فیصلہ کرنے والا، غیر شرعی باتوں کا فتویٰ دینے والا گناہوں اور زیادتیوں پر تعاون کرنے والا۔ ناحق قتل کرنے والا حرم میں بے دینی پھیلانے والا

اسماء وصفات کے حقائق معطل کرنے والا اور ان میں الحاد سے کام لینے والا اپنی رائے ذوق اور تدبر کو سنت پر مقدم کرنے والا۔ نوحہ کرنے والی۔ نوحہ سننے والے۔ حرام گانا گانے والے اور انھیں سننے والے۔ قبروں پر مسجدیں بنانے والے، ان پر قندیلیں اور چراغ جلانے والے لیتے وقت پورا لینے والے مگر دیتے وقت کم دینے والے۔ جبار۔ متکبر۔ ریاکار۔ آنکھ۔ یا زبان وغیرہ سے نکتہ چینی کرنے والے اسلاف کو برا کہنے والے۔ کاہن۔ نجومی۔ رمال۔ جفار اور فال وغیرہ کھولنے والوں کے پاس جانے والے اور ان سے پوچھ کر ان کی باتوں کی تصدیق کرنے والے۔ ظالموں کے مددگار۔ جنہوں نے غیروں کی دنیا کے بدلے اپنی آخرت فروخت کر ڈالی۔ اللہ سے ڈرانے اور پند و موعظت کے باوجود نہ ڈرنے والے اور گناہوں سے باز نہ رہنے والے لیکن مخلوق سے ڈرائے جائیں تو ڈر جانے والے اور باز آجانے والے۔ وہ لوگ جن کی اگر قرآن و سنت سے رہنمائی کی جائے تو پرواہ نہ کریں۔ اور راہ پر نہ آئیں لیکن جن سے حسن عقیدت ہے اگر ان کی کوئی بات بتا دی جائے تو دل و جان سے قبول کرلیں، حالانکہ انبیا کے سوا تمام لوگ غیر معصوم ہیں اور سب سے غلطیاں ہوتی ہیں۔ نہ جنہیں قرآن سنایا جائے تو اس سے متاثر نہ ہوں۔ بلکہ گھبرانے لگیں۔ لیکن اگر شیطانی قرآن، زنا کا منتر اور نفاق کا مادہ سن لیں تو کھل جائیں۔ حال بر حال آنے لگیں۔ دل میں بے حد مسرت محسوس کرنے لگیں اور دلی خواہش رکھیں کہ گانے والے یا گانے والیاں خاموش نہ ہوں۔ اللہ کی جھوٹی قسم کھانے والے اور غیر اللہ کی جھوٹی قسموں کو کسی حال میں بھی نہ ترک کرنے والے خواہ کتنی ہی سخت سزا کیوں نہ دی جائے۔ گناہوں پر فخر کرنے والے، اور اپنے بھائیوں اور دوستوں میں دل کھول کر بے پروائی سے خوب گناہ کرنے والے، وہ جن سے لوگوں کی عزتیں اور مال محفوظ نہ ہوں۔ بدزبان و بد خلق، جن کے غنڈے پن سے ڈر کر لوگ انھیں چھوڑ دیں۔ آخری وقت نماز پڑھنے والے۔ مرغ کی طرح ٹھونگیں مارنے والے اور اللہ کا ذکر نہ کرنے والے۔ خوشی سے زکوٰۃ نہ دینے والے، قدرت کے باوجود حج نہ کرنے والے۔ قدرت کے باوجود حقوق نہ ادا کرنے والے۔ حرام نگاہ سے۔ حرام بات سے اور حرام لقمہ و حرام قدم سے نہ بچنے والے۔ کمائی میں حرام و حلال کی تمیز نہ کرنے والے۔ صلۂ رحمی نہ کرنے والے۔ مسکینوں، بیواؤں، یتیموں اور بے زبان جانوروں پر ترس نہ کھانے والے بلکہ یتیموں کو ڈانٹنے والے اور محتاجوں کے کھانے کی رغبت نہ دلانے والے دکھاوے کے لئے عمل کرنے والے برتنے کی چیزوں کو روکنے والے اور اپنے عیب و گناہ چھوڑ کر لوگوں کے عیب و گناہ ٹٹولنے والے غرضیکہ ہر قسم کے گناہگار اپنے اپنے گناہوں پر قبر کے عذاب کا شکار ہوں گے اور گناہوں

کے ہلکے پن اور سنگینی سے عذاب قبر بھی سنگین یا ہلکا ہوگا۔

اکثر لوگ عذاب قبر کا شکار ہوتے ہیں چونکہ اکثر لوگ گنہ گار ہوتے ہیں۔ اس لئے اکثر مُردوں پر عذاب ہوتا ہے۔ عذاب قبر سے محفوظ رہنے والے تھوڑے سے ہیں۔ آہ۔ بظاہر قبروں پر مٹی ہے مگر ان کے اندر عذاب و حسرتوں کے انبار ہیں۔ ان پر مٹی یا نقشین پتھروں کی عمارات ہیں لیکن اندر مصائب و آفات ہیں۔ جن میں حسرتیں کھول رہی ہیں۔ جیسے ہانڈیوں میں کھانا کھولتا ہے اور انھیں کھولنا بھی چاہیئے۔ انسان کے اور اس کی خواہش و تمناؤں کے درمیان قبروں کے مصائب حائل ہیں۔ اللہ کی قسم قبر میں ایسا جامع وعظ ہے جس نے کسی واعظ کے لئے کوئی بات نہیں چھوڑی۔

قبروں کی آواز قبروں سے آواز آرہی ہے کہ اے دنیا میں رہنے والو۔ تم نے ایسا گھر آباد کر رکھا ہے جو بہت جلدی تم سے چھن جائے گا اور اس گھر کو اجاڑ رکھا ہے جس میں تم تیزی سے منتقل ہونے والے ہو۔ تم نے ایسے گھر آباد کر رکھے ہیں جن میں دوسرے رہیں گے اور فائدہ اٹھائیں گے۔ اور وہ گھر اجاڑ رکھے ہیں جن میں تمھیں دائمی زندگی گذارنی ہے۔ دنیا دوڑ دھوپ کا عمل فراہم کرکے رکھنے کا اور کھیتی کی پیداوار مہیا کرنے کا گھر ہے اور قبر عبرتوں کا مقام ہے۔ یہ یا تو باغیچۂ جنت ہے۔ یا جہنم کا خطرناک گڑھا ہے۔

دسواں باب

عذاب قبر سے رہائی بخشنے والے اسباب کیا ہیں؟

اجمالی جواب ان تمام اسباب سے بچنا جو عذاب قبر کے باعث ہیں۔ اس سلسلے میں

ایک انتہائی نفع بخش عمل ایک انتہائی نفع بخش عمل یہ ہے کہ انسان رات کو سوتے وقت تھوڑی سی دیر اپنے نفس کا حساب لینے بیٹھ جائے۔ اور دن بھر کی کمائی کا حساب لگائے کہ کیا کھویا اور کیا پایا۔ نفع ہوا یا نقصان اور سچے دل سے گناہوں پر نادم ہو کر اللہ سے توبہ کرے اور پکا ارادہ کرلے کہ اگر صبح تک زندہ رہا تو پھر گناہ نہیں کروں گا اور اسی توبہ پر سو جائے۔ روزانہ رات کو سوتے وقت تجدید توبہ کرتا رہے۔ اگر رات میں فوت ہوگیا تو توبہ پر فوت ہوگا۔ اور اگر زندہ رہا تو نیک عملوں کے لئے خوشی خوشی کمربستہ ہوگا کہ حق تعالیٰ نے مجھے زندگی کا ایک دن اور بخشدیا کہ رب کی ملاقات کے لئے تیاری کرلوں۔ اور جو کچھ زیادتیاں ہوئی ہیں ان کی رو دھو کر تلافی کرلوں۔ اور معافی مانگ لوں۔ انسان کے لئے اس نیند سے زیادہ نفع بخش کوئی عمل نہیں خصوصاً جبکہ اس کے بعد اللہ کا ذکر ہو۔ اور ان دعاؤں کو

استعمال میں رکھا جائے جو سوتے وقت رحمت عالم ؐ سے ثابت ہیں اور انھیں کو پڑھتے پڑھتے نیند آجائے

بس سو جاؤں ذکر خدا کرتے کرتے ترحم کی رب سے دعا کرتے کرتے

وہ بڑا خوش نصیب ہے جسے اللہ اس عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ توفیق وقدرت اسی کی طرف سے ہے

تم اگر چاہو تو جوئے شیر بھی مشکل نہیں ورنہ ہے پانی کے اک قطرہ کو لانا بھی محال

تفصیلی جواب اس سلسلے میں پہلے رحمت عالم ؐ کی حدیثیں سُن لیجئے۔ (۱) فرماتے ہیں اللہ کی راہ میں ایک دن رات پہرہ دینا۔ ایک ماہ کے دن کے روزوں سے اور رات کے قیام سے بہتر ہے۔ اور اگر مر جائے تو جو عمل کرتا تھا قائم رہے گا۔ روزی کا سلسلہ بھی منقطع نہ ہو گا۔ اور فتنوں سے بچ جائے گا (مسلم) (۲) ہر مرنے والے کے عمل فوت ہو جاتے ہیں بجز اس کے جو اللہ کی راہ میں پہرہ دیتے دیتے فوت ہو جائے۔ اس کا عمل قیامت تک جاری رہتا ہے اور وہ قبر کے فتنے سے محفوظ رہتا ہے۔ (ترمذی) ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ یہ کیا بات ہے کہ شہیدوں کے سوا تمام مومن قبر میں آزمائے جاتے ہیں۔ فرمایا ان کے سروں پر تلواروں کی چمک آزمائش سے کافی ہو گئی (نسائی) اللہ کے نزدیک شہید کی چھ خصوصیتیں ہیں۔ خون گرتے ہی اللہ اسے بخش دیتا ہے۔ اور وہ اپنا جنتی ٹھکانا دیکھ لیتا ہے۔ عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے۔ بڑی گھبراہٹ سے امن میں رہے گا۔ اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جائے گا۔ جس کا ایک ایک یاقوت دنیا و مافیہا سے بہتر ہو گا۔ بہتر بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے شادی کرے گا اور اپنے ستر عزیزوں کی سفارش کرے گا۔ (ترمذی ابن ماجہ) (۵) حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ ایک صحابی نے لاعلمی میں ایک قبر پر خیمہ گاڑ لیا اندر

حضرت ابن عباس کا کانوں سنا واقعہ سے سورہ ملک پڑھنے کی آواز آئی۔ صاحب قبر نے اول سے آخر تک اس سورت کی تلاوت کی۔ آپ نے رحمت عالم ؐ کے پاس آکر یہ واقعہ بیان کیا۔ فرمایا۔ یہ سورت عذاب قبر روکنے والی اور اس سے نجات دینے والی ہے۔ (ترمذی) (۶) حضرت ابن عباس نے ایک شخص سے کہا۔ کیا میں تمھیں بطور تحفے کے ایک حدیث نہ سناؤں۔ تم اسے سن کر خوش ہو گے۔ وہ شخص بولا ضرور سنائیے فرمایا۔ سورہ ملک پڑھا کرو۔ اسے تم بھی یاد کر لو۔ اپنے بیوی بچوں کو بھی یاد کرا دو اور اپنے گھر والوں اور آس پڑوس کے بچوں کو بھی یاد کرا دو۔ کیونکہ یہ نجات دینے والی اور جھگڑنے والی ہے یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کے لئے رب سے جھگڑے گی اگر وہ جہنم میں ہو گا تو رب سے درخواست کرے گی کہ آپ اسے جہنم کے عذاب سے بچا دیں۔ اللہ پاک اس کی وجہ سے عذاب قبر سے محفوظ رکھتا ہے۔ رحمت عالم نے فرمایا میری تمنا ہے کہ سورہ ملک میری امت کے ہر فرد کو یاد ہو۔ (عبد بن حمید) (۷) یہ صحیح حدیث ہے کہ رحمت عالم نے فرمایا تیس آیتوں والی سورت (ملک) نے اپنے پڑھنے والے کی یہاں تک سفارش کی کہ حق تعالیٰ نے اسے بخشدیا (ابن عبد البر)

Marfat.com

(۸) جو پیٹ کے مرض میں مرجائے گا۔ شہید ہوگا۔ قبر کے عذاب سے بچالیا جائے گا۔ اور اس کے پاس صبح وشام جنت سے رزق آتا رہے گا۔ (ابن ماجہ) (۹) عبداللہ بن یشکری: میں سلیمان بن صرد اور خالد بن عرفطہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ لوگوں نے بیان کیا کہ ایک شخص پیٹ کی بیماری میں فوت ہوگیا۔ ان دونوں کی خواہش ہوئی کہ اس کے جنازے میں شریک ہوں۔ ایک بولا۔ کیا اللہ کے رسول نے یہ نہیں فرمایا کہ جو پیٹ کی بیماری میں فوت ہوگا اسے عذاب قبر نہ ہوگا۔ (نسائی) (۱۰) ابوداؤد طیالسی میں یہ زیادہ ہے کہ "دوسرا بولا کیوں نہیں (۱۱) جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو فوت ہوگا حق تعالیٰ اسے قبر کے فتنہ سے بچالے گا۔ (ترمذی) مگر اس کی سند متصل نہیں ہے۔ کیونکہ ربیعہ کا سماع ابن عمرو سے ثابت نہیں۔ ایک روایت میں ربیعہ اور ابن عمرو کے درمیان عیاض بن عقبہ فہری ہیں (ترمذی) حافظ ابونعیم اسے محمد بن منکدر سے اور وہ جابر سے مرفوع روایت کرتے ہیں۔ کہ جو جمعہ کی رات کو یا دن کو مرجائے گا وہ عذاب قبر سے بچالیا جائے گا۔ اور اس پر شہادت کی مہر لگ جائے گی۔ مگر ان الفاظ میں عمر بن موسیٰ وجیہی مدنی منفرد ہیں۔ اور وہ ضعیف ہیں۔ یہ جواب آپ نے فرمایا کہ اس کے سر پر تلوار کی چمک فتنۂ قبر سے کافی ہوگئی۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ اس کے سر پر تلوار کی چمک سے اس کے نفاق وایمان کی آزمائش ہوچکی۔ چونکہ وہ میدان جنگ سے بھاگا نہیں۔ منافق ہوتا تو سر پر تلوار کی چمک دیکھتے ہی الٹے پاؤں بھاگ جاتا۔ معلوم ہوا کہ اس میں ایمان ہے اور ایمان ہی نے اسے اللہ کے لئے اس جانی قربانی پر آمادہ کیا ہے اور اس کے دل میں اللہ ہی کے لئے غصہ اور ہیجان پیدا ہوا۔ تاکہ اس کا دین غالب رہے۔ اور اس کے کلمہ کی عزت ہو۔ بس اس کا ایمان اسے قتل گاہ میں لے آیا اور قبر میں امتحان کی ضرورت نہیں رہی۔

قرطبی کی رائے اور اس کی تردید

قرطبی فرماتے ہیں کہ جب شہید سے قبر میں سوال نہیں ہوتا تو صدیق سے بدرجۂ اولیٰ نہ ہوگا۔ کیونکہ صدیق کا شہید سے اونچا مقام ہے۔ اور قرآن میں اس کا ذکر بھی شہیدوں سے پہلے آیا ہے۔ اوپر گذر چکا ہے کہ پہرہ دینے والے سے بھی سوال نہ ہوگا۔ حالانکہ اس کا مقام شہید سے نیچا ہے اور صدیق کا تو شہید سے بھی اونچا مقام ہے۔ لیکن صحیح حدیثوں سے اس قول کی تردید ہوجاتی ہے اور وہ بتاتی ہیں کہ صدیق سے بھی اوروں کی طرح سوال ہوگا۔ جب حضرت عمر کو (جو صدیقین کے سرتاج ہیں) رحمت عالم ﷺ نے ان کی قبر میں فرشتے کے سوال کے بارے میں خبر دی تو عمر بولے کیا میں اپنی اسی جیسی حالت پر ہوں گا؟ فرمایا "ہاں"۔

کیا قبر میں انبیاء سے بھی سوال ہوگا؟

اس بارے میں امام احمد وغیرہ کے نزدیک دو قول ہیں (۱) انبیاء سے بھی سوال ہوتا ہے (۲) ان سے سوال نہیں ہوتا۔ شہیدوں کی اس خصوصیت سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس حکم

Marfat.com

میں صدیق بھی ان کے شریک ہوں۔ اگرچہ وہ شہیدوں سے اونچے درجہ والے ہوں (ابن ماجہ کی یہ حدیث کہ جو بیمار ہو کر مرجائے وہ شہید ہوگا اور قبر کے فتنے سے محفوظ رہے گا ابن ماجہ کے افراد میں سے ہے اور ان کے افراد میں غرائب و منکرات بھی پائے جاتے ہیں۔ اس جیسی حدیث میں توقف ہی بہتر ہے اگر صحیح ہو تو حدیث نمبرہ سے مقید ہوگی۔ اگر یہ حدیث صحیح ہو کہ پیٹ کی بیماری سے مرنے والا شہید ہے تو پھر وہ مطلق حدیث اس مقید پر محمول ہوگی۔

ایک تسلی بخش حدیث

عذاب قبر سے بچانے کے بارے میں ایک تشنگی بجھانے والی حدیث آئی ہے۔ جسے ابوموسیٰ مدینی اپنی کتاب ترغیب و ترہیب میں عذاب قبر کی وضاحت کے لئے لائے ہیں۔ فرج بن فضالہ ہلال ابوجبلہ سے وہ سعید بن مسیب سے اور وہ عبدالرحمٰن بن سمرۃ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم مدینے کے ایک چبوترے پر جمع تھے، کہ رحمت عالم ہمارے پاس تشریف لائے اور کھڑے ہو کر فرمایا کہ کل رات میں نے ایک عجیب خواب دیکھا۔ میں نے اپنے ایک اُمتی کو دیکھا کہ ملک الموت اس کی روح قبض کرنے کے لئے اس کے پاس پہونچے ہیں۔ لیکن ماں باپ کی اطاعت آکر ملک الموت کو اس سے ہٹا دیتی ہے۔ ایک امتی کو دیکھا کہ شیطانوں نے اسے بوکھلا رکھا ہے لیکن ذکر اللہ آکر تمام شیطان اس سے بھگا دیتا ہے۔ ایک امتی کو دیکھا کہ اسے عذاب کے فرشتوں نے وحشی بنا رکھا ہے۔ لیکن اس کی نماز آکر اسے ان کے ہاتھوں سے چھڑا لیتی ہے۔ ایک امتی کو دیکھا پیاس سے بیتاب تھا، جس حوض کے پاس جاتا ہے دھکے دیئے جاتا ہے اور بھگا دیا جاتا ہے۔ لیکن رمضان کے روزے آکر اسے خوب سیراب ہو کر پانی پلاتے ہیں۔ میں نے دیکھا اپنے حلقے باندھ کر انبیا بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور ایک امتی کو دیکھا کہ وہ جس حلقے میں جاتا ہے دھکے دے دے کر بھگا دیا جاتا ہے۔ لیکن اس کا غسل جنابت اس کا ہاتھ پکڑ کر میرے پاس لاکر بٹھا دیتا ہے۔ ایک امتی کو دیکھا کہ اس کے چاروں طرف اور اوپر نیچے اندھیرا ہی اندھیرا ہے وہ اس میں حیران و سراسیمہ ہے لیکن اس کا حج اور عمرہ آکر اسے اندھیرے سے نکال کر اُجالے میں پہنچا دیتا ہے۔ ایک امتی کو دیکھا وہ آگ کے شعلوں اور انگاروں سے بچنا چاہ رہا ہے۔ اتنے میں اس کا صدقہ آکر اس کے اور آگ کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ اور اس کے سر پر سایہ بھی کر لیتا ہے۔ ایک امتی کو دیکھا کہ وہ مومنوں سے بات کرنا چاہتا ہے۔ لیکن کوئی اس سے بات نہیں کرتا۔ لیکن اس کی صلۂ رحمی آکر کہتی ہے۔ مسلمانو! یہ صلۂ رحمی میں پیش پیش رہتا تھا۔ اس سے بولو چالو۔ آخر مسلمان اس سے باتیں کرنے لگتے ہیں۔ اور مصافحہ بھی کرتے ہیں۔ ایک امتی کو دیکھا کہ اسے جہنم کے فرشتوں نے پریشان کر رکھا ہے لیکن امر بالمعروف اور نہی عن المنکر آکر اسے ان کے ہاتھوں سے چھڑا لیتا ہے۔ اور رحمت کے فرشتوں میں داخل کر دیتا ہے۔ ایک امتی کو دیکھا کہ دوزانو بیٹھا ہے اور اس کے اور اللہ کے درمیان پردہ حائل ہے۔ لیکن اس کا حسن خلق آتا ہے اور ہاتھ

Marfat.com

پکڑ کر اللہ کے پاس لے جاتا ہے۔ ایک امتی کو دیکھا کہ اس کا اعمالنامہ اس کی بائیں طرف سے جاتا ہے لیکن اس کے پاس خوف الٰہی آکر اعمالنامہ لیکر دائیں طرف رکھدیتا ہے۔ ایک امتی کو دیکھا اس کی تول ہلکی ہوگئی ہے لیکن اس کے پاس کمسنی میں مرجانے والے بچے آتے ہیں اور اس کا وزن بھاری کر دیتے ہیں۔ ایک امتی کو دیکھا کہ جہنم کے کنارے کھڑا ہے لیکن اس کے پاس اللہ سے اُمید آتی ہے اور اسے وہاں سے ہٹا لیتی ہے۔ اور وہ چلا جاتا ہے ——— ایک اُمتی کو دیکھا کہ وہ آگ میں گر گیا ہے۔ لیکن آنسو کا وہ قطرہ آتا ہے جو اللہ کے خوف سے گرا تھا اور اسے جہنم سے نکال لیتا ہے ایک امتی کو دیکھا کہ پل صراط پر کھڑا ہوا اس طرح کانپ رہا ہے جیسے آندھی میں کھجور کا تنکا ہلتا ہے لیکن اس کا اللہ کے ساتھ حسن ظن آکر اس کی کپکپاہٹ کو دور کر دیتا ہے ایک امتی کو دیکھا کہ پل صراط پر گھسٹے رہا ہے۔ کبھی گھسٹتا ہے اور کبھی لٹک جاتا ہے لیکن اس کی نماز آکر اسے اس کے پیروں پر کھڑا کر دیتی ہے۔ اور بچا لیتی ہے۔ اور ایک امتی کو دیکھا کہ جنت کے دروازوں پر پہنچ جاتا ہے۔ مگر دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ لیکن کلمۂ توحید آکر دروازے کھلوا کر اسے جنت میں داخل کرا دیتا ہے۔ حافظ ابوموسیٰ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اعلیٰ درجہ کی حسن ہے۔ اسے سعید بن مسیب عمر بن ذر اور علی بن زید روایت کرتے ہیں۔ انھیں جیسی حدیثوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ نبیوں کے خواب بھی وحی ہیں لہٰذا یہ حدیث اپنے ظاہری معنی پر ہے۔ یہ خواب ان خوابوں کی طرح نہیں جو تعبیر کی رہین منت ہوتی ہیں مثلاً آپ نے خواب میں دیکھا۔ گویا آپ کی تلوار ٹوٹ گئی۔ یہ بھی دیکھا کہ گائے ذبح کی گئی۔ اور آپ نے یہ تعبیر لی کہ اُحد میں مسلمانوں کو شکست ہوگی۔ نیز آپ نے دیکھا کہ آپ عقبۃ بن رافع کے گھر میں ہیں۔ اسی طرح سمرۃ، علی اور ابوامامہ والی صحیح روایتوں میں آپ کے ایک طویل خواب کا بیان ہے جس میں برزخ میں عذاب دیئے جانے والوں کی سزاؤں کا ذکر ہے۔ غرضیکہ اس قسم کے خواب تعبیر کے محتاج ہوتے ہیں۔ مگر اس خواب میں عذابوں کے ساتھ ان عملوں کا بھی بیان ہے جو صاحب عمل کو عذاب سے چھڑا دیتے ہیں۔ ہلال ابوجبلۃ مدنی ہیں اور اسی حدیث سے پہچانے جاتے ہیں۔ انھیں ابن ابی حاتم نے ان کے باپ سے ذکر کیا ہے۔ اسی طرح حاکم ابواحمد اور حاکم ابوعبداللہ نے ابوجبل کو مسلم سے نقل کرکے بلا قدح کے ذکر کیا ہے۔ یہ حدیث ابوجبلۃ سے فرج بن فضالۃ بیان کرتے ہیں۔ یہ درمیانی درجہ کے راوی ہیں۔ نہ تو قوی ہیں اور نہ متروک اور ان سے ابوالخطیب بشر بن الولید فقیہ بیان کرتے ہیں جن کے اچھے خیالات اور اچھی راہ تھی۔ میں نے شیخ الاسلام سے اس حدیث کی عظمت سنی۔ آپ نے فرمایا۔ سنت کے اصول اس کی گواہی دیتے ہیں اور یہ بہترین حدیثوں میں سے ہے۔

Marfat.com

گیارہواں باب

کیا سوال قبر مسلمان منافق اور کافر سب سے ہوتا ہے یا مسلمان و منافق کیساتھ خاص ہے

علماء کے اقوال:- ابن عبدالبر:- قبر میں اہل قبلہ کو آزمایا جاتا ہے خواہ وہ مسلمان ہوں یا منافق۔ پھر حق تعالیٰ مسلمانوں کو ثابت قدم رکھتا ہے۔ اور منافق ناکام ہو جاتے ہیں اور کافر و مشرک کو نہیں آزمایا جاتا۔ (کتاب التمہید) لیکن قرآن و حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سوال قبر کافر و مسلمان دونوں سے ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا الخ:- اللہ پاک دنیا میں بھی ایمان والوں کو ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں بھی۔ اور ظالموں کو گمراہ کر دیتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ (آیت عام ہے اور ظالموں میں منافق۔ مشرک۔ کافر سب داخل ہیں۔) رحمت عالم نے فرمایا کہ جب انسان کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور جنازے میں شریک ہونے والے واپس ہوتے ہیں تو مردہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے (بخاری مسلم) آگے فرماتے ہیں" لیکن منافق اور کافر سے پوچھا جاتا ہے کہ تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا تھا۔ وہ جواب دیتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں جو لوگ کہتے تھے وہی میں کہتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ تو نے معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی اور نہ قرآن پڑھا۔ پھر اس پر لوہے کے ہتھوڑے سے مار پڑتی ہے اور وہ چیخیں مارتا ہے جنھیں اس کے پاس والے بجز انسان و جن کے سب سنتے ہیں۔ (بخاری میں واما الکافر واؤ کے ساتھ ہے) اور احمد اور ابن ماجہ کی ابو سعید خدری والی حدیث گذری کہ ہم رحمت عالم کے ساتھ ایک جنازے میں تھے۔ آپ نے فرمایا۔ لوگو یہ امت اپنی قبروں میں آزمائی جاتی ہے۔ جب انسان کو دفن کر کے لوگ واپس ہوتے ہیں تو فرشتہ ہتھوڑا لئے ہوئے آتا ہے اور اسے بٹھا کر پوچھتا ہے کہ تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ مومن کہتا ہے اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ فرشتہ کہتا ہے تو سچا ہے۔ پھر جہنم کا دروازہ کھول کر کہا جاتا ہے اگر تو کافر ہوتا تو تیری یہ منزل ہوتی اور کافر و منافق کہتا ہے مجھے معلوم نہیں پھر کہا جاتا ہے کہ نہ تو نے معلوم کیا اور نہ راہ پر آیا۔ پھر جنت کا دروازہ کھول کر اس سے کہا جاتا ہے کہ اگر تو مومن ہوتا تو تیری یہ منزل ہوتی۔ پھر جہنم کا دروازہ کھول کر کہا جاتا ہے کہ اب تیری منزل یہ ہے۔ پھر فرشتہ اسے لوہے کے ہتھوڑے سے مارتا ہے جسے انسان و جن کے علاوہ اللہ کی سب مخلوق سنتی ہے۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ! ایسا تو کوئی نہیں کہ جس کے سر پر ہتھوڑا لئے ہوئے فرشتہ کھڑا ہو اور مرعوب نہ ہو۔ آپ نے آیۃ یثبت اللہ الذین الخ پڑھ کر سنادی۔ اور براء والی لمبی حدیث میں ہے کہ جب کافر آخرت میں داخل ہونے والا اور دنیا سے نکلنے والا ہوتا ہے، تو اس پر آسمان سے ٹاٹیں لے کر فرشتے اترتے ہیں (اسی حدیث میں آ گیا ہے) پھر قبر میں اس کی روح جسم میں لوٹا دی جاتی ہے۔ ایک لفظ میں ہے۔ پھر جب کافر ہوتا ہے تو اس کے پاس

Marfat.com

ملک الموت آ کر اس کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں (آگے فرماتے ہیں) پوچھتے ہیں کہ یہ گندی روح کس کی ہے۔ فرشتے اس کا بدترین نام لیکر جواب دیتے ہیں کہ فلاں کی۔ پھر جب اس کی روح دنیوی آسمان پر لیکر پہونچتے ہیں تو دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اور روح آسمان ہی سے پٹخ دی جاتی ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ ومن یشرک باللہ الخ مشرک گویا آسمان سے گر گیا۔ اب خواہ اسے پرندے اچک لیں یا کسی دور جگہ ہوا ڈالے جا کر پٹخ دے فرمایا۔ پھر جسم میں اس کی روح لوٹا دی جاتی ہے پھر اس کے پاس سخت ڈانٹ والے فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھا کر ڈانٹ کر پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے۔ یہ کہتا ہے ہائے مجھے معلوم نہیں کہتے ہیں کہ تو نے معلوم ہی کب کیا تھا۔ پوچھتے ہیں اس نبی کی کیا حیثیت ہے جو کم میں بھیجے گئے تھے۔ کہتا ہے میں نے لوگوں سے سنا کہ وہ انھیں نبی کہتے تھے۔ مجھے معلوم نہیں (کہ وہ نبی تھے یا نہ تھے) کہتے ہیں تو نے معلوم ہی کب کیا تھا۔ ویضل اللہ الظالمین الخ سے یہی بات ثابت ہوتی ہے۔ یعنی اللہ ظالموں کو گمراہ کر دیتا ہے۔ قرآن و حدیث کی اصطلاح میں فاجر میں قطعی طور پر کافر بھی شامل ہے۔ فرمایا۔ وان الفجار لفی جحیم۔ اور فاجر جہنم میں ہوں گے (خواہ گنہ گار مسلمان ہوں یا کافر و مشرک) فرمایا۔ کلا ان کتاب الفجار لفی سجین۔ ہرگز نہیں۔ یقین مانو فاجروں کے اعمالنامے سجین میں ہوں گے۔ براء والی حدیث کا ایک یہ لفظ بھی ہے کہ جب کافر آخرت میں داخل ہونے والا اور دنیا سے کٹنے والا ہوتا ہے، تو اس پر نہایت طاقتور اور غصے والے فرشتے آگ کے کپڑے اور تارکول کے پائجامے لئے ہوئے اترتے ہیں اور اسے بوکھلا دیتے ہیں۔ اور اس کی روح اس طرح کھینچی جاتی ہے جس طرح بہت شاخوں والی سلاخ تر اون سے کھینچی جاتی ہے۔ پھر جب نکال لی جاتی ہے تو اس پر فضا کا ہر فرشتہ لعنت کرتا ہے۔ اور آسمان کا ہر فرشتہ بھی۔ (آگے فرماتے ہیں) جب لوگ واپس ہوتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ پھر پوچھا جاتا ہے کہ اے شخص تیرا رب کون ہے؟ نبی کون ہیں؟ اور دین کیا ہے۔ یہ جواب دیتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ تو نے معلوم ہی کب کیا تھا۔ براء والی حدیث کا ایک لفظ یہ ہے کہ ہم رحمت عالم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازے میں شریک تھے۔ (آگے فرماتے ہیں) جب کافر دنیا سے پیٹھ موڑنے والا اور آخرت کی طرف بڑھنے والا ہوتا ہے اور اس کی موت کا وقت ہوتا ہے تو اس پر فرشتے آگ کا کفن اور آگ کی بدبو لے کر اترتے ہیں (آگے فرماتے ہیں) پھر اس کی روح اس کی قبر کی طرف لوٹا دی جاتی ہے۔ پھر اس کے پاس دانتوں سے مٹی ہٹاتے ہوئے اور بالوں سے زمین کھودتے ہوئے، منکر نکیر آتے ہیں۔ ان کی آواز سخت کڑک کی طرح اور آنکھیں اچکنے والی بجلی کی طرح ہوتی ہیں یہ اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں اے شخص تیرا رب کون ہے۔ یہ جواب دیتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں۔ قبر کے ایک گوشے سے آواز آتی ہے۔ تو نے معلوم ہی کب کیا تھا۔ پھر فرشتے اسے اس قدر بھاری لوہے کے ہتھوڑے سے مارتے ہیں کہ اگر اسے سارے

دنیا بھی مل کر اٹھانا چاہے تو نہ اٹھا سکے۔ اور اس کی قبر اس قدر تنگ ہو جاتی ہے کہ پسلیوں میں سے پسلیاں نکل جاتی ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ جب کافر (مردہ) رکھدیا جاتا ہے تو اس کے پاس منکر نکیر آتے ہیں اور اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے۔ یہ کہتا ہے مجھے معلوم نہیں۔ فرشتے کہتے ہیں تو نے معلوم ہی کب کیا تھا۔ غرضکہ براء والی حدیث میں عام بیان کرنے والے یقین کے ساتھ کافر ہی کا لفظ لائے ہیں۔ ہاں بعض فاجر اور بعض منافق و مرتاب بھی لائے ہیں۔ یہ لفظ راوی نے بطور شک کے استعمال کیا ہے کہ مجھے معلوم نہیں منافق کہا یا مرتاب کہا۔ لیکن کافر و فاجر کا لفظ لانے والوں کو شک نہیں۔ لہذا ان کی روایت جو یقین سے بیان کرتے ہیں اور بہت بھی ہیں۔ شک کرنے والوں کی روایت سے جبکہ وہ منفرد بھی ہیں، زیادہ قابل قبول ہے علاوہ ازیں روایتوں میں تصادم بھی نہیں ہے۔ کیونکہ کافر، مومن کی طرح منافق سے بھی سوال ہوتا ہے۔ پھر اللہ اہل ایمان کو ثابت قدم رکھتا ہے اور ظالموں (کافر و منافق) کو گمراہ کر دیتا ہے۔ ایک حدیث میں کافر و منافق دونوں کو جمع بھی کر دیا ہے جس میں صراحت ہے کہ سوال کافر و منافق دونوں سے ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ ابن عبدالبر کا یہ کہنا کہ کافر سے سوال نہیں ہوتا غلط ہے۔ اس سے بھی سوال ہوتا ہے۔ بلکہ اس سے تو بدرجہ اولیٰ سوال ہونا چاہیئے۔ قرآن حکیم میں ہے کہ حق تعالیٰ قیامت کے دن کافروں سے سوال کرے گا فرمایا۔ ویوم ینادیھم الخ اور جس دن اللہ پاک ان سے پکار کر پوچھے گا کہ تم نے پیغمبروں کی دعوت پر کیا عمل کیا؟ فرمایا۔ فوربک لنسالنھم الخ۔ آپکے رب کی قسم ہم ان سب سے ان کے عمل پوچھے بغیر نہ رہیں گے۔ فرمایا۔ فلنسالن الذین ارسل الخ۔ ہم ان سے بھی ضرور سوال کریں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے تھے اور رسولوں سے بھی۔ پھر جب کافروں سے قیامت کے دن سوال ہوگا تو قبر میں بھی بدرجہ اولیٰ ہونا چاہیئے۔

بارھواں باب

کیا منکر نکیر کے سوالات اسی امت کے ساتھ خاص ہیں؟

تفصیلی جواب کیا منکر نکیر کے سوالات اسی امت کے ساتھ خاص ہیں یا تمام امتوں سے وابستہ ہیں؟ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ بعض کے نزدیک سوالات اسی امت کے ساتھ خاص ہیں۔ کیونکہ پہلی قومیں اگر رسولوں کا انکار کرتی تھیں تو رسول ان سے علیحدہ ہو جاتے تھے۔ اور اللہ پاک عذاب بھیجکر انھیں ہلاک کر دیتا تھا۔ لیکن حق تعالیٰ نے اپنے آخری نبی کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا اور نہ ماننے والوں سے عذاب روک لیا اور مسلمانوں کے ہاتھوں میں تلواریں دیدیں تاکہ ان کے ڈر سے لوگ اللہ کے دین میں داخل ہوں پھر رفتہ رفتہ ان کے دلوں میں ایمان جڑیں مضبوط کرلے۔ اسی طرح انھیں مہلت دی گئی۔ یہیں سے نفاق

پیدا ہوا۔ کہ منافق دلوں سے کافر ہوتے تھے اور بظاہر ایمان لے آئے تھے۔ زندگی میں تو ان کی اندرونی حالت پر پردہ پڑا رہتا تھا۔ لیکن موت کے بعد حق تعالیٰ نے ان کی پول کھولنے کے لئے منکر نکیر مسلط کر دیئے تاکہ سوالات کرکے ان کے دلی حالات معلوم کریں۔ اور اللہ اچھوں کو بروں سے جدا کرے۔ لیکن قرطبی وغیرہ کے نزدیک تمام امتوں کے افراد سے سوال ہوتا ہے۔ ابن عبدالبر نے توقف کیا ہے اور کہا ہے کہ زید بن ثابت والی حدیث میں ہے کہ یہ امت قبروں میں آزمائی جاتی ہے۔ اور بعض روایتوں میں ہے کہ اسی سے سوال ہوتا ہے ان الفاظ سے احتمال ہوتا ہے کہ یہی امت خاص ہو۔ مگر اس بارے میں کوئی قطعی رائے قائم نہیں کی جاسکتی اس امت کی خصوصیت کا دعویٰ کرنے والوں نے زید والی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ اور ان الفاظ سے بھی کہ مجھ پر وحی کی گئی ہے کہ تم اپنی قبروں میں آزمائے جاتے ہو۔ علاوہ ازیں فرشتوں کا یہ قول بھی اکہ تو اس شخص کے بارے میں جو تم میں بھیجا گیا تھا کیا کہتا ہے مومن جواب دیتا ہے کہ میں اقرار کرتا ہوں کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اسی خصوصیت کیطرف اشارہ کرتا ہے کیونکہ مردے نے جواب میں اپنا نبی اللہ کے آخری رسول کو بتایا ہے۔ اسی طرح آپ نے فرمایا کہ میرے بارے میں تمہارا امتحان لیا جائے گا اور تم سے سوال کیا جائے گا۔ یہ بھی خصوصیت کی دلیل ہے۔ خصوصیت نہ ماننے والوں نے یہ جواب دیا ہے کہ تمام باتیں اسی امت کی خصوصیت پر دلالت نہیں کرتیں کیونکہ اس امت سے یا تو بنی نوع انسان کی امت مراد ہے جیسے اس آیت میں ہے، وما من دابۃ فی الارض ولا طائر الخ۔ زمین پر چلنے والے اور فضا میں ہر اڑنے والے جانوروں کی بھی تمہاری طرح امتیں ہیں۔ ہر جاندار کی جنس کو امت کہا جاتا ہے۔ حدیث میں ہے اگر کتوں کی اور امتوں کی طرح ایک امت نہ ہوتی تو میں قتل کر دینے کا حکم دیدیتا ایک حدیث میں ہے کہ ایک نبی کے ایک چیونٹی نے کاٹ کھایا۔ پھر آپ کے حکم سے چیونٹیوں کا سارا چھتہ جلا دیا گیا۔ اللہ نے وحی بھیجی کہ تم نے ایک چیونٹی کے کاٹ کھانے کی وجہ سے اللہ کی ایک امت جلوا ڈالی جو اللہ کی پاکی بیان کیا کرتی تھی۔ یا امت محمدیہ مراد ہے۔ اس صورت میں بھی دوسری امتوں سے نفی لازم نہیں آتی۔ بلکہ ان کا ذکر اس وجہ سے ہے کہ انھیں کو سوال قبر کی خبر دی جا رہی ہے۔ اور یہ بھی کہ یہ پہلی امتوں کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ اس امت میں بھی اس کا وجود ہے۔ کیونکہ یہ امت تمام امتوں میں افضل واشرف ہے۔ اسی پر دیگر دلائل کا قیاس کر لیجئے۔ رہی یہ بات کہ مردہ جواب میں رحمت عالمؐ ہی کو بتاتا ہے غلط ہے۔ کیونکہ ہر امت کا مردہ اپنے اپنے نبی کو بتائے گا۔ حدیث کے الفاظ میں کسی نبی کا نام نہیں بلکہ یہ الفاظ ہیں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ جب آخرت میں پوچھ گچھ اور حجت قائم کرنے کے بعد ہر امت پر عذاب ہوگا تو برزخ میں بدرجہ اولیٰ ہونا چاہیئے۔ یہی صحیح جواب ہے۔

Marfat.com

تیرہواں باب

کیا قبر میں بچوں کا بھی امتحان ہوتا ہے

تفصیلی جواب بعض کے نزدیک ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک نہیں۔ اصحاب احمد کے دونوں قول ہیں۔ جو امتحان کے قائل ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ بچوں پر نماز جنازہ مسنون اور ان کے لئے بھی اللہ سے دعا کی جاتی ہے کہ اللہ پاک انھیں بھی عذاب قبر و فتنۂ قبر سے محفوظ رکھے۔ حضرت ابوہریرہ کا بیان ہے کہ رحمت عالمؐ نے ایک بچے کے جنازے پر نماز پڑھی اور انہوں نے آپ سے یہ دعا سنی۔ اے اللہ اسے عذاب قبر سے بچا (موطا مالک) صدیقہؓ کے پاس سے ایک چھوٹے بچے کا جنازہ گذرا۔ رونے لگیں۔ پوچھا گیا کہ آپ کیوں روتی ہیں۔ فرمایا۔ یہ بچہ ہے قبر کے بھینچنے سے مجھے اس پر ترس آگیا۔ اور آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ ابوہریرہ معصوم بچے کی نماز پڑھتے تو کہتے اے اللہ اسے عذاب قبر سے پناہ دے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ قبر میں حق تعالیٰ ان کی عقلیں مکمل فرما دیتا ہے۔ تاکہ اپنی اسلامی یا غیر اسلامی حیثیت پہچان لیں۔ اور حسب حیثیت ان کے دلوں میں جواب ڈال دیا جاتا ہے۔

کہتے ہیں کہ بہت سی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا آخرت میں بھی امتحان ہوگا۔ اشعری نے اہل سنت و اہل حدیث کی طرف سے بھی یہی قول نقل کیا ہے۔ پھر جب آخرت میں امتحان ہوگا تو قبروں کے امتحان میں کونسا استحالہ ہے وہ تو بدرجۂ اولیٰ ہونا چاہئے۔ اور جو امتحان کے قائل نہیں وہ کہتے ہیں کہ سوال اس سے ہوتا ہے جو رسول کو اور شریعت کو سمجھتا ہو۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس نے رسول پر ایمان لاکر ان کی اطاعت کی یا نہیں کی۔ لیکن بچے کو تو کسی صورت سے تمیز ہی نہیں بھلا اس سے کیسے پوچھا جا سکتا ہے کہ تو ان کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ جو تم میں بھیجے گئے تھے۔ اگر قبر میں اس کی عقل بھی مکمل کر دی جائے تو پھر بھی اس سے ان باتوں کا سوال خلاف عقل ہے جن کی علم و معرفت پر وہ قادر نہ ہو سکا تھا۔ اور اس سوال سے کچھ فائدہ بھی نہیں۔ رہا آخرت کے امتحان پر قیاس کرنا سو وہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ اس وقت تو اللہ پاک ان کے پاس رسول بھیجے گا اور انھیں آپکی اطاعت کا حکم فرمائے گا۔ اور ان کی عقلیں بھی مکمل ہوں گی پھر اطاعت کرنے والا نجات پا جائے گا اور نافرمانی کرنے والا جہنم رسید ہوگا۔ ابوہریرہؓ والی حدیث میں عذاب قبر سے ترک اطاعت یا فعل معصیت پر سزا مراد نہیں ہے کیونکہ اللہ پاک کسی کو بلا گناہ کے سزا نہیں دیتا۔ بلکہ کبھی عذاب قبر سے وہ دکھ مراد ہوتا ہے جو کسی کو کسی امر کی وجہ سے پہنچ رہا ہو۔ رحمت عالم نے فرمایا گھر والوں کے رونے کی وجہ سے مردے پر عذاب ہوتا ہے یعنی اسے دکھ پہنچتا ہے۔ یہ بات نہیں کہ بے چارہ زندہ لوگوں کے گناہ میں پکڑا جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے کہ کسی کا بوجھ کوئی نہیں اٹھائیگا۔ اسی معنے میں رحمت عالمؐ نے فرمایا۔ کہ سفر عذاب (دکھ) کا ایک ٹکڑا ہے۔ معلوم ہوا کہ عذاب عام ہے اور عقوبت (سزا)

خاص ہے۔ بلا شبہ قبر میں وہ آلام، حسرات اور پریشانیاں ہیں جن سے بچے بھی متاثر ہوتے ہیں۔ اور انہیں بھی دکھ پہونچتا ہے۔ اس لئے نمازی کو مسنون ہے کہ وہ اللہ سے دعا کرے کہ یہ معصوم اس عذاب سے محفوظ رہیں۔

چودھواں باب

کیا عذاب قبر دائمی ہے یا ختم ہوجاتا ہے

دائمی عذاب قبر عذاب قبر دائمی بھی ہے اور وقتی بھی۔ دائمی عذاب قبر سے وہ عذاب مراد ہے جو مرنے کے بعد سے لے کر پہلے صور کے پھونکے جانے تک قائم رہتا ہے۔ کیونکہ بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ دونوں صوروں کے درمیانی وقفہ میں عذاب کی تخفیف ہوجائے گی۔ پھر قبروں سے اٹھیں گے تو کہیں گے ہائے ہمارے لئے خرابی ہے۔ کس نے ہمیں ہماری خوابگاہ سے اٹھادیا۔ دوام عذاب کی یہ دلیل ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ النار یعرضون علیہا غدوًا وعشیا :۔ کہ وہ صبح وشام آگ پر پیش کئے جاتے ہیں۔ خواب والی حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ایسا ان کے ساتھ قیامت تک ہوتا رہے گا (بخاری) قبر پر تر شاخ گاڑی جانے والی حدیث میں ہے شاید خشک ہونے تک عذاب ہلکا ہوجائے۔ اس حدیث میں تخفیف رطوبت سے مقید ہے کہ رطوبت جاتی رہے گی تو پھر عذاب زور پکڑ جائے گا۔ ابو ہریرہ والی حدیث میں ہے پھر آپ ایسے لوگوں کے پاس آئے جن کے سر پتھروں سے کچلے جارہے تھے، اور کچلتے ہی ٹھیک ہوجاتے تھے۔ ان پر برابر یہی عذاب ہورہا تھا۔ ایک صحیح حدیث میں اس شخص کا واقعہ ہے جو دو چادریں اوڑھ کر اکڑ کر چلنے لگتا ہے۔ حق تعالیٰ اسے زمین میں دھنسا دیتا ہے۔ اب وہ زمین میں قیامت تک دھنستا چلا جائے گا۔ براء والی حدیث میں کافر کے بارے میں ہے۔ پھر اس کے لئے جہنم کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور وہ جہنم میں اپنا ٹھکانا دیکھ لیتا ہے۔ حتیٰ کہ قیامت آجائے۔ اسی حدیث کی ایک سند سے یہ الفاظ ہیں۔ پھر اس کے لئے جہنم کا ایک سوراخ کھول دیا جاتا ہے جس سے اس کے پاس اس کی تپش اور دھواں قیامت تک آتا رہے گا۔

وقتی عذاب قبر دوسری قسم کا عذاب قبر وقتی ہے۔ جو ہلکے گناہ والوں پر ان کے گناہوں کے مطابق ایک مقررہ وقت تک ہوتا ہے پھر موقوف ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ گناہگاروں کو ایک خاص وقت تک جہنم میں عذاب ہوگا۔ پھر عذاب موقوف ہوجائے گا۔ اس قسم کا عذاب قبر دعا سے یا صدقہ سے یا استغفار سے یا قرأت سے جو کسی عزیز کی طرف سے مردے کو پہنچتی ہے موقوف ہوجاتا ہے۔ جیسے دنیا میں کسی کو کچھ سزا دی جاتی ہے، پھر کوئی سفارش کرکے اسے چھڑا لیتا ہے۔ دنیوی شفاعت میں اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن اللہ کے آگے

شفیع اللہ کی اجازت ہی سے کھڑا ہوگا کوئی سفارش کے لئے نہیں بڑھ سکتا۔ جب تک اللہ خود ہی اسے اجازت نہ دے۔ جب اللہ کسی پر رحم کرنا چاہتا ہے تو وہ شفیع کھڑا کردیتا ہے۔ بس قیامت کے دن اسی

Marfat.com

قسم کی شفاعت ہوگی۔ اور جو لوگوں نے طرح طرح کی شفاعتیں گھڑ رکھی ہیں سب باطل و شرک ہیں۔ فرمایا من ذالذی یشفع الخ کون ہے جو بلا اجازت کے اللہ سے سفارش کر سکے۔ ولا یشفعون الا لمن ارتضیٰ الخ اسی کی سفارش کریں گے جس سے اللہ راضی ہوگا۔ مامن شفیع الا من بعد اذنہ :۔ ہر شفیع اللہ کی اجازت کے بعد ہی کھڑا ہوگا۔ ولا تنفع الشفاعة عندہ الخ اللہ کے نزدیک شفاعت اسی کو فائدہ پہونچائے گی جس کے لئے اللہ نے اجازت دی ہوگی۔ قل للہ الشفاعة الخ آپ فرمادیں کہ شفاعت اللہ ہی کیلئے ہے آسمان وزمین میں اسی کی بادشاہت ہے۔

ایک شخص ایک مدنی کو خواب میں دیکھتا ہے

عبداللہ بن نافع :۔ ایک مدنی فوت ہوا۔ پھر اسے ایک شخص نے خواب میں دیکھا جیسے وہ جہنمی ہے۔ یہ دیکھ کر اسے صدمہ ہوا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد اسے خواب میں دیکھا تو جنتی معلوم ہوا۔ پوچھا کیا تم نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں جہنمی ہوں۔ بولا معاملہ تو ایسا ہی تھا۔ لیکن ہمارے پاس ایک نیک شخص بھی مدفون ہے اس کی اس کے چالیس پڑوسیوں کے حق میں سفارش قبول کرلی گئی اُن میں سے ایک میں بھی ہوں

دُعاؤں کے اثرات

احمد بن یحییٰ :۔ ہمارے ایک ساتھی کا بیان ہے کہ میرے بھائی فوت ہوگئے میں نے انھیں خواب میں دیکھا پوچھا قبر میں جانے کے بعد کیا حال رہا۔ فرمایا آنے والا میری طرف آگ کا انگارہ لیکر بڑھا اگر دعا کرنے والا میرے حق میں دعا نہ کرتا تو وہ انگارا میرے مار دیتا۔ (ابن ابی الدنیا) عمرو بن جریر :۔ جب کوئی شخص اپنے مردہ بھائی کے لئے دعا مانگتا ہے تو اس دعا کو ایک فرشتہ قبر میں لے کر جاتا ہے اور کہتا ہے کہ اے قبر والے غریب الوطن لے، تیرے مہربان بھائی کی طرف سے یہ ہدیہ ہے۔

رابعہ بصری کو خواب میں دیکھنا

بشار بن غالب :۔ میں رابعہ بصری کے لئے کثرت سے دعائیں مانگا کرتا تھا۔ ایک دن میں نے انھیں خواب میں دیکھا۔ بولیں۔ تمہارے ہدیے نورانی طباق میں لگ کر اور ان پر ریشمی رومال ڈھانپ کر میرے پاس لائے جاتے ہیں۔ میں نے پوچھا کس طرح؟ بولیں جب زندہ مومن مُردوں کے لئے دعائیں کرتے ہیں اور ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں تو وہ دعائیں نورانی طباق میں لگاکر ان پر ریشمی رومال ڈھانپ کر جس کے لئے دعائیں مانگی تھیں۔ اس کے پاس لائی جاتی ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ یہ آپکے پاس فلاں نے ہدیۃً بھیجا ہے :۔ ابوعبید بن بحیر :۔ ہمارے ایک ساتھی کا بیان ہے کہ میں نے اپنے بھائی کو خواب میں دیکھا اور پوچھا۔ کیا زندوں کی دعائیں تم تک پہونچتی ہیں۔ بولے۔ ہاں۔ اللہ کی قسم ریشمی پہین ونورانی شکلوں میں آتی ہیں پھر مردہ اسے پہن لیتا ہے۔ (ابن ابی الدنیا) اس سلسلے میں مزید روشنی "کیا زندوں کے ہدیوں سے مُردوں کو فائدہ پہونچتا ہے" میں انشاء اللہ آرہی ہے۔

پندرھواں باب
موت کے بعد سے قیامت تک روحوں کے ٹھہرنے کی جگہ

موت کے بعد سے قیامت تک کے درمیانی وقفہ میں روحیں کہاں ٹھہرتی ہیں ؟ کیا آسمان میں رہتی ہیں یا زمین میں ؟ کیا جنت میں ہیں یا نہیں ؟ کیا انھیں کوئی نیا جسم دیدیا جاتا ہے جس میں انھیں ثواب و عذاب ہوتا ہے یا مجرد ہی رہتی ہیں ؟ یہ ایک اہم مسئلہ ہے۔ اور اس میں لوگوں کا بہت بڑا اختلاف ہے

جواب

درحقیقت اس قسم کے مسائل نقل پر موقوف ہیں۔ بعض[۱] کے نزدیک مومن کی روحیں اللہ کے پاس جنت میں رہتی ہیں۔ خواہ شہید ہوں یا نہ ہوں۔ بشرطیکہ کوئی کبیرہ گناہ یا قرض حائل نہ ہو۔ ان سے ان کا رب عفو و ترحم سے پیش آتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن عمر کا یہی قول ہے۔ بعض[۲] کے نزدیک حدود جنت میں جنت کے دروازوں پر رہتی ہیں۔ اور انھیں جنت کی ٹھنڈی ہوائیں، اس کی نعمتیں اور روزیاں پہونچتی رہتی ہیں بعض[۳] کے نزدیک روحوں کی جماعت اپنی اپنی قبروں کے صحنوں میں رہتی ہے۔ امام[۴] مالک کا بیان ہے کہ مجھے خبر ملی ہے کہ روحیں آزاد ہیں جہاں چاہتی ہیں آتی جاتی ہیں۔ امام[۵] احمد کے نزدیک کافروں کی روحیں جہنم میں اور مومنوں کی جنت میں رہتی ہیں۔ ابن مندہ: صحابہ[۶] اور تابعین کی ایک جماعت کے نزدیک مومنوں کی روحیں اللہ کے پاس رہتی ہیں۔ انہوں نے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں فرمایا۔ اسی طرح صحابہ[۷] اور تابعین کی دوسری جماعت کے نزدیک مومنوں کی روحیں جابیۃ میں اور کافروں کی روحیں برھوت (حضرموت کے ایک کنوئیں) میں رہتی ہیں۔ صفوان بن عمرو۔ میں نے ابوالیمان[۸] عامر بن عبداللہ سے پوچھا۔ کیا مومنوں کی روحیں اکٹھی ہوتی ہیں ؟ فرمایا وہ زمین جس کے بارے میں حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے ذکر کے بعد زبور میں لکھدیا ہے کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے وہ زمین ہے جہاں قیامت تک مومنوں کی روحیں جمع رہتی ہیں دیگر[۹] لوگوں نے کہا یہ وہ زمین ہے جس کا وارث اللہ دنیا میں مومنوں کو بنائے گا۔ کعب: مومنوں[۱۰] کی روحیں علیین میں ساتویں آسمان میں رہتی ہیں۔ اور کافروں کی روحیں ساتویں زمین میں سجین میں ابلیس کے لشکر کے نیچے رہتی ہیں۔ بعض[۱۱] کے نزدیک مومنوں کی روحیں زمزم میں اور کافروں کی برھوت میں رہتی ہیں۔ سلمان فارسی: مومنوں[۱۲] کی روحیں زمین و آسمان کے درمیان رہتی ہیں۔ اور جہاں چاہتی ہیں آتی جاتی ہیں۔ اور کافروں کی سجین میں رہتی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ مومنوں کی روحیں زمین میں جہاں چاہتی ہیں آتی جاتی ہیں۔ بعض[۱۳] کے نزدیک مومنوں کی روحیں حضرت آدم کے دائیں طرف اور کافروں کی روحیں ان کے بائیں طرف رہتی ہیں۔

ابن حزم وغیرہ کی رائے

ابن حزم[111] وغیرہ کی رائے میں جہاں روحیں اجسام پیدا ہونے سے پہلے تھیں وہی ان کی قرارگاہ ہے۔ یہی قرآن وحدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ واذ اخذ ربک من بنی آدم الخ اور جب آپ کے رب نے اولادِ آدم کی پشت سے ان کی اولاد نکالی اور ان سے انھیں کے بارے میں اقرار کرایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب نے جواب دیا کیوں نہیں۔ ہم سب گواہ ہیں تاکہ تم سب قیامت کے دن یہ نہ کہنے لگو کہ ہم کو تو اس کی کچھ بھی خبر نہ تھی۔ فرمایا۔ ولقد خلقناکم ثم صورناکم الخ۔ ہم نے تمھیں پیدا کیا۔ پھر تمہاری صورتیں بنائیں پھر فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ معلوم ہوا کہ اللہ نے ایک ہی دفعہ تمام روحیں پیدا کیں اسی طرح اللہ کے رسول نے بتایا کہ روحیں جمع کیا ہوا لشکر ہیں۔ جن میں تعارف ہو جاتا ہے۔ ان میں دنیا میں محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ ورنہ اجنبیت ہی رہتی ہے۔ اللہ نے روحوں سے اپنی ربوبیت کا اقرار کرالیا ہے اور انھیں گواہ بنالیا ہے۔ روحیں مخلوق ومصور اور عقل والی تھیں قبل اس کے کہ فرشتوں کو آدم کو سجدہ کرنے کا حکم ملا اور قبل اس کے کہ روحیں جسموں میں داخل ہوں اس وقت اجسام مٹی اور پانی تھے پھر اللہ نے انھیں جہاں چاہا ٹھہرادیا۔ اور وہ برزخ ہے جس کی طرف موت کے وقت لوٹ کر جاتی ہیں۔ پھر اللہ پاک ان کی یکے بعد دیگرے جماعتیں منی سے پیدا ہونے والے اجسام میں بھیجتا رہتا ہے۔ (ابن حزم آگے فرماتے ہیں) معلوم ہوا کہ ارواح اجسام ہیں۔ جن میں ایک دوسرے کو پہچاننے کی صلاحیت ہے۔ بعض میں تعارف ہوتا ہے اور بعض میں اجنبیت رہتی ہے۔ ان میں تعارف پایا جاتا ہے۔ اور پہچان کی قوت بھی۔ پھر اللہ انھیں جس طرح چاہتا ہے دنیا میں آزماتا ہے۔ پھر مار دیتا ہے۔ اور وہ برزخ کی طرف لوٹ جاتی ہیں۔ اسی برزخ میں رحمتِ عالم نے شب معراج میں پہلے آسمان پر دیکھا۔ کہ سعادت مندوں کی روحیں حضرت آدم کے دائیں طرف تھیں۔ اور بدبختوں کی بائیں طرف یہ مقام عناصر کے ختم ہونے کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ مگر انبیا اور شہدا کی روحیں جنت میں ہیں۔ ابن راہویہ کا بھی یہی قول ہے اور اسی پر اہل علم کا اجماع ہے۔ یہی تمام مسلمانوں کا قول ہے اور قرآن حکیم بھی یہی کہتا ہے۔ فرمایا۔ فاصحاب المیمنة الخ پھر دائیں والے کیا ہیں دائیں والے اور بائیں والے کیا ہیں بائیں والے۔ اور سبقت کرنے والے سبقت کرنے والے ہیں۔ وہی مقرب ہیں۔ اور نعمت والی جنتوں میں ہیں۔ ایک جماعت پہلوں میں سے ہے اور تھوڑے سے لوگ پچھلوں میں سے ہیں۔ فرمایا۔ فاما ان کان من المقربین الخ۔ پھر اگر وہ مقرب لوگوں میں سے ہے تو ٹھنڈی ہوا ہے اور روزی ہے اور نعمت والی جنت ہے۔ پس روحیں مستقل طور پر وہاں رہتی ہیں۔ یہاں تک کہ صور سے پھونکی جانے والی روحوں کی تعداد پوری ہو جائے اور قیامت قائم ہو جائے پھر اللہ پاک انھیں ان کے جسموں میں پھونک دے گا۔ یہی ثانوی زندگی ہے جس میں مخلوق سے حساب لیا جائے گا۔ اور ہر ایک کو اس کی منزل ہمیشہ کے لئے جنت یا جہنم میں مل جائے گی۔ ابن عبد البر[112]۔ شہدا کی روحیں جنت

Marfat.com

ہیں اور عام مومنوں کی روحیں اپنی اپنی قبروں کے صحن میں رہتی ہیں۔ ہم ان کے بیان کا خلاصہ اور دلائل بیان کریں گے۔ اور تبصرہ بھی کریں گے انشاء اللہ۔ مجاہد:- روحیں[15] جنت میں تو نہیں ہیں۔ البتہ اس کے پھل کھاتی ہیں اور اس کی خوشبو سے لذت اندوز ہوتی ہیں۔ ابن شہاب سے روحوں کے بارے میں پوچھا گیا۔ فرمایا۔ مجھے خبر ملی ہے کہ شہیدوں[16] کی روحیں سبز پرندوں کی طرح عرش سے لٹکی ہوئی ہیں۔ صبح و شام جنت کے باغوں میں آتی جاتی ہیں۔ اور روزانہ رب کے پاس جاکر سلام کرتی ہیں۔ ابن عبدالبر نے ابن عمرؓ والی حدیث کی شرح میں فرمایا کہ مرنے کے بعد مُردے پر صبح و شام اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے۔ اگر جنتی ہے تو جنت اور اگر جہنمی ہے تو جہنم اور اس سے کہا جاتا ہے کہ قیامت آنے کے بعد یہ تمہارا ٹھکانا ہے۔ اس سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو کہتے ہیں کہ روحیں قبروں کے صحنوں میں رہتی ہیں۔ اور یہی صحیح ترین قول ہے۔ کیونکہ صحیح حدیثوں سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ میرے نزدیک اس کا یہ مطلب ہے کہ کبھی قبروں کے صحن میں بھی ہوتی ہیں یہ نہیں کہ وہیں رہتی ہیں اور وہاں سے کبھی ہٹتی ہی نہیں۔ چنانچہ امام مالک نے فرمایا۔ ہمیں خبر ملی ہے کہ روحیں جہاں چاہتی

روحیں ابتدائی سات دن تک قبر کے صحن میں رہتی ہیں

ہیں چلتی پھرتی ہیں۔ مجاہد سے ایک یہ بھی روایت ہے کہ روحیں مرنے کے بعد ابتدائی سات دن تک قبروں کے صحنوں میں رہتی ہیں۔ اور وہاں سے ہٹتی نہیں۔ ایک[17] فرقہ کا خیال ہے کہ روحیں جسم کی طرح معدوم ہو جاتی ہیں۔ یہ لوگ روح کو حیات و ادراک کی طرح جسم کے عوارض میں سے مانتے ہیں۔ لیکن یہ قول قرآن و سنت اور اجماع کے خلاف ہے ایک جماعت کہتی ہے کہ روحیں اپنے مناسب اخلاق و صفات والی روحوں کے اجسام میں رہتی ہیں۔ یہ لوگ تناسخ کے قائل ہیں۔ اور زندگی بعد الموت کو نہیں مانتے۔ یہ قول تمام اہل اسلام کے اقوال سے جداگانہ ہے اور باطل ہے۔ روحوں کے متعلق یہ تمام خیالات ہیں جو میں نے اس رسالہ میں جمع کر دیئے ہیں اور کسی اور کتاب میں نہیں ملیں گے۔ اب ہم ان اقوال پر تبصرہ اور تفصیلی روشنی ڈالتے ہیں۔ دلائل قرآن و حدیث کی روشنی میں صحیح بات بتاتے ہیں۔ حق تعالیٰ ہماری رہنمائی فرمائے آمین۔

جنت میں ارواح کے قیام کے دلائل :- جو اس بات کے قائل ہیں کہ روحیں جنت میں رہتی ہیں۔ ان کے حسب ذیل دلائل ہیں۔ (۱) فاما ان کان من المقربین الخ پھر اگر وہ مقرب حضرات میں سے ہے تو ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا ہے اور روزی ہے اور نعمت والی جنت ہے۔ روح کی یہ حالت موت کے وقت جسم سے نکلنے کے بعد بتائی گئی ہے۔ اور روحوں کی تین قسمیں بتائی گئی ہیں۔

دلیل کی وضاحت

مقرب روحیں (ان کے بارے میں بتایا گیا کہ یہ نعمت والی جنت میں ہیں۔) دائیں جانب والی روحیں (ان پر سلامتی کا حکم لگایا گیا جو عذاب سے محفوظ رہنے کو بھی شامل ہے۔) اور[18] جھٹلانے والی گمراہ روحیں (ان کے

Marfat.com

بارے میں بتلایا گیا کہ ان کی ٹکڑے لیتے ہوئے پانی اور دخول جہنم سے تواضع کی جاتی ہے) ظاہر ہے کہ یہ احکام
روحوں پر بدنوں سے جدا ہونے کے بعد لاحق ہوتے ہیں۔ اسی صورت کے شروع میں روحوں کے قیامت کے دن
والے احوال بتائے گئے ہیں۔ یعنی اول سورت میں قیامت کبریٰ کے بعد والے حالات ہیں۔ اور آخر سورت میں
قیامت صغریٰ کے بعد والے حالات ہیں۔ (۲) یا ایتہا النفس المطمئنۃ الخ اے مطمئن روح اپنے رب کی طرف راضی
خوشی لوٹ۔ رب بھی تجھ سے راضی ہے اور میرے بندوں میں شامل ہو کر میری جنت میں داخل ہو جا۔

دوسری دلیل کی وضاحت اس آیت میں اکثر صحابہ اور تابعین کا قول ہے کہ روحوں سے یہ خطاب
موت کے وقت کیا جاتا ہے جبکہ وہ دنیا سے رخصت ہوتی ہیں۔ اس وقت فرشتے انھیں جنت کی بشارت دیتے
ہیں۔ جنہوں نے یہ خطاب آخرت کا خطاب بتایا ہے ان کا قول بھی اس کے خلاف نہیں۔ کیونکہ بشارت موت
کے وقت بھی دی جاتی ہے۔ اور قبروں سے اٹھتے وقت بھی۔ اور آخرت میں بھی دی جائے گی۔ یہ وہی بشارت
ہے جس کے بارے میں حق تعالیٰ نے فرمایا۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ الخ۔ جنہوں نے اللہ کے رب ہونے کا اقرار کر لیا
پھر اس پر جمے بھی رہے تو ان پر فرشتے اترتے ہیں اور کہتے ہیں ڈرو نہیں اور نہ صدمہ کرو۔ اور اس جنت سے خوش
ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ تھا۔ یہ بشارت موت کے وقت، قبر میں اور زندگی بعد الموت کے وقت دی جاتی
ہے۔ اور ابتدائی بشارت موت کے وقت ہی دی جاتی ہے۔ (۳) براء ابن عازب والی حدیث میں گذر چکا کہ فرشتہ
روح قبض کرتے وقت اس سے کہتا ہے کہ جنت کی ٹھنڈی ہوا اور روزی سے خوش ہو جا۔ (۴) رحمت عالم
نے فرمایا مومن کی روح ایک پرندہ ہے۔ جو جنت کے درختوں سے کھاتی پیتی ہے جب تک کہ اللہ اسے قیامت
کے دن اس کے جسم میں نہ لوٹا دے۔ (موطا مالک) یہاں نسمۃ سے مراد روح ہے۔ جس پر اسی حدیث کے یہ الفاظ
حتیٰ یرجعہ اللہ الی جسدہ دلالت کر رہے ہیں۔ بعض کے نزدیک نسمۃ انسان کا مترادف لفظ ہے۔ روح کو
نسمۃ اس لئے کہا جاتا ہے کہ انسان کی جسمانی زندگی روح پر موقوف ہے۔ اس کی دلیل کہ نسمۃ انسان ہے، رحمت
عالمؐ کی یہ حدیث ہے۔ من اعتق نسمۃ مومنۃ۔ جس نے کسی مسلمان انسان کو آزاد کیا۔ اور حضرت علی کا یہ قول
بھی والذی فلق الحبۃ وبرأ النسمۃ۔ اس کی قسم جس نے دانہ اگایا اور انسان پیدا کیا اور شاعر کا قول بھی ہے
اذا النسمات نفضن الغبارا۔ یعنی جب انسان مٹی جھاڑتے ہوئے قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے خلیل کے
نزدیک نسمۃ انسان کو بھی کہتے ہیں اور روح کو بھی اور نسیم ہوا کے چلنے کو۔ تعلُق یہ لفظ لام کے زبر اور پیش
دونوں طرح سے منقول ہے۔ مگر معنی ایک ہی ہیں۔ یعنی کھانا اور چرنا۔ یعنی روح جنت کے درختوں کے
پھل کھاتی ہے اور جنت میں چگتی پھرتی ہے۔ علوقہ اور علوق کھانا اور چرنا محاورہ ہے۔ ما ذاق الیوم علوقا
یعنی آج اس نے کھانا نہیں کھایا۔ میں کہتا ہوں اسی سے صدیقہؓ کا یہ قول ہے انما یأکلن العُلقۃ من الطعام

Marfat.com

یعنی اس وقت عورتوں کو تھوڑا سا کھانا ملتا تھا۔ یہ لفظ تعلق سے نکلا ہے۔ یعنی وہ جو غذا سے نفس و دل کو متعلق کردے۔

مومن کی روحیں جنت میں رہتی ہیں

اس حدیث کی رو سے بعض علماء کہتے ہیں کہ مومنوں کی روحیں جنت میں رہتی ہیں۔ خواہ شہید ہوں یا نہ ہوں۔ بشرطیکہ کوئی گناہ کبیرہ یا قرض انھیں جنت سے نہ روکے۔ اور حق تعالیٰ ان سے اپنی مہربانی اور معافی سے پیش آتا ہے۔ (۵) ابن عمر اور ابو ہریرہ کا قول ہے کہ مومنوں کی روحیں علیین میں اور کافروں کی سجین میں رہتی ہیں۔ ابو عمرو کہتے ہیں مگر اس قول سے حدیث ٹکراتی ہے کہ مرنے کے بعد مردے پر اس کا جنتی یا جہنمی ٹھکانا صبح و شام پیش کیا جاتا ہے۔ اور قیامت تک پیش کیا جاتا رہے گا۔ بعض علما کے نزدیک حدیث کا یہ مطلب ہے کہ عام مومنوں کی نہیں بلکہ شہیدوں کی روحیں جنت میں رہتی ہیں۔ جیسا کہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ہے ولا تحسبن الذین قتلوا الخ ۔ یعنی جو اللہ کی راہ میں مارے گئے انھیں مردہ نہ سمجھنا بلکہ زندہ ہیں اور انھیں ان کے رب کے پاس روزی ملتی ہے۔ اور اللہ کے عطا کردہ فضل سے خوش ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ شہید صبح و شام جنت میں آتے جاتے ہیں اور عرش سے لٹکی ہوئی قندیلوں میں ان کا ٹھکانا ہے۔ حق تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ میں نے تمھیں جو عزت دے رکھی ہے کیا تمہارے خیال میں اس سے بڑھ کر کوئی عزت ہے؟ کہتے ہیں نہیں۔ ہاں ہماری یہ تمنا ہے کہ ہماری روحیں ہمارے جسموں میں لوٹا دی جائیں۔ تاکہ ہم پھر تیری راہ میں شہید ہوں۔ (۲) جب (احد کے دن) تمہارے بھائی شہید ہوئے تو اللہ نے ان کی روحیں سبز پرندوں کے پیٹوں میں رکھیں وہ جنت کی نہروں پر آتی ہیں اور جنت کے پھل کھاتی ہیں اور عرش کے سائے میں لٹکی ہوئی قندیلوں میں بسیرا کرتی ہیں۔ جب انہوں نے اپنا عمدہ کھانا پینا اور رہائش گاہ دیکھی تو تمنا کی کہ ہمارے بھائیوں کو بھی خبر ہو جاتی کہ ہم جنت میں زندہ ہیں اور کھاتے پیتے ہیں تاکہ وہ جہاد سے نہ رکتے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ تمہارا پیغام میں پہنچائے دیتا ہوں۔ چنانچہ یہ آیت ولا تحسبن الذین الخ اتاری (احمد، ابو داؤد) (۳) حضرت ابن مسعود سے اسی آیت کے بارے میں پوچھا گیا۔ فرمایا۔ ہم نے بھی اس کے بارے میں پوچھا تھا تو آپ نے فرمایا۔ ان کی روحیں سبز پرندوں کے پیٹوں میں ہیں، اور جنت میں جہاں چاہتی ہیں چگتی پھرتی ہیں۔ پھر قندیلوں میں بسیرا کرتی ہیں۔ ایک دفعہ حق تعالیٰ نے انھیں جھانک کر دیکھا اور پوچھا کچھ خواہش ہے؟ بولیں جنت میں سب کچھ میسر ہے، اور کیا خواہش ہو۔ مگر حق تعالیٰ نے بار بار یہی سوال کیا جب انہوں نے دیکھا کہ جواب کے بغیر چارہ نہیں تو بولیں یارب ہم چاہتی ہیں کہ ہمیں پھر جسموں میں لوٹا دیا جائے تاکہ پھر تیری راہ میں شہید ہوں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ ان کی کوئی خواہش نہیں تو چھوڑ دیا۔ (مسلم)۔ ام حارثہ بن سراقہ نے رحمت عالم سے آ کر کہا۔ اے اللہ کے

Marfat.com

نبی آپ مجھے حارثہ (جو بدر کے دن نامعلوم تیر سے شہید ہو گئے تھے) کے بارے میں بتائیے۔ اگر وہ جنت میں ہیں تو میں صبر کروں گی ورنہ جہاں تک ممکن ہوگا روؤں گی۔ فرمایا۔ اے ام حارثہ کئی جنتیں ہیں، اور تمہارا بیٹا جنت الفردوس میں ہے جو سب سے اعلیٰ ہے) (۴) ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کے پیٹوں میں متحرک ہیں اور جنت کے پھل کھاتی پیتی ہیں۔ (۵) قتادہؓ کا بیان ہے کہ ہمیں خبر ملی ہے۔ کہ شہیدوں کی روحیں سفید پرندوں کی شکلوں میں ہیں اور جنت کے پھل کھاتی ہیں۔ (۶) ابن عمروؓ کا بیان ہے کہ شہیدوں کی روحیں چڑیا سے کچھ بڑے پرندوں میں ہیں۔ جن میں باہمی تعارف بھی ہے اور جنت کے پھل کھاتی ہیں۔ ابو عمرو کہتے ہیں کہ ان تمام آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ شہید عام مومنوں کی طرح نہیں ہیں اور ان کا مقام جنت ہے۔ پھر کسی اثر میں تو پرندوں کی شکلیں آئی ہیں کسی میں پرندوں کے پیٹ آئے ہیں اور کسی میں سبز پرندے آئے ہیں۔ میرے خیال میں اس کا قول زیادہ مناسب ہے جس نے پرندوں کی شکلیں بتائی ہیں۔ کیونکہ یہ ہماری مذکورہ بالا کعب والی روایت کے مطابق ہے۔ جس میں ہے کہ مومن کی روح مثل پرندے کے ہے۔ اس روایت میں یہ نہیں ہے کہ مومن کی روح پرندے کے پیٹ میں ہے۔ بعض روایتوں میں عبداللہ سے کطیر اخضر (سبز پرندے کی طرح) آیا ہے۔ (مگر صحیح مسلم میں فی اجواف طیر خضر، سبز پرندوں کے پیٹوں میں آیا ہے) اس صورت میں گویا رحمت عالم ﷺ نے یہ فرمایا کہ شہید مومن کی روح ایک پرندہ ہے جو جنت کے پھل کھاتا ہے۔ (میرے خیال میں اس قول میں اور اُس قول میں کہ مرنے کے بعد مردے پر صبح وشام اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے کوئی ٹکراؤ نہیں۔ یہ پیشی بھی مومن و شہید دونوں کی شامل ہے اور جنت میں رہنا سہنا بھی دونوں کو شامل ہے۔ کیونکہ شہید کی جنتی منزل جو خاص اسی کے لئے تیار کی گئی ہے اس میں تو وہ قیامت کے دن داخل ہوگا۔ کیونکہ شہیدوں کے محل وہ قندیلیں نہیں ہیں جن میں برزخ میں ان کی روحیں رہتی ہیں۔ پس عام مومنوں کی طرح شہید بھی ان قندیلوں سے اپنے جنتی ٹھکانے روزانہ صبح وشام دیکھتے رہتے ہیں۔ کیونکہ اصل گھر تو قیامت کے دن ملیں گے۔ برزخ میں نہیں۔ اس کی نظیر بدبخت ہیں کہ ان پر صبح وشام جہنم پیش کی جاتی ہے پھر قیامت کے دن یہ اس میں داخل ہو جائیں گے جو برزخ میں پیش کی جاتی رہی معلوم ہوا کہ جنت میں عالم برزخ میں روحوں کا آرام وچین اور ہے اور قیامت کے دن بدنوں کے ساتھ جنت میں اپنے گھروں میں جانا اور ہے۔ برزخ میں روح کو جو جنتی غذا ملتی ہے وہ اس غذا سے کم ہے جو زندگی بعد الموت کے بعد جنت میں بدنوں کے ساتھ ملے گی۔ اسی وجہ سے فرمایا تعلق فی شجر الجنۃ یعنی تھوڑی سی غذا ملتی ہے پورا پورا آرام وچین اور راحت وسرور قیامت کے دن بدنوں کے ساتھ نصیب ہوگا۔ معلوم ہوا کہ ان دونوں حدیثوں میں ٹکراؤ نہیں۔ بلکہ موافقت ہے۔ جو یہ کہتے ہیں کہ کعب والی حدیث خاص شہدا کے بارے میں ہے

غلط ہے۔ کیونکہ لفظوں سے تو خصوصیت نکلتی نہیں۔ یعنی عام لفظ کو اس کے کم سے کم افراد پر محمول کرنا الفاظ حدیث سے ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ شہدا بہ نسبت مومنوں کے بہت ہی کم ہیں۔ رحمت عالم نے تو یہ جزا صفت ایمان کی شرط سے وابستہ فرمائی ہے۔ صفت شہادت سے نہیں۔ دیکھتے نہیں جو حکم شہدا کے ساتھ خاص ہے اسے صفت شہادت پر معلق کیا گیا ہے۔ مثلاً مقدام بن معدیکرب والی حدیث میں ہے کہ اللہ کے نزدیک شہید کی چھ خصلتیں ہیں۔ خون کے پہلے قطرے پر اسے بخشدیا جاتا ہے، اسے اس کا جنتی ٹھکانا دکھا دیا جاتا ہے، اس پر ایمان کا زیور سجا دیا جاتا ہے، اسے عذاب قبر سے پناہ دے دی جاتی ہے، وہ بڑی گھبراہٹ سے محفوظ ہو جاتا ہے، اس کے سر پر وقار کا تاج رکھدیا جاتا ہے، جس کا ایک ایک یاقوت دنیا وما فیہا سے بہتر ہوتا ہے۔ اس کا بہتر بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے نکاح پڑھا دیا جاتا ہے۔ اور اس کے ستر عزیزوں کے بارے میں اس کی شفاعت مان لی جاتی ہے۔ چونکہ یہ شہید کی خصوصیات ہیں اسی لئے فرمایا۔ ان للشہید۔ یہ نہیں فرمایا۔ ان للمومن۔ اسی طرح قیس الجذامی والی حدیث میں ہے کہ شہید کو چھ خصلتیں دی گئی ہیں۔ اسی طرح تمام وہ حدیثیں اور آیتیں ہیں جن میں جزا شہادت پر معلق رکھی گئی ہے۔ لیکن وہ آیتیں یا حدیثیں جن میں جزا ایمان پر معلق کی گئی ہے تمام مومنوں کو شامل ہیں۔ خواہ وہ شہید ہوں یا غیر شہید۔ رہے وہ آثار ونصوص جو شہدا کے رزق میں اور جنت میں ان کی روحوں کے رہنے کے بارے میں آتے ہیں سب صحیح ہیں۔ مگر ان سے جنت میں مومنوں کی روحوں کے رہنے کی نفی لازم نہیں آتی۔ خصوصاً صدیقوں کے رہنے کی جو بالاتفاق شہدا سے افضل ہیں۔ پوچھنے والا پوچھ سکتا ہے کہ صدیقوں کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ کیا وہ جنت میں ہیں یا نہیں؟ اگر جواب اثبات میں دیں اور یہی دیں گے تو معلوم ہوا کہ آثار ونصوص میں شہیدوں کی خصوصیت نہیں۔ اور اگر نفی میں جواب دیں تو لازم آئے گا کہ بڑے بڑے صحابہ کی روحیں جیسے حضرت ابو بکر وعمر، ابی، ابن مسعود، ابوالدرداء، اور حذیفہ بن الیمان وغیرہم کی روحیں جنت میں نہیں اور ہمارے زمانے کے شہدا کی روحیں جنت میں ہیں۔ اور یہ بالکل غلط ہے

ایک اعتراض کا جواب اگر کہا جائے کہ جب یہ حکم شہیدوں کے لئے خاص نہیں تو پھر ان آثار ونصوص میں خاص طور سے شہیدوں کا ذکر کیوں کیا گیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ذکر سے شہادت کی فضیلت اور شہیدوں کے اعلیٰ مقام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور اس بات کی طرف بھی کہ شہیدوں کے لئے اس ثواب کی ضمانت ہے اور انھیں ثواب کا ایک بہت بڑا حصہ نصیب ہوگا۔ گویا اس برزخی ثواب میں شہیدوں کا بہ نسبت غیر شہیدوں کے بڑا حصہ ہے۔ اگرچہ کسی غیر شہید کا ان سے آخرت میں اعلیٰ درجہ ہو۔ اور اس درجہ میں کوئی اس کا شریک نہ ہو۔ دیکھئے۔ حق تعالیٰ نے شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کے پیٹوں میں رکھی ہیں۔ کیونکہ اللہ کی راہ میں ان کے جسم ہلاک کر دیے گئے تھے۔ ان کے بدلے اللہ نے انھیں برزخ میں اعلیٰ قسم کے جسم دیدیئے جن میں وہ قیامت

تک رہیں گی۔ اور ان جسموں کے ذریعہ انھیں بہ نسبت اُن ارواح کے آرام کے جن کو ایسے جسم نہیں ملے، بہت زیادہ آرام ملے گا۔ اسی وجہ سے فرمایا کہ مومن کی روح پرندے کی صورت میں یا مثل پرندے کے ہے اور شہید کی روح پرندے کے پیٹ میں ہے۔ غور کیجیۓ۔ فرمایا مومن کی روح پرندہ ہے۔ یہ لفظ شہید غیر شہید سب کو شامل ہے پھر شہید کو ان الفاظ سے خاص کیا کہ انکی روح پرندے کے پیٹ میں ہے۔ یہ بات بدیہی ہے کہ جب روح پرندے کے پیٹ میں ہوگی تو اس پر پرندے کا لفظ صادق آئے گا سبحان اللہ رحمت عالم کے الفاظ بھی ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اللہ کے پاس سے ہیں۔ اور قطعی صحیح ہیں۔ یہ تطبیق ابو عمرو کی تطبیق و ترجیح سے اچھی ہے۔ اور دونوں روایتیں (کطیر خضر۔ فی اجواف طیر خضر) صحیح اور درست ہیں۔

اس قول کے دلائل کہ روحیں جنت میں نہیں ہیں مگر اس کے پھل اور خوشبو انھیں پہنچتی رہتی ہے اور اس پر تبصرہ

(۱) رحمتِ عالمؐ نے فرمایا۔ شہید جنت کے دروازے والی نہر کے کنارے پر سبز گنبد میں ہوں گے اور ان کا رزق صبح و شام انھیں جنت سے ملتا رہے گا۔ اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ جنت میں نہ ہوں۔ کیونکہ یہ نہر جو باب جنت پر ہے جنت ہی سے آئی ہے۔ اسی نہر کے کنارے پر ان کے محل ہوں گے اور جنت ہی میں روزی پیدا ہوگی۔ گو جنت کے آخرت والے متوقع محلوں میں نہ ہوں گے۔ معلوم ہوا کہ مجاہد نے آخرت والے جنتی محلوں کی نفی کی ہے۔ ایسی عبارت کا لانا جس سے دونوں میں تمیز ہو جائے بڑا مشکل ہے۔ مقصد پر دلالت کے اعتبار سے سب سے زیادہ کامل عبارت رحمت عالمؐ کی ہوتی ہے۔ اور آپ کے بعد صحابہ کرام کی۔ جب تم ان دونوں کی عبارتوں پر غور کروگے تو ہدایت و شفا اور نور پاؤ گے۔ اور دوسروں کی عبارتوں میں دعووں، بیانوں اور حیرت کے سوا کچھ نہ پاؤ گے۔ اُم کبشہ بنت معرور فرماتی ہیں کہ رحمت عالم ہمارے پاس آئے۔ ہم نے آپ سے روحوں کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے ان کا اس طرح بیان کیا کہ گھر والوں کو رلا دیا۔ پھر فرمایا کہ مومنوں کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں رہتی ہیں۔ جو جنت میں چگتے پھرتے ہیں اور اس کے پھل کھاتے اور پانی پیتے ہیں۔ پھر عرش کے نیچے سونے کی قندیلوں میں بسیرا کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اے رب ہمارے پاس ہمارے بھائیوں کو بھی لے آ۔ اور جس کا تو نے ہم سے وعدہ فرمایا ہے اسے عطا فرما۔ اور کافروں کی روحیں سیاہ پرندوں کے پوٹوں میں رہتی ہیں جو آگ کھاتی پیتی ہیں اور آگ کے بل میں رہتی ہیں۔ اور کہتی ہیں اے اللہ ہمارے پاس ہمارے بھائی نہ لا۔ اور جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے اسے عطا نہ فرما۔ (ابن مندہ) ضمرۃ بن حبیب کا بیان ہے کہ رحمت عالمؐ سے مومنوں کی روحوں کے بارے میں پوچھا گیا۔ فرمایا یہ سبز پرندوں میں ہیں اور جنت میں جہاں چاہتی ہیں چگتی پھرتی ہیں۔ صحابہ نے پوچھا اور کافروں کی روحیں؟ فرمایا وہ سجین میں بند ہیں۔ (طبرانی) ابن عمرؓ۔ رحمت عالمؐ نے فرمایا مومنوں کی روحیں زرازیر پرندوں کی طرح کے سبز پرندوں میں ہیں۔ جو جنت کے پھل کھاتی ہیں۔ بعض نے اسے ابن عمرؓ کا قول

Marfat.com

بتایا ہے۔ تمیم داری رحمت عالمؐ سے روایت کرتے ہیں کہ جب مومن کی روح کو لے کر ملک الموت آسمان کی طرف چڑھتے ہیں تو اس کا جبرئیل ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ استقبال کرتے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک فرشتہ نہ صرف خود ہی بلکہ آسمان والے فرشتوں کی طرف سے بھی نوید سناتا ہے۔ ملک الموت عرش کے پاس جاکر سجدے میں گر جاتے ہیں، حق تعالیٰ ان سے فرماتا ہے کہ میرے بندے کی روح بے کانٹوں والی بیری میں، تہ بہ تہ پھل والے کیلے میں۔ پھیلے ہوئے سائے میں اور بہتے ہوئے پانی میں رکھدو۔ اس کے لئے پُرفزا راحت افزا مقام مقرر کردو۔ جہاں کھانے پینے کی افراط ہو۔

اس قول پر تبصرہ کہ روحیں قبروں میں رہتی ہیں

روحوں کے قبروں میں رہنے سے اگر یہ مراد ہے کہ وہاں سے کبھی الگ ہی نہیں ہوتیں تو یہ غلط ہے جس کی تردید قرآن و حدیث سے ہوتی ہے۔ اس کے کچھ دلائل تو بیان ہو چکے اور کچھ ہم بیان کریں گے۔ انشاءاللہ۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ کبھی قبروں میں آجاتی ہیں یا اپنی اصلی جگہ رہ کر قبروں سے تعلق قایم رکھتی ہیں تو ٹھیک ہے۔ مگر اس سے معلوم ہوا کہ قبریں ان کے ٹھہرنے کی جگہ نہیں ہیں۔ یہ قول ابن عبدالبر کا ہے۔ فرماتے ہیں۔ تم دیکھتے نہیں کہ اس قول پر دلالت کرنے والی حدیثیں صحیح و متواتر ہیں۔ اور قبروں پر سلام کرنے کی حدیثیں بھی اس قول پر دلالت کرتی ہیں۔ (متواتر حدیثوں سے ابن عمرؓ، براء بن عازبؓ انسؓ، جابرؓ اور سلام والی تمام حدیثیں اور عذاب و ثواب قبر والی تمام حدیثیں مراد ہیں) یہ قول صحیح احادیث و آثار سے غلط ثابت ہوتا ہے۔ ان کی تمام دلیلوں سے روحوں کا مستقر جنت اور رفیق اعلیٰ ہی معلوم ہوتا ہے۔ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ مُردوں پر جنت و جہنم پیش کئے جانے سے روحوں کا ہمیشہ قبروں میں یا قبروں کے پاس رہنا لازم نہیں آتا۔ بلکہ قبروں سے ان کا تعلق و لگاؤ ثابت ہوتا ہے۔ اسی تعلق کی بنا پر ان کے ٹھکانے پیش کئے جاتے ہیں۔ کیونکہ روح کا معاملہ ہی جداگانہ ہے وہ رفیق اعلیٰ اور اعلیٰ علیین میں رہتے ہوئے بھی اس حیثیت سے بدن سے متصل ہے کہ جب مرنے پر کوئی مسلمان سلام کرتا ہے تو اللہ پاک اس پر اس کی روح لوٹا دیتا ہے اور وہ اس کے سلام کا جواب دیدیتا ہے۔ حالانکہ روح ملاء الاعلیٰ میں ہے۔ اس مقام پر اکثر لوگوں کو یہ مغالطہ ہوا کرتا ہے کہ جسم کی طرح

ایک عام مغالطہ

بہ یک وقت، دو مکانوں میں روح کا پایا جانا ناممکن ہے۔ مگر یہ دھوکہ ہے۔ روح آسمان پر اعلیٰ علیین میں ہونے کے باوجود بھی قبر میں آکر سلام کا جواب دیتی ہے۔ اور سلام کرنے والے کو جانتی ہے۔ دیکھئے رحمتِ عالم کی روح مبارک ہمیشہ رفیق اعلیٰ میں رہتی ہے۔ لیکن قبر میں سوال کرنے والوں کے سلام سن کر ان کے جواب دیتی ہے۔ آپ نے دیکھا حضرت موسیٰ قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں اور انھیں چھٹے یا ساتویں آسمان میں بھی جا دیکھا۔ اس صورت میں یا تو روح انتہائی سریع الحرکت ہے کہ پلک جھپکنے میں ہزاروں سال کی مسافت طے کر لیتی ہے۔ یا اس کا قبر سے اور اس کے ماحول سے تعلق قائم رہتا ہے۔ جیسے سورج آسمان میں ہے مگر کرنوں

Marfat.com

کے ذریعہ زمین سے بھی اس کا تعلق قائم ہے۔ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ سونے والے کی روح ذراسی دیر میں ساتوں آسمانوں کی مسافت طے کر کے اللہ کے آگے سجدہ جا کرتی ہے۔ اور پھر جسم میں آجاتی ہے اسی طرح مُردہ کی روح فرشتوں کے ساتھ ساتوں آسمانوں کی مسافت طے کر کے اللہ کے آگے سجدہ جا کرتی ہے اور کھڑی ہو جاتی ہے حق تعالیٰ اس کے بارے میں اپنا فیصلہ صادر فرماتا ہے۔ فرشتے اسے اس کے لئے جنت میں جو نعمتیں تیار ہیں، انھیں دکھلاتے ہیں پھر روح اتر کر اپنی تجہیز و تکفین میں بھی شامل ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ براء والی حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ ابن عباس والی حدیث میں اس کی صراحت آگئی ہے کہ تجہیز و تکفین کی تھوڑی سی مدت میں فرشتے روح کو اتار کر لے آتے ہیں۔ اور اس کے جسم کے ساتھ کفن میں داخل کر دیتے ہیں۔ طلحہ بن عبیداللہ کا بیان ہے

طلحہ بن عبیداللہ کا واقعہ

کہ میں ایک دفعہ غابہ میں اپنے کھیتوں پر گیا۔ رات ہو گئی۔ آخر عبداللہ بن عمر بن حرام کی قبر کے پاس ٹھہر گیا۔ میں نے قبر سے قرات کی آواز سنی۔ اس سے اچھی قرات کبھی سنی ہی نہیں تھی۔ پھر میں نے یہ واقعہ رحمت عالمؐ سے بیان کیا۔ فرمایا یہ عبداللہ ہیں۔ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ اللہ نے ان کی روحیں قبض کر کے یاقوت و زبرجد کی قندیلوں میں رکھ کر انھیں جنت کے درمیان لٹکا دیا ہے۔ راتوں کو روحیں آتی ہیں اور صبح کو اپنی جگہ چلی جاتی ہیں۔ (ابن مندہ) اس حدیث میں روحوں کی سرعت حرکت کی صراحت ہے کہ وہ ذراسی دیر میں عرش سے فرش تک اور فرش سے عرش تک پہنچ جاتی ہیں۔ اسی وجہ سے [illegible] مالک وغیرہ نے کہا ہے کہ روحیں چھوڑی ہوئی ہیں جہاں چاہتی ہیں آتی جاتی ہیں۔ عوام بھی [illegible] مُردوں کی روحوں سے [illegible] کر لیتے ہیں اور اس میں بھی شک نہیں کرتے کہ یہ بہت [illegible] کی روحیں [illegible] کرکے اوپر جا کر روحوں سے ملاقات کر آتی ہیں [illegible] کی روحیں اتر آتی ہیں اور ان کا بدنوں سے تعلق قائم رہتا ہے)۔ قبر والوں پر سلام و خطاب [illegible] یہ لازم نہیں آتا کہ ان کی روحیں [illegible]

ارباب قبر پر سلام و خطاب سے روحوں کا قبر میں ہونا لازم نہیں آتا

کے پاس ہوں [illegible] کی روح مبارک اعلیٰ علیین میں رفیق اعلیٰ کے ساتھ ہے لیکن آپ سلام کرنے والوں کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں ابن عبدالبر کے نزدیک بھی شہدا کی روحیں جنت میں ہیں۔ حالانکہ اسی طرح ان پر بھی سلام کیا جاتا ہے جیسا کہ رحمت عالمؐ نے ان پر سلام کرنے کی تعلیم دی۔ صحابہ کرام بھی شہدائے اُحد پر سلام کیا کرتے تھے۔ حالانکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ان کی روحیں جنت میں جہاں چاہتی ہیں پھرتی [illegible] ہیں۔ شاید تم کہو کہ یہ تو عجیب بات ہے کہ روح جنت میں بھی ہو اور قبر پر سلام کرنے والوں کے [illegible] ان سے اور ان کے سلام کا جواب بھی دے۔ یہ بات تو عقل میں آتی نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ روحوں کا [illegible] دیا [illegible] دیکھو رحمت عالمؐ نے حضرت جبرئیل کو دیکھا کہ ان کے سات سو پر ہیں اور ان میں سے [illegible] مشرب [illegible]

Marfat.com

ومشرق کا پورا فاصلہ بھر رکھا ہے۔ یہی وہ جبرئیل ہیں جو رحمت عالم کے سامنے آکر دوزانو بیٹھ جاتے ہیں اور ذرا سی جگہ میں سما جاتے ہیں۔ دیکھو آپ ملاء اعلیٰ میں اپنی جگہ پر بھی ہیں اور رحمت عالم کے سامنے بھی۔ اگر یہ بات تمہاری عقلوں میں نہ آئے تو اللہ نے ایسے دل پیدا کیئے ہیں جو اس کی تصدیق کرتے اور اس کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

ایک شبہ کا جواب یہ بات جس کے دل میں نہ سمائے وہ اس پر بھی ایمان نہیں لائے گا کہ حق تعالیٰ روزانہ روزانہ پچھلی رات میں پہلے آسمان پر **حق تعالیٰ کا نزول** رات کے پچھلے حصے میں دنیوی آسمان پر اترا آتا ہے حالانکہ وہ آسمانوں کے اوپر عرش پر ہے۔ کبھی اس کے اوپر کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ بلکہ وہ ہر چیز سے بلند اعلیٰ ہے۔ اور علو اس کی ذاتی صفت ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ عرفہ کے دن زوال کے بعد موقف والوں سے قریب ہوتا ہے۔ اسی طرح قیامت کے دن مخلوق کے حساب کے لیئے آئے گا اور زمین اس کے نور سے جگمگا جائے گی۔ اسی طرح اس وقت آیا تھا جب زمین بچھائی، درست کی اور اسے پھیلا دربچھا کر ٹھیک ٹھاک کی اور مقاصد کے لیۓ اسے تیار کی تھی۔ اسی طرح قیامت کے دن آئے گا۔ جب روئے زمین پر کوئی زندہ شخص باقی نہ رہے گا۔ جیسا کہ نبی صلعم نے فرمایا۔ پھر آپ کا رب زمین پر چلے پھرے گا۔ اور شہر خالی پڑے ہوں گے۔ دیکھئے بیک وقت زمین پر بھی ہو گا اور عرش پر بھی۔ آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون ✦

مختلف روحوں کے صفات بھی مختلف ہیں یہاں یہ بات بھی جان لینا ضروری ہے کہ مختلف صفتوں کے اعتبار سے روحوں میں بھی اختلاف ہے۔ کوئی روح بڑی طاقت والی اور بہت بڑی ہے اور کوئی اس سے کم ہے۔ لہذا عظیم وکبیر روح کا جو حال ہوگا وہ اس سے کم والی کا نہ ہوگا۔ تم دنیا میں بھی روحوں کے احکام میں بہت بڑا فرق دیکھتے ہو۔ ان کی کیفیات و قوی میں ان کی تیزی و سستی میں اور اُن کی امداد و اعانت میں کتنا بڑا فرق محسوس کرتے ہو۔ پھر جو روح بدن کی قید سے اور اس کی آلائشوں سے آزاد ہو گئی اسے جو تصرف و قوت، ہمت و حوصلہ اور سرعت پرواز و تعلق حاصل ہو گا وہ اس روح کو حاصل نہ ہو گا جو اسیر و محبوس ہو۔ جسمانی آلائشوں میں لتھڑی ہوئی ہو اور بدنی رکاوٹوں سے گھری ہوئی ہو۔ پھر جب حالت اسیری میں روحوں کے احوال میں فرق ہے تو آزادی کے بعد تو جدا گانہ ہی حال ہو گا۔ جبکہ ان میں ان کے قوی جمع ہوں گے اور اپنی اصلی حالت میں ہوں گی اور عالی ہمت والی ہونگی

روحوں کے حیرت انگیز کارنامے مرنے کے بعد روحوں کے افعال کے بارے میں ہر طبقے کے لوگوں میں بے شمار خواب ہیں کہ ان سے ایسے ایسے پاک و بلند افعال ظہور میں آئے ہیں جو بدن میں رہ کر ظہور میں نہیں آسکتے تھے۔ مثلاً تن تنہا ایک یا دو یا چند روحیں لشکر جرار کو شکست دیدیتی ہیں۔ بہت دفعہ لوگوں نے رحمت عالمؐ کو معہ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کے خواب میں دیکھا کہ ان کی روحوں نے کافروں اور

ظالموں کے لشکروں کو شکست دیدی۔ پھر اس کا ظہور بھی ہوا۔ کہ ٹڈی دل لشکر، نہتے، کمزور اور تھوڑے سے مسلمانوں سے شکست بھی کھا گیا۔

یہ حیرت کی بات نہیں تو اور کیا ہے کہ دو مسلمان دوستوں کی روحیں خواب میں ملاقات کرتی ہیں حالانکہ دونوں میں زیادہ سے زیادہ سے مسافت ہوتی ہے۔ بعض روحوں کو دکھ بھی پہونچتا ہے اور پہچانتی بھی ہیں کہ ہم دوست ہیں حالانکہ ان کی جسمانی ملاقات بھی نہیں ہوتی۔ پھر جب دونوں کی جسمانی ملاقات ہوتی ہے تو جو کچھ خواب میں دیکھا تھا بعینہ اس کے مطابق ہوتا ہے۔ ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ مومن کی روحیں ایک دن کی مسافت سے ملاقات کرلیتی ہیں۔ حالانکہ کسی نے کسی کو دیکھا بھی نہیں ہوتا۔ بعض اس روایت کو مرفوع بھی لائے ہیں۔ عکرمہؒ و مجاہدؒ:۔ سونے کی حالت میں اصل روح تو جسم ہی میں رہتی ہے (موت کی طرح بالکل آزاد نہیں ہوتی) تاہم اس کی پرواز دور دور تک ہوتی ہے۔ اور جب جسم میں آجاتی ہے تو انسان جاگ جاتا ہے۔ جیسے سورج کی کرنیں جو سورج سے نکلتی ہیں۔ اور زمین تک پہونچ جاتی ہیں۔ اصل کرنیں تو سورج ہی میں ہیں۔ تاہم ان کی پرواز دور دور تک پہنچتی ہے۔

روح کس طرح اپنی روشنی نشر کرتی ہے

بعض علماء:۔ روح ناک کی راہ سے اپنی روشنی نشر کرتی ہے۔ لیکن اس کی سواری جسم ہی رہتا ہے۔ اگر پوری طرح سے نکل جائے تو انسان مر جائے۔ جیسے اگر چراغ سے بتی نکال لی جائے تو چراغ بالکل بجھ جاتا ہے۔ برعکس اس کے اگر چراغ میں بتی روشن ہے تو اسکی روشنی دور دور تک پھیل جاتی ہے۔ اسی طرح روح نیند کی حالت میں ناک کی راہ سے پھیل کر دور دور تک گھوم آتی ہے اور مردوں کی روحوں سے بھی ملاقات کرآتی ہے۔ اگر فرشتہ جو خوابوں پر موکل ہے۔ اسے کوئی چیز دکھاتا ہے۔ اور یہ شخص حالت بیداری میں ہوشیار و سمجھدار اور ذہین و سچا ہوتا ہے۔ اور حالت بیداری میں کسی غلط بات کی طرف متوجہ ہونے والا نہیں ہوتا تو جب اس کی طرف روح لوٹ کرآتی ہے تو روح اس کے دل میں وہ بات ڈال دیتی ہے جو اللہ نے اس کی صلاحیت کے مطابق دکھائی ہے لیکن اگر نادان دھوکہ میں آجانے والا؛ در باطل پسند ہوتا ہے تو خواب میں اللہ کے حکم سے جو کچھ اچھی یا بری بات دیکھتا ہے تو چونکہ اس نے کچھ شیطانی کرشمے اور غلط باتیں بھی راہ میں دیکھی ہیں اس لئے بیداری پر ذہن میں صحیح صحیح خواب نہیں رہتا۔ کیونکہ صحیح و غلط میں گڑبڑ ہوگئی ہے اور قوت فیصلہ ہے نہیں، اسی وجہ سے پریشان خواب کی تعبیر بتانے والے بھی قاصر رہتے ہیں۔ (ابن مندہ) اس سلسلے میں یہ بہترین قول ہے اور اس کا قائل ارواح و احکام ارواح کی معرفت و بصیرت والا ہے۔ ایک شخص علم و حکمت کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اور اس سے فائدہ نہیں اٹھاتا۔ لیکن اگر شیطانی باتیں لہو و لعب یا گانا بجانا یا شبہات یا دیگر غلط باتیں اس کے کان میں پڑجاتی ہیں۔ تو ان کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے۔ اور

Marfat.com

انھیں قبول کرلیتا ہے۔ اور وہ اس کے دل و دماغ میں بیٹھ جاتی ہیں۔ جس کے نتیجے میں دانائی کی باتوں میں گڑبڑ ہو جاتی ہے۔ اور صحیح و غلط میں تمیز نہیں کر سکتا۔ نیند میں بھی روحوں کی یہی حالت ہے۔ لیکن اجسام سے بالکل جدا ہونے کے بعد ارواح کو ان باطل عقیدوں و شبہات پر جو تعلقات اجسام کی حالت میں ان کا حصہ رہ چکے تھے۔ عذاب ہوتا ہے۔ اور ان ارادوں اور خواہشات پر بھی جو حائل ہو گئے تھے اور ان علموں پر بھی جن میں روح جسم کے ساتھ شریک رہی یہی برزخ کی تنگ روزی اور تنگ زندگی ہے۔ چونکہ پاکیزہ، عالی حوصلہ اور حق پسند روح باطل پسند نہیں ہوتی۔ اور نہ اس سے کبھی مانوس ہوتی ہے۔ اس لئے وہ اپنے صحیح صحیح اعتقادات و علوم و معارف کی وجہ سے جو اس نے مشکوٰۃ نبوت سے حاصل کرلئے ہیں اور اپنے بلند ارادوں اور پاکیزہ حوصلوں سے آرام پاتی ہے۔ یہی عمل اس کے لئے برزخ میں جنت کا باغیچہ اور اس کے لئے جہنم کا گڑھا بن جاتے ہیں۔

اس قول پر، کہ مومنوں کی روحیں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں، تبصرہ

اس قول میں قرآن کا ادب ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔ کیونکہ قرآن میں ہے بل احیاء عند ربھم یرزقون ؛۔ بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور کھاتے پیتے ہیں۔ اس قول کے دلائل (۱) ابو ہریرہؓ ؛۔ رحمت عالمؐ نے فرمایا؛ مرنے کے بعد روح آسمان پر لے جائی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اس آسمان پر پہنچ جاتی ہے جس پر حق تعالیٰ ہے لیکن بدروح کے لئے پہلے آسمان کے بھی دروازے نہیں کھولے جاتے اور وہیں سے پٹخ دی جاتی ہے۔ پھر وہ قبر میں آتی ہے۔ (احمد بسند صحیح) (۲) ابو موسیٰ اشعری کا بیان ہے کہ مومن کی روح سے جب وہ بدن سے باہر آتی ہے۔ مشک سے بھی زیادہ پیاری خوشبو نکلتی ہے۔ پھر فرشتے اسے پہلے آسمان کے پاس لے کر پہونچتے ہیں۔ آسمان والے پوچھتے ہیں یہ کیا ہے؟ لانے والے جواب دیتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہیں اور ایسے ایسے عمل کیا کرتے تھے۔ (ان کے نیک عمل بتاتے ہیں) یہ سن کر آسمان والے لانیوالے فرشتوں اور روح کا خیر مقدم کرتے ہیں اور ان سے روح لے لیتے ہیں۔ آسمان کے جس دروازے سے عمل چڑھا کرتا تھا، اسی سے روح چڑھتی ہے۔ اور آسمانوں میں سورج کی طرح جگمگاتی ہوئی چڑھتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ عرش تک پہونچ جاتی ہے۔ کافر کی روح بھی آسمان اول کے قریب تک چڑھتی ہے اور آسمان والے پوچھتے ہیں کہ یہ کیا ہے۔ لانے والے کہتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہے اور ایسے ایسے گندے عمل کیا کرتا تھا۔ فرشتے بیزار ہو کر اسے الٹے ہاتھوں دھکا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسے لے جاؤ۔ چنانچہ وہ تحت الثریٰ پہونچادی جاتی ہے (۳) حذیفہؓ بن الیمان کا بیان ہے کہ روحیں حق تعالیٰ کے پاس ٹھہری ہوئی ہیں۔ اور اپنے اپنے جسم میں جانے کی منتظر ہیں۔ جب تک کہ دوسرے دھوروں کے بعد ان میں چلی نہ جائیں۔ (۴) ابن زبیرؓ کے قتل کے بعد ابن عمرؓ بیت اللہ میں جاتے ہیں، ابن زبیرؓ کی لاش لٹک رہی تھی۔ آپ حضرت اسماءؓ کو تسلی اور تشفی دینے لگتے ہیں اور فرماتے ہیں صبر کیجئے اور تقویٰ اللہ اختیار کیجئے۔ یہ جسم کچھ نہیں اصل روحیں ہیں جو اللہ کے پاس ہیں۔ حضرت اسماءؓ جواب دیتی ہیں۔ مجھے

Marfat.com

ہر طرح سے صبر ہے۔ حضرت یحییٰ کا سر ایک اسرائیلی فاحشہ کو بطور ہدیہ کے پیش کیا گیا تھا۔ (جب ان کے ساتھ ایسا ہوا تو ہماری ہستی کیا ہے) (۵) ہلال بن یساف :- ایک دفعہ ہم کعب، ربیع بن خثیم، خالد بن عرعرۃ اور دیگر چند لوگوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں حضرت ابن عباس تشریف لائے۔ کعب بولے یہ تمہارے نبی کے چچا کے بیٹے آرہے ہیں۔ آپ نے انھیں جگہ دی۔ ابن عباس بیٹھ گئے اور بولے کہ میں نے تمام قرآن سمجھ لیا، بس چار جگہ سمجھ میں نہیں آیا۔ وہ چار مقام مجھے سمجھا دیجیے۔ سجین کیا ہے، علیین کیا ہے، سدرۃ المنتہیٰ کیا ہے اور ورفعناہ مکانا علیا (ہم نے ادریس کو بلند جگہ پر اٹھا لیا) کا مطلب ہے؟ فرمایا۔ علیین تو ساتواں آسمان ہے۔ جس میں مومنوں کی روحیں ہیں۔ اور سجین ساتویں زمین کے نیچے والا طبقہ ہے کافروں کی روحیں ابلیس کے لشکر کے نیچے ہیں اور آیت کا یہ مطلب ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت ادریس کے پاس وحی بھیجی کہ میں روزانہ تمام انسانوں کے عملوں کی برابر تمہارے عمل اٹھاتا ہوں۔ آپ نے ایک فرشتے سے جو آپ کا دوست تھا، درخواست کی کہ ملک الموت سے کہیں کہ مجھے ذرا اور مہلت دیدیں تاکہ عمل کا اور موقع مل جائے۔ آخر فرشتہ آپ کو اپنی پشت پر بٹھا کر اڑ جاتا ہے جب چوتھے آسمان پر پہونچتا ہے تو ملک الموت سے مڈبھیڑ ہو جاتی ہے۔ انھیں آپ کا پیغام پہونچاتا ہے۔ ملک الموت پوچھتے ہیں وہ کہاں ہیں۔ فرشتہ کہتا ہے میری پشت پر ہیں۔ فرشتۂ موت کہتا ہے مجھے تعجب تھا۔ کیونکہ مجھے حکم ملا تھا کہ ان کی روح چوتھے آسمان پر قبض کروں۔ سدرۃ المنتہیٰ ایک بیری کا درخت ہے جو عرش اٹھانے والے فرشتوں کے سروں پر ہے۔ یہی مخلوق کے علم کی انتہا ہے۔ اس کے ماورا کا کسی کو علم نہیں۔ اسی وجہ سے اسے سدرۃ المنتہیٰ کہا جاتا ہے۔ (جریر و ابن مندہ) (۶) ضحاک کا بیان ہے قبض کیے جانے کے بعد مومن کی روح دنیوی آسمان تک چڑھائی جاتی ہے۔ پھر اس کے ساتھ آسمان کے مقرب فرشتے دوسرے آسمان تک پہونچانے جاتے ہیں۔ اسی طرح ساتوں آسمانوں سے گذر کر سدرۃ المنتہیٰ پہونچتی ہے۔ پوچھا گیا سدرۃ المنتہیٰ کیوں کہتے ہیں۔ فرمایا۔ اس لئے کہ اللہ کا کوئی امر اس کے آگے نہیں بڑھتا۔ فرشتے کہتے ہیں کہ اے رب یہ تیرا بندہ فلاں ہے۔ حالانکہ اللہ کو خبر ہے۔ پھر اس کے پاس حق تعالیٰ مہر شدہ دستاویز بھیجتا ہے جو اسے عذاب سے محفوظ رکھتی ہے۔ اسی کی طرف اس آیت (کلا ان کتاب الابرار لفی علیین... ہرگز نہیں، نیکوں کے اعمالنامے علیین میں ہیں۔ جانتے ہو علیون کیا ہے۔ ایک لکھی ہوئی تحریر ہے جس پر مقرب فرشتوں کی شہادت ثبت ہے) میں اشارہ ہے۔ یہ قول جنت والے قول کے خلاف نہیں۔ کیونکہ جنت سدرۃ المنتہیٰ کے پاس بھی ہے۔ اور اللہ کے پاس بھی۔ گویا اس کے قائل نے یہ قول زیادہ موافق اور زیادہ سلامتی والا دیکھا کیونکہ اللہ نے بتایا ہے کہ شہیدوں کی روحیں اس کے پاس ہیں۔ اور اللہ کے نبی نے یہ بتایا کہ وہ روحیں جنت میں جہاں چاہتی ہیں چلتی پھرتی ہیں۔

اس قول پر کہ مومنوں کی روحیں جابیہ میں اور کافروں کی حضر موت کے ایک کنوئیں برہوت میں ہیں تبصرہ

ابن حزم کہتے ہیں کہ

Marfat.com

یہ رافضیوں کا قول ہے مگر یہ غلط ہے۔ کیونکہ اہل سنت کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے۔ صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ مومنوں کی روحیں جابیہ میں ہیں۔ چنانچہ ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ مومنوں کی روحیں جابیہ میں جمع ہوتی ہیں اور کافروں کی روحیں حضر موت کی شور یلی زمین میں جسے برہوت کہتے ہیں جمع ہوتی ہیں، ایک دفعہ کعبؓ نے دیکھا لوگ ابن عمرؓ کے پاس جمع ہیں اور ان سے مسائل پوچھ رہے ہیں۔ ایک شخص سے کہا کہ ان سے جاکر پوچھو کہ مومنوں اور کافروں کی روحیں کہاں ہیں آخر اس نے پوچھا تو فرمایا کہ جابیہ اور برہوت میں (ابن مندہ) حضرت علی کا بیان ہے کہ روئے زمین پر بہترین کنواں زمزم اور بدترین کنواں برہوت ہے۔ اور زمین کا بہترین علاقہ مکہ کا علاقہ ہے اور ہند کا وہ علاقہ ہے جہاں حضرت آدم اتارے گئے تھے۔ اسی علاقہ سے تمہاری خوشبو آتی ہے اور بدترین علاقہ احقاف ہے جو حضر موت میں ہے اور جہاں کافروں کی روحیں لوٹائی جاتی ہیں۔ (ابن مندہ) علیؓ۔ روئے زمین کی بدترین جگہ حضر موت کی وادی ہے جسے برہوت کہتے ہیں اور جہاں کافروں کی روحیں ہیں اور وہاں ایک کنواں ہے جس کا پانی دن میں پیپ کی طرح سیاہ معلوم ہوتا ہے اور اس میں حشرات الارض جمع رہتے ہیں۔

ایک شخص کا برہوت کے بارے میں واقعہ

ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے وادی برہوت میں ایک شب گذاری۔ میں نے وہاں طرح طرح کی آوازیں سنیں جیسے لوگ پکار رہے ہیں لے دومتہ لے دومتہ کسی اہل کتاب نے بتایا کہ دومتہ وہ فرشتہ ہے جو کافروں کی روحوں پر موکل ہے۔ سفیان کہتے ہیں ہم نے حضرمیوں سے سنا کہتے تھے وہاں کوئی شخص رات نہیں گذار سکتا۔ (ابن مندہ) اگر جابیۃ سے مراد تمثیل ہے کہ روحیں ایسی کشادہ جگہ جمع ہیں جو اپنی کشادگی اور ہوا کی پاکیزگی میں جابیۃ کے مانند ہے تو خیر اور اگر خاص جابیہ کا مقام مراد ہو تو اس کا علم شریعت ہی سے ہو سکتا ہے شاید انہوں نے اہل کتاب سے یہ بات سنی ہو۔

اس قول پر کہ روحیں اس زمین میں رہتی ہیں جس کے وارث اللہ کے بندے ہوں گے، تبصرہ

اگر اس سے یہ مراد ہے کہ آیت کا یہی مطلب ہے تو غلط ہے، کیونکہ آیت کی تفسیر میں ابن عباس اور اکثر علمائے تفسیر نے ارض سے ارض جنت مراد لی ہے۔ ابن عباس کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے دنیا کی وہ زمین مراد ہے جسے اللہ پاک امت محمدیہ کے ہاتھوں فتح کرائے گا۔ یہی قول صحیح ہے۔ جس کی نظیر سورہ نور کی یہ آیت وعدہ اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الخ اللہ نے مسلمانوں سے وعدہ فرمالیا ہے کہ وہ انھیں زمین پر حاکم بنا کر رہے گا جیسے اس نے ان سے پہلے مسلمانوں کو حاکم بنایا تھا ہے۔ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ رحمت عالمؐ نے فرمایا کہ دنیا کے مشرق و مغرب میرے لئے سمیٹ دیئے گئے۔ جلدی ہی میری امت کی حکومت ان ملکوں پر ہو جائے گی۔ (جو جو ملک میرے لئے سمیٹے گئے۔) بعض مفسروں کے نزدیک ارض بیت المقدس مراد ہے۔ یہ وہ زمین ہے جس کا وارث اللہ کے نیک بندوں کو بتایا گیا مگر آیت اسی کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

اس قول پر تبصرہ کہ مومنوں کی روحیں ساتویں آسمان پر علیین میں ہیں اور کافروں کی روحیں ساتویں زمین پر سجین میں ہیں

اگلے پچھلے علماء کی ایک جماعت کا یہی قول ہے۔ رحمت عالمؐ کے اس قول "اللھم الرفیق الاعلیٰ" ۔ اے اللہ بلند ساتھیوں میں پہونچا دے" ہی کی طرف اشارہ ہے اسی سلسلے میں اور حضرت ابو ہریرہؓ والی اور ابو موسیٰ اشعری والی حدیث گذر چکی اور حذیفہ اور ابن عمرؓ کا قول بھی گذر چکا۔ نیز رحمت عالمؐ کا یہ فرمان بھی گذر چکا کہ شہیدوں کی روحیں عرش کے نیچے قندیلوں میں سیر کرتی ہیں۔ اور براءؓ والی حدیث بھی گذر چکی۔ لیکن ان تمام دلائل سے ارواح کا مجرد ہونے ہی ٹھہرنا ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ روحیں رب کے آگے پیش کی جاتی ہیں۔ پھر وہ ان میں اپنا فیصلہ فرما کر انھیں اہل علیین یا اہل سجین میں سے لکھتا ہے۔ پھر روح سوال و جواب کے لئے قبر کی طرف لوٹتی ہے۔ پھر جہاں اس کے ٹھکانہ کا فیصلہ ہوا ہے اسی کی طرف لوٹ آتی ہے۔ یعنی مومنوں کی روحیں حسب مراتب علیین میں اور کافروں کی روحیں سجین میں ٹھہر جاتی ہیں۔

مومنوں کی روحوں کا زمزم کے کنوئیں میں اجتماع سمجھنا غلط ہے

اس پر کتاب و حدیث سے کوئی دلیل نہیں اور نہ یہ کسی مستند اہل علم کا قول ہے۔ بئر زمزم میں تمام مومنوں کی روحیں سما بھی نہیں سکتیں۔ بلکہ یہ قول صریح سنت کے خلاف ہے۔ صریح سنت سے ثابت ہو چکا ہے کہ مومن کی روح پرندہ ہے جو جنت کے درختوں کے پھلوں سے کھاتا ہے یہ قول تو جابیہ والے قول سے بھی گیا گذرا ہے کیونکہ وہ فراخ جگہ تو ہے اور کنواں تو بالکل تنگ ہوتا ہے

اس قول پر تبصرہ کہ روحیں زمین والے برزخ میں رہتی ہیں اور جہاں چاہتی ہیں آتی جاتی ہیں

یہ سلمانؓ فارسی کا قول ہے۔ برزخ اس آڑ کو کہتے ہیں جو دو چیزوں میں حائل ہو۔ حضرت سلمان کا یہ مطلب ہے کہ روحیں اس زمین پر رہتی ہیں جو دنیا و آخرت کے درمیان ہے۔ اور وہاں آزاد ہیں۔ اس پوری زمین پر جہاں چاہتی ہیں آتی جاتی ہیں۔ یہ قول بھی قوی ہے کیونکہ روحیں دنیا تو چھوڑ چکیں اور آخرت ابھی آئی نہیں اس لئے آخرت میں بھی نہیں گئیں۔ بلکہ دنیا اور آخرت کے درمیان مومنوں کی روحیں وسیع برزخ میں ہیں جس میں آرام ہی آرام اور نعمتیں ہی نعمتیں ہیں اور کافروں کی روحیں تنگ برزخ میں ہیں جہاں دکھ ہی دکھ، بے قراریاں اور عذاب ہیں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ومن ورائہم برزخ الخ اور ان کے ماورا زندگی بعد الموت تک برزخ ہے۔

حضرت آدم کے دائیں بائیں روحوں کا اجتماع اور اس پر تبصرہ

اس قول کی معراج والی حدیث تائید کرتی ہے۔ لیکن حدیث میں ایسے الفاظ نہیں ہیں جن سے حضرت آدم کے برابر ہی میں روحوں کے اجتماع کا ثبوت ہو۔ بلکہ کچھ روحیں آپ کے دائیں ہیں اور آپ سے بلند و وسیع ترین مقامات پر ہیں اور کچھ بائیں اور پست و تاریک و تنگ مقامات میں ہیں۔ ابن حزم فرماتے ہیں یہ برزخ دنیوی آسمان کے پاس ہے۔ یعنی عناصر کی حدود سے ماورا جگہ ہے۔ اور آسمان دنیا کے نیچے ہے۔ مگر ابن حزم بلا دلیل بات کرنے والوں کی تو گرفت

Marfat.com

گرفت کرتے ہیں لیکن خود اپنے گریبان میں نہیں جھانکتے کہ اس قول پر قرآن و حدیث سے کونسی دلیل ہے۔ ہم ان کے قول پر بھی انشاء اللہ سیر حاصل تبصرہ کرنے والے ہیں۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب اگر کوئی یہ کہے کہ اگر مسلمانوں کی روحیں پہلے آسمان پر حضرت آدم کے دائیں جانب مان لی جائیں، اور یہ بھی ثابت ہے کہ شہیدوں کی روحیں عرش کے سائے میں ہیں۔ اور عرش ساتویں آسمان کے اوپر ہے تو دونوں باتوں میں ٹکراؤ ہو جاتا ہے۔ اس کا جواب کئی طرح سے ہے۔ اول تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ روحیں دائیں بائیں سمت بلندی اور سمت پستی میں نہ ہوں۔ دوسرے دنیوی آسمان پر دیکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ روحوں کے ٹھہرنے کی جگہ علیین یا سجین میں نہ ہو۔ تیسرے آپ نے یہ خبر نہیں دی کہ آپ نے اس جگہ تمام سعادتمندوں کی روحیں دیکھی تھیں بلکہ یہ فرمایا کہ میں نے حضرت آدم کے دائیں طرف روحیں دیکھیں اور بائیں طرف بھی۔ حالانکہ یہ قطعی طور پر معلوم ہے کہ حضرت آدم سے اوپر حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم چھٹے اور ساتویں آسمان پر ہیں۔ یہی رفیق اعلیٰ کی روحوں کا حال ہے۔ بلکہ آپس میں یہ روحیں بھی حسب مراتب بلند ہیں جیساکہ بدبختوں کی روحیں پستی میں حسب مراتب پست ہیں

کیا اجسام پیدا ہونے سے پہلے جہاں روحیں تھیں، مرنے کے بعد وہی ان کا مقام ہے؟ یہ ابن حزم کا قول ہے اس دعوے کی بنا اس پر ہے کہ روحیں اجسام سے پہلے مخلوق تھیں۔ لیکن اس مسئلہ میں دو قول ہیں۔ جمہور کا مسلک یہ ہے کہ روحیں اجسام کے بعد پیدا ہوتی ہیں۔ جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ پہلے پیدا ہوئیں ان کے پاس قرآن و حدیث سے کوئی دلیل نہیں اور نہ اجماع ہے۔ یہ دعوے انہوں نے یا تو آیتوں سے استنباط کیا ہے یا ضعیف حدیثوں سے۔ ابن حزم فرماتے ہیں کہ حق تعالےٰ نے فرمایا۔ واذ اخذ ربک من بنی آدم الخ جب آپ کے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد نکالی اور انھیں انھیں پر گواہ کرکے پوچھا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ ہم گواہ ہیں دوسری جگہ فرمایا ولقد خلقنٰکم ثم صورنٰکم الخ۔ بلاشبہ ہم نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہاری صورتیں بنائیں، پھر ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو۔ چنانچہ انہوں نے سجدہ کیا معلوم ہوا کہ اللہ نے تمام روحیں (نفوس) اکٹھی پیدا کیں۔ اسی طرح رحمت عالم ؐ نے فرمایا کہ روحیں جمع کیا ہوا لشکر ہیں۔ جب اللہ پاک نے روحوں سے اپنی ربوبیت کا اقرار کرایا ہے تو وہ صورت و شکل والی مخلوق تھیں۔ اور صاحب عقل بھی تھیں۔ اور ابھی فرشتوں کو آدم کے لئے سجدہ کا حکم بھی نہیں ملا تھا اور روحوں کو اجسام میں داخل بھی نہیں کیا گیا تھا، اسوقت اجسام مٹی تھے۔ (پیدا ہی نہیں ہوئے تھے) کیونکہ آیت میں حق تعالیٰ نے لفظ ثم استعمال کیا ہے۔ جو وقفہ کے ساتھ تاخیر چاہتا ہے۔ پھر اللہ پاک نے انھیں پیدا کرکے جہاں چاہا ٹھرا دیا۔ یعنی برزخ

Marfat.com

میں جس کی طرف موت کے بعد لوٹ کر چلی جاتی ہیں۔ اس مسئلہ پر سیر حاصل تبصرہ "اس سوال کیا بدن سے پہلے روحیں پیدا ہوئیں یا بدن کے ساتھ ساتھ ؟" میں آرہا ہے۔ اس جگہ موضوع گفتگو تو یہ ہے کہ مرنے کے بعد روحیں کہاں ٹہرتی ہیں۔ ابن حزم کا یہ کہنا کہ روحیں اس برزخ میں ٹہرتی ہیں جس میں اجسام کے پیدا ہونے سے پہلے تھیں، اپنے عقیدے پر مبنی ہے۔ ان کا یہ کہنا کہ روحیں حضرت آدم کے دائیں ہیں صحیح ہے۔ جیساکہ رحمت عالم نے اس کی خبر دی ہے۔ لیکن ان کا یہ کہنا کہ روحوں کا مستقر برزخ میں وہ مقام ہے جہاں عناصر کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے بلا دلیل ہے۔ قرآن و حدیث سے اس پر کوئی دلیل نہیں اور نہ ارباب اسلام کے عقائد کے مشابہ ہے۔ بلکہ صحیح حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ روحوں کا مستقر عناصر سے اوپر جنت میں اللہ کے پاس ہے۔ اور قرآن بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔ شہیدوں کے بارے میں ابن حزم بھی کہتے ہیں کہ وہ جنت میں ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ صدیق شہیدوں سے افضل ہیں۔ لا محالہ وہ بھی جنت میں ہیں۔ ورنہ لازم آئے گا کہ اکابر صحابہ کی روحیں تو آسمان دنیا کے نیچے ہوں اور ہمارے زمانے کے شہیدوں کی روحیں جنت میں ان سے اوپر ہوں۔ ابن حزم کا یہ کہنا کہ محمد بن نصر مروزی اسحاق بن راہویہ سے بھی قول نقل کرتے ہیں۔ اور انہوں نے کہا ہے کہ اسی پر تمام اہل علم اور مسلمانوں کا اتفاق ہے، غلط ہے کیونکہ اپنی کتاب "کتاب الرد علی ابن قتیبۃ" میں واذ اخذ ربک من بنی آدم الخ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ "اہل علم کا اجماع ہے کہ اجسام سے پہلے پشت آدم سے نکالی ہوئی روحوں سے اللہ نے اپنی ربوبیت کا اقرار کرایا۔ اس عبارت سے ابن حزم کا یہ دعویٰ کہ روحوں کا مستقر وہ مقام ہے جہاں عناصر ختم ہوتے ہیں۔ کسی صورت سے بھی ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ اجسام سے پہلے ارواح موجود تھیں بس اتنا ثابت ہوتا ہے کہ اللہ نے اس وقت روحیں آدم کی پشت سے نکال کر ان سے ربوبیت کا اقرار کرایا اور پھر پشت آدم میں لوٹا دیں۔ اگرچہ اس کی قائل اگلے پچھلے علماء کی ایک جماعت ہے لیکن صحیح قول اس کے خلاف ہے جو عنقریب بتایا جائے گا انشاء اللہ کیونکہ اس مسئلہ کے جواب کی غرض میں یہ داخل نہیں کہ ارواح اجسام سے پہلے تھیں یا پیچھے اور اگر یہ بات مان بھی لی جائے کہ روحیں پہلے تھیں تو یہ دعویٰ کہاں سے ثابت ہوا کہ روحوں کا مستقر وہ مقام ہے جہاں عناصر ختم ہوتے ہیں اور موت سے پہلے بھی وہی ان کا مستقر تھا۔

کیا اجسام کے ساتھ روحیں بھی فنا ہو جاتی ہیں؟ یہ ان کا عقیدہ ہے جو روحوں کو عوارض اجسام سے مانتے ہیں۔ اور انھیں زندگی سمجھتے ہیں۔ جیسے ابن باقلانی وغیرہ۔ یہی ابو الھذیل علاف کا قول ہے لیکن انہوں نے روح کی حیات سے تعبیر نہیں کی۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ جسم کی موت سے دیگر تمام اعراض کی طرح

Marfat.com

ان کا کہنا ہے کہ ایک عرض دو زمانوں میں باقی نہیں رہتا۔ لہذا ہر تغیر کے بعد ایک نئی روح کا پیدا ہونا ضروری ہے۔ یعنی زندگی کے تھوڑے سے زمانے میں انسان کی ہزاروں روحیں پیدا اور ختم ہوتی رہتی ہیں۔ اور مرنے پر پچھلی روح بھی ختم ہو جاتی ہے۔ آسمان پر چڑھنے اترنے اور قبر میں آنے جانے، فرشتوں کے پکڑنے چھوڑنے اور عذاب و ثواب کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ بس اللہ جسم کو عذاب و ثواب پہنچاتا ہے اور جب جسم کو عذاب و ثواب پہنچاتا ہے تو اس وقت زندہ کر دیتا ہے۔ روحوں کا بالذات مستقل وجود نہیں ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ زندگی محض دمچی کی ہڈی میں لوٹائی جاتی ہے اور اسی کو عذاب و ثواب پہنچتا ہے یہ ان کا قول ہے جن کو اپنی روحوں کا بھی علم نہیں دوسروں کی روحوں کا تو کیا ہوگا۔ یہ قول قرآن و حدیث اور اجماع کے خلاف ہے اور عقلی و فطری دلائل بھی اسے رد کر دیتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے روحوں کو نکلنے اور داخل ہونے کا اور لوٹ آنے کا حکم دیا ہے۔ اور صحیح و صریح دلائل بتلاتے ہیں کہ روحیں چڑھتی اترتی اور پکڑی اور چھوڑی جاتی ہیں۔ ان کے لئے آسمان کے دروازے کھلتے ہیں وہ سجدہ اور گفتگو کرتی ہیں۔ وہ پانی کے قطرے کی طرح جسم سے نکل آتی ہیں جنت یا جہنم کے کفنوں میں لپیٹی جاتی ہیں۔ انھیں ملک الموت اپنے ہاتھ میں لیتا ہے پھر اس کے ہاتھ سے فرشتے لے لیتے ہیں۔ ان سے خوشبو یا بدبو نکلتی ہے۔ انھیں ایک آسمان کے فرشتے دوسرے آسمان تک پہنچاتے ہیں۔ پھر وہ فرشتوں کے ساتھ زمین ہی پر بھیجدی جاتی ہیں۔ روح کو نکلتے وقت مرنے والے کی آنکھ دیکھتی ہے قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ روحیں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتی ہیں۔ حتیٰ کہ حلق تک پہنچ جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں ارواح کی باہمی ملاقات اور ان میں باہمی تعارف بھی ہوتا ہے۔ اور وہ ایک جگہ جمع کیا ہوا لشکر ہیں۔ وغیرہ۔ یہ تمام دلائل مذکورہ بالا قول کی تردید کرتے ہیں۔ مزید براں معراج میں رحمت عالم ؐ نے حضرت آدم کے دائیں بائیں روحیں دیکھیں۔ نیز آپؐ نے بتایا کہ مومن کی روح ایک پرندہ ہے جو جنت کے درختوں سے کھاتا پیتا ہے اور شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہیں اور آل فرعون کی روحوں پر صبح و شام آگ پیش کی جاتی ہے کتنی فحش غلطی ہے۔ کہ ایک انسان کی زندگی میں ہزاروں روحیں مانی جائیں اور مرنے کے بعد ایک روح بھی عذاب و ثواب کے لئے باقی نہ مانی جائے۔ یہ بات عقل و فطرت کے بھی خلاف ہے اور قرآن و حدیث کے بھی۔

کیا مرنے کے بعد روحوں کو ٹھہرنے کے لئے نئے اجسام ملتے ہیں؟ اور مسئلہ تناسخ!

یہ مسئلہ جس قدر حدیثوں سے ثابت ہے برحق ہے خواہ اسے تناسخ سے تعبیر کرو یا نہ کرو۔ فلاسفہ کا تناسخ کہ دنیا ختم نہ ہوگی اور روحیں مختلف اجسام میں یوں ہی آتی جاتی رہیں گی۔ غلط ہے اور یہ بالکل صحیح ہے کہ شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں رہتی ہیں جو عرش سے لٹکے ہوئے قندیلوں میں بسیرا کرتی ہیں۔ اور یہ قندیلیں بمنزلہ گھونسلوں کے ہیں۔ ان الفاظ سے اس کی صراحت بھی آگئی ہے کہ اللہ نے ان کی روحیں سبز

پرندوں کے پوٹوں میں رکھی ہیں۔ رحمت عالم ﷺ کے اس فرمان کے کہ مومن کی روح پرندہ ہے جو جنت کے درخت سے کھاتا پیتا ہے، دو احتمال ہیں۔ یا تو بدن کی طرح یہ پرندہ روح کی سواری ہے یہ حکم بعض مومنوں اور شہیدوں کی روحوں کا ہے۔ یا روح پرندے کی صورت میں ہے۔ یہ ابن حزم اور ابن عبدالبر کا کلام ہے اور اس پر تبصرہ گذر چکا

ابن حزم کا قول رحمت عالم ﷺ نے فرمایا مومن کی روح پرندہ ہے جو چگتا پھرتا ہے یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے اور جاہلوں کے گمانوں کے مطابق نہیں مطلب یہ ہے کہ مومن کی روح جنت میں پرندے کی طرح اڑتی پھرتی ہے یہ مطلب نہیں کہ پرندے کی شکل وصورت میں ہے۔ نسمۃ میں تائے تانیث اسی طرح ہے جس طرح کوئی فصیح عرب کسی سے کہتا ہے اَتَتْکَ کِتَابِیْ فَاسْتَخْفَفْتَ بِہَا۔ آپ نے میرے خط کی قدر نہیں کی۔ اس نے کہا تم نے کتاب مونث بنادی۔ بولا کیا کتاب کا دوسرا نام صحیفۃ نہیں ہے۔ اسی پر نسمۃ کو قیاس کرلو۔ اس حدیث میں زیادتی ہے۔ کہ روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہیں۔ (یہ ان قندیلوں کی صفت ہے جن میں وہ بسیرا کرتی ہیں۔) اور ایک ہی حدیث ہے۔

ابن حزم کے قول پر تبصرہ ابن حزم کی یہ بات لفظی اعتبار سے بھی غلط ہے اور معنوی اعتبار سے بھی۔ کیونکہ نسمۃ المومن طائر یعلق فی شجر الجنۃ اور ارواح الشہداء فی حواصل طیر خضر دو مختلف حدیثیں ہیں۔ تاویل کی پہلی حدیث میں تو گنجائش ہے مگر دوسری حدیث میں کسی صورت سے بھی نہیں۔ دوسری حدیث کے ایک لفظ میں حواصل کے بجائے اجواف ہے اور ایک لفظ میں خضر کے بجائے بیض ہے۔ آپ نے یہ بھی بتایا کہ وہ پرندے جنت میں چگتے پھرتے ہیں اس کے پھلوں سے کھاتے پیتے ہیں اور اس کی نہروں سے پانی پیتے ہیں۔ پھر عرش کے نیچے قندیلوں میں آرام کرتے ہیں۔ جو ان کے لئے بمنزلہ گھونسلوں کے ہیں۔ ابن حزم کا یہ کہنا کہ ان پرندوں کے پوٹے قندیلوں کی صفت ہے غلط ہے۔ بلکہ یہ قندیلیں ان پرندوں کی آرام گاہیں ہیں۔ اس حدیث میں تین باتوں کی صراحت ہے۔ روحوں کی، ان سب پرندوں کی جن کے پوٹوں میں روحیں ہیں، اور قندیلوں کی جو ان پرندوں کی آرام گاہیں ہیں قندیلیں عرش کے نیچے ہیں جو چلتی پھرتی نہیں اور پرندے چلتے پھرتے ہیں۔ اور روحیں پرندوں کے پیٹوں میں ہیں

ایک اعتراض اور اس کا جواب اگر روح کو براہ راست پرندہ ہی مان لیا جائے اور پرندے کا بدن اس کی سواری نہ مانی جائے تو کیا خرابی ہے۔ بلکہ اس کی قرآن وحدیث سے تائید بھی ہوتی ہے۔ فرمایا۔ فِیْ اَیِّ صُورَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ۔ اللہ نے تجھے جس صورت سے چاہا بنادیا۔ حدیث کے ایک لفظ میں ہے ان کی روحیں سبز پرندوں کی طرح ہیں۔ ابن حزم نے بھی یہی کہا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں دونوں لفظ ہیں لیکن صحیح مسلم کی روایت میں فی اجواف طیر خضر ہے۔ یعنی روحیں سبز پرندوں کے پیٹوں میں ہیں۔ شہدائے احد کے بارے میں اللہ کے نبی نے فرمایا کہ اللہ نے ان کی روحیں سبز پرندوں کے پیٹوں میں رکھی ہیں۔ (ابن ابی شیبہ)

Marfat.com

کعب والی حدیث میں ہے کہ شہدا کی روحیں سبز پرندوں میں ہیں۔ (سنن اربعۃ احمد) معلوم ہوا کہ پرندے روحوں کی سواریاں ہیں اس میں کوئی خرابی نہیں۔ نہ اس کے ماننے سے کوئی آئین شریعت باطل ہوتا ہے۔ اور نہ حدیث و قرآن کی مخالفت لازم آتی ہے۔ بلکہ اللہ نے شہدا کی خاطر و مدارات اس طرح کی ہے۔ کہ انہوں نے جو بدن اللہ کی راہ میں قربان کئے تھے ان کے بدلے انھیں ان سے اچھے بدن عطا فرما دیئے۔ جو ان کی روحوں کی سواری کا کام دیں۔ تاکہ ان کے ساتھ وہ جنتی نعمتوں سے خوب لطف اندوز ہوں پھر قیامت کے دن ان کی روحیں دنیوی جسموں میں لوٹا دی جائیں گی۔

تناسخ کا شبہ اس سے کسی کو تناسخ کا شبہ نہ ہو۔ اگر اسے تناسخ سے تعبیر بھی کرلو تو یہ وہ تناسخ نہیں ہے جس کے کافر و بے دین قائل ہیں۔ بلکہ یہ مفہوم صحیح و صریح حدیث سے ثابت ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے وہم تناسخ اسے باطل نہیں کرسکتا۔ جیسے حق تعالیٰ کے صفات و اسمائے حسنیٰ کے جو حقائق عقلی و نقلی دلیلوں سے ثابت ہیں اور جن کو نہ ماننے والے ترکیب و تجسیم کہتے ہیں۔ اللہ کو اس کی صفتوں سے معطل کرنے والوں کی باتوں سے مرعوب ہو کر ان سے انکار نہیں کیا جاتا۔ اسی طرح عقلی و نقلی دلیلوں سے حق تعالیٰ کے جو افعال ثابت ہوتے ہیں، مثلاً اپنی مشیت سے کلام کرنا۔ روزانہ رات کو دنیوی آسمان پر اترآنا اور یہ کہ وہ قیامت کے دن فیصلوں کے لئے بندوں میں آئے گا برحق ہیں۔ اگر کوئی انھیں حلول سے تعبیر کرے تو کرنے دو۔ اسی طرح عقلی و نقلی دلائل سے اللہ کا مخلوق کے اوپر ہونا۔ ان سے الگ ہونا۔ عرش پر بیٹھنا فرشتوں اور روحوں کا اس کی طرف چڑھنا اترنا اور اس کی طرف پاکیزہ کلموں کا چڑھنا۔ رحمت عالم کا معراج میں اللہ کے پاس جانا اس سے قریب ہونا دونوں میں زہ بلکہ اس سے بھی کم کمانوں کا فاصلہ رہ جانا ساری باتیں سچی ہیں۔ جہمیہ کے اس ڈر سے کہ وہ حیز و جہت اور جسمیت کا الزام دیں گے ان کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ امام احمد کا فرمان ہے کہ کسی معترض کے ڈر سے ہم اللہ کی کسی صفت کا انکار نہیں کرسکتے۔ بدعتیوں کی یہ عادت ہے کہ وہ اہل سنت کو اور ان کے اقوال کو ایسے القاب سے تعبیر کیا کرتے ہیں جن سے جاہل نفرت کریں۔ مثلاً انھیں حشو، ترکیب اور تجسیم کے نام سے پکارتے ہیں۔ حق تعالیٰ کے عرش کا نام حیز و جہت رکھ لیا ہے تاکہ اس راہ سے اللہ کے مخلوق کے اوپر اور عرش کے اوپر ہونے کی نفی کریں۔ جیسے رافضی صحابہ سے محبت کرنے والوں کو ناصبی سے اور قدریہ مجوسیہ تقدیر ماننے کو جبر سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ القاب کچھ نہیں اصل حقائق ہیں۔ غرضکہ یہ حقیقت ثابت ہونے کے بعد کہ شہدا کی روحیں سبز پرندوں میں ہیں اگر کوئی اسے تناسخ کہنے لگے تو اس لفظ تناسخ سے اس معنی کی حقیقت باطل نہیں ہوگی۔

باطل تناسخ باطل تناسخ وہ ہے جس کے ملحد قائل ہیں اور جو زندگی بعد الموت نہیں مانتے۔ ان کے فاسد گمان میں روحیں اجسام سے جدا ہو کر اپنے اپنے عملوں کے مطابق حیوانات، حشرات الارض اور پرندوں کی

شکلیں اختیار کرلیتی ہیں۔ اور اسی چکر میں رہتی ہیں۔ یہی ان کا عذاب وثواب ہے اور اس چکر سے انھیں کبھی نجات نہیں مل سکتی۔ کیونکہ ان کے گمان میں دنیا کا چکر کبھی ختم نہیں ہوگا۔ زندگی بعد الموت کچھ نہیں۔ کیونکہ دنیا ختم ہی نہیں ہوگی۔ یہی وہ باطل تناسخ ہے جو تمام انبیا کی متفقہ حقیقت (زندگی بعد الموت) کے خلاف ہے۔ اور یہی اللہ کا اور آخرت کا انکار کرتا ہے۔ اس گمراہ فرقہ کے نزدیک روحوں کا مستقر بدن سے جدا ہونے کے بعد مناسب حیوانوں کے اجسام ہیں۔ یہ انتہائی گھناؤنا اور غلط قول ہے۔ اسی کے قریب قریب ان کا قول ہے جو کہتے ہیں کہ جسموں کی طرح روحیں بھی فنا ہو جاتی ہیں۔ اور عذاب وثواب جسم کے اجزا پر یا کسی جزو پر ہوتا ہے خواہ وہ ریڑھ کی ہڈی (بچھلی ہڈی) ہو یا کچھ اور۔ حق تعالیٰ اسی میں خواہ زندگی لوٹا کر یا زندگی لوٹائے بغیر ہی احساس لذت والم پیدا فرما دیتا ہے ان لوگوں کے گمان میں برزخ میں عذاب وثواب فقط جسم پر ہے۔ برعکس ان کے وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ روح جسم میں کسی صورت سے بھی نہیں لوٹائی جاتی اور نہ جسم سے اس کا تعلق رہتا ہے۔ اور عذاب وثواب فقط روح پر ہوتا ہے۔ صحیح ومتواتر حدیثیں دونوں باتیں غلط بتاتی ہیں۔ اور خبر دیتی ہیں کہ عذاب وثواب جسم وروح دونوں پر ہے خواہ اکٹھے ہوں یا علیحدہ علیحدہ۔

ارواح کے مستقر کے بارے میں قول مرجح

روح کے مستقر کے بارے میں بہت سے اقوال اور ان کی دلیلیں بیان کی گئی ہیں لیکن ان سب میں ترجیح کس قول کو ہے تاکہ مسلمان اس کا عقیدہ رکھیں۔ سنیئے برزخ میں روحوں کے حسب مراتب مستقر ہیں بعض روحوں کا مستقر ملاء اعلیٰ میں اعلیٰ علیین میں ہے جیسے ارواح انبیا کا مستقر۔ پھر انبیا کے مستقر میں بھی حسب مراتب فرق ہے۔ جیسا کہ رحمتِ عالم نے معراج میں انبیا کو دیکھا۔ بعض روحوں کا مستقر سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہے جو جنت میں جہاں چاہتے ہیں چگتے پھرتے ہیں۔ یہ بعض شہیدوں کی روحیں ہیں۔ سب کی نہیں۔ کیونکہ بعض کی روحوں کو قرض وغیرہ کی وجہ سے جنت میں نہیں جانے دیا جاتا۔ جیسا کہ مسند میں ہے کہ کسی نے رحمت عالمؐ سے پوچھا اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں تو مجھے کیا ثواب ملے گا۔ فرمایا جنت۔ پھر جب اس نے پیٹھ موڑی تو فرمایا۔ بجز اس شہید کے جس کے بارے میں ابھی حضرت جبرئیل نے مجھے بتایا ہے۔ بعض روحیں باب جنت پر روک دی جاتی ہیں۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے۔ کہ میں نے تمہارے ایک ساتھی کو دیکھا کہ جنت کے دروازے پر روک دیا گیا ہے۔ بعض روحیں قبر میں محبوس رہتی ہیں جیسا کہ چادر والے کی حدیث میں ہے کہ کسی نے چادر چرائی تھی۔ پھر شہید ہوگیا۔ لوگوں نے اسے جنت والا سمجھا مگر رحمتِ عالم نے فرمایا کہ اللہ کی قسم اس نے جو چادر چرائی تھی وہ آگ بن کر اس کی قبر میں بھڑک رہی ہے۔ بعض روحوں کا مستقر باب جنت ہوتا ہے۔ جیسا کہ ابن عباس والی حدیث میں ہے کہ شہدا جنت کے دروازے والی نہر کے کنارے پر سبز گنبد میں ہیں۔ جنت سے ان کی روزی صبح وشام ان کے پاس آتی ہے (احمد)

Marfat.com

اس کے برعکس جعفر بن ابی طالب ہیں کہ حق تعالیٰ نے انھیں ہاتھوں کے بدلے دو پر دیدیئے ہیں وہ جنت میں جہاں چاہتے ہیں اڑ کر پہونچ جاتے ہیں۔ بعض کی روحیں زمین ہی میں محبوس رہتی ہیں۔ ان کی ملاء الاعلیٰ تک رسائی نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ سفلی اور ارضی روحیں ہیں۔ آسمانی روحوں کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتیں۔ جیسے دنیا میں ان دونوں قسموں کی روحوں کا اجتماع نہ تھا۔ جسے دنیا میں رب کی معرفت محبت اس کا ذکر وتقرب اور اس سے انسیت حاصل نہ ہوسکی۔ بلکہ خواہشوں اور گناہوں میں ڈوبا رہا اس کی روح بدن سے جدا ہوکر بھی اسی قسم کی روحوں کے ساتھ رہے گی۔ جیسے بلند حوصلہ شخص کی روح جو دنیا میں اللہ کی محبت وتقرب اور انسیت کی کیفیت میں ڈوبا ہوا تھا۔ بدن سے جدا ہوکر بھی اپنے مناسب ارواح علویہ کے ساتھ رہتی ہے۔ غرضیکہ قیامت کے دن بھی اور عالم برزخ میں بھی انسان اسی کے ساتھ ساتھ ہے جس سے اسے محبت کا تعلق ہے۔ حق تعالیٰ برزخ میں اور قیامت کے دن مناسب روحوں کو ملا دیتا ہے۔ جیساکہ حدیث میں گذر چکا۔ یعنی پاکیزہ روحیں پاکیزہ روحوں کے ساتھ رہتی ہیں۔ اور گندی روحیں گندی روحوں کے ساتھ۔ بعض زناکار مردوں اور عورتوں کی روحیں تنور میں رہتی ہیں بعض روحیں خون والی نہر میں تیرتی ہیں۔ اور ان کے مونہوں میں پتھر ٹھونسے جاتے ہیں۔ بہرحال روحوں کا ایک ٹھکانا نہیں ہے۔ علوی روحیں اعلیٰ علیین میں ہیں اور سفلی روحیں زمین سے آگے نہیں بڑھتیں۔ اگر تمہیں آثار میں وسیع معلومات ودلچسپی ہے تو دلائل تمہارے سامنے ہیں۔ آثار صحیحہ میں تعارض نہ سمجھ لینا۔ تمام آثار صحیح ہیں۔ اور ایکدوسرے کی تائید کرتے ہیں اور احکام ارواح کی معرفت پر بھی عبور حاصل ہونا چاہئے۔

ارواح کا اجسام پر قیاس قیاس مع الفارق ہے

ارواح کا اجسام پر قیاس نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ روحیں جنت میں ہونے کے باوجود آسمان پر بھی ہیں اور قبر کے پاس بھی ہیں۔ قبر والے بدن میں بھی ہیں۔ یہ اترنے چڑھنے میں انتہائی تیز رفتار ہیں۔ روحیں آزاد بھی ہیں۔ محبوس بھی ہیں علوی بھی ہیں اور سفلی بھی۔ انھیں بدن سے جدا ہونے کے بعد صحت وبیماری اور لذت ودکھ بدنی حالت اتصال سے کہیں زیادہ پہونچتا ہے۔ ان کا حال جنین سے اور پیدا ہونے کے بعد بچے سے ملتا جلتا ہے۔

روحوں کے چار گھر ہیں

روحوں کے چار گھر ہیں اور ہر لاحق گھر ہر سابق گھر سے بڑا ہے۔ پہلا گھر ماں کا پیٹ ہے جو محدود، تنگ، تاریک اور تین تین اندھیروں سے گھرا ہوا ہے دوسرا گھر دنیا ہے جہاں انسان خیر وشر اور سعادت وشقاوت کی کھیتی کرتا ہے۔ اور ان کے اسباب فراہم کرتا ہے۔ تیسرا گھر برزخ ہے جو دنیا سے وسیع اور بہت بڑا ہے بلکہ ان دونوں کی نسبت وہی ہے جو سابقہ دو گھروں میں تھی۔ چوتھا گھر آخرت ہے۔ یعنی جنت یا جہنم۔ آگے کوئی گھر نہیں۔ حق تعالیٰ بتدریج انسان کو ایک گھر سے دوسرے گھر

Marfat.com

کی طرف منتقل کرتا ہوا آخری گھر (آخرت) میں لے آتا ہے۔ جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا تھا۔ اور جس کی تخلیق سے غرض اس گھر کی شقاوت و سعادت کا حصول تھا۔ ہر گھر کے حالات و احکام جداگانہ ہیں۔ مبارک ہیں وہ جو دنیا میں آکر سعادت کے اسباب فراہم کرتے ہیں، اور شقاوت کے کانٹوں سے دامن بچا کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ توحید اتباع رسول اور خواہشات سے بچنے سے حاصل ہوتی ہے۔ لہذا شریعت کی باتیں سچی ہیں اور اس کے خلاف ہر بات جھوٹی ہے۔

سولھواں باب

کیا مُردوں کی روحوں کو زندوں کے کسی عمل سے فائدہ پہونچتا ہے

فقہا محدث، اور علمائے تفسیر کا اس پر اتفاق ہے کہ مُردوں کو زندوں سے دو صورتوں میں فائدہ پہنچتا ہے ایک صورت کا تو خود مُردہ حالت حیات میں سبب تھا۔ دوسری صورت دعا استغفار۔ صدقہ۔ حج۔ وغیرہ ہے۔ اس میں اختلاف ہے۔ کہ عمل کا ثواب پہونچتا ہے۔ یا خرچ کا بھی جمہور کے نزدیک نفس عمل کا ثواب پہونچتا ہے اور اور بعض حنفیہ کے نزدیک خرچ کا بھی۔ عبادت بدنیہ (نماز۔ روزہ۔ ذکر اللہ وغیرہ) کے ثواب کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ جمہور سلف و امام احمد کے نزدیک ان کا بھی ثواب پہونچتا ہے۔ یہی قول امام ابو حنیفہ کے بعض اصحاب کا بھی ہے امام احمد سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص نیک عمل مثلاً نماز پڑھے، یا صدقہ کرے یا کوئی اور عمل نیک کرے اور اس کا آدھا ثواب اپنے والد کو یا والدہ کو بخشدے تو فرمایا مردے کو ہر عمل کا ثواب ملتا ہے۔ نیز فرمایا کہ تین بار آیۃ الکرسی اور اخلاص پڑھ کر دعا، مانگو کہ اے اللہ ان کا ثواب مُردوں کو پہونچائے۔ البتہ شافعی و مالک کے نزدیک نہیں پہنچتا۔

بعض اہل کلام بدعتیوں کے نزدیک کسی عمل کا بھی ثواب نہیں پہنچتا

بعض متکلم بدعتی کہتے ہیں کہ مردے کو نہ دعا کا ثواب پہنچتا ہے اور نہ کسی اور عمل کا۔ (مگر صحیح حدیثوں کی رو سے یہ قطعی غلط ہے)۔ پہلی صورت کی راہ سے ثواب پہونچنے کی دلیل رحمتِ عالم کا یہ فرمان ہے کہ مرنے کے بعد انسان سے اس کا عمل کٹ جاتا ہے۔ ہاں تین عمل باقی رہتے ہیں۔ جاری رہنے والا صدقہ، یا علم جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچ رہا ہو۔ یا نیک اولاد جو اس کے لئے دعائیں مانگتی رہتی ہو۔ (مسلم) اس حدیث میں ان تین عملوں کا استثنا، بتا رہا ہے کہ یہ مرنے والے ہی کے عمل ہیں۔ کیونکہ وہی ان کا سبب بنا تھا۔ (۲) مرنے کے بعد مومن کو اس کی نیکیوں اور عملوں میں سے اس علم کا ثواب ملتا ہے جسے وہ دوسروں کو سکھا گیا۔ اور لوگوں میں اسے پھیلا گیا۔ یا نیک اولاد چھوڑ گیا جو اس کے لئے دعائیں مانگتی رہتی ہے۔) یا قرآن ورثہ میں چھوڑ گیا۔ یا مسجد بنا گیا۔ یا مسافر خانہ بنا گیا۔ یا نہر جاری کر گیا۔ یا۔ وہ صدقہ (جاریہ) جسے حالتِ صحت میں اپنے ہاتھ سے کر گیا۔ ان عملوں کا ثواب مرنے کے بعد اسے پہونچتا رہے گا (ابن ماجہ) (۳) جو شخص اسلام میں کوئی نیک رواج ڈال گیا۔ اس کا ثواب اسے ملے گا اور

Marfat.com

اس کے بعد تمام عمل کرنے والوں کا ثواب بھی ملے گا۔ اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ یہی حال برے کام کا ہے۔ (مسلم) یہی مفہوم متعدد صحیح و حسن احادیث سے ثابت ہے۔ (۴) عہد رسالت میں کسی نے لوگوں سے کچھ مانگا۔ کسی نے اسے دیا نہیں۔ پھر ایک شخص نے اسے کچھ دیا۔ اس کی دیکھا دیکھی لوگوں نے دیا (آگے مذکورہ بالا حدیث کا مفہوم ہے) (احمد) (۵) جو قیامت تک ناحق قتل کیا جائے گا اس کے خون میں قابیل بھی حصہ دار رہے گا۔ کیونکہ سب سے پہلے اسی نے قتل ایجاد کیا تھا۔ معلوم ہوا کہ جب عذاب میں جو عدل ہے، یہ بات ہے تو ثواب میں جو فضل ہے، بدرجہ اولیٰ ہوگی۔

دوسری صورت کے دلائل

(۱) وَالَّذِيْنَ جَاءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ الخ۔ اور ان کے بعد آنے والے دعائیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں بخشدے اور ہمارے بھائیوں کو بھی جو ہم سے ایمان میں سبقت کر گئے تھے۔ حق تعالیٰ نے پہلے مومنوں کے حق میں دعائیں مانگنے والوں کی تعریف فرمائی۔ معلوم ہوا کہ مُردوں کو زندوں کی دعاؤں سے فائدہ پہونچتا ہے۔ علاوہ ازیں پہلوں نے ایمان لاکر ایمان کی سنت نکالی تھی۔ اور پچھلوں کے لئے نمونہ بنے تھے۔ کہ پچھلے ان کے نقش قدم پر آسانی سے چلنے لگے اس لئے وہ سبب بن گئے اس صورت میں یہ پہلی صورت بن جائے گی۔ لیکن چونکہ جنازے کی نماز میں مردے کے لئے دعا مانگی جاتی ہے اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ اس سے مردے کو فائدہ پہونچتا ہے اس لئے معلوم ہوا کہ دعا کا فائدہ یقینی ہے۔ (۲) رحمتِ عالم نے فرمایا۔ مردے کے لئے دعا کرو تو خلوص سے کرو۔ (سنن) (۳) رحمتِ عالم ﷺ نے ایک جنازے کی نماز میں یہ دعا مانگی۔ میں نے یہ دعا یاد کرلی۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ الخ۔ اے اللہ اسے بخشدے اس پر رحم کر اسے عافیت دے، اس سے درگذر کر اس کی عزت والی خاطر فرما۔ اس کی قبر وسیع فرما۔ اس کے گناہ پانی، برف اور اولوں سے دھودے اور اسے سفید کپڑے کی طرح گناہوں سے پاک وصاف کردے۔ اسے اس گھر سے بہتر گھر، گھر والوں سے بہتر گھر والے اور جوڑے سے بہتر جوڑا عطا فرما۔ اسے جنت میں داخل فرما اور عذاب قبر و عذاب جہنم سے بچا (مسلم) (۴) آپ نے ایک جنازے پر یہ دعا مانگی اللھم ان فلان بن فلان الخ اے اللہ فلاں بن فلاں تیری حفاظت میں ہے۔ تیرے پڑوس سے وابستہ ہے اسے قبر کی آزمائش اور جہنم کے عذاب سے بچا۔ تیرا وعدہ سچا ہے لہذا اسے بخشدے۔ اس پر رحم فرما واقعی تو بڑا ہی مہربان اور انتہائی بخشنے والا ہے۔ (سنن) اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں بلکہ مردے پر نماز پڑھنے کا یہی مقصد ہے کہ زندوں کی دعاؤں سے اسے فائدہ پہنچے۔ اسی طرح دفن کے بعد دعا کا یہی مقصد ہے۔ چنانچہ رحمتِ عالم دفن کے بعد قبر کے پاس کھڑے ہوکر فرماتے اپنے بھائی کے لئے ثابت قدمی کی دعا مانگو۔ کیونکہ اب اس سے سوال ہو رہا ہے اسی طرح قبروں کی زیارت کے وقت مُردوں کے لئے دعائیں مانگنے کا یہی مقصد ہے۔ چنانچہ قبرستان میں جاتے وقت یہ دعا بتائی گئی السلام علیکم یا اہل الدیار الخ اے اس دیار کے مسلمانو اور مومنو! تم

Marfat.com

پر سلامتی ہو۔ انشاء اللہ ہم بھی تمہارے پاس آنے والے ہیں۔ ہم اللہ سے اپنے اور تمہارے لئے عافیت کے خواستگار ہیں۔ (مسلم) صدیقہؓ نے پوچھا۔ مُردوں کے لئے کس طرح استغفار کیا جائے؟ فرمایا۔ یوں کہو۔ اے اس دیار کے مومنو اور مسلمانو تم پر سلامتی ہو اور اللہ ہم میں سے آگے بڑھنے والوں پر بھی رحم فرمائے اور پیچھے رہنے والوں پر بھی۔ ہم بھی انشاء اللہ تمہارے پاس آنے والے ہیں۔ (مسلم) ایکدفعہ رحمت عالمؐ پچھلی رات میں **بقیع** (مدینہ کا قبرستان) میں تشریف لے گئے اور فرمایا اے مومنوں کے گھر میں رہنے والے مومنو۔ تم پر سلامتی ہو۔ تم سے جو وعدہ تھا وہ تم نے دیکھ لیا۔ کل قیامت بھی آرہی ہے۔ ہم بھی انشاء اللہ تمہارے پاس آنے والے ہیں۔ اے اللہ بقیع الغرقد والوں کو بخشدے (مسلم) اسی طرح رحمت عالمؐ نے مُردوں کے لئے خود بھی دعائیں مانگی ہیں اور لوگوں کو بھی سکھائیں نیز صحابہ کرام اور تابعین عظام اور ہر زمانے کے مسلمان مُردوں کے لئے دعائیں مانگتے چلے آئے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالےٰ جنت میں ایک بندے کا درجہ بلند فرما دیتا ہے۔ وہ پوچھتا ہے کہ میرا درجہ کیوں بلند ہوا؟ کہا جاتا ہے کہ تمہاری اولاد کی دعاؤں کی وجہ سے۔

مُردوں کو صدقہ کا ثواب بھی ملتا ہے

ایک شخص نے رحمت عالمؐ سے آکر کہا کہ میری والدہ اچانک فوت ہوگئیں اور وصیت نہ کر سکیں میرے خیال میں اگر انھیں بات کرنے کا موقعہ ملتا تو صدقہ ضرور کرتیں۔ اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کردوں تو کیا انھیں ثواب ملیگا؟ فرمایا ہاں۔ حضرت سعد بن معاذ کی والدہ فوت ہوگئیں آپ موجود نہ تھے۔ آپ نے رحمتِ عالم سے پوچھا۔ یا رسول اللہ میری غیر موجودگی میں میری والدہ فوت ہوگئیں اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا انھیں فائدہ پہونچے گا۔ فرمایا ہاں۔ بولے تو اچھا میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنا باغ (مخراف) ان کی طرف سے صدقہ میں دیدیا (بخاری) ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ میرے والد فوت ہوگئے۔ انھوں نے مال چھوڑا ہے اور وصیت نہیں کی۔ کیا صدقہ کرنا ان کی طرف سے کافی ہے؟ فرمایا ہاں (مسلم) حضرت سعد نے پوچھا یا رسول اللہ سعد کی والدہ فوت ہوگئیں اب ان کی طرف سے کون سا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا۔ پانی۔ آخر آپ نے کنواں تیار کرا دیا اور اس کا ثواب اپنی والدہ کو بخشدیا۔ (سنن احمد) عاص بن وائل نے جاہلیت میں سو اونٹوں کی قربانی کی منت مانی تھی۔ اس کے بیٹے ہشام نے اس کی طرف سے ۵۰ اونٹوں کی قربانی کردی تھی۔ عمرو نے اس بارے میں رحمت عالمؐ سے پوچھا فرمایا اگر تمہارا باپ توحید کا اقرار کرلیتا پھر تم اس کی طرف سے روزے رکھتے اور صدقہ کرتے تو اسے ان کا ثواب ملتا۔ (احمد)

مُردوں کو روزوں کا ثواب بھی ملتا ہے رحمت عالم ؐ نے فرمایا۔ اگر کسی پر روزے ہوں اور وہ فوت ہو جائے تو اس کی طرف سے اس کا ولی روزے رکھے (بخاری مسلم) ایک شخص نے آپ سے پوچھا یا رسول اللہ میری والدہ فوت ہو گئیں ان پر ایک ماہ کے روزے ہیں۔ کیا میں ان کی طرف سے روزے رکھ لوں؟ فرمایا۔ ہاں۔ اللہ کا قرض تو بدرجہ اولیٰ ادا کیا جائے۔ (بخاری مسلم) ایک عورت نے آپ سے پوچھا۔ کہ میری والدہ فوت ہو گئیں۔ ان پر منت کے روزے ہیں۔ کیا میں ان کی طرف سے رکھ لوں؟ آپ نے فرمایا۔ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا اور تم اسے ادا کر دیتیں تو کیا وہ قرض ادا ہو جاتا؟ بولی ہاں۔ فرمایا تو اپنی ماں کی طرف سے روزے رکھ لو (بخاری تعلیقاً)۔ بریدہؓ کا بیان ہے کہ میں رحمت عالم ؐ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اتنے میں آپ سے ایک عورت نے آ کر کہا۔ میری والدہ فوت ہو گئی ہیں۔ میں نے انھیں زندگی میں ایک لونڈی صدقہ میں دی تھی۔ فرمایا انھیں ثواب مل گیا اور میراث سے پھر وہ تمہاری طرف لوٹ آئی۔ بولی ان پر ایک ماہ کے روزے تھے۔ کیا میں ان کی طرف سے رکھ لوں۔ فرمایا ہاں رکھ لو۔ بولی۔ انہوں نے حج بھی نہیں کیا تھا۔ کیا میں ان کی طرف سے حج بھی کر لوں۔ فرمایا ہاں حج بھی کر لو۔ (مسلم) ایک عورت نے کشتی میں منت مانی کہ اگر اللہ نے اسے بچا لیا۔ تو ایک ماہ کے روزے رکھے گی۔ پھر اللہ نے اسے بچا لیا۔ مگر روزے رکھنے سے پہلے فوت ہو گئی اس کی بیٹی یا بہن نے رحمت عالم ؐ سے فتویٰ پوچھا۔ آپ نے انھیں اس کی طرف سے روزے رکھنے کا حکم دیا (مسند احمد)

مُردوں کو روزوں کے بدل (کھانا کھلانے) کا ثواب بھی پہونچ جاتا ہے روزوں کے بدل (کھانا کھلانے) کا ثواب بھی مُردوں کو پہونچ جاتا ہے۔ چنانچہ رحمت عالم ؐ نے فرمایا۔ جو مر جائے اور اس پر ایک ماہ کے روزے ہوں تو اس کی طرف سے ہر دن کے بدلے ایک محتاج کو کھانا کھلا دیا جائے۔ (ترمذی ابن ماجہ) ترمذی فرماتے ہیں۔ کہ یہ اسی سند سے مرفوع ہے اور صحیح ابن عُمرؓ کا قول ہے۔ ابن عباسؓ کا بیان ہے جو شخص رمضان میں بیمار ہونے کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکے تو کھانا کھلا دے۔ اب اس کے ذمہ قضا نہیں اور اگر روزوں کی منت مان لے تو اس کی طرف سے اس کے اولیا روزے رکھ لیں۔

مُردوں کو حج کا ثواب بھی ملتا ہے ایک جہنی عورت نے رحمت عالم ؐ سے پوچھا۔ میری والدہ نے حج کرنے کی منت مانی تھی۔ لیکن حج کرنے سے پہلے فوت ہو گئیں۔ کیا میں ان کی طرف سے حج کر لوں فرمایا کر لو۔ بتاؤ۔ اگر تمہاری والدہ پر قرض ہوتا تو کیا تم اسے ادا کر دیتیں؟ فرمایا اللہ کا قرض بھی ادا کرو کیونکہ اللہ کا قرض بدرجہ اولیٰ ادا کرنا چاہیے۔ اس سلسلے میں بریدہ والی حدیث بھی گذر چکی ہے۔

Marfat.com

سنان بن سلمۃ جہنی کی عورت نے پوچھا یا رسول اللہ میری والدہ فوت ہوگئیں۔ انہوں نے حج نہیں کیا تھا۔ کیا ان کی طرف سے میرا حج کرنا انہیں کافی ہوگا۔ فرمایا۔ ہاں اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا اور تم اسے ادا کر دیتیں تو کیا ان کی طرف سے ادا نہیں ہوتا؟ (نسائی) ایک عورت نے پوچھا کہ ان کا بچہ فوت ہوگیا اس نے حج نہیں کیا تھا فرمایا اس کی طرف سے تم حج کراؤ۔ ایک شخص نے یہی مسئلہ اپنے والد کے بارے میں پوچھا۔ فرمایا اگر تمہارے والد پر قرض ہوتا تو کیا تم اسے ادا کر دیتے۔ بولے۔ ہاں۔ فرمایا تو اللہ کا قرض تو بدرجۂ اولیٰ ادا کرنا چاہیئے۔

مُردوں کی طرف سے قرض بھی ادا ہو جاتا ہے مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ اگر مُردے کی طرف سے قرض ادا کر دیا جائے تو ادا ہو جاتا ہے اگرچہ اجنبی ہی ادا کرے۔ یا اس کے غیر ذاتی مال میں سے ادا کیا جائے ابو قتادہ والی حدیث میں ہے کہ وہ مُردے کی طرف سے دو دیناروں کے ضامن بن گئے تھے۔ جب انہوں نے ادا کر دیے تو آپ نے فرمایا اب اسے چین ملا ہے۔

اگر زندہ مُردے سے اپنا حق معاف کر دے تو وہ ساقط ہو جاتا ہے اس پر بھی اجماع ہے کہ جب کسی زندہ شخص کا مُردے پر کوئی حق ہو اور وہ اسے معاف کر دے تو وہ حق مُردے سے ساقط ہو جاتا ہے اور اس کی معافی سے اسے فائدہ پہونچتا ہے۔ جیسے زندہ شخص کو معاف کرنے سے حق ساقط ہو جاتا ہے۔ پھر نص و اجماع سے زندہ شخص کو معاف کرنے سے حق ساقط ہو جاتا ہے۔ جبکہ اس کی ادائیگی کا امکان بھی باقی ہے۔ (اگر وہ معافی قبول نہ کرے) تو مُردے کی طرف سے بدرجہ اولیٰ معافی سے حق ساقط ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ ادا کرنے پر قادر نہیں۔ پھر جب مُردوں کو زندوں کی معافی کا فائدہ پہونچتا ہے تو ان کے تحفوں اور ہدیوں کا بھی فائدہ پہونچنا چاہیئے کیونکہ دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں۔ کیونکہ عمل کا ثواب ہدیہ دینے والے کا حق ہے۔ جب وہ اپنا حق معاف کر سکتا ہے تو اپنی طرف سے ہدیہ بھی پیش کر سکتا ہے۔ قیاس بھی یہی چاہتا ہے۔ کیونکہ عملوں کا ثواب عامل کا حق ہے۔ اگر عامل اسے اپنے کسی مسلمان بھائی کو ہبہ کرے تو کون سی رکاوٹ ہے۔ جیسے زندگی میں رکاوٹ نہیں اسی طرح مرنے کے بعد رکاوٹ نہیں۔ رحمت عالم ؐ نے بتایا کہ مُردے کو روزے کا بھی ثواب ملتا ہے۔ حالانکہ روزہ محض ترک ہے اور عمل نہیں اور نیت ہے۔ جس کا تعلق دل سے ہوتا ہے جس کی اطلاع اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ اس سے اس بات کی طرف اشارا فرمایا کہ قرأت کا بھی بطریق اولیٰ ثواب ملتا ہے۔ جو زبان کا عمل ہے اور جسے کان سنتے اور آنکھیں دیکھتی ہیں۔ یعنی روزہ نیت محض ہے اور کھانے پینے اور صحبت سے بچنا ہے۔ جب اللہ نے مُردے کو روزے کا ثواب پہونچا دیا تو قرأت کا جو عمل اور نیت دونوں ہے بلکہ اس میں نیت کی بھی ضرورت نہیں ہوتی بدرجۂ اولیٰ پہونچا دے گا۔ گویا روزے کے ثواب سے اس بات کی طرف اشارا

کیا کہ تمام بدنی عبادتوں کا ثواب پہونچتا ہے۔ اسی طرح صدقے کا ثواب بتا کر اشارا کیا کہ تمام مالی عبادتوں کا ثواب پہونچتا ہے اور حج کا ثواب بتا کر اشارا کیا کہ تمام بدنی و مالی ملی جلی نیکیوں کا بھی ثواب پہونچتا ہے۔ تینوں قسموں (بدنی، مالی، اور ملی جلی نیکیوں) کا ثواب نص اور قیاس سے ثابت ہو گیا۔

ایصال ثواب نہ ماننے والوں کے دلائل

مُردوں کے لئے ایصال ثواب نہ ماننے والوں کے دلائل :-

(۱) حق تعالیٰ نے فرمایا۔ وان لیس للانسان الا ما سعٰی :- انسان کے لئے وہی ہے جو اس نے اپنی کوشش سے کیا۔ (۲) ولا تجزون الا ما کنتم تعملون :- تمھیں تمہارے ہی عملوں کا بدلہ دیا جائے گا۔ (۳) لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت :- نفس کے لئے وہی ہے جو اس نے کمایا اور اس پر وہی ہے جو اس نے حاصل کیا۔ (۴) صدقۂ جاریہ والی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مُردے کو انھیں عملوں کا ثواب ملتا ہے جن کا وہ زندگی میں سبب بن چکا ہے۔ یہی بات ابو ہریرہؓ والی حدیث سے ثابت ہوتی ہے۔ انسؓ والی حدیث میں ہے قبر میں سات عملوں کا ثواب ملتا ہے۔ کسی کو علم سکھا گیا ہو۔ نہر کھدوا گیا ہو۔ کنواں بنوا گیا ہو یا کھجور لگا گیا ہو۔ یا مسجد بنا گیا ہو۔ یا قرآن چھوڑ گیا ہو۔ یا نیک اولاد چھوڑ گیا ہو جو مرنے کے بعد اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتی رہتی ہو۔ معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا سات عملوں کے علاوہ مُردے کو ثواب نہیں پہونچتا۔ ورنہ حصر بے معنے ہو جاتا ہے۔ کہتے ہیں ہدیہ ایک قسم کا حوالہ ہوتا ہے۔ اور حوالہ لازمی حق کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے۔ اور یہ مانی ہوئی بات ہے کہ عمل ثواب واجب نہیں کرتے بلکہ ثواب حق تعالیٰ کا فضل ہے۔ پھر بندہ محض فضل پر کیسے حوالہ دے سکتا ہے۔ جو اللہ پر واجب نہیں۔ اگر چاہے تو دے اور نہ چاہے تو نہ دے۔ مثلاً کوئی فقیر کسی کو کچھ ہبہ کرے اور ایسے شخص کا حوالہ دیدے جس سے صدقہ ملنے کی توقع ہو۔ ظاہر ہے کہ ایسا ہبہ بیکار ہے کیونکہ جس کا حوالہ دیا ہے اس پر دینا واجب نہیں چاہے دے یا نہ دے۔ لہذا اس قسم کا ہبہ اور ہدیہ صحیح نہیں جیسے اس چیز کا ہدیہ صحیح نہیں جس کے ملنے کی بادشاہ سے توقع ہے اور یقین نہیں۔ علاوہ ازیں اسباب ثواب کا ایثار مکروہ ہے۔ جبکہ وہ ایثار بذریعہ عبادتوں کے ہو۔ لہذا نفس ثواب جو عبادتوں کی غایت ہے بدرجہ اولیٰ مکروہ ہوا۔ اسی طرح امام احمد نے بطور ایثار کے پہلی صف سے پیچھے ہٹنے کو مکروہ فرمایا ہے۔ کیونکہ اس میں سبب ثواب سے اعراض ہے۔ امام احمد سے اس کے بارے میں پوچھا گیا جو پہلی صف سے پیچھے ہٹ کر اپنی جگہ اپنے والد کو بڑھا دیتا ہے۔ فرمایا ٹھیک نہیں۔ اس کے علاوہ اور بہت سی نیکیاں ہیں کہ وہ باپ کے ساتھ کر سکتا ہے۔ نیز اگر میت کو ہدیہ جائز ہو تو پھر زندہ کو بدرجۂ اولیٰ جائز ہوگا۔ اور ثواب کا انتقال لازم آئے گا۔ نیز اگر یہ جائز ہو تو آدھا تہائی وغیرہ بھی جائز ہوگا۔ علاوہ ازیں اگر یہ جائز ہو تو اپنے لئے عمل کرنے کے بعد ہدیہ درست ہوگا۔ حالانکہ تم کہتے ہو کہ فعل کے وقت مُردے کے ہدیہ کی نیت کرے۔ ورنہ مردے کو ثواب نہیں ملے گا۔ جب نقل ثواب جائز ہے تو فعل کے بعد اور فعل کے قبل

Marfat.com

نیت کرنے میں کیا فرق ہے۔ نیز اگر ہدیہ جائز ہو تو زندوں پر فرائض کے ثواب کا ہدیہ بھی جائز ہوگا۔ جیسے نوافل کا ہدیہ جائز ہے۔ علاوہ ازیں تکالیف سے ایک قسم کا امتحان ہے۔ اور تکالیف بدل قبول نہیں کرتیں کیونکہ ان سے مقصد مکلف و عاقل کی عین ذات ہے۔ لہٰذا اس میں کوئی اس کے قائم مقام نہیں بن سکتا اگر کسی کے عمل سے کسی اور کو بلا اس کے ذاتی عمل کے فائدہ پہنچتا تو حق تعالیٰ اس کا زیادہ حقدار تھا حالانکہ اس نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ انسان بلا کوشش کے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ پھر جس طرح یہ اصول شرع میں کارفرما ہے اسی طرح قضا و قدر میں بھی ہے۔ مثلاً اگر کوئی بیمار یا بھوکا پیاسا یا ننگا ہو اور کوئی دوسرا شخص اس کی طرف سے دوا پی لے یا کھانا کھائے یا پانی پی لے یا کپڑا پہن لے تو کیا اس سے ننگے بھوکے کو فائدہ پہونچ جائے گا۔ علاوہ ازیں اگر غیر کا عمل کسی کو نفع پہونچا سکتا ہے تو اس کی طرف سے توبہ بھی فائدہ پہونچا سکتی ہے۔ کہتے ہیں اسی وجہ سے کسی دوسرے کی طرف سے اسلام و نماز ناقابل قبول ہے۔ پھر جب چوٹی کی عبادتوں کا یہ حال ہے تو فروعات تو بدرجۂ اولیٰ اسی حکم میں ہوں گی۔ کہتے ہیں دعا تو اللہ سے درخواست ہے اور اس سے توقع رکھی جاتی ہے کہ وہ مرنے والے پر مہربانی سے پیش آئے اور اس کے گناہوں سے چشم پوشی فرمائے۔ بس مُردوں کے لئے زندوں کا یہی ہدیہ ہے۔

نیابت والی عبادتوں (صدقہ، حج وغیرہ) کا ثواب پہنچنا ہی اور ان کے دلائل کہتے ہیں عبادت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم کی عبادت میں تو قطعی نیابت کی گنجائش نہیں۔ جیسے اسلام، نماز، روزہ اور تلاوت قرآن وغیرہ۔ اس قسم کی عبادت کا ثواب محض کرنے والے ہی کو ملے گا۔ اس سے دوسرے کی طرف ثواب منتقل نہیں ہوگا۔ جیساکہ زندگی میں معاملہ تھا۔ اور ایک قسم وہ ہے جس میں نیابت کی گنجائش ہے۔ جیسے ادائے امانت، ادائے قرض، زکات اور حج وغیرہ۔ اس قسم کی عبادتوں کا ثواب مُردوں کو پہنچتا ہے۔ کیونکہ یہ افعال زندگی میں بھی دوسروں کی طرف سے کئے جاتے ہیں۔ اور وہ سبکدوش ہو جاتے ہیں۔ تو مرنے کے بعد بدرجۂ اولیٰ ثواب پہونچے گا۔ کہتے ہیں کہ مُردوں کی طرف سے روزہ رکھنے کی حدیث کا کئی طرح جواب ہے۔ (۱) امام مالک نے مؤطا میں فرمایا ہے کہ کوئی کسی کی طرف سے روزے نہ رکھے اس پر اجماع ہے کسی کا اختلاف نہیں۔ (۲) مُردوں کی طرف سے روزہ رکھنے والی حدیث کے راوی حضرت ابن عباس ہیں اور نسائی میں ان ہی سے روزوں کی ممانعت بھی آئی ہے۔ (۳) علاوہ ازیں اس حدیث کی سند میں بھی اختلاف ہے۔ (مفہم شرح مسلم) (۴) یہ قرآن کی آیت لیس للانسان الا ما سعیٰ کے مخالف ہے۔ (۵) یہ نسائی کی ابن عباس والی روایت کے مخالف ہے۔ جس میں ہے کہ کوئی کسی کی طرف سے نہ نماز پڑھے اور نہ روزہ رکھے۔ ہاں اس کی طرف سے ہر روزے کے بدلے ایک مد گیہوں دیدے

(۶) یہ ابن عمرؓ والی حدیث کے بھی مخالف ہے کہ اگر کسی مُردے پر رمضان کے روزے ہوں تو اس کی طرف سے کھانا کھلا دیا جائے۔ (۷) یہ قیاس جلی کے بھی خلاف ہے۔ یعنی جس طرح کسی کی نماز، توبہ اور اسلام دوسرے کی طرف سے ناقابل قبول ہے اسی طرح ہر نیکی ناقابل قبول ہے۔

ابن عباسؓ والی حدیث پر امام شافعی کا تبصرہ حضرت ابن عباسؓ نے اُم سعدؓ کی نذر کی تعیین نہیں کی۔ ہو سکتا ہے کہ حج کی، یا عمرے کی یا صدقہ کی نذر ہو۔ اور آپ نے مُردے کی طرف سے پورا کرنے کا حکم فرمایا ہو۔ لیکن اگر کوئی نماز یا روزے کی منت مان کر منت پوری کئے بغیر مر جائے تو اس کی طرف سے نماز کے بارے میں تو نہ کفارہ ہے اور نہ نماز پڑھی جائے گی ہاں روزوں کے بارے میں کفارہ ہے مگر روزے نہیں رکھے جائیں گے۔ اگر کہا جائے کہ کیا رحمت عالمؐ سے روزے رکھنے کی روایت نہیں آئی ہے تو کہا جائے گا ہاں ابن عباسؓ والی روایت ہے۔ اگر کہا جائے کہ آپ اسے کیوں نہیں مانتے؟ تو کہا جائے گا کہ زہری عبیداللہ سے وہ ابن عباسؓ سے اور وہ رحمت عالمؐ سے نذر کی روایت کرتے ہیں مگر اس روایت میں نذر کی تعیین نہیں ہے۔ جیسا کہ دوسری روایتوں میں ہے حالانکہ امام زہری کا حافظہ اور عبیداللہ کا ابن عباسؓ کے پاس ایک طویل عرصہ تک اٹھنا بیٹھنا مشہور ہے۔ اب اگر کوئی راوی علاوہ زہری کے کسی اور شخص سے جو علاوہ عبیداللہ کے ہو، عبیداللہ والی حدیث کے خلاف لے آئے تو قرین قیاس یہی ہے کہ وہ محفوظ نہ ہو۔ اگر کہا جائے کہ تم اسے جانتے جو یہ حدیث ابن عباسؓ سے غلط روایت کرتا ہے؟ کہا جائے گا کہ ہاں اصحاب ابن عباسؓ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ابن زبیر سے کہا کہ زبیر متعۃ الحج سے حلال ہوئے پھر یہ ابن عباسؓ سے روایت کیا گیا کہ متعۃ النساء ہے۔ اور یہ محض غلطی ہے۔ یہی جواب روزہ رکھنے کے سلسلے میں دیا جا سکتا ہے۔ فعل حج میں مُردوں کو خرچ کرنے کا ثواب پہونچتا ہے اور حج کے افعال کا ثواب محض کرنے والے ہی کو پہونچتا ہے۔ مُردوں کو نہیں۔

مخالفین ایصال ثواب کے دلائل کی تردید لیس للانسان الا ماسعیٰ کے مختلف مطلب بیان کئے گئے ہیں (اس آیت میں انسان سے کافر مراد ہیں۔ کیونکہ مذکورہ بالا دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسروں کے عملوں سے بھی مومن کو فائدہ پہونچتا ہے؛ رہا یہ سوال کہ تخصیص کہاں سے نکال لی۔ تو اس کا جواب ظاہر ہے کہ تخصیص جائز ہے جب اس پر دلائل قائم ہوں۔ مگر یہ مطلب انتہائی کمزور ہے اور آیت میں عام معنی ہی مراد ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے جو آیتیں ہیں ان میں بھی عام معنی ہی چلا آ رہا ہے۔ مثلاً ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ؛ اور یہ کہ کوئی کسی کا گناہ اپنے اوپر نہیں لے گا۔ اول سے آخر تک آیتوں کا سیاق عام معنے میں ہے۔ مثلاً وان سعیہ سوف یریٰ ثم یجزاہ الجزاء الاوفیٰ۔ اور یہ کہ انسان عنقریب اپنی کوششیں دیکھ لے گا۔ پھر اسے پورا پورا بدلہ

Marfat.com

دیا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ یہاں بھی عام معنی مراد ہے۔ جو نیک و بد اور مومن و کافر سب کو شامل ہے۔ جیسے اس آیت میں عام معنی مراد ہیں۔ فمن یعمل مثقال ذرۃ الخ کہ جو بھلائی یا برائی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔ اسی طرح اس حدیث قدسی میں عام معنی ہے کہ اے میرے بندو میں نے تمہارا ایک ایک عمل گن رکھا ہے پھر میں تمھیں ان کا پورا پورا بدلہ دوں گا۔ پھر جو بھلائی پائے اللہ کی تعریف کرے اور جو بھلائی کے علاوہ پائے وہ اپنے اوپر ہی ملامت کرے یہ آیت ٹھیک اس آیت کی طرح ہے یاایہاالانسان انک کادح الخ اے انسان تو اپنے رب کے پاس جانے تک خوب محنت کر رہا ہے۔ مفسروں کی اس بات سے دھوکہ نہ کھانا کہ قرآن میں انسان سے فلاں جگہ ابوجہل، فلاں جگہ عقبۃ بن ابی معیط اور فلاں جگہ ولید بن مغیرۃ مراد ہے۔ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ نوع انسان بلا تخصیص کے مراد ہے جیسے مندرجہ ذیل آیتوں میں نوع انسان مراد ہے۔ ان الانسان لفی خسر۔ ان الانسان لربہ لکنود۔ ان الانسان خلق ہلوعا۔ ان الانسان لیطغیٰ۔ ان الانسان لظلوم کفار۔ وحملہا الانسان انہ کان ظلوما جہولا (انسان بڑے بھاری گھاٹے میں ہے۔ انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔ انسان کی فطرت میں بے صبری ہے۔ انسان مال دیکھ کر سرکش ہو جاتا ہے۔ انسان بڑا ظالم و ناشکرا ہے۔ انسان نے امانت اٹھالی۔ کیونکہ وہ بڑا ظالم و جاہل ہے) یہ انسان کی فطری اور ذاتی صفتیں ہیں وہ ذاتی اعتبار سے ان عادتوں سے بچ نہیں سکتا۔ جب تک رب کی توفیق و مہربانی اس کا ہاتھ نہ پکڑے اور گھسیٹ کر ان سے باہر نہ نکال لے۔ اللہ ہی نے انسان کو ایمان کی محبت دی اور اس کا دل اس سے آراستہ فرمایا۔ اور اسے کفر، فسق۔ اور گناہوں سے گھن دلائی۔ وہی انبیا اور اولیا کو دین پر قائم رکھتا ہے اور وہی ان سے برائی اور بے حیائی دور فرماتا ہے۔ رحمت عالم کے سامنے صحابہ کرام یہ شعر گنگنایا کرتے تھے ؎

واللہ لولا اللہ ما اھتدینا　　　ولا تصدقنا ولا صلینا

(اللہ کی قسم اگر اللہ نہ ہوتا تو ہم سیدھی راہ نہ پاتے۔ نہ صدقہ کرتے اور نہ نماز پڑھتے)۔ فرمایا۔ وما کان لنفس ان تؤمن الا باذن اللہ۔ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی ایمان نہیں لا سکتا۔ وما یذکرون الا ان یشاء اللہ۔ وما تشاؤون الا ان یشاء اللہ۔ یعنی تمہاری یاد و مشیت کچھ نہیں جب تک کہ اللہ کی مشیت کارفرما نہ ہو۔ (۲) یا یہ مطلب ہے کہ پہلی شریعتوں میں یہی حکم تھا۔ لیکن دلائل کی رو سے ہماری شریعت میں یہ حکم ہے کہ انسان کو اس کی ذاتی کوششوں کا بھی ثواب ملتا ہے۔ اور ان کوششوں کا بھی جو اس کے لئے دوسرے کرتے ہیں۔ یہ مطلب یا تو پہلے مطلب کی جنس سے ہے یا اس سے بھی گیا گذرا ہے۔ کیونکہ یہاں یہ جملہ اثبات و احتجاج کے مقام پر ہے تردید کے مقام پر نہیں۔ اسی وجہ سے فرمایا۔ ام لم ینبأ بما فی صحف موسیٰ۔ کیا اسے موسیٰ کے صحیفوں کی باتوں کی خبر نہیں ملی۔ یعنی پہلی شریعتوں میں بھی یہ باتیں بتائی گئی ہیں۔ اور اس شریعت میں بھی۔ (۳) بالام علی کے معنے میں ہے یعنی انسان پر وہی ہے جو اس نے کوشش کی۔ یعنی اس پر اسی کے برے عملوں کا وبال پڑے گا۔ دوسروں کے

Marfat.com

برے عملوں کا نہیں۔ یہ بھی باطل ہے۔ کیونکہ اس سے معنی و مفہوم ہی پلٹ جاتا ہے۔ اور ایسا معنی سمجھنا جس سے مفہوم اُلٹا ہو جائے اور الفاظ بھی معاونت نہ کریں ناجائز ہے۔ ولہم اللعنۃ میں لَ عَلیٰ کے معنے میں نہیں بلکہ اپنے اصل معنی میں ہے۔ یعنی ان کے لئے بھی لعنت کا حصہ ہے۔ اور لِی درہم میں بھی لَ عَلیٰ کے معنے میں محاورے کے اعتبار سے لینا غلط ہے۔ عربی زبان میں ہرگز ایسا محاورہ نہیں۔ (۴) یا یہاں حذف ہے۔ یعنی ماسعیٰ کے بعد او سعیٰ لہ محذوف ہے۔ یہ بھی ٹھیک نہیں۔ کیونکہ اس میں ایسا حذف مانا جارہا ہے جس پر سیاق کسی صورت سے بھی دلالت نہیں کرتا اور اللہ پر اور اس کی کتاب پر بلا علم کے بات ہے۔ (۵) یا آیت منسوخ ہے اور ناسخ آیت والذین آمنوا واتبعتھم ذریتھم الخ اور جو ایمان والے ہیں اور انکی اولاد ایمان میں ان کے نقش قدم پر ہے۔ ہم ان سے ان کی اولاد ملادیں گے یہ تفسیر ابن عباسؓ سے بھی نقل کی جاتی ہے مگر یہ بھی ضعیف ہے۔ ابن عباسؓ یا کسی اور کے منسوخ کہنے سے تنسیخ ثابت نہیں ہوتی۔ جبکہ دونوں آیتوں میں تطبیق نہ ممتنع ہے اور نہ دشوار۔ کیونکہ آخرت میں دنیا کی طرح بیٹے اپنے باپوں کے تابع ہوں گے۔ یہ تبعیت باپوں کی بزرگی اور ثواب کی بنا پر ہے۔ جن کو انہوں نے اپنی کوششوں سے حاصل کیا۔ لیکن بیٹوں کا باپوں کے درجہ میں بلا عملوں کے لاحق ہونا ان کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کے باپوں کی وجہ سے ہے۔ کہ اللہ نے جنت میں ان کے پاس ان کی اولاد کو پہنچا کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی کردیں۔ اور بیٹوں پر مہربانی کی جس کے وہ حقدار نہ تھے۔ جیسا کہ حور و غلمان پر اور اس مخلوق پر جسے وہ جنت کے لئے پیدا فرمائے گا بلا ان کے عملوں کے مہربانی فرمائی اور ان پر بھی جنہیں اللہ بلا کسی عمل کے صرف اپنی مہربانی سے جنت عطا فرمائے گا۔ معلوم ہوا کہ ان لا تزر وازرۃ وزر اُخریٰ، اور ان لیس للانسان الا ماسعیٰ دونوں محکم ہیں اور یہی فیصلہ رب کی عدالت و حکمت اور کمال اقدس چاہتا ہے۔ اور عقل و فطرت اس فیصلہ کے گواہ ہیں عقل چاہتی ہے کہ کسی غیر کے جرم پر انسان نہ پکڑا جائے اور فطرت چاہتی ہے کہ انسان کی نجات اسی کے اعمال و مساعی پر ہو۔ پہلی آیت انسان کو مطمئن کر دیتی ہے۔ کہ وہ کسی کے جرم پر نہیں پکڑا جائے گا جیسا کہ دنیا میں کبھی کبھی کرتا ہے کوئی اور دھر لیا جاتا ہے کوئی۔ اور دوسری آیت یقین دلاتی ہے کہ نجات ذاتی عملوں پر ہے۔ باپ دادا کے اور بزرگوں اور مشائخ کے عملوں پر نہیں جیسا کہ بعض جاہلوں نے سمجھ رکھا ہے کہ ہمیں ہمارے پیر بخشوا دیں گے۔ قارئین کرام ان آیتوں کے حسن اجتماع پر غور کریں۔ اور لطف اندوز ہوں اس کی نظیر یہ آیت ہے من اھتدیٰ الخ جس نے راہ پائی اس سے اسی کو فائدہ پہونچے گا۔ اور جو بھٹک گیا اس سے اسی کو نقصان پہونچے گا۔ اور کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔ (آگے فرماتے ہیں) وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولاً اور ہم رسول بھیجنے سے پہلے عذاب کرنے والے نہیں۔ حق تعالیٰ نے اس آیت میں غیر مسلمین کے لئے چار احکام بیان فرمائے یہ چاروں احکام عدالت و حکمت کی غایت ہیں۔ (۱) ہدایت سے ارباب ہدایت کو فائدہ پہونچے گا۔ کسی غیر کو نہیں (۲)

گمراہی سے ارباب ضلالت ہی کو نقصان پہونچے گا کسی اور کو نہیں۔ (۳) کوئی کسی غیر کے جرم میں نہیں پکڑا جائے گا۔ (۴) کسی پر اس وقت تک عذاب نہ ہوگا جب تک اس کے پاس رسول بھیجکر حجت قایم نہ کر دی جائے غور کیجئے ان چاروں مسائل کے ضمن میں کس قدر اللہ کی حکمت و عدالت اور فضل و کرم جوش مار رہا ہے۔ اسی طرح دھوکہ کھانے والوں اور جھوٹی امیدیں رکھنے والوں کی اور اللہ کے اسماء و صفات سے جاہل رہنے والوں کی کیسی تردید ہو رہی ہے۔ (۶) یا یہاں انسان سے مراد زندہ انسان ہے مُردہ نہیں۔ یہ بھی سابق احتمال کی طرح غلط ہے۔ یہ لفظ عام میں غلط تصرف ہے۔ صاحب تصرف الفاظ کی دلالت نظر انداز کر دیتا ہے اور خلاف موضوع پر محمول کر لیتا ہے۔ ایسا تصرف قطعی باطل ہے۔ جیسے سیاق آیت، قیاس، شرعی قواعد، شرعی دلائل اور شرعی عرف باطل ٹھہراتا ہے۔ اس قسم کے غلط تصرفات کا سبب ذاتی عقائد پر مبنی ہے کہ انسان پہلے کوئی عقیدہ قایم کر لیتا ہے پھر اس عقیدے کے خلاف جو نص آتی ہے تو جس طرح ممکن ہوا سے توڑ مروڑ کر اپنے عقیدے کے ہمنوا بنانا چاہتا ہے۔ عقائد کے خلاف دلائل کی اس طرح مدافعت کی جاتی ہے جس طرح بے پروا ہو کر دشمن کی مدافعت کیجاتی ہے۔ دلائل میں اسی وقت تصادم ہوتا ہے جب حق و باطل مل جائیں۔ صداقت کے دلائل آپس میں کبھی نہیں ٹکراتے بلکہ ایکدوسرے کی تصدیق کرتے ہیں۔ (۷) یا انسان نے اپنی جد و جہد اور حسن معاشرت سے دوست پیدا کئے اولاد پیدا کی۔ نکاح کیا اور لوگوں سے محبت و حسن سلوک کیا جس کے نتیجے میں انہوں نے بھی ترس کھا کر عبادتوں کے ہدیئے اسے بھیجے۔ گو یا یہ ہدایا اسی کی کوششوں کے نتائج ہیں۔ جیسا کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا۔ سب سے زیادہ پاکیزہ روزی یہ ہے کہ انسان کما کر کھائے اور اس کی اولاد بھی اس کی کمائی میں شامل ہے۔ اسی معنی کی طرف صدقہ جاریہ والی حدیث اشارہ کرتی ہے۔ یہیں سے امام شافعی نے فرمایا کہ اولاد ماں باپ کی طرف سے حج بدل کر سکتی ہے اجنبی نہیں۔ کیونکہ اولاد کا پیسہ ماں باپ کا پیسہ ہے اور اب ان پر حج واجب ہے۔ یہ درمیانی درجہ کا جواب ہے اور اس کی تکمیل کی ضرورت ہے۔ کیونکہ انسان ایمان و اطاعت کی وجہ سے اپنے ذاتی عملوں کے ساتھ ساتھ اپنے بھائیوں کے عملوں سے بھی فائدہ اٹھائے گا۔ جیسا کہ دنیا میں فائدہ اٹھایا کرتا تھا۔ کیونکہ مشترک اعمال میں مومن بعض بعض کے عملوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ مثلاً جماعت کی نماز سے ہر نمازی دوسرے نمازیوں کی وجہ سے ۲۷ درجہ کا فائدہ اٹھا رہا ہے۔ کیونکہ دوسرے نمازی اس کے ساتھ شریک نماز ہیں۔ اور غیروں کا عمل اس کے ثواب کی زیادتی کا سبب ہے۔ جیسے اس کا عمل غیروں کے ثواب کی زیادتی کا سبب ہے۔ بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ نمازیوں کی تعداد کے مطابق نماز کا ثواب بڑھ جاتا ہے۔ اسی پر جہاد، حج، تبلیغ اور ہر نیکی و تقوی کا قیاس کر لو۔ ہر ایک کام کا ثواب مل جل کر کرنے سے بڑھ جاتا ہے۔ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا مومن مومن کے لئے عمارت کی طرح ہے کہ ایک سے دوسرے کو تقویت پہنچتی ہے۔ پھر آپ نے انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر بتایا کہ اس طرح۔ یہ تو ظاہر ہے کہ دینی

Marfat.com

معاملات میں بہ نسبت دنیوی معاملات کے اجتماعی طاقت کی زیادہ ضرورت ہے۔ لہذا اسلام کی لڑی میں منسلک ہونا باہمی انتفاع کا دنیوی زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی سب سے بڑا سبب ہے۔ اور مُردوں کو ثواب پہونچنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ حق تعالیٰ نے عرش اٹھانے والے فرشتوں اور آس پاس والے فرشتوں کی طرف سے خبر دی ہے کہ وہ مومنوں کے لئے دعا و استغفار کرتے ہیں۔ اور یہ بھی خبر دی ہے کہ مومنوں کے لئے اس کے مقدس رسول جیسے حضرت نوح، حضرت ابراہیم اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم بھی دعا و استغفار کرتے ہیں۔ لہذا انسان اپنے ایمان کی وجہ سے ان کی نیک دعاؤں سے فائدہ اٹھانے کا سبب بن گیا اور یہ سبب اس کے مساعی میں سے ہے۔ مسلمانوں کی دعاؤں اور عملوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے حق تعالیٰ نے ایمان کو ارباب ایمان کے لئے سبب بنا دیا ہے۔ پھر جب کوئی ایمان لے آیا تو اس نے وہ سبب کما لیا جس کی وجہ سے وہ اپنے بھائیوں کے عملوں اور دعاؤں سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ رحمت عالم ؐ نے عمرو رضؓ سے فرمایا تھا کہ اگر تمہارا باپ توحید کا اقرار کر لیتا تو اسے تمہارا یہ عمل پہونچ جاتا۔ (اس کی موت کے بعد تم نے اس کی طرف سے جو یہ غلام آزاد کیا ہے اسے اس نیکی کا ثواب مل جاتا)

(۸) یا یہ مطلب ہے کہ قرآن نے دوسروں کے عملوں سے فائدہ پہونچنے کی نفی نہیں کی۔ بلکہ غیر کے عملوں سے ملکیت کی نفی کی ہے۔ دونوں باتوں میں بہت فرق ہے یعنی انسان اپنی ذاتی مساعی کا مالک ہے۔ غیروں کی مساعی کا نہیں۔ کیونکہ ان کے غیر مالک ہیں۔ اگر وہ چاہیں تو دوسروں کو دیدیں اور نہ چاہیں تو اپنے ہی لئے محفوظ رکھیں ہمارے شیخ نے یہی معنی پسند فرمائے ہیں اور اسی کو ترجیح دی ہے۔

لیس للانسان الخ کے ہم معنی آیتیں | اس آیت کے ہم معنی آیتیں حسب ذیل ہیں :-

(۱) لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت (انسان کی کمائی کا اسے فائدہ پہونچے گا اور اسی کا وبال اس پر پڑے گا)

(۲) ولا تجزون الا ماکنتم تعملون (تمھیں تمہارے عملوں کا بدلہ دیا جائے گا) بس اس آیت کا سیاق صراحت سے بتاتا ہے کہ انسان کی پکڑ اسی کے عملوں پر ہوگی کسی اور کے عملوں پر نہیں۔ کیونکہ حق تعالیٰ کا فرمان ہے فالیوم لا تظلم نفس شیئا الخ (آج کسی پر ذرا سا بھی ظلم نہ ہوگا اور تمھیں تمہارے ہی عملوں کا بدلہ ملیگا۔) یعنی نہ کسی کی برائیاں بڑھائی جائیں گی نہ کسی کی نیکیاں گھٹائی جائیں گی اور نہ کسی غیر کے عملوں کی وجہ سے سزا دی جائے گی۔ اس بات کی نفی نہیں ہے کہ کسی غیر کے عملوں سے جزا کے طور پر کوئی فائدہ بھی نہیں اٹھائے گا۔ کیونکہ مُردوں کا زندوں کے ہدیوں سے فائدہ اٹھانا اپنے عملوں پر جزا کے طور پر نہیں ہے بلکہ محض اللہ کا صدقہ ہے اور اس کا فضل و کرم ہے اس نے غیر جزا کے طور پر اپنے کسی بندے کے عمل کا ثواب جو اس نے ہبہ کر دیا تھا اسے عطا فرما دیا ہے۔

صدقہ جاریہ والی حدیث کا جواب | صدقہ جاریہ والی حدیث سے استدلال قطعی غلط ہے۔ کیونکہ اس میں رحمت عالم نے مرنے والے کے انقطاع عمل کی خبر دی ہے، انتفاع عمل کی نہیں۔ غیروں کے عملوں کا ثواب

عاملوں ہی کے لئے ہے۔ اگر کوئی عامل اپنے کسی عمل کا ثواب کسی مُردے کو بخشدے تو اسے اس عامل کے عمل کا ثواب پہونچ جائے گا اپنے عمل کا نہیں۔ کیونکہ موت سے اپنے عمل تو ختم ہو چکے معلوم ہوا کہ ختم ہونے والی اور چیز ہے اور پہونچنے والی اور چیز ہے۔ یہی اس حدیث کا جواب ہے کہ مُردے کے ساتھ اس کی نیکیاں اور عمل جاتے ہیں۔

غلط قیاس کا جواب تمہارا یہ کہنا کہ ہدیہ حوالہ ہوتا ہے اور حوالہ اسی حق کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے جو لازم ہوتا ہے صحیح ہے مخلوق کا مخلوق پر حوالہ اسی قسم کا ہوتا ہے لیکن مخلوق کا خالق پر حوالہ اس کے علاوہ ہے۔ اس قسم کے حوالہ کا اس قسم پر قیاس کرنا غلط ہے۔ نص و اجماع سے ثابت ہے کہ اگر مُردے کا قرض ادا کر دیا جائے یا اس کی طرف سے حقوق واجبہ ادا کر دیئے جائیں اور صدقہ کر دیا جائے اور حج کر لیا جائے تو ان عملوں سے اسے فائدہ پہونچے گا۔ اس نص و اجماع کو ہٹانے کی کوئی صورت ہی نہیں۔ اسی طرح روزوں کا ثواب پہونچتا ہے۔ غلط قیاس شرعی قواعد و نصوص سے نہیں ٹکرا سکتے۔

ایثار عبادت کی کراہیت کا جواب تمہارا یہ کہنا کہ چونکہ سبب کے واسطے سے ایثار مکروہ ہے (عبادتوں کا ایثار مکروہ ہے) لہذا اس کا ایثار بھی مکروہ ہے۔ جو عبادتوں کی غرض و غایت ہے۔ یعنی ثواب کا ایثار بدرجۂ اولیٰ مکروہ ہے۔ اس کے چند جواب ہیں۔ (۱) زندگی میں انجام کی سلامتی کی خبر نہیں ہوتی ہو سکتا ہے جس پر عبادت کا ایثار کیا ہو وہ مرتد ہو جائے۔ اس صورت میں وہ ایثار نا اہل پر ہوا۔ اس لئے علمانے عبادتوں کا ایثار مکروہ قرار دیا۔ مگر یہ خطرہ موت سے جاتا رہتا ہے۔ اس لئے مُردے کے لئے ایثار مکروہ نہیں۔

ایک اعتراض مع جواب کے اگر کوئی کہے کہ باطن کا علم تو اللہ ہی کو ہے۔ ممکن ہے جسے ثواب بخشا گیا ہو وہ باطن میں اسلام پر فوت نہ ہوا ہو۔ اس لئے ثواب سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا مگر یہ اعتراض انتہائی کمزور ہے اس لئے کہ ثواب بخشنا تو نماز جنازہ اور دعا و استغفار کی طرح ہے اگر مُردہ نا اہل ہے تو اس کا ثواب عاملوں پر ہی لوٹ آئے گا۔ (۲) عبادتوں کا ایثار عبادتوں سے بے توجہی اور سستی پر دلالت کرتا ہے۔ اگر اسے جائز قرار دیدیا جائے تو اس کا انجام عبادتوں سے پیچھے ہٹنا، ان میں سستی کرنا اور ان سے ہاتھ دھو لینا ہے۔ بخلاف عبادتوں کے ثواب بخشنے کے۔ کیونکہ عامل طمع ثواب کی غرض سے ان میں رغبت کرتا ہے اور انہیں دوڑ کر کرتا ہے تاکہ خود فائدہ اٹھائے یا اپنے کسی بھائی کو فائدہ پہونچائے۔ دونوں میں کھلا فرق ہے۔ (۳) ایثار عبودیت کے مقصد کے خلاف ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ کو عبادتوں میں دوڑ دھوپ اور رغبت محبوب ہے۔ جیسے دنیا کے بادشاہ اپنی خدمات میں پوری بسرسری توجہ اور انتہائی دلچسپی چاہتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے عبادتیں واجب فرمادی ہیں یا مستحب اگر کوئی عبادت میں ایثار کرتا ہے تو واجب یا مستحب کو ترک کرکے غیر پر ڈال دیتا ہے اور خود دستبردار

ہو جاتا ہے۔ اس صورت سے عبادت کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ برعکس اس کے اگر خود عبادت کرکے اس کا ثواب کسی اور کو بخشدے تو اس میں کوئی خرابی نہیں۔ فرمایا: سابقوا الی مغفرة الخ (اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کی چوڑائی آسمان وزمین کی برابر ہے۔ فرمایا فاستبقوا الخیرات (نیکیوں میں سبقت کرو) ظاہر ہے کہ عبادتوں میں ایثار ان میں سبقت کرنے اور دوڑنے کے برعکس ہے۔ صحابۂ کرام عبادتوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ اور کسی کو ترجیح نہیں دیا کرتے تھے۔ حضرت عمر کا بیان ہے کہ اللہ کی قسم ابوبکر کی اور میری جس نیکی میں بھی دوڑ ہوئی ابوبکر مجھ سے آگے نکل گئے۔ آخر حضرت عمر نے ہار کر کہا کہ آئندہ میں کسی نیکی میں تمہارے ساتھ دوڑ نہ کروں گا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا: وفی ذالک فلیتنافس المتنافسون (اور اس میں رغبت کرنے والوں کو رغبت کرنی چاہیئے۔ یعنی مقابلہ کی غرض سے رغبت کرنی چاہیئے۔ کہ میں ہی سب سے پیش پیش رہوں اور ایثار میں بجائے رغبت کے اعراض کا پہلو نکلتا ہے۔

اس کا جواب کہ اگر مردوں کو ثواب بخشنا جائز ہے تو زندوں کو بھی بخشنا جائز ہونا چاہیئے!

اس کے دو جواب ہیں (۱) ہاں زندوں کو بھی ثواب بخشنا جائز ہے۔ بعض اصحاب احمد وغیرہ کا یہی قول ہے۔ قاضی فرماتے ہیں امام احمد کے کلام سے مرنے کی تخصیص ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ انہوں نے فرمایا ہے نیکی کرکے اس کا ثواب آدھا آدھا ماں باپ کو بخشدے۔ اس پر ابوالوفا ابن عقیل نے اعتراض کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ عقل سے بعید ہے۔ شریعت کے ساتھ مذاق ہے اور اللہ کی امانت میں بے جا تصرف ہے۔ مرنے کے بعد اللہ نے ہمیں ایصال ثواب کا طریقہ استغفار ونماز جنازہ کی راہ سے بتا دیا ہے۔ (آگے ایک سوال اٹھاتے ہیں) کہ اگر کوئی کہے کہ جیسے زندگی میں کوئی کسی کا قرضہ یا بار اٹھا لیتا ہے مرنے پر بھی اسی طرح اٹھا سکتا ہے۔ حیات وموت کی ضمانت میں کیا فرق ہے۔ دونوں سے مطالبہ ختم ہو جاتا ہے۔ جب یہ بات ہے تو حیات وموت دونوں حالتوں میں ایصال ثواب قرین قیاس ہے (پھر جواب دیتے ہیں کہ) اگر دونوں حالتوں میں ایصال ثواب صحیح ہو تو لازم ہے کہ زندوں کے گناہ دوسرے زندوں کی توبہ سے مٹ جائیں اور غیر کے عملوں سے ان سے آخرت کا بار ٹل جائے۔ میں کہتا ہوں یہ لزوم باطل ہے بلکہ زندہ حضرات کا دوسروں کی دعا واستغفار سے فائدہ اٹھانا اور ان کے قرض کو ادا کرنے سے سبکدوش ہو جانا صاف بتا رہا ہے کہ یہ لزوم باطل ہے۔ ہاں رحمت عالم ﷺ نے مجبور وعاجز زندہ کی طرف سے حج کرنے کی رخصت دی ہے بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ زندگی میں انجام کی سلامتی کا بھروسہ نہیں۔ کیونکہ ہدیہ دیئے جانے والے کے مرتد ہونے کا ڈر ہے۔ پھر اسے ہدیہ سے فائدہ نہیں پہونچے گا۔ ابن عقیل فرماتے ہیں یہ باطل عذر ہے۔ کیونکہ یہ ڈر تو ہدیہ دینے

والے کے ساتھ بھی ہے کہ وہ مرتد ہو کر مر جائے اور اس کے عمل غارت ہو جائیں۔ جن میں سے ایک عمل کا ثواب
ہدیہ میت بھی تھا۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ لزوم ہی باطل ہے۔ نص و اجماع کے دلائل اسے باطل کر رہے ہیں کیونکہ
رحمت عالم ؐ نے حج اور روزے کی میت کی طرف سے اجازت دی ہے اور اس پر اجماع ہے کہ اگر زندہ مُردے
کی طرف سے قرض ادا کرے تو وہ بری ہو جائے گا۔ حالانکہ مذکورہ بالا خدشے دونوں کے ساتھ موجود ہیں یہ بھی
جواب دیا جا سکتا ہے کہ زندہ نے مُردے کو جن نیکیوں کا ثواب بخشا ہے اب وہ مُردے کی ملک ہو گیا ہے۔
اب اگر زندہ مرتد ہو جائے تو وہ باطل نہ ہوگا کیونکہ وہ عمل اس کی ملکیت سے نکل چکا مثلاً مرتد ہونے سے
پہلے غلام آزاد کئے تھے یا کفارہ دیا تھا تو ظاہر ہے کہ ارتداد کا ان تصرفات پر کچھ اثر نہیں پڑے گا۔ بلکہ اگر لاچار
زندہ کی طرف سے حج بھی کیا تھا تو ارتداد سے اس کے حج پر اثر نہیں پڑے گا۔ کہ اب وہ کسی اور سے حج کرائے کیونکہ
جس سے بھی حج کرائے گا اس کے ساتھ بھی یہی خدشہ موجود ہے۔ علاوہ ازیں زندوں اور مُردوں میں فرق ہے زندہ مردے
کی طرح محتاج نہیں ہے۔ کیونکہ زندہ کو عمل کا موقع حاصل ہے ممکن ہے وہ خود عمل کرے۔ لیکن مُردے کو یہ موقعہ
حاصل نہیں۔ نیز اگر کسی زندہ کے عمل سے یا توبہ سے دوسرے زندہ حضرات کو فائدہ پہونچنا مان لیا جائے تو مالدار
اپنی عبادتوں کا بار غریبوں پر ڈال دیں۔ کیونکہ وہ کرائے پر آدمی کر کے اپنی عبادتیں ان سے ادا کرا لیا کریں۔ اور
عبادتیں معاوضہ سے حاصل کی جا سکیں۔ جس کا لازمی نتیجہ فرائض و نوافل کو ساقط کرا دینا ہے۔ اور جو عبادتیں اللہ
کے قرب کا ذریعہ ہیں، وہ آدمیوں کے قرب کا ذریعہ بن جائیں، اخلاص سے خالی ہو جائیں اور کسی کو بھی ثواب
نہ ملے نہ کرنے والے کو نہ کرانے والے کو۔ ہم ہر اُس عبادت پر جو قرب کا ذریعہ ہو اجرت لینے سے منع کرتے ہیں اور
کہتے ہیں کہ اجرت لینے سے ان کا اجر جاتا رہتا ہے۔ اجر انھیں کو ملتا ہے جو خالص اللہ کے لئے عمل کرتے ہیں محاسن
شرع کی یہ شان نہیں کہ عبادتوں کو معاملات بنا دیا جائے کہ ان سے اجرت و معاش مدنظر ہو۔ قرض وغیرہ کی
ضمانت اس لئے جائز ہے کہ یہ آدمیوں کے حقوق ہیں۔ ان میں باہمی ضمانت زندگی میں بھی جاری ہوتی ہے اور مرنے کے بعد بھی

جزئی ایصال ثواب بھی جائز ہے

تمہارا یہ کہنا کہ اگر کسی عمل کا ایصال ثواب جائز ہو تو جزئی ایصال ثواب
بھی جائز ہونا چاہئے غلط ہے، ہم اس کو نہیں مانتے کہ کلی ایصال جائز ہو تو جزئی بھی جائز ہو کیونکہ یہ محض تمہارا
دعویٰ ہے جو تشنۂ دلیل ہے۔ علاوہ ازیں اگر جزئی ایصال ثواب بھی مان لیا جائے تو کیا خرابی ہے خود امام احمد نے
اس کی تصریح فرمائی ہے۔ انسان اپنی ملکیت میں جس طرح چاہے تصرف کرے جائز ہے۔ کہ اگر ایک عمل کا تمام
مُردوں کو ثواب پہونچائے تو سب کو پہونچ جائے گا۔ مثلاً چار کو پہونچائے تو چاروں کو چوتھائی چوتھائی پہنچ جائے گا۔

اس کا جواب کہ اگر ایصال ثواب جائز ہو تو لامحالہ اسی عمل کا جائز ہوگا جو انسان نے کیا ہے حالانکہ تم نے ایصال ثواب کے لئے عمل کے وقت ایصال ثواب کی نیت کی شرط لگائی ہے

یہ ہے کہ امام احمد
سے یہ شرط منقول

منقول نہیں ہے اور نہ پہلے علماء کے کلام میں پائی جاتی ہے۔ البتہ پچھلے علماء میں سے قاضی وغیرہ نے یہ شرط لگائی ہے جس نے عمل کے شروع میں ایصال ثواب کی نیت کی شرط لگائی ہے اس کی غرض یہ ہے کہ عمل کا ثواب براہِ راست مردے کو پہنچ جائے۔ اور جس نے عمل کرکے بعد میں ایصال ثواب کی نیت کی پہلے اسے اس عمل کا ثواب ملے گا پھر وہ ثواب اس سے منتقل ہو کر میت کو پہنچ جائے گا۔

ابوعبداللہ بن حمدان کا قول

ابوعبداللہ بن حمدان فرماتے ہیں اگر شروع عمل میں ایصال ثواب کی نیت نہیں کی تو عمل کا ثواب عامل کو ملے گا۔ جو ناقابل انتقال ہے۔ کیونکہ عمل پر ثواب اس طرح مرتب ہوتا ہے جیسے موثر پر اثر مرتب ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اگر کسی نے اپنی طرف سے غلام آزاد کیا تو حق ولا اسی کو ملے گا اس سے دوسرے کی طرف منتقل نہ ہوگا۔ ہاں اگر شروع میں غیر کی طرف سے آزاد کرے گا تو حق ولا غیر کو پہنچے گا۔ اسی طرح اگر کوئی اپنی طرف سے قرض ادا کرے اور ادا کرنے کے بعد نیت بدل کر یہ نیت کرے کہ زید کی طرف سے ادا کر دیا ہے تو یہ صحیح نہیں۔ اسی طرح اگر اپنا حج کرے یا اپنا روزہ رکھے یا اپنے لئے نماز پڑھے پھر غیر کی طرف سے نیت کرے تو جائز نہیں۔ جنہوں نے رحمتِ عالم سے ایصال ثواب کا فتویٰ پوچھا تھا یہی پوچھا تھا کہ جو ہم اپنی طرف سے صدقہ کر چکے کیا اس کا ثواب انھیں پہنچ سکتا ہے؟ اسی طرح آپ سے عورت نے پوچھا تھا کیا میں اپنی والدہ کی طرف سے حج کر سکتی ہوں۔ اور ایک مرد نے پوچھا تھا کیا میں اپنے باپ کی طرف سے حج کر سکتا ہوں آپ نے اجازت دیدی اپنے طرف سے کئے ہوئے عملوں کے ایصال ثواب کے بارے میں تو کسی نے پوچھا ہی نہیں۔ اور نہ کسی صحابی نے ایسا کیا کہ پہلے اپنے لئے عمل کیا ہو پھر اس کا ثواب دوسرے کی طرف منتقل کر دیا ہو۔ یہ ہے شرط کا نکتہ۔ لیکن جو شرط کے قائل نہیں وہ انتقال ثواب کے بھی قائل نہیں۔

اس کا جواب کہ اگر ایصال ثواب جائز ہو تو زندوں کے فرائض کے ثوابوں کا بھی ہدیہ کرنا جائز ہوگا؛

یہ ہے کہ جو ایصال ثواب کے لئے شروع میں نیت کی شرط کے قائل ہیں ان پر تو یہ الزام آ نہیں سکتا کیونکہ غیر کی طرف سے ادا کرنے سے اپنا فرض ساقط نہیں ہوتا۔ ہاں جس نے نیت کی شرط نہیں لگائی اس پر الزام ضرور آتا ہے۔ جس کے دو جواب ہیں۔ ابوعبداللہ بن حمدان فرماتے ہیں۔ کہا جاتا ہے اگر فرض نماز یا فرض روزے وغیرہ کا ثواب کسی غیر کو ہدیہ کر دیا جائے تو جائز ہے اور فاعل کے ذمے سے فرض بھی ساقط ہو جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ایک جماعت سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنے فرضی اور نفلی عملوں کا ثواب لوگوں کو بخش دیا۔ اور فرمایا کہ ہم اللہ سے خالی ہاتھ ملاقات کریں گے۔ شریعت اس سے روکتی نہیں۔ ثواب عامل کی ملکیت ہے۔ اگر وہ اسے غیروں کو بخش دیتا ہے تو اس میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ (۲) بعض نے ناجائز بتایا ہے مگر پہلا ہی قول صحیح ہے۔

اس کا جواب کہ تکالیف امتحان ہیں اور بدل قبول نہیں کرتیں

یہ ہے کہ یہ چیز شرع کی اجازت

Marfat.com

کے مانع نہیں کہ مسلمان اپنے بھائی کو کسی عمل سے فائدہ پہونچائے۔ بلکہ یہ رب کی مہربانی اور احسان کا تتمہ اور اس شریعت کا جو عدل واحسان اور تعارف پر مبنی ہے تکملہ ہے۔ حق تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کو اور عرش اٹھانے والے ملائکہ کو مومنوں کے حق میں دعا واستغفار کے لئے کھڑا کر دیا ہے وہ اللہ سے ان کے لئے دعا کر رہے ہیں کہ اللہ تعـ انھیں برائیوں سے بچائے اور رحمت للعالمین کو حکم فرما دیا ہے کہ آپ مومن مردوں اور عورتوں کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں۔ قیامت کے دن آپ کو مقام محمود میں کھڑا کر دیا جائے گا تاکہ آپ موحدوں کی شفاعت فرمائیں۔ اللہ نے آپ کو حکم فرمایا ہے کہ آپ اپنے صحابہ کے لئے دعا فرمائیں۔ زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی۔ آپ قبروں پر جاکر ان کے لئے دعائیں مانگا کرتے تھے۔ شریعت کا یہ ایک مانا ہوا مسئلہ ہے کہ جو فرض کفایہ ہے اگر اسے کوئی ایک قابل بھروسہ مسلمان ادا کر دے تو سب کی طرف سے ساقط ہو جائے گا۔ نیز حق تعالیٰ میت کی طرف سے قرض ادا کرنے پر دخول جنت کی رکاوٹ اور قبر والی تپش دور فرما دیتا ہے۔ گو مکلف کے حق میں وہ وجوب امتحان ہے۔ اسی طرح امام کی نماز صحیح ہونے کی وجہ سے مقتدی سے سجدۂ سہو ساقط ہو جاتا ہے۔ اور امام کی قراۃ سے مقتدی کی قراۃ ساقط ہو جاتی ہے۔ اسی طرح امام کے سترے سے مقتدی کا سترہ ساقط ہو جاتا ہے۔ ایصال ثواب کے احسان کے لئے حق تعالیٰ کا احسان نمونہ ہے۔ اللہ احسان پسندوں کو پسند فرماتا ہے مخلوق اللہ کی عیال ہے۔ اللہ کو وہی سب سے زیادہ پیارا ہے جو اس کی عیال کے لئے سب سے زیادہ مفید ثابت ہو۔ پھر جب اللہ پاک ان سے محبت کرتا ہے جو اس کی مخلوق کو پانی کا ایک گھونٹ یا تھوڑا سا دودھ یا روٹی کا ٹکڑا دیدے تو ان سے کیسے محبت نہ کرے گا۔ جو اس کی مخلوق کو حالت ضعف وفقر میں جبکہ انھیں عمل کا موقع بھی میسر نہیں، اور سخت حاجت مند ہیں۔ فائدہ پہونچائے۔ یہ تو اللہ کو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ پیارا ہونا چاہیئے۔ اسی وجہ سے بعض سلف کہتے ہیں کہ جس نے روزانہ ستر مرتبہ یہ دعا کی رَبِّ اغْفِرْلِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ (اے اللہ مجھے، میرے ماں باپ کو اور تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کو اور مومن مردوں اور عورتوں کو بخش دے) تو اسے تمام مسلمانوں کے برابر ثواب ملے گا۔ یہ کوئی بعید بات بھی نہیں۔ کیونکہ جس نے اپنے بھائیوں کے لئے دعائے مغفرت کی اس نے ان سے حسن سلوک کیا۔ اور اللہ حسن سلوک کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔

اس کا جواب کہ اگر ایصال ثواب صحیح ہو تو دوسروں کی طرف سے اسلام وتوبہ بھی قابل قبول ہونی چاہیئے، مگر اسلام وتوبہ قابل قبول نہیں اسلئے ایصال ثواب بھی صحیح نہیں

یہ ہے کہ یہ لزوم باطل ہے۔ (۱) کیونکہ یہ قیاس نصوص واجماع سے ٹکراتا ہے اور نص کے مقابلہ میں قیاس کی کوئی وقعت بھی نہیں۔ (۲) اس صورت میں اللہ نے جن کا حکم جدا گانہ رکھا ہے ان کا حکم ایک کر دیا جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ نے دوسرے کی طرف سے اسلام و

Marfat.com

توبہ قبول نہیں فرمائی۔ البتہ صدقہ، حج اور آزاد کرنا قبول فرمایا ہے۔ لہذا دونوں کا حکم برابر کرنے والا قیاس ایسا ہے جیسے کوئی مردار و ذبح جانوروں کا اور سود و بیع کا ایک ہی حکم بتائے کہ دونوں حلال ہیں۔ (۳) حق تعالیٰ نے مسلمانوں میں اسلام کا ایک ایسا ہمہ گیر رشتہ قائم فرما دیا ہے جو زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی ایک دوسرے کو فائدہ پہنچانے کا قوی سبب ہے۔ اگر یہ رشتہ نہ ہو تو پھر فائدہ پہنچنا ناممکن ہے جیسا کہ رحمت عالم نے عمرؓ سے فرمایا تھا کہ اگر تمہارے والد موحد ہوتے اور تم ان کی طرف سے روزے رکھتے یا صدقہ کرتے تو یہ عمل انھیں فائدہ پہنچاتے اسلام و توحید کے ہوتے ہوئے ہی عملوں کا فائدہ پہنچتا ہے۔ اگر خود عامل اسلام و توحید سے محروم ہے تو اسے خود بھی اپنے نیک عملوں سے فائدہ نہیں پہنچتا۔ جیسے خلوص و اتباع سنت عمل کی قبولیت کی شرط ہے اور جیسے وضو اور نماز کی دیگر تمام شرطیں صحت نماز کے لئے ضروری ہیں، یہی حال تمام اسباب و مسببات کا ہے خواہ شرعی ہوں یا عقلی۔ یا حسی جو وجود سبب و عدم سبب والی دونوں حالتوں کو برابر کرے وہ قطعی نادان ہے۔ یوں کیوں نہیں کہہ دیتے کہ اگر نافرمانوں کے حق میں شفاعت قابل قبول ہے تو مشرکوں کے حق میں بھی قابل قبول ہوگی یا اگر توحید والے جہنم سے نکال لئے جائیں گے تو تمام کافر بھی نکال لئے جائیں گے۔ ظاہر ہے کہ دونوں کا حکم ایک نہیں۔ بہرحال اہل علم کو ان خرافات کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت بھی نہ تھی اگر لوگ اپنے اعمالنامے لوگوں میں اس قسم کی کتابیں پھیلا کر سیاہ نہ کرتے۔

اس کا جواب کہ فقط نیابت والی عبادتوں میں ایصال ثواب جائز ہے

اسکا جواب کہ عبادتوں کی دو قسمیں ہیں ایک نیابت قبول کرتی ہے اس میں تو ایصال ثواب جائز ہے اور ایک قبول نہیں کرتی اس میں ناجائز ہے، یہ ہے کہ یہ محض دعویٰ ہے اس کی دلیل کیا ہے؟ تم نے کہاں سے یہ فرق نکال لیا اس پر قرآن نہ حدیث یا قیاس سے کوئی دلیل ہے۔؟ رحمت عالمؐ نے میت کی طرف سے روزے رکھنے جائز قرار دیئے ہیں حالانکہ روزے نیابت قبول نہیں کرتے۔ اسی طرح فرض کفایہ میں ایک شخص سب کی طرف سے عبادت انجام دے سکتا ہے۔ فرض سب کی طرف سے ساقط ہو جائے گا اسی طرح ناسمجھ بچے کا سرپرست اس کی طرف سے حج کر سکتا ہے اور اپنے نائب کے فعل سے اسے اجر ملتا ہے۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں۔ بے ہوش کی طرف سے اس کے رفقا احرام باندھ سکتے ہیں، اسی طرح شارع نے ماں باپ کے اسلام کو ان کے بچوں کے اسلام کا درجہ دیا ہے۔ تم نے دیکھا کس طرح شریعت نے نیکیاں فاعل سے غیر فاعل کی طرف منتقل کر دیں۔ بھلا ایسی کامل شریعت انسان کو ماں باپ کے ساتھ یا عزیزوں کے ساتھ یا دوسرے مسلمانوں کے ساتھ سخت ضرورت کے وقت ایصال ثواب سے روک سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ نہ کسی شخص کو یہ لائق ہے کہ عام کو خاص اور تنگ کرے۔ یا کسی ایسی نیکی سے روک دے جس سے شریعت نے نہیں روکا ہے جو سبب حج، صدقے اور آزاد کرنے کے ثواب پہنچنے کا ہے۔ وہی سبب بعینہ روزے، نماز، تلاوت اور

Marfat.com

اعتکاف کے ثواب پہونچنے کا ہے۔ یعنی اسلامی رشتہ اور ثواب پہونچانے والے کا احسان اور شریعت کی احسان کے سلسلے میں عدم رکاوٹ۔ بلکہ شریعت نے ہر حالت میں احسان اچھا سمجھا ہے۔

بے شمار مسلمانوں کے خواب ہیں کہ مُردوں نے انھیں بتایا کہ تمہارے بھیجے ہوئے ہدیے ہمیں وصول ہو گئے اگر ہم اس سلسلے میں اپنے ہمعصر مسلمانوں کے اور اپنے زمانے سے پہلے کے مسلمانوں کے خواب اس رسالہ میں جمع کر دیں تو رسالہ بہت طویل ہو جائے۔ رحمت عالم ؐ نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے خواب اس پر موافق ہیں کہ شب قدر اخیر عشرے میں ہے۔ آپ نے مومنوں کے خوابوں کے توافق کا اعتبار کیا۔ یہ اعتبار ایسا ہی ہے جیسا کہ ان کی روایتوں کے توافق کا اعتبار ہے۔ کیونکہ جب ایک بات پر بہت سی روایتیں یا خواب جمع ہو جائیں تو وہ اس کی صداقت کی دلیل ہیں۔ کیونکہ عقل چاہتی ہے کہ سب جھوٹ نہیں بول سکتے۔

تردید حدیث کا جواب تم نے رحمت عالم ؐ کی یہ حدیث (کہ جو مر جائے اور اس کے ذمے روزے ہوں تو اس کی طرف سے اس کا ولی رکھ لے۔) چند معقول و نا معقول دلیلوں سے رد کر دی ہم اس کی حمایت میں کھڑے ہوتے ہیں اور تمہاری دلیلوں سے اس کی موافقت ثابت کرتے ہیں نا معقول دلائل کے باطل کرنے کے لئے تو یہی کافی ہے کہ وہ صحیح و صریح حدیثوں سے ٹکراتے ہیں۔ اور صحیح و صریح حدیثوں کے ہوتے ہوئے ہمیں بجز اطاعت و قبول کے کوئی چارا نہیں۔ گو دنیا انھیں مانے یا نہ مانے۔ ہمیں دنیا پیاری نہیں۔ بلکہ اللہ کے رسول پیارے ہیں۔ معقول دلائل کے مندرجہ ذیل جوابات ہیں:۔

(۱) تم کہتے ہو کہ مؤطا میں امام مالک نے فرمایا ہے کہ کوئی کسی کی طرف سے روزہ نہ رکھے۔ ہم کہتے ہیں کہ رحمت عالم ؐ نے فرمایا ہے کہ مسلمان مسلمان کی طرف سے روزہ رکھ سکتے ہیں۔ اب بتاؤ کون صحیح راہ پر ہے تم یا ہم! اور کس کی تردید حق بجانب ہے۔ تم کہتے ہو امام مالک نے اجماع کا دعوی کیا ہے۔ ہم کہتے ہیں امام مالک نے تمام مسلمانوں کے اجماع کا دعوی نہیں کیا۔ بلکہ اپنے علم کے مطابق اہل مدینہ کا اجماع نقل کیا ہے جبکہ مخالفوں کا قول آپ کو معلوم نہ تھا ہم امام مالک کے عدم علم سے حدیث رسول اللہ کو چھوڑنے والے نہیں بلکہ اگر تمام مدینہ والے بھی کسی بات پر متفق ہوں اور حدیث ان کے خلاف ہو تو معصوم نبی کی حدیث مان لینا دوسروں کی بات مان لینے سے کہیں خیر و برکت والی ہے کیونکہ دوسرے معصوم نہیں۔ گو ان کا مقام کتنا ہی بلند ہو۔ اللہ نے ان کے اقوال کو حجت کے لئے معیار نہیں بنایا کہ اختلاف کے وقت ان کی طرف رجوع کیا جائے۔ بلکہ یہ فرمایا ہے فان تنازعتم الخ۔ اگر تم میں کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو۔ اگر تمہارا اللہ پر اور آخرت پر ایمان ہے۔ اسی میں تمہارے لئے بہتری ہے اور انجام کے اعتبار سے یہی ٹھیک بھی ہے۔ اچھا اگر امام مالک اور مدینہ والے دوسروں کی طرف سے روزے

Marfat.com

رکھنے کے قائل نہیں تو دیکھو یہ ابن عباسؓ ہیں۔ جو یہ فتویٰ دے رہے ہیں کہ رمضان کے روزوں میں کھانا کھلا دیا جائے اور نذر کے روزوں میں روزے رکھے جائیں یہی امام احمد کا اور اکثر اصحاب حدیث اور ابو عبید کا قول ہے۔ ابو ثور فرماتے ہیں کہ نذر و غیر نذر ہر قسم میں روزے رکھے جائیں۔ حسن بن صالح نذر کے روزوں میں فرماتے ہیں کہ اس کی طرف سے اس کا ولی رکھ لے۔

ابن عباسؓ والی حدیث کا مطلب تم کہتے ہو کہ مُردے کی طرف سے روزہ رکھنے کی حدیث ابن عباسؓ سے آئی ہے۔ اور ابن عباسؓ ہی یہ فرماتے ہیں۔ کہ کوئی کسی کی طرف سے روزہ نہیں رکھ سکتا۔ ہم کہتے ہیں کہ اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ صحابی کا فتویٰ اس کی روایت کے خلاف ہے۔ فتوے سے روایت پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ روایت معصوم ہے اور فتویٰ غیر معصوم۔ ممکن ہے فتوے دیتے وقت حدیث یاد نہ رہی ہو۔ یا حدیث تو یاد ہو مگر اس کی تاویل کرتے ہوں۔ یا ان کے گمان میں اس کے خلاف کوئی اور حدیث ہو۔ جسے ترجیح دیتے ہوں۔ سچ پوچھو تو ابن عباسؓ کا فتویٰ بھی حدیث کے خلاف نہیں۔ کیونکہ آپ نے رمضان کے روزوں میں تو یہ فتویٰ دیا کہ کوئی کسی کی طرف سے روزے نہ رکھے۔ اور نذر کے روزوں میں اس کے برعکس فتویٰ دیا۔ یہ فتویٰ آپ کی روایت کے خلاف نہیں بلکہ آپ نے روایت کو نذر کے روزوں پر محمول کر لیا ہے۔ علاوہ ازیں یہ حدیث صدیقہ سے بھی آئی ہے اگر ہم مان بھی لیں کہ ابن عباسؓ نے اپنی روایت کے خلاف کیا تو کیا ہوا۔ ابن عباسؓ کا خلاف کرنا صدیقہ کی روایت پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ بلکہ صدیقہؓ کی روایت سے ابن عباسؓ کا قول رد کرنا ابن عباسؓ کے قول سے صدیقہؓ کی روایت رد کرنے سے اولیٰ ہے۔ علاوہ ازیں ابن عباسؓ سے دونوں قسم کی روایتیں ہیں لہٰذا مخالف روایت سے حدیث کو چھوڑ دینا حدیث سے مخالف روایت کو چھوڑ دینے سے اولیٰ نہیں ہے۔ تم یہ کہتے ہو کہ ابن عباسؓ والی حدیث کی سند میں اختلاف ہے۔ یہ بات محض قیاس و ناقابل قبول یہ حدیث صحیح و ثابت ہے۔ اور اس کی صحت پر اتفاق ہے۔ اسے بخاری مسلم لائے ہیں اور کسی نے بھی سند میں اختلاف نہیں دکھایا۔ ابن عبدالبر یہ حدیث بیان کر کے فرماتے ہیں اسے امام احمد نے صحیح کہا ہے۔ اور وہ اس کی طرف گئے ہیں اور شافعی نے اپنے قول کو اس کی صحت پر موقوف رکھا ہے۔ چونکہ حدیث بلاشبہ صحیح ہے اس لئے شافعی کا بھی یہی مذہب ہے۔ یہی اکثر اصحاب شافعی کا قول ہے۔ بیہقی :۔ مُردے کی طرف سے قضا کا جواز سعید بن جبیر مجاہد عطاء اور عکرمہ کی ابن عباس والی روایتوں سے ثابت ہے۔ اکثر کی روایتوں میں ہے کہ ایک عورت نے پوچھا۔ شاید وہ عورت ام سعدؓ کے علاوہ ہو۔ بعض کی روایتوں میں ہے کہ آپ نے فرمایا۔ تم اپنی ماں کی طرف سے روزے رکھ لو۔ اس پر مزید روشنی آ رہی ہے۔

Marfat.com

یہ دعویٰ کہ یہ حدیث آیۃ سے ٹکراتی ہے غلط ہے

کیونکہ لیس للانسان الا ما سعیٰ سے اس حدیث کا تصادم نہیں۔ تم نے الفاظ کا ادب مدنظر نہیں رکھا۔ اور معنی سمجھنے میں سخت غلطی کی۔ حق تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس بات سے محفوظ رکھا ہے کہ آپ کی حدیثیں قرآن کی آیتوں سے ٹکرائیں۔ بلکہ حدیثیں آیتوں کی تائید و حمایت کرتی ہیں۔ دیکھئے تعصب اور بے جا تقلید کیا کیا گل کھلاتی ہے۔ اوپر آیت پر کافی روشنی ڈالی جا چکی ہے، اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ آیت و حدیث میں ٹکراؤ سوء فہم کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اور یہ بدترین طریقہ ہے کہ آیتوں کے ظاہری معنی سے صحیح حدیثوں کو رد کر دیا جائے۔ پورا علم حدیثوں کو آیتوں کے موافق بنانا ہے۔ کیونکہ حدیثیں قرآن ہی سے لی ہوئی ہیں۔ اور ان کا وہی معلم ہے جو قرآن کا معلم ہے۔ لہٰذا حدیثیں قرآن کی تفسیر ہیں قرآن سے ٹکرانے کیوں لگیں؟

مُردے کی طرف سے روزے والی حدیث نسائی کی حدیث سے نہیں ٹکراتی

تم کہتے ہو کہ مردے کی طرف سے روزہ رکھنے والی حدیث نسائی کی حدیث سے ٹکراتی ہے، مگر یہ تمہاری قابل افسوس غلطی ہے۔ کیونکہ نسائی میں رحمت عالم کی حدیث نہیں ہے بلکہ ابن عباسؓ کا قول ہے۔ بھلا ابن عباسؓ کے قول کی حدیث کے ہوتے ہوئے کیا قدر و قیمت ہے۔ کسی صورت سے بھی حدیث پر ابن عباسؓ کے قول کو ترجیح نہیں دی جا سکتی۔ حالانکہ ابن عباسؓ ہی سے روزہ رکھنے والی حدیث آئی ہے پس نسائی میں رحمت عالم کی حدیث نہیں بلکہ مسلم کی بریدۃ والی حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے آپ سے پوچھا کہ میری والدہ فوت ہو گئیں ان پر ایک ماہ کے روزے تھے۔ فرمایا تم اپنی ماں کی طرف سے روزے رکھ لو۔ بخاری مسلم میں ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص مر جائے اور اس پر روزے ہوں تو اس کی طرف سے اس کا ولی روزے رکھ لے۔

تم کہتے ہو کہ روزے والی حدیث ابن عمرؓ والی حدیث (جو مر جائے اور اس کے ذمے رمضان کے روزے ہوں تو اس کی طرف سے کھانا کھلا دیا جائے) سے بھی ٹکراتی ہے۔ افسوس یہ حدیث بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بہتان ہے۔

ابن عمرؓ والی حدیث پر جرح

بیہقی:۔ یہ حدیث صحیح نہیں۔ محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کثیر الوہم راوی ہے۔ بلکہ اصحاب نافع نے نافع سے اور انہوں نے ابن عمر سے لے کر ابن عمر کا قول بنایا ہے۔

یہ حدیث قیاس جلی کے بھی خلاف نہیں

تم کہتے ہو کہ یہ حدیث قیاس جلی (اسلام، نماز اور توبہ پر قیاس) کے بھی خلاف ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم تمہارا یہ قیاس جلی پھونک دینے کے قابل ہے۔ کہ اس سے رحمت عالمؐ کی صحیح و صریح حدیث کو رد کرتے ہو۔ یہی سنت اس کے غلط ہونے پر

Marfat.com

گواہ ہے۔ ہم نے واضح طور پر بیان کر دیا کہ کافر کے مرنے کے بعد اس کی طرف سے اسلام قبول کرنے میں اور مسلمان مردے کے ایصال ثواب میں کھلا فرق ہے۔ ان دونوں مسئلوں میں فرق تو روز روشن کی طرح واضح ہے۔ اس سے بڑھ کر غلط اور کون سا قیاس ہوگا کہ مسلمان مردے کے ایصال ثواب کو کافر مردے کی طرف سے قبول اسلام پر قیاس کیا جائے۔ یا مجرم مردے کی طرف سے توبہ کی قبولیت پر قیاس کیا جائے۔

ابن عباس والی حدیث پر امام شافعی کی تنقید شافعی فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ والی حدیث میں ام سعدؓ کی نذر متعین نہیں ہے۔ معلوم نہیں حج کی نذر تھی یا عمرے کی یا صدقے کی۔ اس کا جواب بیہقی نے جو امام شافعی کے سب سے بڑے حمایتی ہیں یہ دیا ہے کہ "ابن جبیر، مجاہد، عطا اور عکرمہ کی ابن عباسؓ والی روایتوں سے میت کی طرف سے قضا کا جواز ثابت ہو گیا ہے۔ اکثر کی روایتوں میں ہے کہ ایک عورت نے پوچھا تھا۔ قرین قیاس یہی ہے کہ وہ عورت ام سعد کے علاوہ ہے۔ بعض کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا تم اپنی ماں کی طرف سے روزے رکھ لو۔ اس کی شہادت بریدۃ اسلمی والی روایت دیتی ہے کہ اس نے کہا میری والدہ فوت ہو گئیں اور ان کے ذمے ایک ماہ کے روزے ہیں۔ فرمایا تم اپنی ماں کی طرف سے روزے رکھ لو (مسلم)۔ میں کہتا ہوں ابن ابی شیبۃ کی ابن عباسؓ والی روایت میں ہے کہ رحمت عالمؐ سے ایک شخص نے آکر پوچھا کہ میری والدہ فوت ہو گئیں ان کے ذمے ایک ماہ کے روزے تھے کیا میں ان کی طرف سے قضا کروں؟ فرمایا اگر ان پر قرض ہوتا تو کیا تم اسے ادا کرتے؟ بولے ہاں فرمایا تو اللہ کا قرض بدرجۂ اولیٰ ادا کرنا چاہئے۔ یہ روایت ابو خیثمہ بھی لائے ہیں اور نسائی بھی۔ ام سعد والی حدیث سے اس کی سند بھی جداگانہ ہے اور متن بھی۔ اگر ہم مان لیں کہ حدیث میں محفوظ نذر مطلق ہی ہے تو اعمش والی حدیث میں تو روزوں کی صراحت ہے۔ علاوہ ازیں رحمت عالم کا نذر کے بارے میں تفصیلی حالات معلوم نہ کرنا بتا رہا ہے کہ روزوں اور نماز کی نذر میں کوئی فرق نہیں۔ ورنہ رحمت عالم یہ پوچھ کر کہ روزوں کی نذر تھی یا نماز کی، جواب دیتے۔

مُردوں کی طرف سے روزے رکھنے کے بارے میں علما کے اقوال یہ اقوال اس لئے بیان کئے جاتے تاکہ کسی کو اس مسئلہ کے خلاف پر اجماع کا وہم نہ ہو۔

ابن عباس و احمد :۔ نذر کے روزے رکھے جائیں اور رمضان کے روزوں کا کفارہ دیا جائے۔

ابو ثور، داؤد بن علی و اصحاب داؤد :۔ دونوں قسم کے روزے رکھے جائیں۔

اوزاعی، ثوری :۔ روزوں کا کفارہ دیا جائے ورنہ روزے رکھے جائیں۔

ابو عبید قاسم بن سلام :۔ نذر کے روزے رکھے جائیں اور فرض میں کھانا کھلایا جائے۔

حسن بصری :۔ اگر مرنے والے پر ایک ماہ کے روزے ہوں اور اس کی طرف سے ایک ہی دن تیس آدمی

Marfat.com

روزے رکھ لیں تو جائز ہے۔

یہ کہنا کہ حج میں مُردوں کو خرچ کا ثواب ملتا ہے افعال حج کا نہیں، غلط ہے

اور یہ دعویٰ بلا دلیل کے ہے جس کی سنت تردید کرتی ہو کیونکہ رحمت عالم نے فرمایا کہ تم اپنے والد کی طرف سے حج کرو۔ اور ایک عورت سے فرمایا اپنی ماں کی طرف سے حج کرو۔ ان حدیثوں میں آپ نے بتایا کہ نفس حج میت کی طرف سے ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ حج پر جو خرچہ آتا ہے وہ میت کی طرف سے واقع ہوتا ہے۔ اسی طرح آپ نے اس سے کہا جو شبرمۃ کی طرف سے لبیک کہہ رہا تھا کہ پہلے اپنی طرف سے حج کرو پھر شبرمۃ کی طرف سے۔ اسی طرح جب ایک عورت نے اپنے بچے کے بارے میں جو اس کے پاس تھا پوچھا کہ کیا اس کے لئے حج ہے تو فرمایا۔ ہاں۔ یہ نہیں فرمایا کہ اس کے لئے خرچہ کا ثواب ہے۔ بلکہ فرمایا کہ اس کے لئے حج ہے۔ حالانکہ بچہ نے حج میں کچھ نہیں کیا۔ جو کچھ کیا اس کی طرف سے اس کی ماں نے کیا۔ علاوہ ازیں کبھی مردے کی طرف سے حج کرنے والا مقامی خرچہ کے علاوہ کچھ بھی خرچ نہیں کرتا۔ لہٰذا اس قول کو سنت اور قیاس دونوں رد کرتے ہیں۔

کیا ایصال ثواب میں نیت کے ساتھ الفاظ کی بھی ضرورت ہے؟

حدیثیں مطلق ہیں۔ رحمت عالم نے کسی حدیث میں بھی یہ نہیں بتایا کہ یہ بھی کہو کہ اے اللہ یہ فلاں بن فلاں کی طرف سے ہے۔ خالی دلی ارادہ و نیت کافی ہے۔ لہٰذا اگر نیت کے ساتھ الفاظ بھی استعمال کرے تو خیر اور اگر نہیں استعمال کئے تو ثواب پھر بھی پہنچ جائے گا۔ کیونکہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کی نیت سے واقف ہے۔ غالباً اسی وجہ سے شرط لگانے والوں نے شروع فعل میں نیت کی شرط لگائی ہے۔ ہاں اگر کوئی عمل اپنے لئے کیا ہو پھر اس کے ثواب کی کسی اور کے لئے نیت کرلی ہو تو اس میں محض نیت کافی نہیں۔ جیسے اگر کوئی کسی کو کچھ ہبہ کرنے کی یا غلام آزاد کرنے کی یا صدقہ کرنے کی نیت کرے تو یہ محض نیت ہی سے حاصل نہیں ہوں گی۔ مزید وضاحت کے لئے یوں سمجھو کہ اگر کوئی شخص اس نیت سے کوئی مکان بنوائے کہ اسے مسجد یا مدرسہ یا مسافرخانہ وغیرہ بنادے گا تو نیت ہی کے ساتھ وہ مکان وقف ہوجائے گا۔ اگرچہ الفاظ استعمال نہ کئے ہوں۔ اسی طرح اگر زکوٰۃ کی نیت سے کسی فقیر کو کچھ دیا ہے تو زکوٰۃ ساقط ہوجائے گی اگرچہ الفاظ استعمال نہ کئے ہوں۔ اسی طرح اگر کسی کی طرف سے خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ قرض ادا کردے تو وہ بری ہوجائے گا خواہ یہ نہ کہا ہو کہ یہ فلاں کی طرف سے ہے۔

کیا ایصال ثواب ثابت قدمی اور قبولیت کی شرط کیساتھ کیا جائے

نہیں۔ یہ شرط بے کار ہے۔ نہ اس کی نیت کی جاسے نہ اس قسم کے الفاظ استعمال کئے جائیں کیونکہ حق تعالیٰ ثواب پہونچائے گا۔ خواہ شرط لگائی جائے یا نہ لگائی جائے۔ ثابت قدمی کی شرط کا دار و مدار اس پر ہے کہ عمل کا ثواب پہلے عامل کو ملے پھر اس سے منتقل ہوکر دوسرے کو ملے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ جب عامل نے عمل کے وقت نیت کرلی کہ یہ

Marfat.com

عمل فلاں کی طرف سے ہے۔ تو فلاں کو اس کا ثواب براہ راست پہونچ جائے گا۔ مثلاً اگر کوئی کسی اور کی طرف سے اپنا غلام آزاد کرے تو یہ کوئی نہیں کہتا کہ حق ولاء پہلے تو آزاد کرنے والے کو ملیگا پھر اس سے منتقل ہو کر اسے ملیگا جس کی طرف سے غلام آزاد کیا گیا ہے۔ اسی طرح ایصال ثواب کا مسئلہ ہے۔

مُردے کے لئے کون سا ہدیہ افضل ہے؟ وہ ہدیہ افضل ہے جو بالذات افضل ہو۔ مثلاً غلام آزاد کرنا اور صدقہ کرنا روزوں سے افضل ہے۔ اور افضل صدقہ وہ ہے جس کی صدقہ دیئے جانے والے کو ضرورت ہو اور دائمی ہو۔ اسی بنا پر رحمت عالم نے فرمایا افضل صدقہ پانی پلانا ہے۔ یہ اس مقام پر جہاں پانی کی کمی ہو۔ اور تشنگی بجھانے کے لئے پانی کافی نہ ہو۔ ورنہ جہاں نہریں اور چشمے ہوں وہاں پانی سے افضل کھانا کھلانا ہے۔ اسی طرح دعا و استغفار اگر سچے دل سے خلوص و عاجزی کے ساتھ ہو تو اپنے مقام پر صدقہ سے افضل ہے۔ جیسے اپنے مقام پر نماز جنازہ اور قبر پر کھڑے ہو کر دعا مانگنا صدقہ سے افضل ہے۔ غرضیکہ اپنے اپنے مقام پر غلام آزاد کرنا صدقہ کرنا۔ دعا و استغفار کرنا اور حج کرنا سب ہی افضل ہیں۔ بلا اجرت کے رضا کارانہ قرآن پڑھ کر ثواب پہونچانا بھی جائز ہے۔ روزوں اور حج کے ثواب کی طرح تلاوت کا بھی ثواب پہونچتا ہے۔

کیا تلاوتِ قرآن سے ایصال ثواب سلف کا معمول نہ تھا؟ اس کا دعویٰ کرنے والے کہتے ہیں کہ یہ کسی سلف سے منقول نہیں۔ حالانکہ وہ ہر نیکی کا بے پناہ جذبہ رکھتے تھے۔ نہ اس سلسلے میں رحمت عالم ﷺ نے اُن کی رہنمائی فرمائی جبکہ آپ نے دعا و استغفار، صدقہ حج اور روزہ وغیرہ کے بارے میں صراحت سے تعلیم دی۔ اگر تلاوت قرآن کا بھی ثواب پہونچتا تو رحمت عالم ﷺ ضرور بتاتے اور صحابہ اس پر ضرور عمل کرتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر تم عملوں کے ثواب کے قائل ہو تو کیا وجہ ہے کہ تلاوت قرآن کا ثواب نہ پہونچے۔ جب عملوں کا ثواب پہونچتا ہے تو قرآن بھی ایک عمل ہے پھر منشا یہ عملوں میں تفریق کرنے کی وجہ بتاؤ۔ اور اگر تم عملوں کے ثواب کے قائل نہیں ہو تو صریح و صحیح حدیثوں کی مخالفت کرتے ہو اور اجماع و قیاس کے خلاف چلتے ہو۔

سلف سے منقول نہ ہونے کی وجہ یہ بات سلف میں اس لئے ظاہر نہ تھی کہ انھیں پڑھنے والوں کا علم نہ تھا۔ اور نہ وہ آجکل طرح خاص طور سے قبروں پر جاکر تلاوت کیا کرتے تھے۔ نہ وہ کسی قرات پر بلکہ صدقہ اور روزے پر گواہ بنایا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں اگر تم سے پوچھا جائے کہ سلف میں سے کسی سے یہ منقول ہے کہ اس نے یہ الفاظ کہے ہوں کہ اے اللہ اس روزے کا ثواب فلاں کے لئے ہے۔ تو کیا جواب دو گے۔ سلف نیکیاں چھپایا کرتے تھے لہٰذا ایصال ثواب کے لئے عمل قراۃ کو کیسے ظاہر کرتے۔ یہ مسئلہ رحمتِ عالم ﷺ نے صحابہ کو خود بخود نہیں بتایا تھا۔ جس نے جو پوچھا آپ نے اس کو اسی کا جواب دیدیا۔ اور انہیں اس کے علاوہ عملوں سے روکا بھی نہیں۔ پھر روزوں کے ثواب میں جو محض نیت اور طعام و شراب و جماع سے رک جانا ہے۔ اور ذکر و قرات کے ثواب میں جو عمل ہیں

Marfat.com

کیا فرق ہے۔ جب روزوں کا ثواب پہونچتا ہے تو ذکر و قراۃ کا تو بدرجۂ اولیٰ پہونچنا چاہئے۔ کسی کا یہ کہنا کہ کسی سلف نے تلاوت سے ایصال ثواب نہیں پہونچایا اپنی کم علمی کی بات ہے۔ کیونکہ یہ اس چیز کی شہادت ہے جس سے وہ واقف نہیں۔ اسے کیا خبر کہ سلف ایسا کیا کرتے ہوں اور کسی کو خبر نہ کرتے ہوں۔ اور ان کی نیت کی علام الغیوب ہی کو خبر ہو۔ جبکہ نیت کو الفاظ سے ادا کرنے کی شرط بھی نہیں ہے۔

اس مسئلہ کی حکمت یہ ہے کہ ثواب عامل کی ملکیت ہے۔ اگر وہ حسن سلوک و نیکی کے طور پر اسے اپنے کسی مسلمان بھائی کو وقف کر دے تو اللہ پاک اس کا ثواب اس تک پہونچا دیگا۔ پھر قرات قرآن سے ثواب نہ پہونچنے کی کیا دلیل ہے۔ حالانکہ تمام لوگوں کا بلکہ نہ ماننے والوں کا بھی تمام زمانوں میں اس پر عمل رہا ہے اور کسی عالم نے بھی اسے برا نہیں سمجھا ہے۔

رحمت عالمؐ کے ایصال ثواب کے بارے میں اگر کہا جائے کہ رحمت عالم کے ایصال ثواب کے بارے میں کیا خیال ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ پچھلے فقہا میں سے بعض نے تو مستحب سمجھا ہے اور بعض نے بدعت۔ کیونکہ صحابہ ایسا نہیں کیا کرتے تھے۔ آپ کے لئے تو قیامت تک آنے والے امتیوں کے نیک عملوں کا ثواب لکھا جاتا ہے اور ان کے ثواب میں کمی نہیں کی جاتی۔ کیونکہ آپ ہی نے امت کو ہر بھلائی بتائی اور اس کی رغبت دلائی۔ لہذا آپ کو سب کے عملوں کا ثواب پہونچتا ہی رہے گا۔ خواہ کوئی آپ کو ہدیہ کرے یا نہ کرے۔

سترھواں باب

کیا روح قدیم ہے یا حادث و مخلوق؟

کیا روح قدیم ہے یا حادث و مخلوق؟ اگر اسے حادث و مخلوق تسلیم کرلیں اور یہ بھی مانی ہوئی بات ہے کہ روح اللہ کے امر میں سے ہے تو اللہ کا امر کس طرح حادث و مخلوق ہو سکتا ہے؟ حق تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اس نے آدم میں اپنی روح پھونکی۔ یہ اضافت روح کی قدامت پر دلالت کرتی ہے یا نہیں؟ اللہ پاک نے حضرت آدم کی طرف سے خبر دی کہ اس نے انھیں اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور ان میں اپنی روح پھونکی۔ اس میں ہاتھ اور روح کی اپنی طرف اضافت کی ہے اس اضافت کی کیا حقیقت ہے؟

یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں دنیا کے قدم ڈگمگا گئے اور بہت سی جماعتیں گمراہ ہوگئیں۔ لیکن اللہ نے اپنے رسول کے تابعداروں کو صحیح صحیح بات کی رہنمائی فرمائی۔ اس پر انبیائے کرام کا اجماع ہے کہ روح حادث و مخلوق ہے اللہ کی بنائی ہوئی ہے۔ اور اس کی پرورش و دائرہ تدبیر کے اندر ہے۔ جس طرح انبیائے کرام کے دین میں یہ بات بدیہی ہے کہ عالم حادث ہے۔ زندگی بعد الموت یقینی ہے۔ تمام چیزوں کا صرف اللہ ہی خالق ہے اور اس کے سوا

Marfat.com

تمام چیزیں مخلوق ہیں۔ اسی طرح روح کا حادث ہونا بدیہی ہے۔ بہترین زمانوں میں روح کے حادث و مخلوق ہونے پر اتفاق رہا ہے۔ کسی نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی۔ جب تابعین کا زمانہ ختم ہو گیا تو ان کے بعد ایک ایسی جماعت پیدا ہوئی جو قرآن و حدیث میں کوتاہ فہم تھی اس نے دعویٰ کیا کہ روح قدیم و غیر مخلوق ہے اور یہ دلیل دی کہ روح اللہ کے امر میں سے ہے اور اللہ کا امر غیر مخلوق ہے۔ اللہ نے علم، کتاب، قدرت، سمع، بصر اور ہاتھ کی طرح روح کو بھی اپنی طرف منسوب فرمایا ہے۔ پھر جس طرح وہ قدیم و غیر مخلوق ہیں اسی طرح یہ بھی قدیم و غیر مخلوق ہے۔ بعض لوگوں نے توقف سے کام لیا اور کہا کہ ہم نہ مخلوق ہی کہتے ہیں اور نہ غیر مخلوق۔

ابن مندہ کا جواب اس سلسلے میں ابن مندہ سے پوچھا گیا تو آپ نے یہ جواب دیا:۔ ایک شخص نے مجھ سے روح کے بارے میں جسے اللہ نے مخلوق کے نفوس و اجسام کا منتظم بنایا ہے۔ پوچھا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ بعض لوگوں نے روح پر روشنی ڈالی ہے۔ ان کے گمان میں روح غیر مخلوق ہے (ان روحوں میں سے بعض نے قدسی ارواح کو خاص کیا ہے) اور اللہ کی ذات میں سے ہے۔ اس سلسلے میں پہلے تو میں پہلے علماء کے مختلف خیالات کو بیان کرتا ہوں پھر ان کے اقوال کے خلاف قرآن کی آیتوں کو، حدیثوں کو، صحابہ اور تابعین کے اقوال کو اور علما کی رائے کو پیش کروں گا۔ اس کے بعد قرآن و حدیث سے روح کے دلائل بیان کروں گا۔ اور بلا علم کے روح پر گفتگو کرنے والوں کی غلطیاں بتاؤں گا۔ اور یہ بھی کہ وہ جہم اور اصحاب جہم کے ہمنوا ہیں۔

روح کے بارے اختلاف لوگوں میں اس میں اختلاف ہے کہ روح کیا ہے اور نفس میں اس کا مقام کہاں ہے۔ (۱) بعض کے نزدیک تمام روحیں مخلوق ہیں۔ اہل سنت و اہل حدیث اسی کے قائل ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عالم نے فرمایا کہ روحیں جمع کئے ہوئے لشکر ہیں۔ پھر ان میں سے جن میں تعارف ہو جاتا ہے ان میں محبت ہو جاتی ہے اور جن میں تعارف نہیں ہوتا ان میں اختلاف ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ روحیں مخلوق ہیں۔ کیونکہ جمع کیا ہوا لشکر مخلوق ہی ہوتا ہے۔ (۲) بعض کہتے ہیں کہ روحیں اللہ کے امر میں سے ہیں اور اللہ نے مخلوق سے ان کی حقیقت و معرفت چھپا دی ہے۔ ان کی دلیل آیت قل الروح من امر ربی۔ (آپ فرما دیجئے کہ روح میرے رب کے حکم میں سے ہے) ہے۔ (۳) بعض کے نزدیک روحیں اللہ کے انوار و حیات میں سے نور و حیات ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ اللہ پاک نے اندھیرے میں مخلوق پیدا کی پھر ان پر اپنا نور ڈالا۔ (پھر یہ اختلاف بیان کیا کہ روحیں مرتی ہیں یا نہیں۔ برزخ و آخرت میں جسموں کے ساتھ عذاب دیا جاتا ہے۔ یا نہیں اور یہ کہ آیا روح نفس ہی ہے یا نفس کے علاوہ کچھ اور ہے)

محمد بن نصر مروزی کا بیان محمد بن نصر مروزی:۔ بے دینوں اور رافضیوں نے حضرت آدم کی روح کے بارے میں وہی تاویل کی ہے جو عیسائیوں نے حضرت عیسےٰ کی روح کے بارے میں کی کہ روح اللہ کی ذات سے جدا ہو کر

بمریم میں آگئی۔ اسی بنا پر عیسائیوں کی ایک جماعت نے حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم کی پرستش شروع کر دی کیونکہ ان کے گمان میں حضرت عیسیٰ اللہ کی روح ہیں۔ جو مریم صدیقہ میں اتر آئی ہے۔ اس لئے روح ان کے نزدیک غیر مخلوق ہے۔ اور بے دینوں اور رافضیوں کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ حضرت آدم کی روح بھی اسی طرح ہے اور غیر مخلوق ہے۔ یہ لوگ (ونفخت فیہ من روحی (میں نے ان میں اپنی روح پھونکدی)۔ ثم سواہ ونفخ فیہ من روحہ (پھر اللہ نے انھیں درست کرکے ان میں اپنی روح پھونکدی) کی باطل تاویل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آدم کی روح غیر مخلوق ہے۔ جیسے روح کو نور کہنے والے یہ تاویل کرتے ہیں۔ کہ رب کا نور غیر مخلوق ہے۔ کہتے ہیں پھر یہ روح حضرت آدم کے بعد ان کے وصی میں آئی پھر ہر نبی اور اس کے وصی میں آتے آتے علی میں آئی، پھر حسن و حسین میں پھر ہر وصی میں اور امام میں آئی۔ لہذا امام ہر چیز کو بلا تعلیم ہی کے جانتا ہے اسے تعلیم کی ضرورت ہی نہیں۔

روح کے مخلوق ہونے پر مسلمانوں کا اجماع مسلمانوں میں اس بات میں اختلاف نہیں کہ تمام روحیں خواہ انبیا کی ہوں یا غیر انبیا کی مخلوق ہیں۔ اللہ نے انھیں ایجاد و اختراع کیا اور انھیں خلعت وجود بخشا۔ پھر دیگر تمام مخلوق کی طرح انھیں بھی اپنی طرف منسوب کیا۔ جیسے اس آیت (وسخر لکم ما فی السماوات وما فی الارض جمیعاً منہ (اللہ نے اپنی آسمان و زمین کی تمام مخلوق تمہارے تابعدار بنا دی) میں اللہ کی طرف تمام مخلوق کی نسبت ہے۔

علامہ ابن تیمیہ کی رائے آپ فرماتے ہیں تمام اہل سنت، ائمہ کرام اور سلف امت کا اجماع ہے کہ روح مخلوق ہے۔ اور ایجاد کی ہوئی ہے۔ بہت سے اماموں نے اس پر علما کا اجماع نقل کیا ہے۔ مثلاً محمد بن نصر مروزی نے جو اپنے زمانے کے بلا اختلاف سب سے بڑے عالم ہیں، اسی طرح ابو محمد بن قتیبۃ نے روح پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا ہے کہ نسمۃ روح کو کہتے ہیں۔ لوگوں کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ ہی دانہ اُگانے والا اور روح پیدا کرنے والا ہے۔ ابو اسحاق بن شاقلا نے اس مسئلہ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ اصحاب توفیق اس میں شک نہیں کرتے کہ روح مخلوق ہے۔ اس مسئلہ پر اکابر علما و مشائخ کی جماعتوں نے روشنی ڈالی ہے اور جو روح کو غیر مخلوق کہتے ہیں ان کی سخت تردید کی ہے۔ بلکہ ابو عبداللہ بن مندہ نے تو اس موضوع پر ایک مبسوط کتاب بھی لکھی ہے۔ جس کی امام محمد بن نصر مروزی وغیرہ اور شیخ ابو سعید خراز ابو یعقوب نہر جوری اور قاضی ابو العلیٰ نے تعریف کی ہے اور اس پر بڑے بڑے اماموں نے روشنی ڈالی ہے اور ان کی سخت مذمت کی ہے۔ جو حضرت مسیح کی روح کو غیر مخلوق کہتے ہیں۔ دوسری روحوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ جیسا کہ امام احمد نے زندیقوں اور جہمیہ کی تردید میں ذکر فرمایا ہے۔

ایک جہمی کا باطل دعویٰ ایک جہمی نے دعویٰ کیا کہ مجھے قرآن کی ایک ایسی آیت معلوم ہے۔ جو بتاتی ہے کہ قرآن مخلوق ہے اور وہ یہ ہے:۔ انما المسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ الخ (عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول

ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جسے اللہ نے مریم کی طرف ڈالا اور اس کی روح ہیں) اور عیسیٰ مخلوق ہیں۔ ہم نے کہا حق تعالیٰ نے تجھ سے قرآن کی سمجھ سلب کر لی ہے۔ حضرت عیسیٰ کے لئے ایسے الفاظ بولے جاتے ہیں جو قرآن کے لئے نہیں بولے جا سکتے۔ مثلاً ہم آپ کو مولود، شیر خوار بچہ، ہوشیار لڑکا، سمجھدار نوجوان کھانے پینے والے کہتے ہیں۔ آپ سے کرنے نہ کرنے کا خطاب بھی ہے، آپ پر خطاب، وعدہ اور وعید بھی جاری ہوتا ہے اور آپ حضرت نوح اور حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے ہیں۔ اس لئے ہمارے لئے یہ حلال نہیں کہ جو حضرت عیسیٰ کے بارے میں کہتے ہیں وہی قرآن کے بارے میں کہیں۔ کیا تم نے اللہ سے سنا کہ اس نے قرآن کے بارے میں وہی کہا ہو جو حضرت عیسیٰ کے بارے میں کہا۔ اس آیت کے معنی ہیں کہ کلمہ سے مراد کلمۂ کن ہے۔ حضرت عیسیٰ کلمۂ کن سے پیدا ہوئے۔ آپ نفس کلمہ کن نہیں۔ بلکہ کُن اللہ کا قول ہے اور مخلوق نہیں۔ اور حضرت عیسیٰ اس کلمہ سے پیدا ہوئے وہ مخلوق ہیں۔

عیسائیوں اور جہمیوں کا جھوٹ عیسائیوں اور جہمیوں نے حضرت عیسیٰ کے بارے میں اللہ پر جھوٹ بولا ہے۔ جہمی کہتے ہیں کہ آپ اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں۔ معلوم ہوا کہ اللہ کا کلمہ مخلوق ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ مخلوق ہیں۔ عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ اللہ کی روح اور اس کلمہ ہیں۔ اور اس کی ذات میں سے ہیں۔ جیسے کہا جاتا ہے یہ کپڑا اسی تھان میں سے ہے۔ ہم کہتے ہیں حضرت عیسیٰ کلمہ سے پیدا ہوئے نفس کلمہ نہیں۔ کیونکہ کلمہ تو اللہ کا قول کن ہے۔ اور روح منہ کا یہ مطلب ہے کہ ان میں اللہ کے حکم سے روح آئی۔ فرمایا۔ وسخر لکم ما فی السماوات وما فی الارض جمیعاً منہ (اللہ نے تمہارے لئے تمام زمین و آسمان اپنے حکم سے مسخر فرما دیئے۔ روح اللہ کا یہ معنی ہے کہ اللہ نے اپنے کلمہ سے روح پیدا کی۔ جیسے عبد اللہ (اللہ کا بندہ) سماء اللہ (اللہ کا آسمان) ارض اللہ (اللہ کی زمین) وغیرہ کہا جاتا ہے۔ امام احمد نے یہاں اس بات کی صراحت کر دی کہ حضرت مسیح کی روح مخلوق ہے دوسری روحوں کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ اللہ نے اپنی طرف اس روح کی نسبت کر دی جسے حضرت مریم کی طرف بھیجا تھا لہٰذا آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ روح قدیم وغیر مخلوق ہے۔ فرمایا۔ فارسلنا الیہا روحنا (پھر ہم نے مریم صدیقہ کی طرف اپنی روح بھیجدی اور وہ اُن کے سامنے انسانی روپ میں ظاہر ہوئی۔) یہ روح اللہ کی بھیجی ہوئی تھی۔ اور آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ ہم اللہ کی طرف منسوب کردہ اشیاء کے اقسام بیان کریں گے اور یہ بھی کہ کب منسوب کردہ چیز اس کی صفت قدیمہ بنتی ہے اور کب وہ مخلوق ہوتی ہے اور اس کا قاعدہ کیا ہے۔

روح کے مخلوق ہونے کے دلائل (۱) حق تعالیٰ نے فرمایا۔ اللہ خالق کل شئ (اللہ ہر چیز کا خالق ہے

یہ لفظ عام ہے اس میں کسی صورت سے بھی تخصیص کو دخل نہیں۔ اس عموم میں صفات باری تعالیٰ داخل نہیں۔
کیونکہ وہ اللہ کی ذات میں داخل ہیں۔ حق تعالیٰ معبود ہے اور کمال والی صفتوں سے متصف ہے اس کا علم قدرت
حیات، ارادہ، سمع بصر اور تمام صفتیں اس کے نام کے مسمی میں داخل ہیں۔ مخلوق چیزوں میں داخل نہیں۔ جیسے
اس کی ذات مخلوق چیزوں میں داخل نہیں۔ پس حق تعالیٰ اپنی ذات و صفات کے ساتھ خالق ہے۔ اور باقی
تمام چیزیں مخلوق ہیں یہ بات مانی ہوئی ہے کہ روح نہ تو اللہ ہے اور نہ اس کی صفتوں میں سے کوئی صفت
ہے۔ بلکہ مصنوعات میں سے ایک مصنوع ہے۔ اور فرشتوں جنوں اور انسانوں کی طرح یہ بھی ایک مخلوق ہے۔

(۲) فرمایا۔ وقد خلقتک من قبل ولم تک شیئا (اے زکریا میں نے تم کو اس سے پہلے پیدا کیا۔ حالانکہ تم کچھ
بھی نہ تھے۔) ظاہر ہے کہ خطاب روح و بدن سے ہے۔ فقط بدن سے نہیں۔ کیونکہ تنہا بدن میں خطاب و فہم کی
اور عقل و شعور کی صلاحیت ہی نہیں۔ یہ صلاحیت روح کو ہے۔ معلوم ہوا کہ روح مخلوق ہے۔

(۳) فرمایا۔ واللہ خلقکم وما تعملون (اللہ نے تمہیں اور تمہارے عملوں کو پیدا کیا) وجہ استدلال حسب سابق ہے۔

(۴) فرمایا۔ ولقد خلقناکم الخ (ہم نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہاری صورتیں بنائیں پھر فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو)
یہاں بھی جمہور کے نزدیک خطاب روحوں اور جسموں کو ہے اور بعض کے نزدیک صرف روحوں سے خطاب ہے۔ ابھی
جسم پیدا بھی نہیں ہوئے تھے ہر صورت میں روحوں کے پیدا ہونے کی کھلی دلیل ہے۔ (۵) قرآن و حدیث سے ثابت
ہوتا ہے کہ اللہ ہمارا، ہمارے بزرگوں کا اور ہر چیز کا رب ہے۔ لہذا اس کی ربوبیت ہمارے بدنوں اور روحوں
دونوں کو شامل ہے جسموں کی طرح روحیں بھی مملوک و پرورش یافتہ ہیں۔ اور ہر مملوک و پرورش یافتہ مخلوق ہے۔
لہذا روحیں بھی مخلوق ہیں۔ (۶) قرآن حکیم کی پہلی سورت (فاتحہ) سے کئی طرح معلوم ہوتا ہے کہ روحیں مخلوق ہیں
(۱) فرمایا۔ اللہ رب العالمین ہے۔ چونکہ عالم میں روحیں بھی داخل ہیں۔ لہذا روحوں کا بھی رب ہے۔ (۲) فرمایا۔ ہم
تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ لہذا روحیں اللہ کی پرستش کرتی ہیں اور اسی سے مدد مانگتی
ہیں۔ روحیں اپنے پیدا کرنے والے کی ہدایت کی محتاج ہیں اور اس سے سیدھی راہ کی ہدایت مانگتی رہتی ہیں (۳) روحوں
پر انعام و مہربانی بھی ہوتی ہے اور قہر و غضب بھی۔ یہ شان مخلوق کی ہوتی ہے۔ قدیم و غیر مخلوق کی نہیں۔

(۷) دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان بندہ ہے یہ عبودیت روح کو چھوڑ کر صرف جسم پر واقع نہیں ہو سکتی
بلکہ اصل پوچھو تو صرف روح کی عبودیت ہے۔ جسم تو اس کے تابع ہے۔ جیسے اور دیگر تمام احکام میں تابع ہے
پس روح اسے حرکت دیتی اور کام کراتی ہے۔ (۸) فرمایا۔ ہل اتی علی الانسان حین الخ (انسان پر ایک ایسا
زمانہ بھی آچکا ہے جب اس کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ اگر روح قدیم ہوتی تو ہمیشہ نام و نشان ہوتا۔ کیونکہ اصل
انسان تو روح سے ہے صرف بدن سے نہیں ۵ یا خادم الجسم کم تشقی بخدمتہ ۔ فانت بالروح لا بالجسم انسان ۔

Marfat.com

(ترجمہ) اے جسم کے خادم جسم کی خدمت کر کے کتنی شقاوت پائے گا تو جسم سے نہیں بلکہ روح سے انسان ہے۔
(۹) دلائل سے ثابت ہے کہ قدیم زمانے میں اللہ تھا اس کے سوا کوئی اور چیز نہ تھی۔ یمن والوں نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم دینی سمجھ حاصل کرنے کے لئے آپ کے پاس آئے ہیں۔ دنیا کی ابتدا کس طرح ہوئی۔ فرمایا۔ اللہ تھا اس کے سوا کوئی اور چیز نہ تھی۔ اس کا عرش پانی پر تھا۔ پھر اس نے ذکر کے ساتھ ہر چیز لکھ لی۔ (بخاری) معلوم ہوا کہ اللہ کے ساتھ روحیں اور نفوس قدیمہ نہ تھے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کی اولیت میں کوئی بھی کسی صورت سے مساوی نہیں۔ (۱۰) دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے بھی مخلوق ہیں۔ اور فرشتے ایسی روحیں ہیں جو جسموں سے مستغنی ہیں۔ یہ انسان اور روح انسان سے بہت پہلے پیدا ہو چکے تھے۔ پھر جب فرشتہ جو انسان کے جسم میں روح پھونکتا ہے مخلوق ہے تو روح جو اس کے ڈالنے سے پڑتی ہے کیسے قدیم ہو سکتی ہے۔

فرشتہ روح ازلی کو لے کر نہیں آتا بلکہ روح اس کے پھونکنے سے پیدا ہوتی ہے

ان مغالطہ کھانے والوں کا خیال ہے کہ فرشتہ قدیم اور ازلی روح کے ساتھ بھیجا جاتا ہے اور وہ روح انسان کے جسم میں ڈالتا ہے۔ جیسے کوئی کپڑا دے کر کسی کو کسی کے پاس بھیجے اور وہ اسے اس کپڑے کو پہنا دے۔ مگر یہ سخت گمراہی اور دھوکہ ہے۔ بلکہ روح فرشتے کے پھونکنے سے پیدا ہوتی ہے۔ جیسے جسم منی سے پیدا ہوتا ہے۔ اور غذا سے اسکی پرورش ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ روح کا مادہ فرشتے کے پھونکنے سے ہے اور جسم کا مادہ رحم میں منی ڈالنے سے ہے۔ ایک آسمانی مادہ ہے اور ایک ارضی۔ کسی پر آسمانی مادہ غالب آجاتا ہے اور اس کی روح علوی، شریف اور فرشتوں میں رہنے سہنے کے قابل بن جاتی ہے اور کسی پر ارضی مادہ غالب آجاتا ہے اور اس کی روح سفلی، ذلیل اور ارواح سفلی میں رہنے سہنے کے قابل بن جاتی ہے۔ پس فرشتہ روح کا باپ ہے اور مٹی جسم کا باپ ہے۔ (۱۱) رحمت عالم نے فرمایا۔ روحیں جمع شدہ لشکر ہیں۔ جمع شدہ لشکر مخلوق ہی ہوتا ہے۔ اس حدیث کے راوی ابوہریرہؓ، حذیفہؓ، سلمانؓ فارسی، ابن عباسؓ، ابن مسعودؓ، ابن عمرؓ، علیؓ اور عمرو بن عبسہؓ ہیں۔ (۱۲) روح وفات، قبض روک لینے اور چھوڑ دینے سے متصف ہوتی ہے۔ اور یہ شان مخلوق کی ہے۔ فرمایا۔ اللہ یتوفی الانفس الخ اللہ موت کے وقت روحیں اٹھالیتا ہے اور جو مری نہیں انھیں نیند کے وقت اٹھا لیتا ہے۔ پھر انھیں تو روک لیتا ہے جن پر موت کا فیصلہ کر چکا ہے اور دوسری روحیں مقررہ مدت تک کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ اس آیت میں انفس سے قطعی طور پر روحیں مراد ہیں۔ ابوقتادہ انصاری کا بیان ہے کہ ہم ایک دفعہ رات میں رحمت عالم کے ساتھ سفر پر روانہ ہوئے۔ راستے میں آپ سے ٹھہرنے کی درخواست کی گئی فرمایا۔ اگر تم سو گئے تو پھر ہمیں نماز کے لئے کون جگائے گا۔ بلال بولے یا رسول اللہ میں جگاؤں گا۔ چنانچہ آپ نے پڑاؤ ڈال دیا۔ لوگ سو گئے اور بلال اپنی سواری سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ ان کی آنکھ بھی لگ گئی۔ پھر سورج

کا کچھ حصہ نکل آیا تھا کہ رحمتِ عالم کی آنکھ کھل گئی۔ پوچھا بلال تم نے خوب جگایا۔ بولے اللہ کی قسم ایسی نیند تو مجھے کبھی نہیں آئی تھی جیسی آج آئی۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ نے جب تک چاہا تمہاری روحیں روکے رکھیں اور جب چاہا انھیں لوٹا دیا۔ (بخاری مسلم) پس روح مقبوضہ وہ روح ہے جسے اللہ پاک موت و نیند کے وقت اٹھا لیتا ہے۔ پھر موت کے وقت اٹھائی جانے والی روح لوٹائی نہیں جاتی۔ ملک الموت مرنے والے کے سرہانے آکر بیٹھتا ہے اور اس کے بدن سے روح قبض کرتا ہے۔ اور جنت یا جہنم کے کفن میں کفناتا ہے پھر آسمان پر لیکر چڑھتا ہے۔ راہ میں ملنے والے فرشتے اس کی تعریف یا برائی کرتے ہیں۔ پھر روح رب کے آگے کھڑی کی جاتی ہے اور اللہ پاک اس کے بارے میں اپنا فیصلہ صادر فرماتا ہے۔ پھر زمین کی طرف لوٹا دی جاتی ہے اور مُردے اور اس کے کفن کے درمیان داخل ہو جاتی ہے۔ پھر قبر میں منکر نکیر سوال کرتے ہیں اور بطور نتیجے کے عذاب یا ثواب ہوتا ہے یہی روح سبز پرندوں کے پیٹوں میں رکھ دی جاتی ہے اور جنت سے کھاتی پیتی ہے۔ اسی پر صبح و شام آگ پیش کی جاتی ہے۔ یہی تصدیق و تکذیب کرتی ہے۔ یہی اطاعت و نافرمانی کرتی ہے۔ یہی امارہ، لوامہ اور مطمئنہ ہے اسی پر عذاب و ثواب ہوتا ہے۔ یہی خوش نصیب و بدنصیب ہوتی ہے۔ یہی ردی اور چھوڑی جاتی ہے۔ یہی تندرست و بیمار ہوتی ہے۔ یہی لذت اندوز و المناک ہوتی ہے۔ اسی کو خوف و ملال ہوتا ہے۔ یہ تمام صفتیں مخلوق ہی کی ہیں۔ رحمت عالم سوتے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ اللھم انت خلقت نفسی الخ۔ اے اللہ تو نے ہی میری روح پیدا کی اور تو ہی اسے اٹھائے گا۔ اس کی موت و زندگی تیرے ہی اختیار میں ہے۔ پھر اگر تو اسے روک لے تو اس پر رحم فرما۔ اور اگر چھوڑ دے تو اپنے نیک بندوں کی طرح اس کی حفاظت کر۔ حق تعالیٰ جسموں کی طرح روحوں کا بھی خالق ہے۔ فرمایا۔ ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الخ۔ جو کچھ مصیبت دنیا میں اور تمہاری جانوں میں آتی ہے وہ ایک کتاب میں قبل اس کے کہ ہم مصیبت پیدا کریں لکھی ہوئی ہے۔ بعض کے نزدیک نبرأھا میں ضمیر زمین کی طرف لوٹتی ہے اور بعض کے نزدیک انفسکم کی طرف۔ ظاہر ہے کہ قریب انفسکم ہی ہے۔ اس لئے ضمیر کا جانوں کی طرف لوٹانا زیادہ مناسب ہے۔ اور اگر تینوں کی طرف لوٹا دی جائے تو بھی مناسب ہے۔ بھلا روح کیسے قدیم اور خالق سے مستغنی ہو سکتی ہے۔ جبکہ اپنی ایک ایک ضرورت میں اپنے خالق کی محتاج و دست نگر ہے نہ صرف اس کی ذات بلکہ اس کے افعال و صفات بھی رب ہی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ اس کی ذات کا تقاضا عدم ہے سے تو اپنے نفع و نقصان، موت و حیات اور زندگی بعد الموت پر بھی قدرت نہیں وہ اتنی ہی نیکیاں کماتی ہے جتنی اللہ پاک نے اسے عطا فرمائی ہیں۔ اور انھیں برائیوں سے بچتی ہے جن سے اللہ بچاتا ہے۔ یہ دنیا اور آخرت میں اللہ ہی کی ہدایت سے فیضیاب ہوتی ہے۔ اسی کی توفیق و اصلاح سے درست و ٹھیک ٹھاک رہتی ہے۔ اسی کی تعلیم سے علم حاصل کرتی ہے اور اس کے ڈالے ہوئے علم سے آگے نہیں بڑھتی۔ لہذا اللہ نے اسے پیدا کیا پھر شکل و صورت

Marfat.com

بتائی اور اچھی بری باتیں اس کے دل میں ڈالیں۔ حق تعالیٰ نے خبر دی کہ وہی روحوں کا اور ان کے اچھے برے کاموں کا خالق ہے۔ روح نہ خود غیر مخلوق ہے جیساکہ بعض جاہل کہتے ہیں اور نہ اپنے افعال کی خالق ہے جیساکہ دوسرے نادانوں کا خیال ہے۔ یہ بات بدیہی ہے کہ اگر روح قدیم و غیر مخلوق ہوتی تو بالذات اپنے وجود و صفات و کمال میں مستغنی ہوتی۔ حالانکہ قدم قدم پر محتاج ہے اور یہ احتیاج اس کی ذات سے ہے۔ کسی دوسری علت سے نہیں۔ جیسے اس کا رب بالذات مستغنی ہے اور یہ ذاتی استغناء ہے۔ کسی دوسری علت سے نہیں۔ حق تعالیٰ کی قدامت و ربوبیت میں اس کی ہمہ گیر سلطنت میں، اس کے قدسی کمالات میں اور اس کے استغناء میں کوئی شریک نہیں۔ غرضیکہ جسموں کی طرح حدوث و تخلیق کے نشانات روحوں پر بھی جھلکتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا یَا اَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰهِ۔ اے لوگو! تم اللہ کے محتاج ہو اور اللہ ہی بے نیاز و لائق تعریف ہے۔ یہ خطاب فقط جسموں ہی سے نہیں ہے بلکہ جسموں کے ساتھ روحوں سے بھی ہے اور اللہ کے اس ہمہ گیر استغناء میں کوئی شریک نہیں۔ اس سے بھی زیادہ واضح دلیل سنیے۔ فرمایا۔ فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ الخ۔ یعنی اگر تم مملوک و مقہور اور اپنے عملوں کا بدلہ دیئے جانے والے نہیں ہو تو جب روحیں حلق میں آکر اٹک جائیں تو انہیں بدنوں میں لوٹا کر تو دکھاؤ۔ کیا اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ روحیں کسی کی ملکیت ہیں۔ اور مالک ان سے حساب لے کر ان کے عملوں کا بدلہ دیگا۔

غرضیکہ ہم نے اوپر جتنے روح کے احکام و حالات بیان کئے اور موت کے بعد ان کی برزخی ٹھہرنے کے مقامات بتائے وہ سب بتا رہے ہیں کہ روح مخلوق و مملوک ہے۔ قدیم نہیں۔ روحوں کا مخلوق ہونا روز روشن کی طرح واضح ہے۔ دلائل کا محتاج نہیں اگر گمراہ صوفی اور بدعتی اور قرآن و حدیث کو غلط سمجھنے والے نہ ہوتے تو ہمیں دلائل کی ضرورت نہ تھی۔ مگر لوگوں نے اپنی الٹی سمجھوں کے باوجود روحوں پر ایسی گفتگو کی جو صاف بتا رہی ہے کہ وہ روحوں کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے۔ ایک معمولی عقل کا انسان بھی ایسی صاف بات کا انکار نہیں کرسکتا جس پر نہ صرف اس کی ذات و صفات اور افعال و جوارح گواہی دے رہے ہوں۔ بلکہ آسمان و زمین اور اللہ کی تمام مخلوق گواہی دیتی ہو اللہ کے ماسوا ہر چیز اپنے مخلوق ہونے پر کسی نہ کسی طرح سے گواہ ہے۔ انکار کرنے والوں کے اندر ہی بہت سے دلائل موجود ہیں۔

روح کو غیر مخلوق کہنے والوں کے دلائل

اس فرقہ کے جس قدر دلائل ہیں قرآن کی محکم آیتوں کو چھوڑ کر متشابہ آیتوں سے لئے ہوئے ہیں۔ جو ہر گمراہ اور بدعتی فرقے کا طریقہ کار ہوتا ہے۔ قرآن پاک کی اول سے آخر تک محکم آیتیں بتا رہی ہیں کہ اللہ پاک ہی خالق و موجد ارواح ہے۔

قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ کا جواب

انہوں نے قل الروح من امر ربی سے جو روح کے غیر مخلوق ہونے پر دلیل دی ہے اس کا دارومدار اس پر ہے کہ امر سے مراد طلب ہے جس کے مقابلہ میں نہی آتی ہے۔ حالانکہ ایسا

Marfat.com

نہیں ہے۔ یہاں امر سے مراد مامور ہے اور امر بمعنی مامور عربی زبان میں کثرت سے استعمال کیا جاتا ہے۔ خود قرآن پاک میں جگہ جگہ استعمال کیا گیا ہے اتیٰ امر اللہ (اللہ کا مقرر کردہ عذاب آگیا) لما جاء امر ربک (جب آپ کے رب کا مقرر کردہ عذاب آگیا) وما امر الساعۃ الا کلمح البصر (قیامت کا مقرر کردہ وقت پلک جھپکنے میں آجائے گا) اسی طرح لفظ خلق مخلوق کے معنی میں آتا ہے۔ اس آیت میں کسی صورت سے بھی روح کی قدامت وغیر مخلوقیت کی دلیل نہیں۔ اس آیت کی بعض سلف نے یہ تفسیر کی ہے کہ روح اللہ کے حکم سے مخلوق کے جسموں میں آئی۔ اور اس کی قدرت سے وہاں ٹھہر گئی یہ تفسیر اس صورت میں ہے۔ جبکہ آیت والی روح سے انسانی روح مراد ہو۔ لیکن اس میں بھی اختلاف ہے۔ کہ یہاں روح سے انسانی روح مراد ہے۔ یا کوئی خاص روح مراد ہے۔ قریب قریب تمام سلف کا اتفاق ہے کہ یہاں روح سے وہ روح مراد ہے جو قیامت کے دن فرشتوں کے ساتھ کھڑی ہوگی۔ فرمایا یوم یقوم الروح والملائکۃ صفا یعنی جس دن روح فرشتوں کے ساتھ قطار باندھ کر کھڑی ہوگی) یہ روح سب سے بڑا فرشتہ ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں رحمت عالم کے ساتھ ساتھ مدینہ کے سیاہ پتھروں والے علاقہ سے گزر رہا تھا اور آپ لکڑی سے ٹیک لگا کر چل رہے تھے۔ پھر ہم چند یہودیوں کے پاس سے گذرے انہوں نے آپس میں کہا آؤ! آپ سے روح کے بارے میں پوچھیں کسی نے کہا نہیں۔ کہیں ایسی بات نہ بتادیں جس سے تمہیں صدمہ ہو۔ لیکن یہودی بولے ہم پوچھے ہی لیتے ہیں۔ چنانچہ ایک یہودی نے کھڑے ہوکر کہا۔ ابوالقاسم! یہ روح کیا ہے؟ آپ خاموش ہو گئے۔ میں نے پہچان لیا کہ آپ پر وحی اتر رہی ہے۔ آخر میں ٹھہر گیا۔ پھر جب وحی کھل گئی تو آپ نے یہ آیت پڑھ کر سنائی (بخاری وغیرہ) یہ بات ظاہر ہے کہ یہودیوں نے انسانی روح کے بارے میں سوال نہیں کیا تھا۔ بلکہ اس روح کے بارے میں سوال کیا تھا جس کا حال وحی کے بغیر معلوم نہیں ہو سکتا تھا۔ یعنی اس روح کے بارے میں سوال تھا جو اللہ کے پاس ہے اور جس سے لوگ ناآشنا ہیں۔ انسانی روح غیب میں سے نہیں۔ بہت سے مذہب والوں نے اس پر گفتگو کی ہے۔ اگر انسانی روح کے بارے میں جواب مان لیا جائے تو جواب ثبوت کی خبروں میں سے نہیں بنتا۔

ایک شبہ اور اس کا جواب اگر کوئی کہے کہ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ قریش نے عقبۃ بن ابی معیط کو اور عبداللہ بن ابی امیہ کو مدینہ کے یہودیوں کے پاس نبی صلعم کی تحقیق کے سلسلے میں بھیجا۔ انہوں نے یہودیوں سے کہا کہ ہم میں ایک شخص نبوت کا دعوی کرتا ہے۔ اور وہ نہ ہمارے دین پر ہے اور نہ تمہارے دین پر۔ یہودیوں نے پوچھا اسے کون مانتے ہیں۔ یہ بولے غلام کمزور، نیچے طبقے کے اور گرے پڑے لوگ مانتے ہیں۔ اونچے طبقے کے شرفا اور معزز حضرات نہیں مانتے۔ یہودی بولے کہ نبی کے ظہور کا وقت تو آگیا ہے اور تم اس شخص کے جو حالات بتا رہے ہو وہ نبی انہیں حالات سے دوچار ہوگا۔ ہم تمہیں تین باتیں بتاتے ہیں اس سے جا کر پوچھو۔ اگر انہیں بتا دے تو سچا ہے ورنہ

Marfat.com

جھوٹا ہے۔ اس سے روح کے بارے میں پوچھو جو آدم میں پھونکی گئی تھی۔ اگر وہ یہ جواب دے کہ روح اللہ سے ہے تو کہو اللہ جہنم میں ایسی چیز کو کس طرح ڈال سکتا ہے جو اس سے ہے۔ آخر آپ نے اس کے بارے میں جبرئیل سے پوچھا تو حق تعالیٰ نے یہ آیت اتاری یعنی روح اللہ کی مخلوق ہے۔ اللہ سے نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ انسانی روح مراد ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس جیسی سند قابل حجت نہیں۔ کیونکہ یہ روایت سدی کی تفسیر میں ابو مالک سے ہے۔ اور اس میں کئی باتیں منکر ہیں۔ تمام کتب صحاح و مسانید میں اس قصے کا سیاق سدی کے سیاق کے خلاف ہے۔ اعمش اور مغیرہ ابراہیم سے وہ علقمہ سے اور وہ ابن مسعودؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رحمت عالمؐ یہودیوں کی ایک جماعت کے پاس سے گذرے میں آپ کے ساتھ تھا۔ یہودیوں نے آپ سے روح کے بارے میں سوال کیا۔ آپ خاموش ہو گئے۔ میں نے سوچا آپ پر وحی اتر رہی ہے۔ پھر یہ آیت اتری۔ یسئلونک عن الروح، قل الروح من امر ربی وما اوتوا من العلم الا قلیلا (یہودی آپ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ فرمادیں روح میرے رب کے ماموروں میں سے ہے اور یہودیوں کو تھوڑا سا ہی علم دیا گیا ہے) (ابن مسعودؓ کی یہی قرات ہے) یہودی بولے توراۃ میں بھی یہی جواب ہے۔ (جریر بن عبد الحمید وغیرہ) اس کے ہم معنی ابن عباسؓ والی روایت ہے۔ ان روایتوں سے سدی والی حدیث کا ضعف معلوم ہو گیا۔ اور یہ بھی کہ یہ قصہ مدینہ کا ہے۔ مکہ کا نہیں۔ کیونکہ اس حدیث میں اور ابن مسعودؓ والی حدیث میں صراحت ہے کہ سوال مدینہ میں کیا گیا تھا۔ اگر مکہ میں ہو چکا ہوتا تو آپ وحی کا انتظار نہ کرتے۔ اور فوراً جواب دے دیتے۔ کیونکہ مکہ میں پہلے ہی سے اس کا جواب آپ کو معلوم ہو چکا تھا۔

ابن عباسؓ والی روایات پر تبصرہ اس آیت کی تفسیر میں ابن عباسؓ سے سخت مختلف روایتیں آئی ہیں۔ یہ اضطراب یا تو راویوں کی جانب سے ہے یا خود ابن عباس ہی کے اقوال میں اضطراب ہے۔ اب ہم ان مضطرب روایتوں کو بیان کرتے ہیں۔ ابن عباسؓ والی سدی کی روایت تو گذر ہی چکی۔

دوسری روایت دوسری روایت داؤد بن ابی ہند عکرمہ سے اور وہ ابن عباسؓ سے جو روایت کرتے ہیں وہ اس کے خلاف ہے۔ خود داؤد کی اس روایت میں اضطراب ہے چنانچہ مسروق و ابراہیم یحییٰ ابن زکریا سے اور وہ داؤد سے روایت کرتے ہیں۔ محمد بن نصر مروزی اس طرح لائے ہیں۔ اسحاق، یحییٰ بن زکریا۔ داؤد۔ عکرمہ۔ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ قریش نے یہودیوں سے کہا کہ ہمیں کچھ دو تا کہ ہم اس شخص سے پوچھیں تو انہوں نے کہا روح کے بارے میں پوچھو۔ اس پر یہ آیت اتری۔ یہ ابن عباسؓ کی پہلی روایت کے اور ابن مسعودؓ کی روایت کے خلاف ہے۔

Marfat.com

تیسری روایت ہشیم۔ ابو بشر۔ مجاہد۔ ابن عباسؓ۔ آپ فرمادیں کہ روح اللہ کے امر میں سے ایک امر ہے۔ اور اللہ کی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے اور اس کی انسانی صورتوں کی طرح صورتیں ہیں۔ آسمان سے جو فرشتہ اترتا ہے اس کے ساتھ ایک روح ضرور ہوتی ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ روح انسانی روح کے علاوہ ہے۔

چوتھی روایت چوتھی روایت عبدالسلام بن حرب خصیف۔ مجاہد۔ ابن عباسؓ سے ہے (آیۃ کی تفسیر میں) روح قرآن میں بمنزلہ لفظ کن ہے۔ آپ یہی جواب دیں جو آپ کے رب نے سنا دیا ہے۔ پھر یہی روایت طریق خصیف سے عکرمہ سے اور عکرمہ ابن عباس سے لائے ہیں کہ آپ چار چیزوں کی تفسیر نہیں بیان کیا کرتے تھے۔ رقیم، غسلین، روح اور وسخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعا منہ

پانچویں روایت جو یبر ضحاک۔ ابن عباس۔ یہودیوں نے رحمت عالمؐ سے روح کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ۔ یعنی روح میری مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے۔ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ یعنی اگر تم سے تمہاری ذاتوں کی تخلیق کے بارے میں پوچھا جائے اور طعام و شراب کے آنے اور جانے کے راستوں سے پوچھا جائے تو تم انھیں بھی صحیح طور سے نہ بتا سکو گے۔

چھٹی روایت عبدالغنی بن سعید۔ موسیٰ بن عبدالرحمٰن۔ ابن جریج۔ عطاء ابن عباس اور مقاتل ضحاک۔ ابن عباس۔ (آیۃ کی تفسیر میں) ایک دفعہ قریش کا اجتماع ہوا اور اس میں یہ طے پایا کہ چونکہ محمدؐ جھوٹے نہیں ہیں اور انہوں نے ہم میں صدق و امانت کے ساتھ زندگی گذاری ہے اس لئے یہودیوں کے پاس وفد بھیجکر آپ کے بارے میں ان سے تحقیق کرو۔ وہ ان کی بشارت دیا کرتے تھے۔ اور کثرت سے ان کا ذکر کرتے تھے ان کی نبوت کے مدعی تھے۔ اور ان کی مدد کرنے کی توقع رکھتے تھے۔ اور انھیں یقین تھا کہ وہ ان کی طرف ہجرت کر کے آئیں گے۔ اور وہ ان کے انصار بنیں گے چنانچہ اس وفد نے یہودیوں سے آپ کے بارے میں پوچھا۔ یہودیوں نے کہا ان سے تین باتیں پوچھ کر دیکھو۔ ان سے روح کے بارے میں پوچھو تورات میں بس لفظ روح آیا ہے۔ اس کی تفسیر و وضاحت نہیں ہے۔ اس پر اللہ نے یہ آیۃ اتاری۔ یعنی روح میرے رب کی مخلوق میں سے ہے۔

قرآن میں روح کتنی معنی میں آئی ہے (۱) روح بمعنی وحی۔ فرمایا۔ وکذالک اوحینا الیک روحا من امرنا (اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے آپ پر وحی اتاری) یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ (اللہ پاک اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے اپنے حکم سے وحی ڈال دیتا ہے۔

(۲) قوت و ثبات اور نصرت و حمایت۔ فرمایا وایدھم بروح منہ (اللہ نے اپنی قوت سے ان کی

Marfat.com

تائید فرمائی۔ (۳) حضرت جبرئیل۔ فرمایا۔ نزل به الروح الامین علیٰ قلبک (اسے حضرت جبرئیل لیکر آپ کے قلب پر اترے)۔ فرمایا۔ من کان عدوا لجبریل الخ (جو جبرئیل کا دشمن ہے تو جبرئیل ہی نے یہ قرآن اللہ کے حکم سے آپ کے دل پر اتارا ہے) فرمایا۔ قل نزله روح القدس (آپ فرمادیں اسے روح القدس نے اتارا ہے)۔

(۴) وہ روح جس کے بارے میں یہودیوں نے آپ سے پوچھا تھا۔ اور انھیں جواب دیا گیا کہ وہ اللہ کی مخلوق میں سے ہے۔ کہا جاتا ہے یہ وہی روح ہے جو مندرجہ ذیل دونوں آیتوں میں مذکور ہے۔ یوم یقوم الروح والملائکة صفا (جس دن روح اور فرشتے قطار باندھ کر کھڑے ہوں گے۔ تنزل الملائکة والروح فیھا۔ شب قدر میں فرشتے مع روح کے اپنے رب کے حکم سے اترتے ہیں) (۵) حضرت مسیح۔ فرمایا۔ وروح منه آپ اللہ کی روح ہیں۔

قرآن میں انسانی روح کے بارے میں نفس کا لفظ استعمال کیا گیا ہے

فرمایا۔ یا ایتھا النفس المطمئنة اے اطمینان والی روح) ولا اقسم بالنفس اللوامة (قابل ملامت روح کی قسم) ان النفس لامارة بالسوء (روح تو برائی ہی طرف کھینچتی ہے) اخرجوا انفسکم (اپنی روحیں نکالو) ونفس وما سواھا (روح اور روح کو ٹھیک کرنے والے کی قسم) کل نفس ذائقة الموت (ہر روح موت کا ذائقہ چکھنے والی ہے) حدیث میں روح انسانی کے لئے لفظ نفس بھی آیا ہے اور لفظ روح بھی بہرحال روح کا اللہ کے امر سے ہونا اس کی قدامت و غیر مخلوقیت پر دلالت نہیں کرتا۔

اللہ کی طرف روح کی نسبت کی وضاحت

حق تعالیٰ کی طرف دو قسم کی نسبتیں پائی جاتی ہیں۔ عوارض و صفات کی نسبت۔ جیسے علم، قدرت، کلام، سمع، بصر، یہ صفاتی نسبت کہلاتی ہے۔ یعنی علم، کلام، ارادہ، قدرت اور حیات وغیرہ اللہ کی صفتیں ہیں۔ اور غیر مخلوق ہیں۔ اسی میں چہرہ، ہاتھ وغیرہ داخل ہیں۔ دوسری نسبت جواہر و اعیان کی ہے۔ جو حق تعالیٰ سے بالکل جدا ہیں۔ جیسے بیت، ناقہ، عبد، رسول اور روح یہ مخلوق کی خالق کی طرف نسبت ہے۔ اور تشریفی نسبت کہلاتی ہے۔ جیسے کسی چیز کو بنانے والے کی طرف اس کی عمدگی اور پائیداری ظاہر کرنے کے لئے منسوب کر دیا کرتے ہیں۔ اس نسبت میں منسوب اور منسوب الیہ کی ذاتوں میں مباینت ہوتی ہے۔ مثلاً بیت اللہ کہہ دیا گیا۔ اگرچہ دنیا میں ہر گھر اللہ ہی کا ہے۔ یا اللہ کی اونٹنی کہہ دیا گیا حالانکہ ہر اونٹنی اللہ ہی کی ہے۔ یہ نسبت اللہ کی محبت کو اور منسوب کے شرف و احترام کو چاہتی ہے۔ برعکس اس کے اللہ کی ربوبیت کی طرف عام نسبت خلق و ایجاد کو چاہتی ہے۔ غرضیکہ عام نسبت ایجاد کو اور خاص نسبت اختیار و پسندیدگی کو چاہتی ہے۔ اور اللہ جسے چاہتا ہے، پیدا کرتا ہے، اور اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔ فرمایا وربک یخلق ما یشاء ویختار (آپ کا رب جسے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور چن لیتا ہے)

حق تعالیٰ کی طرف روح کی نسبت کس قسم کی ہے

حق تعالیٰ کی طرف روح کی نسبت خاص اور جوہری

Marfat.com

نسبت ہے۔ عام اور درست نہیں۔ اس نکتہ کو یاد رکھئے۔ انشاء اللہ بہت سی گمراہیوں سے، جن میں لوگ پھنس گئے ہیں، بچ جاؤ گے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب اگر کہا جائے کہ ونفخت فیہ من روحی (اور میں نے اس میں اپنی روح پھونکی) میں اللہ نے روح پھونکنے کی نسبت اپنی طرف کی ہے جیسے خلقت بیدی (میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا) میں پیدا کرنے کی نسبت اپنی طرف کی ہے۔ اسی وجہ سے ایک صحیح حدیث میں ان دونوں میں فرق کیا گیا ہے کہ لوگ حضرت آدم کے پاس آکر کہیں گے کہ آپ انسانوں کے باپ آدم ہیں۔ آپ کو اللہ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔ آپ کے جسم میں اپنی روح پھونکی۔ آپ کو اپنے فرشتوں سے سجدہ کرایا۔ اور آپ کو اپنی ہر چیز کے نام سکھائے۔ اس حدیث میں حضرت آدم کی چار خصوصیتیں بیان فرمائیں۔ اگر فرشتے نے روح پھونکی ہوتی تو پھر یہ خصوصیت باقی نہیں رہتی اور آپ بھی حضرت مسیح بلکہ تمام نوع انسان کی طرح ہوتے۔ کیونکہ ان میں فرشتے نے روح پھونکی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسی مقام کی وجہ سے ایک گروہ قدامت روح کا قائل ہوا اور ایک گروہ نے توقف کیا۔ دونوں قرآن پاک کی مراد سمجھنے سے قاصر رہے۔ حالانکہ اللہ کی طرف یہ نسبت نسبت تشریفی ہے۔ اور نفخ کی نسبت حکم والی نسبت ہے۔ جیسے بادشاہ کہے میں نے محل بنایا۔ حق تعالیٰ نے ایک جگہ حضرت مریم کے بارے میں فرمایا کہ ہم نے اپنی روح ان میں پھونکی۔ (یعنی فرشتے کو روح پھونکنے کا حکم دیا۔ دوسری جگہ فرمایا کہ ان کی طرف فرشتہ بھیجا اور اس نے روح پھونکی۔ (یعنی فرشتے نے ہمارے حکم سے روح پھونکی۔)

حضرت مسیح کو روح اللہ کیوں کہا جاتا ہے جب یہی طے پایا کہ روح پھونکنے والا فرشتہ ہے تو پھر حضرت مسیح کو روح اللہ کیوں کہا جاتا ہے۔ اور کیا آدم میں بھی فرشتے ہی نے روح پھونکی یا براہ راست حق تعالیٰ شانہ نے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ نے مسیح کی روح کو اپنی طرف منسوب فرمایا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس میں اہمیت و شرف ہے یعنی اللہ نے تمام روحوں میں سے حضرت مسیح کی روح خاص طور سے چنی ہے۔ اور فرشتے کے اختیار پر نہیں چھوڑی لہٰذا یہ روح بمنزلۂ باپ کے ہے کیونکہ باپ حمل کا سبب بنتا ہے اور یہ روح بھی حمل کا سبب بنی۔ اللہ نے حضرت آدم کی روح کو بھی اپنی طرف منسوب فرمایا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس میں اہمیت و شرف ہے۔ حضرت آدم نہ تو مسیح کی طرح محض ماں سے پیدا ہوئے اور نہ دیگر انسانوں کی طرح ماں باپ سے۔ بلکہ بلا ماں باپ کے پیدا ہوئے۔ اور عام اولاد آدم کی طرح فرشتے نے ان میں روح نہیں پھونکی۔ ورنہ آدم کی خصوصیت باقی نہیں رہتی۔ بلکہ اللہ نے ان کی مٹی میں روح پھونکی۔ (اس پر دلیل قائم ہے۔) رہا یہ سوال کہ اللہ نے براہ راست روح پھونکی۔ جیسے براہ راست اپنے ہاتھ سے بنا لیا یا اس کے حکم سے روح پھونکی گئی۔ ان میں سے ہر ایک دعویٰ محتاج دلیل ہے

ہاتھ سے پیدا کرنے میں اور روح پھونکنے میں فرق ہاتھ سے پیدا کرنے اور روح پھونکنے میں یہ فرق ہے

کہ ہاتھ غیر مخلوق ہے اور روح مخلوق ہے۔ اور پیدا کرنا اللہ کا فعل ہے۔ اور روح پھونکنا آیا اللہ کے ان افعال میں سے ہے جو اس کے ساتھ قایم ہیں۔ یا ایک مفعول ہے۔ ان مفعولات میں سے جو اللہ کے ساتھ قایم نہیں بلکہ اس سے بالکل جدا ہیں۔ اس کے لئے دلیل کی ضرورت ہی نہیں۔ برعکس اس کے حضرت مریم والا نفخ اللہ کا ایک مفعول ہے۔ اور اللہ نے اپنی طرف اس لئے منسوب فرمایا کہ اس کے حکم سے انجام پایا۔ بہرحال آدم والا نفخ خواہ اللہ کا فعل ہو یا مفعول ہر حال میں، روح منفوخ مخلوق و غیر قدیم ہے۔ اور یہی مخلوق روح روح آدم کا مادہ ہے۔ لہذا انکی روح بھی بدرجۂ اولی حادث و مخلوق ہوگی۔ اور ہے۔

اٹھارہواں باب

پہلے روحیں پیدا ہوئیں یا جسم؟

پہلے روحیں پیدا ہوئیں یا جسم؟ اس کے جواب میں شیخ الاسلام نے دو مشہور قول نقل فرمائے ہیں۔

شیخ الاسلام کا جواب محمد بن نصر مروزی اور ابو محمد بن حزم تقدم خلق ارواح کے قائل ہیں۔ بلکہ ابن حزم نے تو اس پر اجماع بھی نقل کیا ہے۔ **مروزی اور ابن حزم تقدم خلق ارواح کے قائل ہیں** اب ہم دونوں فرقوں کے دلائل بیان کرکے صحیح مسئلہ بیان کرتے ہیں۔

تقدم خلق ارواح کے دلائل (۱) حق تعالیٰ نے فرمایا ولقد خلقناکم ثم صورناکم الخ۔ ہم نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہاری شکلیں بنائیں پھر ہم نے فرشتوں سے آدم کو سجدہ کرنے کے لئے کہا) کہتے ہیں ثم ترتیب و تاخیر کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ خلق سجدۂ آدم پر مقدم ہے۔ اور یہ بدیہی طور پر معلوم ہے کہ بدن بعد میں پیدا ہوتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ خلق سے خلق ارواح مراد ہے۔

دوسری دلیل (۲) واذ اخذ ربک من بنی آدم الخ۔ (اور جب تمہارے رب نے آدم کی پشت سے ان کی اولاد نکالی اور ان کو اس پر گواہ بنایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا کیوں نہیں) ظاہر ہے کہ یہ اقرار روحوں سے لیا گیا تھا۔ کیونکہ اس وقت بدن کہاں تھے۔ حضرت عمرؓ سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا فرمایا۔ میں نے سرکار رحمت عالمؐ سے بھی اس کے بارے میں پوچھا گیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ اللہ پاک نے آدم کو پیدا کیا۔ پھر ان کی پشت پر اپنا سیدھا ہاتھ پھیرا۔ اور اس سے ان کی تمام اولاد نکالی۔ اور فرمایا میں نے انھیں جہنم کے لئے پیدا کیا۔ یہ جہنم والوں کے سے عمل کریں گے۔ اور میں نے انھیں جنت کے لئے پیدا کیا۔ اور یہ جنت والوں کے سے عمل کریں گے۔ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ پھر عمل کی کیا ضرورت رہی۔ فرمایا جب اللہ کسی کو جنت کے لئے پیدا کرتا ہے تو اس سے جنت والوں کے سے عمل کراتا ہے۔ حتی کہ اس کا خاتمہ اچھے عمل پر ہو جاتا ہے۔ اور اسے اسکی

وجہ سے جنت میں داخل کر دیتا ہے۔ اور جب کسی کو جہنم کے لئے پیدا کرتا ہے تو اس سے جہنم والوں کے سے عمل کراتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا خاتمہ برے عمل پر ہو جاتا ہے۔ اور اسے اس کی وجہ سے جہنم میں داخل کر دیتا ہے۔ (موطا مالک) حاکم فرماتے ہیں۔ یہ حدیث مسلم کی شرط پر ہے۔ حاکم کی ابو ہریرہ والی مرفوع روایت یہ ہے کہ اللہ پاک نے آدم کو پیدا کر کے ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا تو ان کی پشت سے تمام روحیں جو قیامت تک آنے والی ہیں، چیونٹیوں جیسی نکل آئیں۔ پھر اللہ نے ان میں سے ہر ایک کی پیشانی پر نور کی چمک رکھی۔ پھر انھیں آدم پر پیش کیا۔ آدم نے پوچھا اے رب یہ کون ہیں۔ فرمایا یہ تمہاری اولاد ہے۔ پھر آدم ان میں سے ایک شخص کی پیشانی پر نور دیکھ کر متعجب ہو کر بولے اے رب یہ کون ہیں۔ فرمایا یہ تمہارے بیٹے داؤد ہیں۔ جو آخری قوموں میں ہوں گے پوچھا ان کی عمر کیا ہے۔ فرمایا ساٹھ سال۔ بولے انھیں میری عمر میں سے چالیس سال اور دیدیجئے۔ فرمایا۔ پھر تو لکھکر مہر لگا دی جائے گی اور تبدیلی نہیں ہوگی۔ پھر جب حضرت آدم کی عمر پوری ہو گئی تو ملک الموت ان کے پاس آئے۔ بولے ابھی تو میری عمر کے چالیس سال باقی ہیں۔ فرشتے نے کہا کیا وہ تم نے اپنے بیٹے داؤد کو نہیں دے دیئے تھے؟۔ رحمت عالم ؐ نے فرمایا کہ حضرت آدم نے انکار کیا۔ لہذا ان کی اولاد میں بھی یہی عادت ہے۔ یعنی آپ بھول گئے اور آپ کی اولاد میں بھی بھول جانے کی عادت ہے اور آپ سے غلطی ہو گئی اس لئے آپ کی اولاد میں بھی غلطی کی عادت ہے۔ (ترمذی حسن صحیح) امام احمد بھی یہ حدیث ابن عباس ؓ سے لائے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ جب قرض والی آیت اتری تو رحمت عالم نے فرمایا کہ سب سے پہلے حضرت آدم مکرے تھے۔ محمد بن سعد نے یہ زیادہ کیا ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت آدم کی عمر کے پورے ہزار سال کر دیئے اور حضرت داؤد کے پورے سو سال برقرار رکھے۔

حاکم کی ابی والی حدیث میں اسی آیت کی تفسیر ہے کہ اللہ نے اُس دن قیامت تک دنیا میں آنے والوں کو جمع فرمایا اور روحیں بھی پیدا کر دیں۔ پھر ان کی صورتیں بنائیں اور ان سے اقرار کرایا وہ بولے اور انہوں نے اللہ کی ربوبیت کا پکا وعدہ کیا۔ اللہ نے فرمایا۔ میں اس پر ساتوں آسمانوں کو اور ساتوں زمینوں کو گواہ بناتا ہوں اور تمہارے باپ آدم کو بھی کہ قیامت کے دن یہ نہ کہہ دو کہ ہم تو بالکل بے خبر تھے۔ خبردار میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا میں تمہارے پاس رسول بھیجوں گا۔ جو تمہیں یہ عہد و میثاق یاد دلائیں گے۔ اور تم پر اپنی کتابیں بھی اتاروں گا سب نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ہی ہمارے رب اور ہمارے معبود ہیں۔ آپ کے سوا ہمارا کوئی رب نہیں۔ ان کے سامنے ان کے باپ آدم لائے گئے۔ آپ نے اپنی اولاد میں امیر و غریب اور خوب صورت و بدصورت سب دیکھے۔ بولے اے رب تیرے بندوں میں برابری ہوتی (تو کیا اچھا ہوتا)! فرمایا۔ مجھے شکر محبوب ہے۔ اور ان میں انبیا چراغوں کی طرح دیکھے۔ انبیا سے رسالت کا عہد لیا گیا۔ جیسا کہ اس آیت واذ اخذنا من النبیین الخ (جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا) سے ثابت ہے۔

Marfat.com

میثاق ازل کئی آیتوں سے ثابت ہے میثاق ازل مندرجہ ذیل آیتیں، فاقم وجھک للدین حنیفا الخ اپنی ذات یکسو ہو کر دین کے لئے قائم کر لیجئے۔ یہ دین (توحید) اللہ کی پیدائش ہے۔ جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اور اللہ کی پیدائش میں تبدیلی نہیں ہوتی، ھٰذا نذیر من النذر الاولیٰ (یہ بھی پہلے ڈرانے والوں کی طرح ایک ڈرانے والی بات ہے) وما وجدنا لاکثرھم من عھد الخ (ہم نے اکثر لوگوں کے لئے عہد نہیں پایا اور اکثر لوگوں کو نافرمان پایا) سے ثابت ہے۔ میثاق والی روحوں میں سے حضرت عیسیٰ کی بھی روح تھی۔ اللہ پاک نے یہ روح حضرت مریم کے پاس بھیجی جبکہ وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر مشرقی سمت میں ایک جگہ چلی گئی تھیں۔ پھر وہ روح ان کے منہ کے اندر داخل ہو گئی۔ (اس کی سند صحیح ہے) ہشام بن حکیم بن حزام سے روایت ہے کہ ایک شخص نے پوچھا۔ یا رسول اللہ کیا ابتدائی عمل ہوتے ہیں، یا تقدیر سے؟ فرمایا جب حق تعالیٰ نے آدم کی پشت سے ان کی اولاد نکالی ان سے عہد لیا۔ پھر لپ بھر کر انھیں ڈال کر فرمایا کہ یہ جنتی ہیں اور یہ جہنمی۔ جنتیوں کو اہل جنت کے سے عمل آسان ہوں گے، اور دوزخیوں کو اہل دوزخ کے سے (اسحاق بن راہویہ) ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ جب اللہ نے آدم کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا (آگے آدم کی پیدائش کا بیان ہے۔ پھر فرماتے ہیں) تو حضرت آدم سے پوچھا۔ کہ میرے کس ہاتھ کو پسند کرتے ہو جس سے میں تمہیں تمہاری اولاد دکھاؤں۔ بولے اے رب کا سیدھا ہاتھ پسند کرتا ہوں اور میرے رب کے دونوں ہاتھ سیدھے ہی ہیں۔ پھر اللہ نے اپنا سیدھا ہاتھ کھول دیا۔ جس میں قیامت تک دنیا میں آنے والی تمام اولاد تھی۔ تندرست اپنی تندرستی پر اور بیمار اپنی بیماری پر اور انبیا، اپنی ہیئت پر تھے۔ بولے آپ نے سب کو عافیت کیوں نہیں بخشی۔ فرمایا میں چاہتا ہوں کہ میرا شکر ادا کیا جائے۔ (اسحاق بن راہویہ) عبداللہ بن سلام سے روایت ہے کہ اللہ نے حضرت آدم کو پیدا کیا پھر اپنے ہاتھوں سے اشارا کر کے مٹھیاں بند کر کے فرمایا اے آدم دونوں ہاتھوں میں سے کسی ایک ہاتھ کو چن لو۔ بولے میں نے اپنے رب کے سیدھے ہاتھ کو چن لیا اور اس کے دونوں ہاتھ سیدھے ہی ہیں۔ آخر اللہ نے اسے کھول دیا تو اس میں ان کی اولاد تھی۔ پوچھا یہ کون ہیں۔ فرمایا۔ یہ دنیا میں قیامت تک آنے والی تمہاری جنتی اولاد ہے۔ ان کے بارے میں میں جنت کا فیصلہ کر چکا ہوں (محمد بن نصر) رحمت عالم نے فرمایا کہ جب اللہ نے حضرت آدم کو پیدا کیا تو ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا تو دنیا میں قیامت تک آنے والی روحیں اس سے باہر آگئیں (اسحاق) ابن عباس والے قول میں نعمان (عرفۃ) کا بھی لفظ ہے۔ ابن عمرؓ کی تفسیر میں ہے کہ جیسے کنگھی سے بالوں کی اندرونی چیزیں باہر آجاتی ہیں۔ اسی طرح اللہ نے آدمؑ کی پشت سے ان کی اولاد باہر نکالی۔ ابن عباسؓ والے ایک قول میں ہے کہ اللہ نے حضرت آدم کے سیدھے کندھے کو تھپتھپایا۔ جس سے ہر جنتی سفید و شفاف روح باہر نکل پڑی۔ فرمایا۔ یہ جنتی ہیں۔ پھر بائیں

Marfat.com

کندھے کو تھپتھپایا جس سے ہر دوزخی سیاہ رنگ نکل پڑی۔ فرمایا یہ جہنمی ہیں۔ پھر ان سے ایمان و معرفت کا عہد لیا۔ ابن مسعودؓ اس آیت کی تفسیر میں چند صحابہ سے بیان فرماتے ہیں کہ جب اللہ نے حضرت آدم کو جنت سے نکالا تو آسمان سے اترنے سے پہلے اللہ نے آدم کی پشت پر سیدھی طرف ہاتھ پھیر کر اس سے موتیوں کی طرح سفید و شفاف چیونٹیوں کی طرح ان کی اولاد نکالی اور شان استغنا سے فرمایا: جہنم میں چلے جاؤ۔ قرآن میں اصحاب یمین و اصحاب شمال سے یہی مراد ہے۔ پھر ان سے عہد لیا اور پوچھا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ سب نے کہا۔ کیوں نہیں۔ پھر حضرت آدم کو فرمانبردار و نافرمان دونوں کو دیدیا۔ پھر آپ نے اور فرشتوں نے کہا۔ ہم گواہ ہیں قیامت کے دن یوں نہ کہنا کہ ہم تو اس عہد سے بے خبر تھے۔ یا یوں نہ کہنا کہ پہلے سے ہمارے باپ دادا شرک پر قایم تھے، اور ہم ان کی اولاد تھے۔ (ہم نے جس مذہب پر اپنے بزرگوں کو پایا وہی مذہب اختیار کر لیا) لہٰذا کوئی ایسا شخص نہیں جسے یہ معلوم نہ ہو کہ اللہ اس کا رب ہے۔ اور کوئی ایسا مشرک نہیں جو یہ نہ کہتا ہو کہ ہم نے اپنے بزرگوں کو ایک طریقہ پر پایا۔ ان آیتوں واذ اخذ ربک من بنی آدم الخ، ولہ اسلم من فی السماوات والارض طوعًا و کرھًا" اور فللہ الحجۃ البالغۃ الخ میں یہی بیان ہے یعنی یوم میثاق کا بیان ہے (سدی)۔ محمد بن کعب قرظی آیۃ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ سب روحوں نے اجسام پیدا کئے جانے سے پہلے اللہ پر ایمان لانے کا اور اس کی معرفت کا اقرار کیا تھا۔ عطار فرماتے ہیں۔ میثاق کے وقت روحیں حضرت آدم کی پشت سے نکالی گئی تھیں پھر پشت میں لوٹا دی گئیں۔ ضحاک فرماتے ہیں اللہ نے جس دن آدم کو پیدا کیا تھا۔ اسی دن ان کی پشت سے قیامت تک دنیا میں تمام آنے والی روحیں چیونٹیوں کی طرح نکالکر انسے اپنی ربوبیت کا اقرار لے لیا تھا۔ اور فرشتے گواہ بن گئے تھے۔ پھر اللہ نے سیدھے ہاتھ کی مٹھی میں لیکر فرمایا تھا کہ یہ جنتی ہیں اور دوسرے ہاتھ کی مٹھی میں لے کر فرمایا تھا کہ یہ جہنمی ہیں۔

عزل کے بارے میں سوال یحییٰ (غیر ابن سعید) فرماتے ہیں کہ میں نے ابن مسیب سے عزل کے بارے پوچھا۔ فرمایا ایک صحیح حدیث سن لو۔ اللہ نے حضرت آدم کو پیدا کرکے انھیں ایسی ایسی قابل عزت باتیں دکھائیں جنھیں اپنی کسی مخلوق کو نہیں دکھائیں آپ کو دنیا میں قیامت تک آنے والی روحیں دکھائیں پھر اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ ان میں زیادتی یا کمی کر دیگا۔ وہ جھوٹا ہے۔ اگر ستر آدمی بھی اس دعویٰ پر متفق ہو جائیں تو مجھے ان کی بھی پرواہ نہیں۔ ابو العالیہ (ولہ اسلم من فی السماوات (یعنی آسمان و زمین والے تمام خوشی و ناخوشی اللہ کے فرماں بردار ہو گئے) کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ یعنی ازل والے میثاق کے دن سب نے رب کی توحید کا اقرار کر لیا۔ اسحاق فرماتے ہیں اس دن اور اس وقت سب نے توحید

Marfat.com

کا اقرار کیا۔ کیونکہ اللہ نے اس اقرار کی خبر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی سے خطاب فرماتا ہے۔ جو خطاب کو سمجھے بھی اور جواب بھی وہی دیتا ہے جو سوال کو سمجھتا ہو۔ لہٰذا روحوں کا جواب دینا اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے اللہ کے خطاب کو سمجھا اور سمجھ کر اس کے سوال کا جواب دیا اور سب نے اس کی توحید کا اقرار کر لیا۔

تیسری دلیل (۳) رحمت عالم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے بندوں سے ان کی روحیں دو ہزار سال پہلے پیدا کیں۔ پھر جن میں تعارف ہوگیا ان میں محبت وموافقت رہتی ہے اور جن میں نہیں ہوا ان میں اختلاف رہتا ہے۔ (ابن مندۃ)

تقدم خلق ارواح کو نہ ماننے والوں کے دلائل یہ کہتے ہیں کہ ہم فریق مخالف کا جواب دو طرح سے دیتے ہیں:۔ ہم قرآن سے ثابت کرتے ہیں کہ تقدم خلق ارواح نہیں

پہلی دلیل پھر ان کے دلائل کا جواب دیں گے۔ (۱) حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ یا ایہا الناس انا خلقنا کم من ذکرٍ وانثیٰ (اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد وعورت سے پیدا کیا) ظاہر ہے کہ خطاب انسان سے ہے معلوم ہوا کہ انسان کا مجموعہ ماں باپ کے بعد پیدا ہوا۔ (اور انسان کا مجموعہ بدن وروح ہے) دوسری

دوسری دلیل دلیل میں اس سے بھی زیادہ صریح آیۃ سن لو۔ یَا اَیُّہَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ الخ (اے لوگو! اپنے رب سے ڈرجاؤ جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان سے بہت سے مردوں اور عورتوں کو پھیلا دیا) ظاہر ہے کہ تمام نوع انسان کی تخلیق ان کی جڑ کی تخلیق کے بعد ہے۔

ایک شبہ کا جواب اگر کوئی کہے کہ اس سے تقدم خلق ارواح کی نفی لازم نہیں آتی۔ مانا کہ حضرت آدم کے بعد تمام انسان پیدا ہوئے لیکن ان کے جسم پیدا ہوئے روحیں نہیں جیسا کہ مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہوچکا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انشاء اللہ ہم بیان کرنے والے ہیں کہ مذکورہ بالا دلائل میں سے کوئی دلیل بھی تقدم خلق ارواح پر دلالت نہیں کرتی۔ اگر ان دلائل کو صحیح مان لیا جائے تو زیادہ سے زیادہ ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خالق ارواح نے ارواح کی صورتیں بنائیں ان کی پیدائش کا ان کی عمروں کا اور ان کے عملوں کا اندازہ کیا اور وہ صورتیں ان کے مادہ سے نکالیں پھر انھیں اسی مادے میں لوٹا دیا۔ اور مقررہ وقت پر ہر شخص کے پیدا ہونے کا وقت مقرر فرما دیا۔ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ان کی تخلیق مستقل پیدائش تھی کہ اس کے بعد روحیں زندہ رہ کر عالم وناطق ہوں اور کسی خاص مقام پر رہتی ہوں۔ پھر وہاں سے یکے بعد دیگرے اپنے اپنے بدنوں میں بھیجی جاتی ہوں جیسا کہ ابن حزم نے کہا ہے۔ کیا آثار اپنی طاقت سے زیادہ بار اٹھا سکتے ہیں؟ ہاں حق تعالیٰ نے اپنے

Marfat.com

وقت پر تقدیر سابق کے مطابق انہیں پیدا کرتا رہتا ہے۔ جیسا کہ تمام مخلوق میں اس کی عادت ہے کہ اللہ نے ان کے اندازے، مدتیں، صفات و ہیئات متعین فرما دیئے ہیں۔ پھر انہیں کے مطابق ان کا وجود خارجی ہوتا ہے۔ اور ان میں اس اندازے سے سر مو فرق نہیں ہوتا۔ لہذا مذکورہ بالا دلائل سابق تقدیر پر دلالت کرتے ہیں اور بعض اس پر دلالت کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے مثالیں اور صورتیں نکالیں اور سعید و شقی کو جدا جدا کر دیا۔ لیکن ان سے خطاب کرنا انھیں بلوانا ان سے اقرار ربوبیت کرانا اور ان کا عبودیت کی گواہی دینا اس سلسلے میں سلف سے جس نے یہ باتیں مانی ہیں وہ آیت کے ظاہری مفہوم سے مانی ہیں۔ ورنہ آیت ان پر دلالت نہیں کرتی۔ بلکہ ان کے برعکس معانی پر دلالت کرتی ہے۔

مؤطا والی حدیث کا جواب مؤطا والی حدیث کو ابو عمر منقطع بتاتے ہیں۔ مسلم بن یسار کی حضرت عمر سے ملاقات ثابت نہیں اور اس حدیث میں ان دونوں کے درمیان نعیم بن ربیعہ ہیں اور وہ بھی اس سند کے ساتھ قابل حجت نہیں نیز یہ مسلم بن یسار مجہول ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مدنی ہیں بصری نہیں۔ ابن ابی خیثمہ فرماتے ہیں میں نے یحیی بن معین سے مالک کی یہ حدیث پڑھی انہوں نے ہاتھ سے مسلم بن یسار کے بارے میں لکھا کہ یہ معروف نہیں ہیں۔ پھر یہ روایت ابو عمر نسائی کے طریق پر لائے ہیں۔ جس میں مسلم و عمر کے درمیان نعیم بن ربیعہ ہیں اور سنجرۃ کے طریق سے لائے ہیں اس میں بھی دونوں کے درمیان نعیم ہیں۔ ابو عمرو فرماتے ہیں نعیم کی جس نے زیادتی کی ہے وہ حجت نہیں۔ اور جس نے انھیں بیان نہیں کیا وہ حافظہ والے ہیں۔ وہی زیادتی قابل قبول ہوتی ہے جو حافظ اور ماہر فن رجال کی طرف سے ہو۔ بہرحال اس حدیث کی سند ٹھیک نہیں کیونکہ مسلم و نعیم دونوں حمل علم میں غیر مشہور ہیں۔ ہاں اس کے معنے بہت سی سندوں سے حضرت عمر وغیرہ اور صحابہ کی ایک جماعت سے ثابت ہیں۔ یعنی ان حدیثوں سے جو سابق تقدیر پر دلالت کرتی ہیں۔

ابو ہریرہؓ والی حدیث کا جواب ابو صالح کی ابو ہریرہؓ والی حدیث اولاد آدم کے استخراج پر اور چیونٹیوں کی صورتوں میں تمثیل پر دلالت کرتی ہے۔ اور اس پر بھی کہ بعض چمکدار تھیں اور بعض تاریک۔ اس میں یہ نہیں ہے کہ حق تعالیٰ نے اجسام سے پہلے روحیں پیدا کر دی ہیں اور کسی خاص جگہ انھیں ٹھہرا دیا ہے۔ پھر اس روح کا بدن پیدا کر کے وہ روح اس بدن میں بھیجتا ہے۔ ہاں حق تعالیٰ نے ہر روح کے لئے ایک خاص بدن مقدر فرما دیا ہے اور وہ روح اسی بدن میں بھیجی جاتی ہے۔

ابی بن کعب والی حدیث کا جواب ابی بن کعبؓ والی حدیث نبی کریمؐ سے نہیں اور صحیح بھی نہیں۔ اگر صحیح ہو تو زیادہ سے زیادہ ابی کا قول ہے۔ اس سند سے بہت سی منکر چیزیں مرفوع و موقوف آئی ہیں ابو جعفر رازی کو ثقہ بھی کہا گیا ہے اور ضعیف بھی۔ علی بن مدینی نے انہیں ثقہ کہا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ یہ خلط ملط

Marfat.com

کر دیتے ہیں۔ ابن معین نے بھی ثقہ کہا ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ ان کی حدیثیں لکھی جاتی ہیں۔ مگر یہ غلطیاں بھی کرتے ہیں۔ امام احمد نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث میں قوی نہیں اور یہ بھی کہا ہے کہ صالح الحدیث ہیں فلاس کے نزدیک خراب ذہن کے ہیں۔ ابو زرعۃ کے نزدیک کثیر الاوہام ہیں۔ اور ابن حبان فرماتے ہیں کہ مشاہیر سے منکر باتیں روایت کرنے میں منفرد ہیں۔ اس حدیث میں ایک منکر بات یہ بھی ہے کہ ان ارواح میں سے جن سے عہد لیا گیا تھا حضرت عیسیٰ کی روح بھی تھی۔ پھر اللہ نے وہ روح حضرت مریم کی طرف بھیجی۔ اور وہ ان کے منہ میں داخل ہوگئی۔ حالانکہ جو روح حضرت مریم کی طرف بھیجی گئی تھی وہ مسیح کی روح نہ تھی بلکہ اس روح نے مسیح کی روح ان میں پھونکی تھی۔ اور وہ حاملہ ہوگئی تھیں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ فارسلنا الیہا روحنا الخ۔ (پھر ہم نے ان کی طرف اپنی روح بھیجی اور وہ ان کے سامنے ایک پورا آدمی بن کر ظاہر ہوئی بولیں میں تم سے اپنے مہربان اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔ اگر تمہیں اللہ کا ڈر ہے۔ بولے میں (فرشتہ) تمہارے رب کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ تمہیں ایک پاکیزہ بچہ دوں۔) ظاہر ہے کہ اگر روح مسیح ہوتی تو کبھی اس طرح صدیقہ سے اپنی طرف سے خطاب نہ کرتی۔ حالانکہ سی ابو جعفر کی حدیث کی ایک سند میں ہے کہ مسیح کی روح نے صدیقہ سے خطاب کیا اور وہی آپ کی طرف بھیجی گئی تھی۔

میثاق ازل کے سلسلے میں قابل غور چار باتیں

(۱) حق تعالیٰ نے اولاد آدم کی صورتیں اور مثالیں نکالیں اور اچھوں بروں کو اور تندرستوں اور بیماروں کو جدا جدا کیا (۲) اس وقت ان پر حجت قائم کی اور اپنی ربوبیت پر انھیں گواہ بنایا اور ان پر فرشتوں کو گواہ بنایا۔ (۳) واذ اخذ ربک الخ کی یہی تفسیر ہے۔ (۴) ارواح نکال کر اللہ نے ان سے ایک جگہ اقرار کرایا۔ اور انھیں پیدا کر چکا اور اپنے اپنے وقت پر ان کے جسموں میں بھیجتا رہتا ہے۔

پہلی بات پہلی بات مرفوع و موقوف احادیث سے ثابت ہے۔

دوسری بات دوسری بات بعض مفسروں نے واذ اخذ الخ سے نکالی ہے۔ اور اس کی تفسیر قرار دی ہے اور ارباب عقل میں سے جمہور مفسروں کا یہی قول ہے۔ ابو اسحاق فرماتے ہیں۔ یہ جائز ہے کہ حق تعالیٰ نے ان چیونٹیوں جیسی روحوں کو عقل و شعور عطا فرما دیا ہو جیسا کہ فرمایا۔ قالت نملۃ الخ ایک چیونٹی نے کہا اے چیونٹیوں اپنے اپنے بلوں میں گھس جاؤ۔ اور حق تعالیٰ نے حضرت داؤد کے لیے پہاڑ و پرندے مسخر فرما دیے تھے۔ جو آپ کے ساتھ تسبیح کیا کرتے تھے۔ ابن انباری۔ اس آیت کی تفسیر میں اہل حدیث و اکابر اہل علم کا یہی قول ہے کہ اللہ نے پشت آدم اور پشت اولاد آدم سے چیونٹیوں کی طرح اولاد نکالی۔ اور ان سے عہد لیا کہ اللہ ان کا خالق اور وہ اس کی مخلوق ہیں۔ اور انھیں عقل و شعور عطا فرمایا۔ انہوں نے یہ بات قبول کرلی اور اس کا اقرار کرلیا۔ جیسے خطاب کے وقت

Marfat.com

پہاڑ کو عقل و شعور بخشد یا گیا تھا۔ اور اونٹ کو بھی کہ اس نے سجدہ کیا اور کھجور کے درخت کو بھی جبکہ اسے بلایا گیا تھا کہ اس نے سن کر حکم کی تعمیل کی۔ جرجانی :۔ آیۃ و حدیث میں کوئی تعارض نہیں۔ کیونکہ اللہ پاک نے جب انھیں پشت آدم سے نکالا تو انھیں پشت اولاد آدم سے بھی نکالا۔ کیونکہ اولاد اولاد آدم بھی اولاد آدم ہی ہے۔ پھر فرمایا کہ کہیں قیامت کے دن یوں نہ کہنے لگو کہ ہم اس عہد سے بے خبر تھے۔ پھر فرشتے اس عہد پر گواہ بن گئے اس سے معلوم ہوا کہ حدیث میں جو یہ تفسیر آئی ہے کہ حق تعالیٰ نے فرشتوں سے گواہ بننے کو کہا پھر وہ گواہ بن گئے صحیح ہے بعض کا خیال ہے کہ یہ میثاق روحوں سے لیا گیا تھا جسموں سے نہیں۔ کیونکہ روحوں ہی کو فہم و شعور ہے۔ انھیں ہی ثواب ملتا ہے اور انھیں پر عذاب ہوتا ہے۔ جسموں کو فہم و شعور نہیں۔ وہ تو مردہ ہیں۔ اسحٰق بن راہویہ کا بھی یہی خیال ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہی قول ابو ہریرہ کا ہے۔ اسحاق :۔ اہل علم کا اجماع ہے کہ اجسام سے قبل روحوں سے اقرار ربوبیت کرایا گیا۔ جرجانی :۔ ان کی دلیل وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا الخ ہے۔ (جو اللہ کی راہ میں مارے گئے انھیں مردہ نہ سمجھنا بلکہ وہ زندہ ہیں۔ حالانکہ ان کے جسم مٹی میں مل کر مٹی بن گئے اور ان کا نام ونشان تک بھی نہیں رہا۔ اور روح کو روزی دی جاتی ہے۔ اور وہ خوش ہوتی ہیں۔ روحیں ہی لذت والم اور سرور وحزن کا احساس کرتی ہیں اور انھیں میں پہچاننے اور نہ پہچاننے کا شعور ہے۔ اس کا نمونہ خواب میں موجود ہے۔ خواب دیکھنے کے بعد صبح کو جب انسان اٹھتا ہے تو اس کی طبیعت میں سرور و رنج کے اثرات ہوتے ہیں۔ جن سے صرف روح کو واسطہ پڑتا ہے جسم کو نہیں۔ اس میثاق کا فائدہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اس سے حجت پوری فرما دی۔ خواہ دین کی آواز کسی کے کانوں میں پہنچے یا نہ پہنچے۔ پھر جن میں رسول آئے انہوں نے اپنی تبلیغ سے اس میثاق کی مزید توثیق کر دی۔ ہاں اللہ پاک کسی سے اسی قدر اطاعت کا مطالبہ کرتا ہے جس قدر اس پر حجت قائم ہوئی ہے اور جس قدر اس میں صلاحیت ہے۔ اور جس قدر اسے دلائل عطا فرما دیئے ہیں نیز اللہ نے یہ بھی بیان فرما دیا کہ بالغ ہو کر کون کیا عمل کرے گا اور نابالغوں کے حالات ہم سے پردۂ خفا میں رکھے گئے۔ کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ اللہ عادل ہے۔ اپنے حکم میں ظلم نہیں کرتا۔ اور حکیم بھی ہے۔ اس کی صفت میں تفاوت نہیں اور ہمہ گیر قدرت والا ہے۔

تفسیر آیت کا دوسرا رُخ

دوسرے علمانے ان کے برعکس آیت کے یہ معنی بتائے ہیں کہ وجود کی ترتیب کے اعتبار سے جب وہ اپنے اپنے باپوں کی پشتوں میں نطفے بنیں گے اور حق تعالیٰ انھیں پیدا فرمائے گا تو انھیں عقل و شعور دے کر اور اپنی نشانیاں دکھا کر اپنی ربوبیت کا ان سے اقرار کرائے گا۔ کیونکہ ان کے سامنے ایسی کھلی کھلی نشانیاں اور دلائل ہوں گے جن سے انھیں اپنے خالق و رب کو ماننا پڑے گا۔ چنانچہ ایسا کوئی نہیں جس میں اس کے رب کی کاریگری نہ ہو اور کاریگری گواہی نہ دیتی ہو کہ اللہ اس کا پیدا کرنے والا ہے اور اسی کا حکم

Marfat.com

اس میں کارفرما ہے۔ پھر جب وہ ان دلائل سے پہچان جائیں گے تو بمنزلہ گواہوں کے ہوں۔ جیسے دوسری جگہ فرمایا۔ شاہدین علی انفسھم بالکفر اپنے اوپر کفر کے گواہ ہیں۔ یعنی بمنزلہ گواہوں کے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے یہ کب اقرار کیا تھا کہ ہم کافر ہیں۔ جیسے تم کہو میرے اعضا تمہاری باتوں کی گواہی دیتے ہیں۔ یعنی میں تمہاری باتیں سمجھ گیا اگر میرے اعضا میں بولنے کی صلاحیت ہوتی اور ان سے گواہی طلب کی جاتی تو وہ بھی گواہی دیتے۔ اسی جنس سے توحید پر اللہ کی گواہی ہے۔ فرمایا۔ شھد اللہ انہ لا الٰہ الا ھو۔ اللہ گواہ ہے کہ اس کے سوا کوئی حقدار عبادت نہیں یعنی اللہ نے توحید الوہیت کو بتادیا اور ظاہر فرمادیا ہے۔ یہ بتادینا بھی بمنزلہ شاہد کے ہے۔ (ابن الانباری) ابن جرجانی نے یہ اضافہ کیا یعنی جب اللہ نے مخلوق پیدا کی اور ان میں اپنا مستقبل کا علم نافذ فرمایا۔ کیونکہ جو بات مستقبل میں ظاہر ہونے والی ہے وہ بمنزلہ موجود کے ہے اور حق تعالیٰ کا علم تمام زمانوں میں یکساں ہے اور عربی میں مجازی طور پر حقائق منتظرہ کو وقوع کی جگہ پر رکھ دیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے وقوع پر حق تعالیٰ کا علم سبقت کرچکا ہے۔ یہ مجازی استعمال قرآن پاک میں جگہ جگہ ہے فرمایا: وَنَادیٰ اَصْحٰبُ النَّارِ۔ دوزخیوں نے پکارا یعنی پکاریں گے۔ ونادیٰ اصحاب الجنۃ جنت والوں نے پکارا یعنی پکاریں گے۔ ونادیٰ اصحٰب الاعراف۔ اعراف والوں نے پکارا یعنی پکاریں گے۔ اس معنی کے اعتبار سے آیت کے یہ معنی ہوئے کہ جب تمہارا رب اولاد آدم کو ان کے باپوں کی پشتوں سے نکالے گا اور عقل وشعور عطا فرماکر ان کے نفسوں پر ان سے گواہی لے گا۔ ہر بالغ سے جو اپنے بھلے برے کو سمجھتا ہے اور ثواب و عذاب اور وعدہ و وعید کا شعور رکھتا ہے۔ اللہ نے توحید کا میثاق لے لیا کیونکہ عقل دی، اس کے حدوث پر دلائل قائم کئے، اس نے عقل سے سمجھا کہ میں نے اپنے آپ کو خود نہیں پیدا کیا اور نہ میں خود بخود پیدا ہوگیا۔ بلکہ کوئی نہ کوئی میرا پیدا کرنے والا ہے جو میرے علاوہ ہے اور بے مثل ہے۔ چونکہ پیدا کرنے کی صلاحیت کسی مخلوق میں تو ہے نہیں اس لئے لامحالہ وہ اللہ ہے اگر انسان راحت کے زمانے میں نہیں سوچتا تو تکلیف کے زمانے میں تو ضرور ہی سوچتا ہے۔ جب وہ کسی مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے تو اپنا سر آسمان کی طرف اٹھاکر آسمان کی طرف اپنی انگلی سے اشارہ کرتا ہے۔ اسے یقین ہے کہ اللہ آسمان کے اوپر ہے۔ پھر جب عقل جس پر سمجھنا سمجھانا موقوف ہے اللہ کی معرفت کا ذریعہ ہے تو جو بھی بالغ ہوکر عقل وشعور کو پہنچ جائے گا۔ گویا اللہ نے اس سے عہد لے لیا۔ اب اس کے بارے میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس نے اقرار کرلیا اور توحید الوہیت قبول کرلی اور مسلمان ہوگیا۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ وَلِلّٰہِ یَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّکَرْھًا۔ آسمان وزمین کا ہر ذی عقل خوشی سے یا ناخوشی سے اللہ ہی کے آگے سجدے میں پڑا ہوا ہے۔

مجازی معنی کی دلیل ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ تین شخص مرفوع القلم ہیں۔ بلوغت سے پہلے پہلے، بچہ ہوشیار ہونے سے پہلے پہلے، دیوانہ، اور بیدار ہونے سے پہلے پہلے سونے والا۔ اور یہ آیت بھی انا عرضنا الامانۃ الخ۔

Marfat.com

ہم نے آسمان وزمین اور پہاڑوں پر امانت پیش کی سب نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا اور ڈر گئے اور انسان نے اسے اٹھایا۔ یہاں امانت سے وہی عہد مراد ہے۔ چونکہ آسمان وزمین و پہاڑ عقل سے محروم ہیں اس لئے ان میں بار امانت اٹھانے کی صلاحیت ہی نہیں تھی اور انسان میں عقل ہے اس لئے اس نے یہ بار اٹھالیا۔ عرب نظموں میں بھی مجازی معنی استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً ضمن القنان لفقعس بتنا بہا۔ یعنی کوہ قنان فقعس کے لئے اپنی ثابت قدمی کی وجہ سے، ضامن بن گیا۔ پہاڑ کی ضمانت یہ تھی کہ فقعس آڑے وقت میں اس میں جا چھپتا تھا نابغہ کا شعر ہے ؎ کأجارف الجوران ہل ربہ ٭ وجوران منہا خاشع متضائل = میدان جوران کے پہاڑوں نے اپنے رب کی توحید کا اقرار کیا اور بعض ان میں سے جھکے ہوئے اور ذلیل ہیں۔ بہرحال آیۃ ان تقولوا یوم القیامۃ ہماری اس تاویل کی تائید کرتی ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے بتایا کہ یہ عہد ان سے اس لئے لیا گیا تاکہ قیامت کے دن بے خبری کا دعویٰ نہ کریں۔ یہاں بے خبری سے مراد یا تو قیامت کے دن سے بے خبری مراد ہے یا میثاق سے بے خبری۔ قیامت کے بارے میں تو حق تعالیٰ نے قرآن میں کہیں یہ نہیں فرمایا کہ اللہ نے لوگوں سے حساب و زندگی بعد الموت کا عہد لیا تھا۔ ہاں ان پر عقیدہ رکھنے کا ذکر فرمایا ہے۔ اور اگر میثاق مراد ہو تو اگر بقول مخالف بچوں اور ناتمام بچوں سے بھی عہد لیا گیا ہے تو عہد کے بعد اس عمر تک جو نہیں پہنچے کہ ان سے غفلت کا ظہور ہو اور اس کا انکار کر دیں تو پھر وہ کیسے غفلت کا عذر پیش کر سکتے ہیں۔ اور جو چیز ان سے سرزد نہیں ہوئی اس پر کیسے مواخذہ ہو سکتا ہے۔ اور اس کا ذکر جو جائز نہیں اور نہ ظہور میں آئی محال ہے۔ (آگے شرک آباء کا عذر پیش کیا گیا) اگر اس شرک سے ان کا ذاتی شرک مراد ہے تو یہ بلوغت و اتمام حجت ہی کے بعد قابل گرفت ہے۔ اور بچے مرفوع القلم ہیں۔ اگر باپ دادا کا شرک مراد ہے تو علما کا اس پر اتفاق ہے کہ کوئی کسی کے گناہوں پر نہیں پکڑا جائے گا۔

ہمارا یہ قول میثاق والی حدیث سے نہیں ٹکراتا

ہمارا یہ قول میثاق والی حدیث کے مخالف نہیں۔ کیونکہ اس میں ماضی مضارع کے معنے میں ہے۔ یہ میثاق میثاق انبیا کی طرح ہے۔ فرمایا: واذ اخذ اللہ میثاق النبیین الخ اور جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا کہ میں تمھیں جو کتاب وحکمت دوں پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو تمہارے پاس والی چیزوں کی تصدیق کرتا ہو تو تم اس پر ایمان لانا اور اس کی حمایت بھی کرنا۔ پوچھا کیا تم نے یہ اقرار کیا اور اس پر میرا عہد قبول کر لیا؟ بولے کہ ہم نے اقرار کر لیا۔ فرمایا اچھا تو گواہ رہنا اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔ اس آیت میں حق تعالیٰ نے انبیا پر جو کچھ کتاب وحکمت اتاری اسے میثاق قرار دیا۔ جو بعد والی امتوں سے لیا گیا۔ یعنی اللہ نے آسمانی کتابوں کو مومنوں کے لئے بمنزلہ میثاق قرار دے کر حجت قائم کی اور کتاب کی معرفت کو ان کا اقرار قرار دیا۔ میں کہتا ہوں اسی کے مشابہ یہ

آیت ہے۔ واذکروا نعمۃ اللہ علیکم ومیثاقہ الذی واثقکم بہ الخ اپنے اوپر اللہ کی نعمت و میثاق کو یاد کرو جبکہ تم نے اقرار کیا تھا کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا۔ یہ میثاق رسولوں پر میثاق ایمان و تصدیق ہے۔ اس کی نظیر یہ آیت ہے۔ والذین یوفون بعہد اللہ ولا ینقضون المیثاق ۔ جو اللہ کا عہد پورا کرتے ہیں اور میثاق نہیں توڑتے۔ اسی طرح الم اعہد الیکم الخ اے اولاد آدم کیا میں نے تم سے یہ عہد نہیں لے لیا تھا کہ شیطان کے پجاری نہ بننا۔ کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اور میری ہی عبادت کرنا۔ یہی سیدھی راہ ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ عہد رسولوں کی زبانی قوموں سے لیا گیا تھا۔ اسی طرح واوفوا بعہدی الخ تم میرا عہد پورا کرو، میں تمہارا عہد پورا کر دوں گا اسی طرح واذ اخذ اللہ میثاق الذین الخ اور جب اللہ نے اہل کتاب سے میثاق لیا کہ تمہیں یہ کتاب ظاہر کرنی پڑے گی۔ خبردار اسے نہ چھپانا۔ اسی طرح واذ اخذنا من النبیین الخ اور جب ہم نے نبیوں سے ان کا میثاق لیا اور آپ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور عیسیٰ سے اور ہم نے ان سب سے میثاق لیا۔ یہ میثاق انبیائے کرام سے ان کے مبعوث ہونے کے بعد لیا گیا۔ جیسے ان کی امتوں سے انبیائے کرام کے ڈرانے کے بعد لیا گیا۔ حق تعالیٰ نے اس میثاق کو توڑنے والوں کی مذمت فرمائی۔ اور انھیں سزا دی۔ فرمایا۔ فبما نقضہم میثاقہم۔ ہم نے میثاق توڑنے کی وجہ سے ان پر لعنت کی اور ان کے دل سخت کر دیئے۔ یہ سزا اسی میثاق کو توڑنے کی وجہ سے ہے جو قوموں سے رسولوں کی زبانی لیا گیا تھا۔ اس آیت سے اس کی صراحت ہوتی ہے۔ واذ اخذنا میثاقکم الخ اور جب ہم نے تم سے عہد لیا اور تم پر کوہ طور اٹھایا کہ جو کچھ ہم نے دیا اسے مضبوط پکڑ لو۔ اور جو کچھ اس میں ہے اسے یاد کر لو۔ تاکہ تم گناہوں سے بچو۔ چونکہ یہ آیت اور اس کے نظائر مدنی ہیں۔ اس لئے میثاق یاد دلا کر اہل کتاب سے خطاب کیا گیا کیونکہ انہیں سے یہ عہد لیا گیا تھا۔ کہ مجھ پر اور میرے رسولوں پر ایمان لانا۔

میثاق کا عام مفہوم اعراف والی آیت مکہ والی سورت میں ہے۔ اس لئے اس میں عام میثاق بیان کیا جو اُن تمام لوگوں کو شامل ہے جنہوں نے اللہ کی توحید ربوبیت اور توحید الوہیت کا اور شرک کے حرام ہونے کا اقرار کیا۔ یہ ایسا میثاق ہے جس سے ان پر حجت قائم ہوتی ہے اور کوئی عذر قابل قبول نہیں رہتا۔ اور اس کی مخالفت سے عقوبت و ہلاکت حلال ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اس کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے۔ کیونکہ اللہ نے انسان کو اسی پر پیدا کیا ہے کہ بندے اس کا اقرار کریں کہ اللہ ہی ان کا خالق و مربی ہے اور وہ مخلوق و پروردش یافتہ ہیں۔ پھر یہ فطری عہد یاد دلانے کو رسول بھیجے اور شریعتیں مقرر فرمائیں۔

اس مفہوم پر آیت کی ترتیب کی دلالت اس مفہوم پر آیت کی ترتیب کئی طرح سے دلالت کرتی ہے۔ (۱) فرمایا۔ اولاد آدم سے عہد لیا۔ یہ نہیں فرمایا کہ آدم سے عہد لیا۔ ظاہر ہے کہ اولاد آدم آدم کے علاوہ ہیں۔ (۲) فرمایا جوان کی پشتوں سے نکالی تھی۔ یہ نہیں کہا پشت سے نکالی تھی۔ من ظہورہم من بنی

آدم سے بدلِ بعض ہے یا بدلِ اشتمال ہے۔ مگر بدلِ اشتمال زیادہ موزوں ہے۔ (۳) ان کی اولاد سے فرمایا۔ ان کی اولاد سے نہیں فرمایا (۴) فرمایا انھیں ان کی ذاتوں پر گواہ بنایا۔ لہذا ضروری ہے کہ گواہ اپنی گواہی یاد رکھیں۔ ظاہر ہے کہ گواہ دنیا والی گواہی یاد رکھیں گے۔ دنیا میں آنے سے پہلے کی نہیں (۵) بتایا گیا کہ اس گواہی کی مصلحت حجت قائم کرنا ہے تاکہ قیامت کے بے خبری کا عذر پیش نہ کریں۔ اور حجت رسولوں ہی کے ذریعہ قائم ہوتی ہے۔ یا بذریعہ فطرت کے جس پر انسان پیدا ہوا ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ الخ ہم نے رسول بھیجے جو خوش خبری سنانے والے اور ڈرانے والے ہیں۔ تاکہ رسولوں کے بعد لوگوں کے لئے اللہ پر حجت باقی نہ رہے۔ (۶) اس عہد کی یاددہانی اس لئے ضروری ہے کہ قیامت کے دن بے خبری کا عذر نہ کریں۔ ظاہر ہے کہ اگر میثاق ازل مراد ہوتا تو اس سے تو سب بے خبر ہیں۔ (۷) فرمایا ایک حکمت یہ بھی ہے کہ باپ دادا کے شرک کا عذر پیش نہ کریں۔ یعنی بے خبری اور تقلید کا عذر پیش نہ کریں۔ کیونکہ بے خبر شعور سے محروم ہے اور مقلد غیر کے قدم بقدم چلتا ہے۔ (۸) ان کی طرف سے فرمایا پھر کیا آپ ہمیں باطل پرستوں کے افعال پر ہلاک کرتے ہیں۔ یعنی اگر اللہ ان کے شرک و انکار پر انھیں پکڑ لیتا تو وہ یہ کہدیتے۔ مگر اللہ تعالیٰ انھیں رسولوں کی مخالفت و تکذیب پر پکڑے گا۔ اگر باپ دادا کی تقلید پر رسولوں کے ذریعہ حجت قائم کئے بغیر پکڑ لیتا تو باطل پرستوں کے افعال سے پکڑتا۔ یا بے خبری کی حالت میں پکڑتا۔ حالانکہ اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ کسی بستی کو ظلم سے بے خبری کی حالت میں پکڑے۔ پکڑ تو خبردار کئے جانے کے بعد ہی آتی ہے۔ (۹) اللہ پاک نے اپنی خلق و ربوبیت پر ہر شخص کو گواہ بنالیا ہے اور قرآن میں کئی جگہ اس سے استدلال فرمایا ہے۔ فرمایا۔ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ الخ اگر آپ ان سے پوچھیں کہ یہ آسمان و زمین کس نے بنائے تو اللہ ہی کو بتائیں گے۔ پھر اس اقرار کے باوجود توحید سے کیوں پھرے جاتے ہیں۔ قرآن حکیم میں اس طرح کی آیتیں بہت ہیں۔ یہی وہ حجت ہے جس کے مضمون پر لوگوں کو گواہ بنایا گیا ہے اور یہی حجت انھیں اللہ کے رسولوں نے یاد دلائی ہے۔ فرمایا۔ أَفِي اللّٰهِ شَكٌّ الخ کیا اللہ میں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے۔ معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ نے لوگوں کو اپنے رسولوں کی زبانی یہی اقرار یاد دلایا ہے۔ پیدا ہونے سے پہلے کسی سابق اقرار کو یاد نہیں دلایا۔ اور نہ اس سے ان پر حجت قائم کی۔ (۱۰) اللہ پاک نے اس اقرار کو نشانی قرار دیا۔ نشانی ایک انتہائی واضح اور روشن دلیل ہوتی ہے۔ جو اپنے مدلول کو اس طرح لازم ہوتی ہے کہ کبھی اس سے پیچھے نہیں رہتی۔ حق تعالیٰ کی آیتوں کی یہی شان ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ مطالب معینہ پر معین دلیلیں ہوتی ہیں۔ اور علم و یقین کو لازم ہوتی ہیں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ

Marfat.com

اسی طرح ہم آیتوں کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ یعنی اس تفصیل کی طرح ہم آیتوں کی تفصیل کرتے ہیں تاکہ لوگ شرک و کفر سے باز آجائیں اور توحید و ایمان اختیار کریں۔ اور یہ آیتیں جنھیں حق تعالےٰ نے تفصیل سے بیان فرمایا ہے وہی ہیں جنھیں قرآن حکیم میں اپنی قسم قسم کی مخلوق میں سے بیان فرمایا ہے

آیات کی قسمیں | یہ آیات دو قسم کی ہیں۔ آیاتِ آفاقیہ اور آیاتِ حسیہ۔ بعض آیتیں تو لوگوں کی ذاتوں میں پائی جاتی ہیں اور بعض ان کے ماحول میں۔ (مثلاً اوپر آسمان نیچے زمین دائیں بائیں اللہ کی بے شمار مخلوق اور جسم کے اندر نظام اعضا۔ یہ تمام آیات آیاتِ آفاقیہ و حسیہ ہیں) یہ تمام آیتیں اللہ کے وجود و توحید پر رسولوں کی سچائی پر، زندگی بعد الموت پر اور قیامت پر دلالت کرتی ہیں ان میں سے انتہائی روشن دلیل خود انسان کی ذات ہے۔ اس کی ذات کا تقاضا ہے کہ کوئی اس کا خالق و مربی اور محسن موجود ہو جس نے اسے عدم کے بعد وجود کا خلعت بخشا ہے۔ یہ محال ہے کہ کوئی حادث بلا محدث کے ہو۔ یا حادث خود اپنی ذات کا محدث ہو۔ اس لیے اس کے لیے ایک بے مثال موجد کی ضرورت ہے۔ یہی اقرار و مشاہدہ فطرت ہے۔ جس پر انسان پیدا کیا گیا ہے۔ کوئی کسبی چیز نہیں۔ اور آیت واذ اخذ ربک الخ رحمت عالم کی اس حدیث کے موافق ہے کہ ہر بچہ اپنی فطرت پر پیدا ہوتا ہے اور اس آیت کے بھی فاقم وجھک للدین حنیفا الخ:۔ یک سو ہو کر اپنی ذات اس دین پر قائم رکھو۔ یہ اللہ کا دین ہے جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی پیدائش میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ یہ سیدھا دین ہے۔ لیکن اکثر لوگ علم سے محروم ہوتے ہیں۔ بعض مفسروں نے یہی اخیری قول ذکر کیا ہے۔ (زمخشری وغیرہ نے) اور بعض نے پہلا قول ذکر کیا ہے اور ابن جوزی واحدی اور ماوردی وغیرہ نے دونوں قول بیان کئے ہیں۔

ایک شبہ اور اس کا جواب | حسن بن یحییٰ جرجانی:۔ اگر کوئی کہے کہ یہ قول اس حدیث کے مخالف ہے جس میں ہے کہ حق تعالیٰ نے پشت آدم سے روحیں نکال کر اور ان سے اپنی توحید کا اقرار لے کر انھیں پھر پشت آدم میں لوٹا دیا کیونکہ اگر بلوغت وعقل کے بعد والا میثاق مراد ہے تو پشت آدم میں لوٹانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہماری تاویل کے مطابق، ماضی، مضارع کے معنے میں ہے۔ یعنی لوٹا دیگا۔ یعنی مرنے کے بعد انسان پھر مٹی میں مل جاتا ہے جس سے پیدا ہوا تھا۔ چونکہ آدم مٹی سے پیدا ہوئے اور مٹی ہی میں لوٹا دیے گئے۔ پھر جب ان کی اولاد مٹی میں لوٹا دی گئی تو گویا آدم ہی میں اور ان کی پشت ہی میں لوٹا دی گئی۔ اگر اس حدیث کا ظاہری معنی مراد ہو تو یہ قرآن پاک سے متصادم ہوتا ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے فرمایا اور جب آپ کے رب نے

Marfat.com

اولادِ آدم سے یعنی ان کی پشتوں سے ان کی اولاد نکالی۔ اس آیت میں حضرت آدم کا ذکر نہیں۔ بلکہ ان کی اولاد کا ذکر ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ نے آدمؑ کی پشت پر ہاتھ پھیر کر ان کی تمام اولاد نکالی۔ اب ان دونوں دلیلوں میں موافقت کی یہی صورت ہے جو ہم نے اوپر بیان کی ہے۔

جرجانی کا بیان جرجانی فرماتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس آیت کی تفسیر میں جو کچھ رحمت عالم سے اور سلف صالح سے منقول ہے وہی زیادہ قابل قبول اور صحیح ہے۔ مزید براں ہمارے بعض سنی اصحاب نے اس قول کو ماننے والوں کی تردید میں کچھ اور مطلب بیان کیا ہے۔ عبارت میں اس کا احتمال نکلتا ہے۔ اور آسانی کے ساتھ تعصب سے بالا ہو کر مجاز کے طور پر اس کا بھی امکان ہے اور وہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے عہد لینے کی خبر دی اور لفظ اذ جواب چاہتا ہے۔ چنانچہ اس کا جواب قالوا بلیٰ ہے۔ اس جواب پر آ کر جملہ ختم ہو جاتا ہے پھر دوسری خبر کی ابتدا کی جاتی ہے کہ قیامت کے دن مشرک کیا کہیں گے۔ چنانچہ بتایا جاتا ہے کہ وہ کہیں گے شہدنا یعنی ہم گواہی دیتے ہیں۔ جیسا کہ حطیئۃ نے کہا۔ شہد الحطیئۃ حین یلقی ربہ۔ حطیئۃ جب اپنے رب سے ملیگا تو گواہی دے گا۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ تم قیامت کے دن یہ ضرور کہو گے کہ ہم اس سے یعنی حساب سے اور شرک و کفر پر پکڑے سے بالکل بے خبر تھے۔ پھر اس کے ساتھ اور خبر لائی او تقولوا الخ یا یہ کہو گے کہ ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا نے شرک کیا۔ اور ہم ان کے بعد ان کی اولاد تھے۔ یعنی انہوں نے شرک کیا۔ اور ہمیں بچپن میں اسی شرک پر آمادہ کیا۔ چنانچہ ہم ان کے قدم بہ قدم چل پڑے۔ لہٰذا ہم بے قصور ہیں۔ کیونکہ ہم تو ان کے پیچھے پیچھے تھے۔ اگر گناہ ہے تو ان کا ہے۔ دوسری جگہ فرمایا۔ انا وجدنا آباءنا علیٰ امۃ الخ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا۔ اور ہم انھیں کے آثار کی اقتدا کرتے رہے۔ آگے چل کر فرمایا۔ کیا تو ہمیں باطل پرستوں کے فعل پر پکڑتا ہے۔ یعنی ان کا فعل یہ ہے کہ انہوں نے ہمیں شرک پر اٹھایا۔ اس صورت میں پہلا قصہ تمام مخلوق کی طرف سے میثاق کی خبر دینے کے سلسلے میں ہے۔ اور دوسرا قصہ قیامت کے دن مشرکوں کے عذروں کے سلسلے میں ہے۔

مخالف نے جو قرآن و حدیث کے تصادم کا دعویٰ کیا تھا اس کے جواب میں فرمایا کہ قرآن نے پورا قصہ بیان نہیں کیا۔ اور حدیث میں وہ زیادتی ہے جسے قرآن چھوڑ گیا تھا۔ اگر رحمت عالم اس زیادتی کے علاوہ کچھ اور بیان فرماتے تو اس صورت میں بھی دونوں میں تصادم نہ ہوتا۔ بلکہ وہ زیادتی کسی فائدے پر مبنی ہوتی۔ اگر الفاظ بالذات مختلف ہوں مگر سب کا مآل ایک ہی ہو۔ تو ان سے تصادم نہیں پیدا ہوتا۔ مثلاً قرآن پاک میں انسان کی تخلیق کے سلسلے میں کہیں تو کہا گیا ہے کہ وہ مٹی سے پیدا ہوا۔ کہیں کہا گیا کہ خمیر دالی کیچڑ سے

پیدا ہوا۔ کہیں کہا گیا ہے چپکنے والی کیچڑ سے بنا اور کہیں کہا گیا ہے کہ ٹھیکرے کی طرح کھنکھناتی ہوئی مٹی سے بنا۔ ظاہر ہے کہ یہ تمام الفاظ مختلف ہیں اور ان کے معانی بھی مختلف ہیں۔ مگر ان سب کا مرجع و مآل ایک ہی ہے یعنی مٹی اور مٹی ہی کے مختلف صفات ہیں۔ جو مختلف آیتوں میں استعمال ہوئے ہیں۔

حدیث و آیت کا مقابلہ اسی نقطۂ نگاہ سے حدیث و آیت کا مقابلہ کیجیے۔

آیت:۔ واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظہورہم ذریتہم۔ **حدیث**:۔ ان اللہ مسح ظہر آدم فاستخرج منہ ذریتہ۔ ان دونوں کے مآل کے اعتبار سے ایک ہی معنی ہیں۔ مگر حدیث میں آدم کی پشت پر ہاتھ پھیرنا آیت سے زیادہ ہے۔ حق تعالیٰ کا آدم کی پشت پر ہاتھ پھیرنا اور انکی اولاد کو نکالنا بعینہ آدم کی اولاد کی پشتوں پر ہاتھ پھیر کر ان کی اولاد کا نکالنا ہے۔ کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ تمام اولاد آدم آدم کی پشت سے نہیں لیکن۔ چونکہ پہلا طبقہ آدم کی پشت سے ہے۔ پھر دوسرا طبقہ پہلے طبقہ کی پشتوں سے ہے۔ اسی طرح سلسلے وار ہے۔ اس لئے جائز ہے کہ تمام کو آدم کی پشت ہی کی طرف منسوب کر دیا جائے۔ کیونکہ سب آدم کی فرع ہیں اور آدم سب کی اصل ہیں۔ اب جس طرح اللہ کے فرمان کے مطابق یہ کہنا جائز ہے کہ اولاد آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد نکالی گئی اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ اس کی جگہ یہ کہدیا جائے کہ آدم کی پشت سے اولاد نکالی گئی اور اس کا برعکس بھی جائز ہے۔ یعنی الفاظ آیت کی جگہ الفاظ حدیث کا اور الفاظ حدیث کی جگہ الفاظ آیت کا رکھنا جائز ہے۔ کیونکہ اصل و فرع ایک ہی چیز ہے۔ علاوہ ازیں جب حق تعالیٰ نے اضافت کے ساتھ ذریتِ آدم کہا تو دو احتمال پیدا ہوئے کہ خبر یا تو ذریت آدم سے دی جا رہی ہے یا آدم سے۔ مثلاً فظلت اعناقہم لہا خاضعین۔ (پھر ان کی گردنیں اس کے آگے جھک گئیں) میں اعناق کی اضافت ضمیر کی طرف ہے بظاہر جھکنے کی خبر گردنوں کی طرف سے دی جا رہی ہے۔ گردن والوں کی طرف سے نہیں۔ مگر لفظ خاضعین اعناق کے لئے استعمال نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کے لئے خاضعات استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح اس مصرع میں کما شرقت صدر القناۃ من الدم (جیسے خون سے نیزے کا بالائی حصہ چمک اٹھا۔) یہاں صدر مذکر ہے، اور شرقت مونث ہے۔ کیونکہ صدر کی اضافت قناۃ کی طرف ہے۔ غرضیکہ جزء بول کر کل اور کل بول کر جزء مراد لیا جا سکتا ہے۔

یہ تمام آثار جسموں سے پہلے مستقل پیدائش ارواح پر دلالت نہیں کرتے۔ زیادہ سے زیادہ یہ بتاتے ہیں کہ روحوں کی صورتیں اور مثالیں چیونٹیوں کی شکلوں میں پیدا کی گئیں اور ان سے اقرار لے کر پھر انہیں ان کی اصل کی طرف لوٹا دیا گیا۔ اگر حدیث صحیح ہو تو اس سے سابق تقدیر اور سابق شقاوت و سعادت کا علم ہوا

آیت سے استدلال کا جواب ولقد خلقناکم ثم صورناکم الخ سے استدلال بظاہر غلط ہے کیونکہ

اس میں ہماری پیدائش و تصویر پر آدم کو سجدے کا حکم مرتب کیا گیا ہے۔ اور خطاب اس مجموعہ سے ہے جو روح و بدن سے مرکب ہے اور یہ مجموعہ آدم کی پیدائش سے بعد کا ہے۔ اسی وجہ سے یہاں ابن عباسؓ نے پہلے کُم کی تفسیر آدم سے اور دوسرے کُم کی تفسیر اولادِ آدم سے کی ہے۔ مجاہد بھی یہی فرماتے ہیں کہ پہلے کُم سے مراد آدم ہیں اور ثم بمعنی واؤ ہے اور صوّرنا کم یعنی آدم کی پشت میں۔ عربی میں لفظ جمع سردار وغیرہ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے تم قوم کے سردار کو مارو اور کہو کہ میں نے تم کو مارا یعنی تمہارے سردار کو مارا۔

ابو عبید نے مجاہد کا قول ہی پسند کیا ہے۔ اس لئے کہ بعد میں آدم کو سجدے کا حکم اولادِ آدم کی پیدائش سے پہلے کا ہے اور لفظ ثم مہلت و ترتیب کو چاہتا ہے لہٰذا جس نے خلق و تصویر سے رحموں میں اولادِ آدم کی پیدائش مراد لی ہے۔ اس نے ترتیب میں ثم کا حکم پیشِ نظر رکھا ہے۔ البتہ اخفش کے قول کے اعتبار سے ثمّ یہاں بمعنی واؤ ہے۔ لیکن زجاج فرماتے ہیں کہ یہ غلطی ہے۔ خلیل و سیبویہ اور مستند اہل علم اس کی اجازت نہیں دیتے۔ ابو عبید فرماتے ہیں کہ مجاہد نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم کو آدم کی پشت سے پیدا کیا۔ پھر اس کے بعد سجدے کا حکم دیا۔ جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے کہ انھیں چیونٹیوں کی طرح پشت آدم سے نکالا۔

قرآن خود اپنی آیتوں کا مفسر ہے

میں کہتا ہوں قرآن خود اپنی آیتوں کا مفسر ہے۔ اس آیت کی نظیر ملاحظہ کیجئے۔ یا ایھا الناس ان کنتم الخ اے لوگو، اگر تمہیں زندگی بعد الموت میں شک ہے تو ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔ پھر نطفے سے پیدا کیا۔ یہاں مٹی سے حضرت آدم کی پیدائش مراد ہے۔ کیونکہ مٹی ہی ان کا مادہ ہے۔ مگر خطاب حاضرین سے ہے پس معنی یہ ہوئے کہ ہم نے تم کو یعنی تمہارے باپ آدم کو مٹی سے پیدا کیا۔ دیگر نظائر ملاحظہ ہوں۔ واذ قلتم یا موسیٰ الخ جب تم نے یعنی تمہارے بزرگوں نے کہا۔ واذ قتلتم نفساً اور جب تم نے یعنی تمہارے بزرگوں نے ایک شخص کو مار ڈالا۔ واذ اخذ ناميثاقكم اور جب تم سے یعنی تمہارے بزرگوں سے عہد لیا۔ قرآن حکیم میں یہ استعمال بہت ہے کہ حاضرین سے خطاب ہے اور مراد ان کے بزرگ ہیں۔ اسی پر اس آیت ولقد خلقناکم الخ کو قیاس کر لو۔ ہم نے تمہیں پیدا کیا یعنی تمہارے باپ آدم کو۔ کبھی ذکر شخص سے ذکر نوع بھی مراد ہوتا ہے۔ فرمایا۔ ولقد خلقنا الانسان الخ ہم نے انسان (آدم) مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا۔ پھر اسے (نوع انسان کو) نطفے سے جو ایک محفوظ جگہ میں ہے پیدا کیا۔

اس حدیث کا جواب کہ روحیں جسموں سے دو ہزار سال پہلے پیدا ہوئیں!

اس حدیث کی سند صحیح نہیں۔ کیونکہ اس میں عتبہ بن سکن ہیں جو دارقطنی کے نزدیک متروک ہیں اور ارطاۃ بن منذر ہیں جن کے بارے میں ابن عدی کہتے ہیں کہ ان کی بعض حدیثیں غلط ہیں۔

تأخر خلق ارواح کے دلائل اور پیدائش آدم کا آغاز

حضرت آدم کی پیدائش کا اس طرح

Marfat.com

آغاز ہوا کہ اللہ کے حکم سے حضرت جبرئیل زمین سے ایک مٹھی مٹی لائے پھر اس سے خمیر بنایا گیا اور وہ کیچڑ جیسی ہو گئی۔ پھر اس سے آدم کا پتلا بنایا گیا پھر اس میں روح پھونک دی گئی۔ جب روح داخل ہوئی تو گوشت و پوست اور خون سب کچھ بن گیا۔ اور حضرت آدم زندہ ہو گئے اور بولنے لگے۔ صحابہ کی ایک جماعت سے ثابت ہے کہ جب حق تعالیٰ حسب مرضی چیزیں پیدا کرکے فارغ ہو گیا تو عرش پر رونق افروز ہو گیا۔ ابلیس کو پہلے آسمان والے فرشتوں میں شامل کر دیا گیا۔ اس سے پہلے یہ ان فرشتوں کا جنہیں جن کہا جاتا ہے رئیس تھا۔ انہیں جن اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ جنت کے محافظ ہیں۔ ابلیس معہ اپنے ماتحت فرشتوں کے جنت کا محافظ تھا۔ اس کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ اللہ نے مجھے فرشتوں پر جو سرداری دی ہے، ضرور مجھ میں کوئی نہ کوئی خوبی ہے۔ اس کے اس غرور کی حق تعالیٰ کو خبر ہو گئی۔ پھر اللہ نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین پر جانشین بنانے والا ہوں۔ فرشتوں نے پوچھا یارب وہ جانشین کیسا ہو گا اور وہ زمین پر کیا کریں گے فرمایا اس کی اولاد زمین پر فتنہ مچائے گی۔ آپس میں ایک دوسرے سے حسد کریں گے اور ایک دوسرے کو قتل کر ڈالیں گے۔ بولے۔ اے رب کیا آپ زمین پر مفسد و خونریز پیدا کریں گے۔ ہم آپ کی حمد و تسبیح اور تقدیس کرتے رہتے ہیں۔ فرمایا جو مجھے معلوم ہے تمہیں معلوم نہیں۔ (یعنی ابلیس کا حال مجھے معلوم ہے تم نہیں جانتے) پھر اللہ نے حضرت جبرئیل کو زمین سے مٹی لانے کے لئے کہا۔ زمین بولی میں اللہ کی پناہ مانگتی ہوں کہ تم مجھ سے مٹی لے جاؤ۔ آخر جبرئیل خالی ہاتھ لوٹ آئے اور بولے کہ اے رب زمین نے مٹی لینے سے آپ کی پناہ مانگی۔ میں نے آپ کا نام سن کر مٹی نہیں لی۔ پھر میکائیل کو بھیجا وہ بھی زمین کی پناہ سن کر خالی ہاتھ چلے آئے۔ پھر ملک الموت کو بھیجا زمین نے ان سے بھی یہی کہا۔ مگر انہوں نے یہ جواب دیا کہ مجھے اللہ کی پناہ، کہ اس کے حکم کی تعمیل کئے بغیر لوٹ جاؤں۔ چنانچہ وہ مختلف مقامات کی تھوڑی تھوڑی سی مٹی لے کر سب کو ملا کر رب کی طرف بڑھے۔ چونکہ مٹی مختلف قسم کی سرخ سفید اور سیاہ لی گئی تھی اسی وجہ سے اولاد آدم میں اختلاف ہے۔ پھر اسے چپکنے والی چکنی گیلی مٹی بنایا گیا۔ پھر فرشتوں سے کہا گیا کہ میں اس کیچڑ سے انسان پیدا کرنے والا ہوں۔ پھر جب میں اسے درست کر دوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا۔ پھر آدم کا پتلا اللہ نے اپنے ہاتھ سے بنایا تاکہ اگر ابلیس تکبر کرے تو حق تعالیٰ اس سے کہہ سکے کہ میں نے تو اسے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے۔ اور کبر نہیں کیا۔ پھر تو کیوں غرور کرتا ہے چنانچہ حق تعالیٰ نے ان کا پتلا بنا کر چالیس سال تک چھوڑے رکھا۔ فرشتے یہ پتلا دیکھ کر گھبرا گئے مگر سب سے زیادہ پریشانی ابلیس کو ہوئی جب یہ اس پتلے کے پاس سے گذرتا اور اسے بجا کر دیکھتا تو کھنکھناتی ہوئی مٹی کی طرح اس سے گونجدار آواز نکلتی۔ یہ اس سے کہتا کہ تیرے پیدا کرنے میں کوئی عظیم مصلحت کارفرما ہے۔ اور اس پتلے کے منہ میں گھس کر دُبر سے

Marfat.com

نکل جاتا۔ پھر فرشتوں سے کہتا ہے۔ اس پتلے سے کیوں مرعوب ہوتے ہو۔ تمہارا رب تو صمد (ٹھوس) ہے اور یہ کھوکھلا ہے۔ اگر میں اس پر غالب آجاؤں گا تو اسے ہلاک کئے بغیر نہ رہوں گا۔ پھر جب وہ وقت آیا جب اللہ پاک اس میں روح پھونکنا چاہتا تھا۔ تو اس نے فرشتوں سے کہا کہ جب میں اس میں اپنی روح پھونکدوں تو اسے سجدہ کرنا۔ پھر اللہ نے اس میں روح پھونکی تو سر میں روح کے پہونچتے ہی حضرت آدم کو چھینک آئی۔ فرشتوں نے کہا الحمد للہ کہو۔ حضرت آدم نے کہا الحمد للہ۔ اللہ نے جواب دیا۔ یرحمک ربک۔ تمہارا رب تم پر رحم فرمائے۔ آنکھوں میں روح آئی تو جنت کے پھل دیکھے۔ پیٹ میں آئی تو بھوک کی خواہش ہوئی قبل اس کے کہ روح پیروں تک پہونچے حضرت آدم نے جلدی سے جنت کے پھلوں کی طرف جانے کی کوشش کی حق تعالیٰ نے فرمایا۔ انسان جلدبازی سے پیدا کیا گیا ہے۔ آگے مکمل حدیث ہے۔ (تفسیر ابو مالک و ابو صالح از ابن عباس و تفسیر مرۃ از ابن مسعود و از جماعۃ صحابہ) ابن زید کا بیان ہے کہ جب اللہ نے آگ پیدا کی تو اس سے فرشتوں پر سخت ہیبت طاری ہوئی اور پوچھنے لگے کہ اے رب یہ آگ کیوں پیدا کی اور کس کے لئے پیدا کی۔ فرمایا نافرمان مخلوق کے لئے اس وقت بجز فرشتوں کے زمین پر کوئی مخلوق نہ تھی۔ بعد میں آدم پیدا کئے گئے۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِیْنٌ الخ بلاشبہ انسان پر ایک ایسا زمانہ گذرا ہے کہ اس کا نام و نشان بھی نہ تھا حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ کاش وہی زمانہ ہوتا۔ فرشتے بولے کیا ہم پر کوئی ایسا وقت بھی آنے والا ہے کہ ہم تیری نافرمانی کریں گے۔ (کیونکہ ان کے سوا کوئی اور مخلوق تو تھی ہی نہیں۔) فرمایا نہیں میں زمین پر اپنی ایک مخلوق پیدا کرنا اور اپنا ایک جانشین مقرر کرنا چاہتا ہوں (آگے مطول حدیث ہے)

ابن اسحاق کا بیان ابن اسحٰق فرماتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اللہ نے آدم کا پتلا بنایا پھر اسے چالیس سال تک چھوڑے رکھا حتی کہ وہ ٹھیکرے کی طرح کھنکھناتا ہوا ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ جب روح سر میں داخل ہوئی تو حضرت آدم کو چھینک آئی اور انہوں نے الحمد للہ کہا۔ (آگے طویل حدیث ہے)

جسم پیدا ہونے کے بعد روح پھونکنے سے پیدا ہوتی ہے غرضیکہ حدیث و قرآن اور آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ نے جسم پیدا کرنے کے بعد روح پھونکی۔ اور اس پھونکنے سے روح پیدا ہوئی۔ اگر جسم سے پہلے اور روحوں کے ساتھ روح ہوتی تو فرشتوں کو ان کی پیدائش پر تعجب نہ ہوتا اور نہ آگ کی پیدائش پر تعجب ہوتا۔ نہ یہ پوچھتے کہ یہ آگ کس کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ کیونکہ وہ انسان کی روحوں کو دیکھتے اور یہ بھی انہیں معلوم ہوتا کہ ان میں مومن و کافر کی اچھی بری روحیں موجود ہیں۔

روح کے بعد میں پیدا ہونے کی دوسری دلیل چونکہ تمام کافروں کی روحیں ابلیس کے تابع ہیں، بلکہ جو لوگ تقدم خلق ارواح کے قائل ہیں ان کے گمان میں بھی تمام کافروں کی روحیں ابلیس کے کفر سے پہلے پیدا ہوچکی تھیں

اور اللہ پاک نے ابلیس پر کفر کا حکم بدن در روح آدم کی پیدائش کے بعد لگایا ہے۔ اس سے پہلے وہ کافر نہ تھا تو اس سے پہلے روحیں کیسے کافر و مومن ہو سکتی ہیں۔ حالانکہ ابلیس اس وقت کافر نہ تھا۔ ان میں کفر تو شیطان کے بہکانے اور پھسلانے سے ہی پیدا ہوا۔ معلوم ہوا کہ کافر روحیں ابلیس کے کفر کے بعد پیدا ہوئیں۔ اگر یوں کہا جائے۔ کہ شروع میں ساری روحیں مومن تھیں، پھر ابلیس کی وجہ سے مرتد ہو گئیں تو دوسری بات ہے۔ لیکن تقدم خلق ارواح کے دلائل اس کے مخالف ہیں۔

تیسری دلیل | تخلیق آدم کے سلسلے میں ابو ہریرہؓ والی حدیث میں ہے کہ آدم جمعہ کے دن پیدا کئے گئے۔ اگر روحیں جسموں سے پہلے پیدا ہو چکی ہوتیں تو وہ ان تمام مخلوقات میں داخل ہوتیں جو چھ دن میں پیدا کی گئی تھیں۔ چونکہ ان چھ دنوں میں تخلیق ارواح کی خبر نہیں دی گئی۔ اس لئے معلوم ہوا کہ خلق ارواح اولاد آدم کی پیدائش کے تابع ہے۔ ان چھ دنوں میں صرف آدم کی پیدائش ہوئی اور ان کی اولاد کی پیدائش حسب مشاہدہ ہر زمانے میں ہے۔ اگر روح کا بدن سے پہلے وجود ہوتا اور وہ زندہ اور علم و شعور والی اور صاحب گویائی ہوتی تو اسے کچھ تو دنیا میں آ کر اس عالم کی یاد ہوتی جہاں وہ ایک طویل زمانہ بسر کر چکی ہے۔ کیونکہ یہ محال ہے کہ روح میں حیات علم نطق اور ادراک ہو اور وہ روحوں کی جماعت میں ایک طویل زمانہ بھی گذارے۔ پھر جب بدن میں منتقل ہو تو اسے اپنی ماضی کا ذرا سا حال بھی معلوم نہ ہو۔ جب بدن سے جدا ہو کر اسے اپنے تمام تفصیلی حالات معلوم رہتے ہیں۔ حالانکہ بدن میں آ کر اس کے کمالات میں بہت سی رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں تو اسے اس زمانے کے حالات جبکہ کوئی رکاوٹ بھی نہ تھی بدرجہ اولیٰ معلوم ہونے چاہئیں۔

ایک شبہ اور اس کا جواب | اگر یہ کہا جائے کہ جسمانی تعلقات و مصروفیات روح کو ماضی کے حالات کے شعور سے مانع ہیں؛ تو ہم کہتے ہیں خیر تفصیلی حالات کے شعور سے مانع ہوں تو ہوں لیکن یہ کیسے ممکن ہے کہ کچھ بھی یاد نہ رہے۔ ظاہر ہے کہ یہ تعلقات جسمانی اسے ابتدائی حالات کے شعور سے مانع نہیں تو اس سے پہلے کے حالات سے کیسے مانع ہوں گے۔

چوتھی دلیل | علاوہ ازیں اگر روح بدن سے پہلے موجود ہوتی تو علم، حیات، نطق اور عقل سے متصف ہوتی پھر جب اس کا جسم سے تعلق پیدا ہوتا تو اس کے وہ تمام صفات سلب ہو جاتے۔ پھر اس میں علم و شعور رفتہ رفتہ آتا۔ اگر یہ بات مان لی جائے تو عجیب بات ہے کہ ابتداء میں روح مکمل عقل والی ہو، پھر عقل سے بالکل محروم ہو جائے اور پھر دھیرے دھیرے عقل حاصل کرے اس پر نہ عقلی دلیل ہے نہ نقلی اور نہ وجدانی۔ بلکہ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ وَاللّٰہُ اَخرجکُم مِن بُطُونِ اُمَّھٰتِکُمْ الخ۔ اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا کہ تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔ اور اس نے تمہیں کان، آنکھیں اور دل دیئے تاکہ تم اس کا شکر کرو۔ معلوم ہوا کہ جس حال

Marfat.com

پر ہم پیدا کئے گئے ہیں یہی ہمارا اصلی حال ہے اور علم وادراک قوت وطاقت بعد میں آئی ہے۔ اس سے پہلے ہم کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔ کیونکہ ہمارا وجود ہی نہ تھا۔ کہ ہم میں عقل وشعور ہوتا۔

پانچویں دلیل علاوہ ازیں اگر روحیں جسموں سے پہلے ہوتیں اور اچھی بری بھی ہوتیں تو ان کے لئے عملوں سے پہلے اچھائی اور برائی ثابت ہوتی۔ حالانکہ ان میں اچھائی اور برائی جسم میں آکر اچھے برے عملوں سے پیدا ہوتی ہے۔

پیدائش روح کے بارے میں رحمت عالم کا بیان اگر کہا جائے کہ تقدیری اچھائی اور برائی ثابت تھی تو ہم تقدیر کا انکار نہیں کرتے۔ اگر کوئی ایسی دلیل ہے کہ روحیں تمام کی تمام ایک وقت میں پیدا کر دی گئیں۔ پھر ایک جگہ ٹھہرا دی گئیں اور ان کو حیات وادراک ونطق بھی بخشد یا گیا۔ پھر وقتاً فوقتاً اپنے اپنے زمانے میں اپنے اپنے جسموں میں بھیجی جاتی ہیں تو اسے سب سے پہلے ہم ماننے کو تیار ہیں۔ کیونکہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ لیکن پیدائش وشرع کے سلسلے میں وہی خبر قابل قبول ہے جو رحمت عالمؐ نے دی ہو۔ ظاہر ہے کہ رحمت عالمؐ نے روح کے بارے میں اس قسم کی کوئی خبر نہیں دی۔ ہاں یہ خبر دی ہے کہ انسان کی پیدائش رحم مادر میں چالیس دن تک تو نطفہ کی شکل میں رہتی ہے۔ پھر چالیس دن تک جما ہوا خون رہتا ہے پھر چالیس دن تک گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے۔ پھر اللہ کے حکم سے فرشتہ آکر اس میں پھونک مارجاتا ہے معلوم ہوا کہ تنہا فرشتے کے پھونک مارنے سے روح پیدا ہوتی ہے یہ نہیں فرمایا کہ فرشتے کو روح لے کر بھیجا جاتا ہے۔ اور وہ بدن میں روح داخل کر دیتا ہے۔ بلکہ اللہ پاک فرشتہ بھیجتا ہے جس کی پھونک سے روح پیدا ہوتی ہے۔

انیسواں باب
نفس کی حقیقت

نفس کی حقیقت کیا ہے؟ کیا نفس بدن کا جزء ہے؟ یا عرض ہے، یا جسم ہے جو جسم کے ساتھ رہتا ہے اور اور جسم میں رکھ دیا گیا ہے یا جوہر مجرد ہے۔ کیا نفس بعینہٖ روح ہے یا روح سے جداگانہ حقیقت ہے۔ کیا ایک ہی نفس امارہ، لوامہ اور مطمئنہ ہے یا تین ہیں؟ ان مسائل پر بہت سے لوگوں نے قلم اٹھایا اور بڑی بڑی غلطیوں کا ارتکاب کیا ہے، اور ان کے بیانات میں بھی تصادم ہے۔ مگر اللہ نے اپنے رسول کی اتباع کرنے والوں کو غلطیوں سے بچایا ہے اور ان کے بیانات قابل بھروسہ ہیں۔ ہم لوگوں کے اقوال نقل کر کے ان پر تبصرہ کرتے ہیں۔ اور صحیح بات بتانے کی کوشش کرتے ہیں۔

ابوالحسن اشعری کا بیان روح، نفس اور حیات میں اختلاف ہے اور اس میں بھی کہ روح حیات ہے یا

Marfat.com

نظام کا قول غیر حیات اور روح جسم ہے یا غیر جسم ؟ ۔ نظام کہتا ہے کہ روح جسم ہی کا نام ہے اور وہی نفس ہے ۔ اس کے نزدیک روح بالذات زندہ ہے وہ کہتا ہے کہ حیات و قوت کے معنی حی قوی ہی کے ہیں اور دوسرے کہتے ہیں کہ روح عرض ہے ۔

جعفر بن حرب وغیرہ کا قول جعفر بن حرب وغیرہ کہتا ہے ۔ ہمیں معلوم نہیں کہ روح جوہر ہے ، یا عرض ۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے فرمایا وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ الخ ۔ یہودی آپ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں ۔ آپ فرما دیں کہ روح میرے رب کی مخلوق میں سے ہے ۔ اس آیت میں اللہ نے یہ نہیں بتایا کہ روح کیا ہے ، جوہر ہے یا عرض ۔ کہتا ہے ۔ میرے خیال میں جعفر نے یہ ثابت کیا ہے کہ حیات روح کے علاوہ ہے اور یہ بھی کہ حیات عرض ہے

جبائی کا قول جبائی کے نزدیک روح جسم و غیر حیات ہے ۔ اور حیات عرض ہے ۔ کیونکہ لغت میں کہا جاتا ہے کہ انسان کی روح نکل گئی ۔ اس کے نزدیک روح اعراض میں داخل نہیں ۔

بعض حکما کا قول بعض کے نزدیک روح ، اعتدال طبعی کا نام ہے ان کے نزدیک دنیا کی تمام چیزیں چار عنصروں ، آگ ، ہوا ، پانی اور مٹی سے بنی ہیں ۔ اور سب میں طبعی حرارت و برودت اور رطوبت و یبوست پائی جاتی ہے ۔

بعض فلاسفہ کا قول بعض کے نزدیک طبائع اربعہ کے علاوہ روح ہے ۔ اور دنیا میں یہی طبائع اربعہ اور روح ہیں ۔ اور روح کے اعمال میں بھی اختلاف ہے ۔ بعض نے طبعی بتائے ہیں اور بعض نے اختیاری ۔

بعض اطبا کا قول بعض کے نزدیک روح و قوت خالص و صاف خون کا نام ہے جس میں کدورت و تعفن نہ ہو۔

بعض دیگر اطبا کا قول بعض کے نزدیک حرارت غریزی ہی حیات ہے ۔ یہ تمام لوگ جن کے اقوال ہم نے روح کے بارے میں نقل کئے ہیں اصحاب طبائع کہلاتے ہیں ۔ جو ثابت کرتے ہیں کہ حیات ہی روح ہے ۔

اصم کی رائے اصم حیات و روح کے لئے جسم کے علاوہ کچھ اور ثابت نہیں کرتا تھا ۔ اور کہتا تھا کہ صاحب عقل و شعور جسم ہی ہے ۔ جس میں طول و عرض و عمق پایا جاتا ہے اور جسے ہم مشاہدہ کرتے ہیں وہ کہتا تھا کہ نفس بعینہٖ یہی بدن ہے کچھ اور نہیں ۔

ارسطاطالیس کی رائے ارسطاطالیس کے نزدیک نفس پر تدبیر و نشوونما اور بوسیدگی طاری نہیں ہوتی یہ ایک بسیط جوہر ہے ۔ اعمال و تدبیر کی جہت سے تمام عالم حیوانات میں پھیلا ہوا ہے ۔ یہ قلت و کثرت سے متصف نہیں ہوتا ۔ یہ ذات و اصل کے اعتبار سے قابل تجزی نہیں اور دنیا کے ہر جاندار میں ایک ہی معنی کے ساتھ ہے

ثنویہ کی رائے ثنویہ یا مثانیہ کے نزدیک نفس ایک معنی ہے جو موجود ہے اور حدود و ارکان اور طول و عرض و عمق والا ہے جو اس دنیا میں اپنے غیر کے لئے جدا ہونے والا نہیں جس پر طول و عرض و عمق کا حکم جاری

Marfat.com

ہو اور صفتِ حد و نہایت میں دونوں جمع ہو جاتے ہیں۔

دیصانیہ کی رائے بعض کے نزدیک نفس انہیں اوصاف سے متصف ہے جنہیں مذکورہ بالا لوگوں نے بیان کیا ہے۔ یعنی حد و نہایت کے معنی سے، لیکن اپنے غیر کے لئے جدا ہونے والا نہیں۔ جو صفت حیوان سے متصف نہ ہوں یہ دیصانیہ کہلاتے ہیں۔

جعفر بن مبشر کی رائے جعفر بن مبشر کے نزدیک نفس جوہر ہے اور یہ جسم نہیں ہے جس میں نفس ہے اور نہ خود جسم ہے۔ لیکن جوہر و جسم کے بین بین ہے۔

ابوالہذیل کی رائے ابوالہذیل کے نزدیک نفس غیر روح ہے اور روح غیر حیات ہے۔ اور حیات عرض ہے اس کے نزدیک انسان حالت خواب میں مسلوب النفس و روح ہو سکتا ہے لیکن مسلوب الحیات نہیں ہو سکتا جس کی دلیل اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ الخ ہے۔

جعفر بن حرب کی رائے جعفر بن حرب کے نزدیک نفس جسم کے اعراض میں سے ایک عرض ہے۔ اور انسان کے آلاتِ افعال (صحت و سلامتی اعضاء وغیرہ) میں سے ایک آلہ ہے۔ اور جواہر و اجسام کی کسی صفت سے متصف نہیں

ابوبکر بن باقلانی کی رائے بعض کے نزدیک نفس وہ ہوا ہے جو سانس کے ذریعہ اندر باہر آتی جاتی ہے اور روح عرض ہے اور وہ فقط حیات ہے۔ اور نفس کے علاوہ ہے۔ ابوبکر بن باقلانی اور اس کے ماننے والوں کا یہی قول ہے

مشائین کی رائے بعض کے نزدیک نفس نہ جسم ہے نہ عرض ہے نہ نفس کسی جگہ میں ہے نہ اس کا طول عرض یا عمق ہے نہ کوئی رنگ ہے اور نہ اس کی تجزی ہے نہ عالم میں داخل ہے اور نہ اس سے خارج ہے۔ نہ اس سے ملا ہوا ہے اور نہ اس سے جدا ہے۔ یہ مشائین کا قول ہے اور یہی قول اشعری نے ارسطاطالیس سے نقل کیا ہے۔

ابن سینا کی رائے بعض کا گمان ہے کہ نفس کا بدن سے تعلق نہ تو پڑوس کی وجہ سے ہے نہ سکونت کی وجہ سے نہ چمٹنے کی وجہ سے اور نہ مقابلہ کی وجہ سے محض اس کے لئے تدبیر بدن ہے۔ ابن سینا وغیرہ کا یہی قول ہے۔ یہ قول سب سے ردی اور صحت سے بہت دور ہے۔

ابن حزم کی رائے تمام اہل اسلام اور وہ مذاہب جو زندگی بعد الموت کے قائل ہیں کہتے ہیں کہ نفس ایک جسم ہے جس میں طول و عرض و عمق پایا جاتا ہے۔ جو مکان والا ہے۔ جثہ ہے متحیز ہے اور جسم میں متصرف ہے۔ ہمارا بھی یہی قول ہے۔ نفس و روح ایک ہی چیز ہے۔ ابو عبداللہ بن خطیب نے نفس کے بارے میں لوگوں کے مذاہب بیان کئے ہیں اور کہا ہے کہ جس کی طرف انسان اپنے قول میں سے اشارہ کرتا ہے وہ یا تو جسم ہو گا یا عرض ہو گا۔ یا لا جسم و لا عرض ہو گا۔ اگر جسم ہے تو یا تو یہی بدن ہو گا یا کوئی اور جسم ہو گا جو اس بدن کا ہم شریک ہو گا۔ یا اس سے خارج ہو گا۔ اگر نفس جسم ہوا اور اس بدن سے خارج ہو تو یہ قول کسی کا بھی نہیں۔ اور اگر یہی جسم ہو تو جمہور

Marfat.com

کا یہی مذہب ہے اور اکثر اہل کلام کے نزدیک پسندیدہ قول یہی ہے۔

ہمارا تبصرہ جمہور سے بدعتی اور گمراہ فرقے مراد ہیں۔ جن کے اقوال رازی نے گنوائے ہیں۔ صحابہ، تابعین، اور اہل حدیث کے اقوال کی رازی کو خبر بھی نہیں اور نہ اس کا یہ عقیدہ ہے کہ اس مسئلہ میں ان کے بھی اقوال ہیں۔ البتہ رازی نے حسب عادت باطل اقوال نقل کر دیئے اور جو صحیح قول تھا جسے قرآن و حدیث اور صحابہ کے اقوال کی حمایت حاصل تھی اس کی اسے خبر بھی نہیں۔ اور یہ قول جسے اس نے جمہور مخلوق کی طرف منسوب کیا ہے۔ کہ انسان یہی مخصوص بدن ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں، اس موضوع پر سب سے زیادہ غلط قول ہے۔ جس قول پر تمام ارباب دانش کا اتفاق ہے وہ یہ ہے کہ انسان بدن اور روح دونوں سے مرکب ہے کبھی انسان کسی قرینہ سے فقط جسم کو بھی کہدیتے ہیں۔ اور کبھی فقط روح کو بھی۔

مفہوم انسان میں چار مختلف اقوال مفہوم انسان میں چار اقوال ہیں۔ انسان فقط روح ہے۔ یا فقط بدن ہے۔ یا دونوں کا مجموعہ ہے۔ یا ان میں سے ہر ایک ہے۔ ان میں ناطق ہیں اور اسکے نطق میں بھی اختلاف ہے

روح کے بارے میں رازی کے چھ اقوال رازی کہتا ہے اگر انسان کسی مخصوص جسم سے مراد ہو جو اس ظاہری بدن کے اندر موجود ہے تو اس قول کے ماننے والے اس جسم کی تعیین میں مختلف ہیں۔ (۱) بعض کے نزدیک اس جسم سے اخلاط اربعہ مراد ہیں جن سے یہ بدن پیدا ہوتا ہے (۲) بعض کے نزدیک یہ جسم خون ہے، (۳) بعض کے نزدیک یہ جسم روح لطیف ہے جو دل سے پیدا ہو کر شریانوں کے ذریعہ تمام اعضا میں پھیلتی ہے۔ (۴) بعض کے نزدیک یہ جسم روح ہے جو دل میں پیدا ہو کر دماغ کی طرف چڑھتی ہے اور حفظ و فکر و ذکر کی صالح کیفیت سے متصف ہوتی ہے۔ (۵) بعض کے نزدیک یہ جسم دل میں ایک ناقابل تجزی جزو ہے۔ (۶) بعض کے نزدیک یہ ایک جسم ہے جو ماہیت میں اس جسم محسوس سے الگ ہے اور وہ ایک علوی نورانی لطیف جسم ہے جو زندہ اور متحرک ہے اور جو ہر اعضا میں ساری ہے۔ جیسے گلاب میں عرق، زیتون میں روغن اور کوئلے میں آگ ساری ہوتی ہے۔ پھر جب تک ان اعضا میں اس جسم لطیف سے پیدا شدہ آثار کی قبولیت کی صلاحیت رہتی ہے یہ جسم لطیف ان اعضا میں گھسا ہوا رہتا ہے اور ان پر حس و ارادے کا فیضان کرتا رہتا ہے۔ اور جب یہ اعضا، غلیظ اخلاط کے غلبہ کی وجہ سے خراب ہو جاتے ہیں اور روح کے آثار قبول کرنے کی صلاحیت کھو بیٹھتے ہیں تو روح بدن سے جدا ہو کر عالم ارواح میں چلی جاتی ہے۔

چھٹا قول ہی صحیح ہے اس موضوع پر یہی قول صحیح ہے اس کے سوا کوئی اور قول صحیح نہیں۔ اسی پر قرآن و حدیث، اجماع صحابہ اور عقلی اور وجدانی دلائل قائم ہیں۔ اب ہم اس قول کی حمایت میں دلائل نقل کرتے ہیں:۔

چھٹے قول کی پہلی دلیل (۱) اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا الخ۔ اللہ موت کے وقت نفسوں کو اٹھا لیتا ہے

اور جو نہیں مرے انھیں نیند میں اٹھالیتا ہے، پھر جن پر موت کا فیصلہ کرچکا ہے انھیں روک لیتا ہے اور دوسروں کو ایک مقررہ مدت کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ اس میں اٹھانا، روکنا اور چھوڑ دینا تین دلیلیں ہیں۔

چھٹے قول کی چوتھی دلیل

(۷) وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الخ کاش آپ دیکھتے جب ظالم موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلانے والے ہوتے ہیں کہ اپنی جانیں نکالو۔ آج تمہیں ذلت والا عذاب دیا جائیگا۔ اس میں چار دلیلیں ہیں۔ روح لینے کے لئے فرشتہ کا ہاتھ پھیلانا، روح کا نکالنا اور اس کا نکل آنا۔ اس دن روح پر ذلت والا عذاب ہونا اور روح کا رب کے سامنے آنا۔

آٹھویں دلیل

(۸) وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُمْ بِاللَّيْلِ الخ وہی تمہیں رات کو اٹھالیتا ہے اور اسے معلوم ہے جو کچھ تم نے دن میں کیا۔ پھر وہ تمہیں دن میں اٹھادیتا ہے تاکہ مقررہ مدت پوری ہو جائے (لائے گئے ہے) یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو موت آتی ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اٹھالیتے ہیں اور وہ کوتاہی نہیں کرتے۔ اس میں تین دلیلیں ہیں۔ روحیں رات کو اٹھالی جاتی ہیں۔ انہیں دن میں جسموں میں لوٹا دیا جاتا ہے۔ اور موت کے وقت فرشتے انھیں مارڈالتے ہیں۔

گیارھویں دلیل

(۱۱) يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ الخ اے مطمئن روح اپنے رب کیطرف خوشی خوشی لوٹ جا۔ رب بھی تجھ سے راضی ہے پھر میرے بندوں میں اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ اس میں تین دلیلیں ہیں۔ روح کا لوٹنا، اس کا داخل ہونا اور اس کا راضی ہونا۔ سلف کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ موت کے وقت کہا جائے گا یا دونوں موقعوں پر۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا۔ یہ بات تم سے موت کے وقت فرشتہ کہے گا۔ زید بن اسلم کا قول ہے کہ روح کو تینوں موقعوں پر جنت کی بشارت دی جاتی ہے۔ ابو صالح فرماتے ہیں کہ خوشی خوشی لوٹنے کی بشارت موت کے وقت دی جاتی ہے اور دخول جنت کی بشارت قیامت کے دن دی جائے گی۔

پندرھویں دلیل

جب روح قبض کی جاتی ہے (اور اوپر چڑھتی ہے) تو آنکھ اسے دیکھتی ہے۔ اس میں دو دلیلیں ہیں۔ روح کا قبض کیا جانا اور آنکھ کا اسے دیکھنا۔

سترھویں دلیل

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا جیسے رحمت عالم ﷺ کی پیشانی پر میں سجدہ کررہا ہوں۔ میں نے آپ کو خواب سنایا تو فرمایا کہ روح روح سے ملاقات کرتی ہے۔ پھر رحمت عالم ﷺ نے اپنا سر اٹھالیا اور میں نے آپ کی پیشانی پر اپنی پیشانی رکھدی (نسائی) آپ نے بتایا کہ روحیں خواب میں ملاقات کرتی ہیں۔ اوپر حضرت ابن عباس کا قول گذر چکا کہ خواب میں مردوں اور زندوں کی روحیں ملاقات کرلیتی ہیں۔ اور آپس میں ایک دوسری سے پوچھ گچھ کرلیتی ہے۔ پھر اللہ مردوں کی روحیں روک لیتا ہے

اٹھارھویں دلیل

(۱۸) بلال والی حدیث میں ہے کہ رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے تمہاری روحیں

Marfat.com

قبض کرلی تھیں اور اس نے جب چاہا انھیں تمہاری طرف لوٹا دیا۔ اس میں دو دلیلیں ہیں کہ روح قبض بھی کی جاتی ہے اور لوٹائی بھی جاتی ہے۔

بیسویں دلیل مومن کی روح پرندہ ہے جو جنت کے درختوں میں سے کھاتا ہے۔ اس میں دو دلیلیں ہیں روح کا پرندہ ہونا اور جنت کے درختوں پر اس کا اٹھنا بیٹھنا یا ان کے پھل کھانا۔

بائیسویں دلیل فرمایا شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہیں۔ جہاں چاہتی ہیں جنت میں چگتی پھرتی ہیں اور قندیلوں میں جو عرش سے لٹکی ہوئی ہیں بسیرا کرتی ہیں۔ پھر تمہارے رب نے ان سے جھانک کر پوچھا۔ کیا خواہش ہے۔ اس میں چھ دلیلیں ہیں۔ روح کا پرندے کے پیٹ میں ہونا اس کا جنت میں چگنا، اس کا جنت کے پھل کھانا۔ اور جنت کی نہروں کا پانی پینا۔ قندیلوں میں بسیرا کرنا۔ حق تعالیٰ کا ان سے بات چیت کرنا۔ اور ان کا جواب دینا اور ان کا دنیا میں لوٹ آنے کی خواہش کرنا۔ معلوم ہوا کہ ان میں رجوع کی صلاحیت ہے۔

ایک شبہ کا جواب اگر کہا جائے کہ یہ تمام صفات پرندے کے ہیں۔ روح کے نہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مقصود روح ہے جو پرندے میں رکھدی گئی ہے۔ بلکہ ابو عمر کی پسندیدہ روایت (ارواح الشہداء کطیر) پر یہ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

۲۹ ویں دلیل حضرت طلحہ والی حدیث میں ہے کہ ایک دفعہ میں غابۃ میں اپنے کھیتوں پر گیا۔ رات ہوگئی۔ میں عبداللہ بن عمرو بن حرام کی قبر کے پاس ٹھہر گیا۔ میں نے قبر سے قرآن پاک کی بہترین قراۃ اپنے کانوں سے سنی۔ رحمتِ عالم نے فرمایا یہ عبداللہ ہیں۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ نے ان کی روحیں قبض کرکے زبرجد یاقوت کی قندیلوں میں رکھدیں۔ پھر انہیں جنت کے درمیان لٹکا دیا۔ رات کو ان کی روحیں لوٹا دی جاتی ہیں۔ پھر صبح کو اسی جگہ چلی جاتی ہیں جہاں ٹھہری ہوئی ہیں۔ اس میں چار دلائل ہیں۔ روحیں قندیل میں ہیں۔ روحیں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل بھی ہوتی ہیں۔ روحیں قبروں میں قرآن پڑھتی ہیں اور باتیں کرتی ہیں۔ اور روحیں ایک مکان میں رہتی ہیں۔

۳۰ ویں دلیل براء بن عازب والی حدیث جو اوپر گذر چکی، اس میں بیس دلیلیں ہیں ملک الموت کا روح سے رب کی طرف لوٹ جانے کا خطاب، جو ارباب عقل و فہم سے ہی کیا جاتا ہے۔ روح سے یہ کہنا کہ اپنے رب کی بخشش و رضا کی طرف نکل۔ روح کا مشک کے منہ سے پانی کے قطرے کی طرح نکل آنا۔ روح کو ملک الموت کے ہاتھ میں نہ رہنے دینا۔ اور فرشتوں کا ان سے فوراً لے لینا۔ روح کو جنت کا کفن دیا جانا۔ اور اسے جنت کی خوشبو میں بسانا۔ روح کو آسمان پر چڑھا کر لیجانا۔ روح سے مشک سے بھی زیادہ پیاری خوشبو کا پھوٹ پڑنا۔ روح کے

Marfat.com

لئے آسمانوں کے دروازے کھولے جانے۔ روح کو آسمان کے تمام مقرب فرشتوں کا رخصت کرنا۔ اللہ کے حکم سے روح کو زمین کی طرف لوٹایا جانا۔ روح کا جسم میں لوٹایا جانا۔ کافروں کی روح قبض کرتے وقت اس کے ساتھ رگوں اور پٹھوں کا بھی کھنچ آنا۔ اس سے انتہائی بدبو کا پھوٹ پڑنا۔ اس کی روح کو آسمان سے پٹخ دیا جانا۔ اور زمین پر گرنا۔ فرشتوں کا اچھی روحوں کو مبارکباد دینا۔ اور بری روحوں سے بیزار ہونا۔ منکر نکیر کا اٹھا کر بٹھانا اور سوال کرنا۔ اگر سوال براہ راست روح سے ہے تو ظاہر ہے اور اگر بدن سے ہے تو جب ہے جب اس میں روح آسمان سے لوٹ کر آجائے۔ روح کو رب کے پاس لے جاکر کہا جانا کہ اے رب یہ تیرا فلاں بندہ ہے۔ رب کا حکم ہونا کہ میں نے اس کے لئے جو نعمتیں تیار کی ہیں انھیں اسے دکھادو۔ اور روح کا اپنا جنتی یا جہنمی ٹھکانا دیکھنا۔ فرشتوں کا روح پر نماز پڑھنا۔ جیسے انسانی جسم پر نماز پڑھتے ہیں۔ روح کا قیامت تک اپنا جنتی یا جہنمی ٹھکانا دیکھنا جبکہ بدن کا نام و نشان بھی نہیں رہتا ۔

۵۴ ویں دلیل — حضرت ابو موسیٰ والی حدیث میں ہے کہ جب مومن کی روح نکلتی ہے تو اس سے مشک سے بھی زیادہ پیاری خوشبو پھوٹ پڑتی ہے۔ فرشتے اسے لیکر چلتے ہیں اور آسمان کے نیچے والے فرشتوں کے پاس سے گذرتے ہیں اور اس کا اس کے اچھے اچھے عملوں سے ان سے تعارف کراتے ہیں۔ اور نام بتاتے ہیں۔ یہ فرشتے لانے والے فرشتوں کو معہ روح کے مبارکباد دیتے ہیں۔ پھر ان سے روح لے کر اس دروازے سے آسمان پر چڑھتے ہیں جس سے اس کے عمل چڑھا کرتے تھے۔ اور روح آسمانوں میں سورج کی طرح جگمگاتی جاتی ہے یہاں تک کہ عرش تک پہونچ جاتی ہے۔ اور جب کافروں کی روح کو لیکر چڑھتے ہیں تو فرشتے پوچھتے ہیں یہ کون ہے۔ یہ اس کے برے عمل بتاکر کہتے ہیں کہ فلاں بن فلاں ہے۔ وہ بیزار ہوکر کہتے ہیں واپس لے جاؤ۔ چنانچہ روح سب سے نیچے کی زمین میں لوٹا دی جاتی ہے۔ اس میں دس دلیلیں ہیں — روح کا نکلنا اس سے خوشبو کا پھوٹنا، فرشتوں کا اسے لے کر جانا۔ ملنے والے فرشتوں کا اسے مبارکباد دینا۔ اسے لے لینا، اسے لیکر اوپر چڑھنا۔ آسمانوں کا اس کی روشنی سے جگمگا اٹھنا۔ روح کا عرش تک پہونچنا۔ فرشتوں کا یہ پوچھنا کہ یہ کون ہے۔ یہ سوال جوہر اور مستقل ذات کے بارے میں ہوتا ہے اور حق تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ اسے سب سے نیچے والی زمین کی طرف لوٹادو ۔

۵۵ ویں دلیل — حضرت ابوہریرہ والی حدیث ہے، کہ جب مومن کی روح نکلتی ہے تو اسے دو فرشتے لیکر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں آسمان والے کہتے ہیں یہ پاکیزہ روح ہے جو زمین سے آئی ہے اے روح تجھ پر بھی اللہ کی رحمت ہو اور اس جسم پر بھی جو تجھ سے آباد تھا۔ پھر مشک کا ذکر ہے، پھر اسے رب کے پاس لیکر چڑھتے ہیں۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ اسے پچھلی مقررہ مدت تک لوٹادو۔ اس میں چھ دلیلیں ہیں — دو فرشتوں کا لینا۔ لیکر آسمان کی طرف چڑھنا۔ فرشتوں کا یہ کہنا کہ یہ پاکیزہ روح زمین سے آئی ہے۔ فرشتوں کا اس پر نماز پڑھنا۔ اس کی بو کا پاکیزہ ہونا اور اسے لیکر اللہ کی طرف چڑھنا۔

Marfat.com

۷۱ ویں دلیل حضرت ابوہریرہ والی حدیث ہے۔ جس میں دس دلائل ہیں۔ روح کا پاکیزہ ہونا۔ پاکیزہ جسم میں ہونا۔ اس جگہ حال ومحل دونوں ہیں۔ فرشتوں کا یہ کہنا کہ اے روح نکل آ۔ تو قابل تعریف ہے، اسے راحت وروزی کی بشارت دینا۔ یہ بشارت اس مقام کی ہے جس کی طرف روح بدن سے نکل کر جارہی ہے، آسمان تک برابر ان بشارتوں کا قائم رہنا۔ روح کے لئے آسمان کا دروازہ کھلوانا۔ اس سے یہ کہنا کہ تعریفوں کی حالت میں جنت میں داخل ہوجا۔ روح کا اس آسمان تک پہونچ جانا جس میں اللہ ہے۔ کافر کی روح کے لئے یہ کہنا کہ مذمت کی حالت میں لوٹ جا۔ اس کے لئے آسمان کا دروازہ نہ کھلنا۔ اسے زمین طرف چھوڑ دینا۔ پھراس کا قبر میں لوٹ آنا۔

۸۱ ویں دلیل رحمت عالم نے فرمایا روحیں جمع شدہ لشکر ہیں۔ پھر جن میں تعارف ہوجاتا ہے ان میں موافقت ومحبت پیدا ہوجاتی ہے اور جن میں نہیں ہوتا ان میں اختلاف رہتا ہے۔ اس میں روحوں کو جمع شدہ لشکر بتایا گیا ہے۔ اور لشکر جواہر ذوات پر قائم ہیں۔ پھر بتایا گیا کہ ان میں تعارف وعدم تعارف ہوتا ہے۔ جو جواہر کے صفات ہیں۔ ظاہر ہے کہ لشکر اعراض نہیں ہوتے اور نہ ان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ عالم میں نہ داخل ہوں نہ خارج ہوں اور نہ ان کا جزو وکل ہوتا ہے۔

۸۲ ویں دلیل حضرت ابن مسعود والی حدیث کہ روحیں ملاقات کرتی ہیں اور گھوڑوں کی طرح اچھی اور بری ہوتی ہیں، گذرچکی۔

۸۳ ویں دلیل ابن عمرو والی حدیث میں ہے کہ روحیں دو دن کی مسافت سے ملاقات کرلیتی ہیں حالانکہ پہلے کبھی ایک دوسرے کو دیکھا بھی نہیں ہوتا۔

۸۴ ویں دلیل وہ آثار ہیں جو ہم تخلیق آدم کے سلسلے میں بیان کرچکے کہ جب روح حضرت آدم کے سر میں داخل ہوئی تو انہیں چھینک آئی اور الحمد للہ کہا۔ پھر جب آنکھوں میں پہونچی تو جنت کے پھل دیکھ لئے۔ پھر جب پیٹ میں پہونچی تو بھوک لگ آئی۔ ابھی پیروں میں پہونچی بھی نہ تھی کہ اٹھ کھڑے ہوئے اور یہ کہ روح کے داخل ہوتے وقت بھی تکلیف ہوتی ہے اور خارج ہوتے وقت بھی۔

۸۵ ویں دلیل وہ آثار ہیں جن میں حق تعالیٰ کا روحوں کو نکالنے کا اور اچھوں بروں کو الگ کرنے کا اور نور وظلمت میں تفاوت کا اور چراغوں کی طرح انبیائے کرام کی روحوں کا بیان ہے۔

۸۶ ویں دلیل تمیم داری والی حدیث کہ مومن کی روح حق تعالیٰ کے سامنے پہونچکر سجدہ کرتی ہے اور تمام فرشتے اسے بشارت دیتے ہیں اور حق تعالیٰ ملک الموت سے فرماتا ہے کہ میرے بندے کی روح کو لے جاکر فلاں فلاں جگہ رکھو۔

Marfat.com

۸۷ ویں دلیل وہ آثار ہیں جو ہم نے مستقر ارواح کے بارے میں بیان کئے ہیں اور اس میں لوگوں کا اختلاف اور اس اختلاف کے ضمن میں اجماع سلف کا بیان کہ موت کے بعد روح کے لئے مستقر ہے۔ گو اس کی تعیین میں اختلاف ہے ـــــ،

۸۸ ویں دلیل رحمت عالم ؐ نے بتایا کہ لوگوں کے جسم قبروں میں پیدا ہوں گے پھر جب صور پھونکا جائے گا تو ہر روح اپنے جسم میں داخل ہوگی۔ پھر جب وہ اس میں داخل ہوگی تو زمین پھٹ جائے گی اور لوگ قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ صور والی حدیث میں ہے کہ حضرت اسرافیل روحوں کو آواز دیں گے تو تمام روحیں آجائیں گی۔ مومنوں کی روحیں نورانی ہوں گی اور کافروں کی تاریک۔ آپ روحیں صور میں رکھ لیں گے۔ پھر اس میں پھونک ماریں گے۔ حق تعالیٰ فرمائے گا میری عزت کی قسم ہر روح اپنے اپنے جسم میں چلی جائے۔ آخر روحیں صور سے شہد کی مکھیوں کی طرح نکلیں گی جن سے آسمان وزمین کی درمیانی فضا بھر جائے گی اور ہر روح اپنے جسم کے پاس پہونچ کر اس میں داخل ہو جائے گی۔ پھر اللہ کے حکم سے زمین پھٹ جائے گی اور لوگ قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف دوڑنے لگیں گے۔ بلانے والے کی طرف بھاگ کھڑے ہوں گے اور ہر قریب کی جگہ سے منادی کی آوازیں سنیں گے۔ پھر سب کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے۔ ظاہر ہے کہ اللہ کے رسول نے اس کی خبر دی۔ جو بالکل سچی خبر ہے۔ حق تعالیٰ ان کے لئے دوسری روحیں پیدا نہیں فرمائے گا۔ بلکہ یہ وہی روحیں ہونگی جنھوں نے دنیا میں رہ کر نیکی یا بدی کی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کے بدن پیدا کر کے انھیں ان میں لوٹا دے گا۔

۸۹ ویں دلیل حق تعالیٰ کے سامنے قیامت کے دن روح وجسم دونوں جھگڑیں گے۔ حضرت ابن عباس کا بیان ہے۔ قیامت کے دن لوگوں میں جھگڑے ہوں گے یہاں تک کہ روح جسم سے جھگڑے گی۔ روح کہے گی کہ اے رب میں تیری روح تھی۔ تو نے مجھے اس جسم میں مقرر فرمادیا تھا۔ میرا کوئی قصور نہیں۔ جسم کہے گا کہ اے رب میں ایک جسم تھا، جسے تو نے پیدا کیا تھا، اور یہ آگ جیسی روح مجھ میں داخل ہوگئی تھی، اسی کی وجہ سے میں اٹھتا بیٹھتا کھڑا ہوتا اور آتا جاتا تھا۔ میرا کوئی گناہ نہیں۔ کہا جائے گا کہ میں تم دونوں میں فیصلہ کئے دیتا ہوں۔ ایک اندھا اور ایک اپاہج دونوں ایک باغ میں جاتے ہیں۔ اپاہج اندھے سے کہتا ہے کہ مجھے پھل نظر آرہے ہیں اگر میرے پاؤں ہوتے تو انھیں توڑ لیتا۔ اندھا کہتا ہے میں تجھے اپنے کندھے پر اٹھائے لیتا ہوں چنانچہ اپاہج کو اپنے کندھے پر بٹھا لیتا ہے۔ پھر اپاہج توڑ لیتا ہے۔ اور دونوں کھا لیتے ہیں۔ بتاؤ کس کا قصور ہوا ...وے دونوں کا۔ فرمایا تم نے خود اپنا فیصلہ کر لیا۔

۹۰ ویں دلیل وہ احادیث وآثار ہیں، جو عذاب وثواب قبر کے بارے میں ہیں۔ ظاہر ہے کہ جسم تو خاک میں مل کر بے نام ونشان ہو جاتا ہے اور عذاب وثواب قیامت تک قائم رہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ برزخ کے

Marfat.com

عذاب و ثواب سے براہ راست روح متاثر ہوتی ہے۔

۹۱ ویں دلیل جب شہیدوں کی روحوں سے پوچھا گیا کہ کیا خواہش ہے تو بولے ہماری روحیں جسموں میں لوٹا دی جائیں تاکہ ہم پھر آپ کی راہ میں مارے جائیں۔ ظاہر ہے کہ یہ سوال و جواب ایسی ذاتوں سے ہے جو زندہ سمجھدار اور صاحب گویائی ہیں۔ جن میں دنیا میں جانے کی اور اپنے جسموں میں داخل ہونے کی صلاحیت ہے اور انہیں روحوں سے جو جنت میں چلتی پھرتی ہیں۔ پوچھا گیا تھا۔ ان کے جسم تو کبھی کے فنا کے نذر ہو چکے تھے۔

۹۲ ویں دلیل حضرت سلمان فارسی وغیرہ سے ثابت ہے کہ مومنوں کی روحیں برزخ میں جہاں چاہتی ہیں آتی جاتی ہیں اور کافروں کی روحیں سجین میں بند ہیں۔

۹۳ ویں دلیل شب اسرار رحمت عالم ؐ نے حضرت آدم کے دائیں بائیں روحیں دیکھیں اور ایک معین جگہ مشاہدہ کیں۔

۹۴ ویں دلیل آپ نے آسمانوں میں حسب مراتب انبیاء کرام کی روحیں دیکھیں اور انہوں نے آپ کا خیر مقدم بھی کیا اور دعائیں بھی دیں۔ حالانکہ ان کے جسم زمین میں تھے۔

۹۵ ویں دلیل آپ نے بچوں کی روحیں حضرت خلیل اللہ کے ارد گرد دیکھیں۔

۹۶ ویں دلیل آپ نے برزخ میں روحوں پر طرح طرح کا عذاب دیکھا۔ جیسا کہ بخاری کی سمرۃ والی حدیث میں گذر چکا۔ حالانکہ ان کے جسم کبھی کے بے نام و نشان ہو چکے تھے۔

۹۷ ویں دلیل حق تعالیٰ نے بتایا کہ شہید اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔ کھاتے پیتے ہیں۔ خوش ہیں اور اپنے بھائیوں کے دل خوش کن حالات سنکر خوش ہوتے ہیں یہ صفات بھی روحوں کے ہیں کیونکہ اجسام تو قیامت کے دن پیدا ہوں گے

۹۸ ویں دلیل حدیث ابن عباس ہے جو اوپر گذر چکی۔ ہم اسے یہاں بھی بیان کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس حدیث سے بے دینوں اور بدعتیوں کے بہت سے اقوال کی تردید ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک دن رحمت عالم ؐ تشریف فرما تھے۔ کہ اتنے میں آپ نے یہ آیت وَ لَوْ تَرٰی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ الخ پڑھ کر فرمایا۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے کوئی شخص دنیا سے اپنا ٹھکانا جنتی یا جہنمی دیکھے بغیر رخصت نہیں ہوتا۔ مرتے وقت اس کے پاس فرشتوں کی دو قطاریں زمین سے آسمان تک ہوتی ہیں۔ ان کے چہرے سورج کی طرح چمکیلے ہوتے ہیں۔ بس مرنے والا ہی انھیں دیکھتا ہے اگرچہ تم اسے اپنی طرف دیکھتا ہوا پاتے ہو۔ فرشتوں کے ہاتھ میں کفن و خوشبو ہوتی ہے۔ اگر مرنے والا مومن ہوتا ہے تو فرشتے اسے جنت کی بشارت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اطمینان والی روح اللہ کی رضا اور جنت کی طرف نکل۔ کیونکہ

حق تعالیٰ نے تیرے لئے وہ عزت کی چیزیں تیار کر رکھی ہیں جو دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔ فرشتے برابر اسے بشارت دیتے رہتے ہیں۔ اور اس کے حق میں ماں سے بھی زیادہ شفیق و مہربان ہوتے ہیں۔ پھر اس کی روح ہر ناخن اور ہر جوڑ کے اندر سے کھینچتے ہیں۔ جس عضو سے روح کھنچتی جاتی ہے وہ مردہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہ کام ان کے لئے آسان ہے اگرچہ تمہارے لئے مشکل ہے۔ آخر کار روح حلق تک آجاتی ہے۔ اور جیسے بچہ رحم سے باہر آتے وقت ہچکچاتا ہے اس سے کہیں زیادہ روح جسم سے باہر آتے وقت ہچکچاتی ہے۔ پھر حاضرین فرشتوں میں سے ہر فرشتہ اس روح کو قبض کرنے کا خواہشمند ہوتا ہے، مگر ملک الموت قبض کرنے پر حاکم ہیں۔ وہی قبض کرتے ہیں۔ پھر آپ نے آیت قل یتوفاکم ملک الموت الذی وکل بکم الخ (آپ فرما دیں تمہیں ملک الموت مارتا ہے جو تم پر مقرر ہے) پڑھی پھر ملک الموت اسے سفید کپڑے میں لے لیتا ہے۔ پھر اسے سینے سے لگاتا ہے اور ماں سے بھی زیادہ پیار کرتا ہے۔ پھر اس سے مشک سے بھی زیادہ پیاری خوشبو مہکتی ہے۔ فرشتے یہ پاکیزہ خوشبو سونگھتے ہیں۔ اور اس کے پاس آکر کہتے ہیں کہ اس پاکیزہ خوشبو اور پاکیزہ روح پر مرحبا ہو۔ اے اللہ اس روح پر اپنی رحمت بھیج۔ اور اس جسم پر بھی جس سے یہ نکل کر آئی ہے۔ پھر اسے لیکر چڑھتے ہیں۔ اس سے مشک سے بھی زیادہ پیاری خوشبو پھوٹتی ہے۔ فرشتے اس پر نماز پڑھتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ ان کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ پھر یہ روح جس آسمان سے گذرتی ہے اسی کے فرشتے اس پر نماز پڑھتے ہیں۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ کے پاس پہونچتی ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اے پاکیزہ روح۔ مبارک ہو۔ فرشتو۔ اسے جنت میں لے جاکر اس کا جنتی ٹھکانا اور عزت کی وہ تمام چیزیں دکھا دو جنھیں میں نے اس کے لئے تیار کر رکھی ہیں۔ پھر اسے زمین کی طرف لے جاؤ۔ کیونکہ میں فیصلہ کر چکا ہوں کہ میں نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا ہے اسی میں لوٹا دوں گا اور دوسری بار اسی سے پیدا کر دوں گا۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، روح جسم کی بہ نسبت جنت سے نکلتے ہوئے زیادہ ہچکچاتی ہے۔ اور کہتی ہے کہ مجھے کہاں لے جاتے ہو۔ کیا اسی جسم کی طرف جس میں میں تھی؟ فرشتے کہتے ہیں ہم تو اللہ کے حکم کے تابع ہیں۔ اور تمہیں بھی حکم ماننے کے بغیر چارہ نہیں۔ چنانچہ فرشتے اسے اتار لاتے ہیں۔ اتنی دیر میں لوگ غسل و کفن سے فارغ ہو جاتے ہیں۔ پھر فرشتے روح کو جسم و کفن میں داخل کر دیتے ہیں۔ اس حدیث کے ایک ایک لفظ پر غور فرمائیے تاکہ باطل خیالات کی پول کھل جائے۔

۹۹ ویں دلیل

ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ مومن کی موت کے وقت اس کے پاس دو فرشتے بھیجے جاتے ہیں جن کے ہاتھوں میں جنت کے پھل اور کفن ہوتا ہے۔ روح اسی کفن میں قبض کی جاتی ہے۔ اس سے اس قدر پیاری خوشبو آتی ہے کہ ایسی خوشبو کبھی کسی نے سونگھی نہیں۔ یہاں تک کہ اسے حق تعالیٰ شانہ کے پاس لایا جاتا ہے۔ پہلے فرشتے سجدہ کرتے ہیں۔ پھر روح سجدہ کرتی ہے۔ پھر حضرت

میکائیل کو بلایا جاتا ہے اور ان سے کہا جاتا ہے کہ اس روح کو مومنوں کی روحوں میں لے جاکر رکھ دو جب تک میں اس کے بارے میں تم سے قیامت کے دن نہ پوچھوں۔ صحابہ کے مختلف آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ روحِ مومن عرش کے آگے وفات نوم و وفات موت کے بعد سجدہ کرتی ہے۔ اللہ کے سامنے جاکر روح کا بہترین سلام یہ ہے:۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ ط (اے اللہ تو سلامتی والا ہے اور تجھی سے سلامتی ہے۔ اے جلال و عزت والے تو برکت والا ہے۔

قاضی نورالدین کا بیان قاضی نورالدین کا بیان ہے کہ میری خالہ بڑی نیک اور عبادت گذار تھیں۔ میں مرض الموت میں ان کے پاس گیا۔ مجھ سے پوچھنے لگیں کہ جب روح حق تعالیٰ کے سامنے جاتی ہے اور اس کے سامنے کھڑی ہوتی ہے تو کس طرح سلام کرتی ہے۔ یہ سوال بڑا اہم تھا۔ میں نے غور کرکے یہ جواب دیا کہ اللھم انت السلام الخ کہتی ہے۔ خیر بے چاری فوت ہوگئیں۔ ایک دن میں نے انھیں خواب میں دیکھا۔ فرما رہی ہیں اللہ تمہیں اچھا صلہ دے۔ پہلے تو مجھ پر رعب چھا گیا اور خبر نہیں رہی کہ کیا کہوں۔ پھر مجھے تمہارا بتایا ہوا کلمہ یاد آگیا اور میں نے وہی کہہ دیا۔

۱۰۰ ویں دلیل عوام کو بھی اس کا علم ہے کہ روحیں مُردوں کی روحوں سے (خواب میں) ملتی ہیں۔ اور ان سے کچھ باتیں پوچھ لیتی ہیں اور وہ انھیں نامعلوم باتیں بتاتی ہیں۔ پھر بیداری میں خواب بعینہٖ ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس قسم کے واقعات بے شمار ہیں۔

۱۰۱ ویں دلیل سونے والے کی روح پر خواب میں کچھ آثار طاری ہوتے ہیں اور جاگ کر انھیں اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرلیتا ہے۔ یہ روح نے روح پر اثر ڈالا تھا۔ چنانچہ :۔

حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ پر تبرا اور اس کا خمیازہ بعض سلف کا بیان ہے کہ میرا ایک ہمسایہ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ ایک دن اس نے بہت کچھ گالیاں دیں۔ میری اور اس کی ہاتھا پائی بھی ہوگئی۔ آخر میں گہرے رنج میں ڈوبا ہوا گھر پہنچا۔ میں نے رنج کے مارے کھانا بھی نہیں کھایا۔ اور سو گیا۔ رات کو خواب میں رحمتِ عالم ؐ کو دیکھا۔ میں نے آپ سے شکایت کی کہ فلاں آپ کے صحابہ کو گالیاں دیتا ہے۔ پوچھا کس کو میں نے کہا حضرت ابوبکر و حضرت عمر کو۔ آپ نے مجھے چھری دی کہ اس سے اسے ذبح کر دو۔ چنانچہ میں نے چھری لے کر اور اسے لٹا کر خواب ہی میں ذبح کر دیا۔ میرا ہاتھ خون میں بھر گیا۔ میں نے چھری زمین پر ڈال دی اور زمین سے ہاتھ پونچھنے لگا۔ کہ آنکھ کھل گئی۔ سُنا تو اس کے گھر سے رونے کی آواز آ رہی تھی۔ میں نے پوچھا یہ کیسی چیخ و پکار ہے۔ لوگ بولے فلاں شخص اچانک مر گیا۔ صبح کو میں نے آکر اسے دیکھا تو ذبح کی جگہ نشان موجود تھا (کتاب البستان)

Marfat.com

حضرت علیؓ کو بُرا کہنے کا وبال ایک قرشی شیخ کا بیان ہے کہ میں نے شام میں ایک شخص دیکھا جس کا آدھا چہرا سیاہ تھا۔ وہ اسے چھپائے رہتا تھا۔ میں نے اس کی وجہ پوچھی تو بولا میں نے اللہ سے یہ عہد کر لیا تھا کہ مجھ سے اس کے بارے میں جو بھی پوچھے گا ضرور بتا دوں گا۔ میں حضرت علی کو بہت برا کہتا تھا۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھ سے کسی نے آکر کہا۔ تو ہی مجھے برا کہتا رہتا ہے پھر اس نے میرے منہ پر طمانچہ مارا۔ صبح کو جو میں اٹھا تو جہاں طمانچہ لگا تھا وہ جگہ سیاہ پڑ گئی تھی۔ اور اب تک سیاہ ہے۔ (کتاب المنامات)۔

ایک عورت کا واقعہ صفیہ بنت شیبہ کا بیان ہے کہ میں صدیقہ (رض) کے پاس تھی اتنے میں آپ کے پاس ایک عورت آئی۔ اس کے ہاتھ پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ یہ عورت بولی میں آپ کے پاس اپنے ہاتھ کی وجہ سے حاضر ہوئی ہوں۔ میرے والد ہاتھ کے فراخ تھے۔ ایک دن میں نے خواب میں حوض دیکھے جن پر لوگ جمع ہیں اور ان کے ہاتھوں میں گلاس ہیں جو ان کے پاس آتا ہے اسی کو پانی پلا دیتے ہیں۔ میں نے اپنے والد کو بھی دیکھا۔ پوچھا امی جان کہاں ہیں۔ فرمایا دیکھو وہ ہیں۔ میں نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں کپڑے کا ایک ٹکڑا ہے۔ فرمایا۔ انہوں نے بس یہی ٹکڑا صدقہ میں دیا تھا۔ اتنے میں لوگوں نے ایک گائے ذبح کی اور اس کی چربی پگھلا کر ان پر ملنے لگے۔ اور وہ چیخ رہی ہیں ہائے پیاس ہائے پیاس۔ میں نے گلاس بھر کر انھیں پانی پلا دیا۔ اوپر سے آواز آئی اسے کس نے پانی پلایا اللہ اس کا ہاتھ خشک کردے۔ آخر میرا ہاتھ خشک ہو گیا۔ جو آپ کے سامنے ہے۔

سعید بن مسلمۃ کا بیان ہے کہ حضرت صدیقہ کے پاس ایک عورت تھی۔ بولی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان باتوں پر بیعت کر لی تھی کہ میں شرک سے، چوری سے، زنا سے، قتل اولاد کسی پر بہتان باندھنے سے اور ہر گناہ سے بچوں گی۔ چنانچہ میں اس عہد پر اب تک قائم ہوں اللہ بھی اپنا عہد پورا کرے گا اور مجھے عذاب سے محفوظ رکھے گا۔ پھر اس نے خواب میں ایک فرشتہ دیکھا، اس نے کہا۔ تم تو زینت کرتی ہو اور اسے ظاہر کرتی ہو نعمتوں کا شکر نہیں ادا کرتیں ہمسائی کو تکلیف دیتی ہو اور شوہر کی نافرمانی کرتی ہو۔ پھر فرشتے نے اس کے چہرے پر پانچ انگلیاں رکھ کر کہا۔ ان پانچ گناہوں کے بدلے یہ پانچ ہیں۔ اگر تم اور گناہ کروگی تو ہم اور بڑھا دیں گے۔ صبح کو بیدار ہوئی تو پانچوں انگلیوں کے نشان اس کے چہرے پر موجود تھے۔

یعقوب بن عبداللہ کا ایک خواب عبدالرحمٰن بن قاسم صاحب مالکؒ مالکؒ سے سنا فرماتے تھے کہ یعقوب بن عبداللہ بن اشج بڑے نیک آدمی تھے۔ جس دن آپ کی شہادت ہوئی ہے اس

Marfat.com

دن شب کو آپ نے خواب میں دیکھا۔ گویا میں جنت میں داخل ہوگیا ہوں۔ اور مجھے وہاں دودھ پلایا گیا ہے۔ کسی نے کہا۔ اچھا قے تو کریئے۔ چنانچہ قے کی تو دودھ ہی برآمد ہوا۔ پھر دن میں شہید ہوگئے۔ ابوالقاسم فرماتے ہیں آپ سمندری جہاد پر ایسی جگہ تھے جہاں دودھ دستیاب نہ تھا۔ مالک کے علاوہ دیگر لوگوں نے بھی یہ قصہ بیان کیا ہے۔ کہتے ہیں آپ جس کشتی میں تھے وہاں نہ دودھ تھا اور نہ دودھ کا کوئی جانور تھا۔

نافع قاری کے منہ سے خوشبو مہکتی تھی

نافع قاری جب بات کرتے تو آپکے منہ سے مشک کی خوشبو آیا کرتی تھی۔ پوچھا گیا آپ خوشبو لگاکر آتے ہیں۔ فرمایا نہیں خوشبو کے قریب بھی نہیں جاتا ایک دفعہ میں نے رحمت عالم کو خواب میں دیکھا تھا، کہ آپ میرے منہ کے پاس قرات فرمارہے ہیں۔ اسی وقت سے آجتک میرے منہ سے پڑھتے وقت خوشبو آتی ہے۔

ربیع بن ارقاشی کا بیان

ربیع بن رقاشی کا بیان ہے کہ میرے پاس دو شخص آکر بیٹھ گئے اور انہوں نے کسی کی غیبت کی۔ میں نے دونوں کو روکدیا۔ پھر کچھ دن کے بعد ان میں سے ایک شخص نے مجھ سے آکر کہا۔ کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک حبشی میرے پاس ایک پلیٹ لیکر آیا جس میں خنزیر کا بڑا فربہ گوشت تھا۔ اور مجھ سے کہنے لگا۔ کھا۔ میں نے کہا۔ میں خنزیر کا گوشت کیسے کھالوں۔ اس نے مجھے ڈانٹا آخر مجھے کھانا پڑا۔ فرماتے ہیں صبح کو جو اٹھا تو میرے منہ میں بدبو تھی جو دو ماہ تک برابر رہی (کتاب لرؤیا)

علاء بن زیاد کا ایک خواب

علاء بن زیاد رات کو ایک مقررہ وقت پر تہجد کے لئے اٹھا کرتے تھے۔ ایک رات گھر والوں سے کہا۔ آج میں کچھ سستی محسوس کرتا ہوں۔ فلاں وقت پر مجھے جگا دینا۔ لیکن انہوں نے جگایا نہیں۔ کہتے ہیں میں نے خواب میں دیکھا کہ کسی نے مجھ سے میری پیشانی کے بال پکڑ کر کہا۔ اے علاء اٹھ اور اٹھکر اللہ کو یاد کر۔ اللہ تجھے یاد رکھے گا۔ وہ بال آخری دم تک کھڑے ہی رہے۔ یحییٰ بن بسطام فرماتے ہیں کہ ہم نے انھیں غسل دیا تو وہ بال کھڑے ہی دیکھے۔

ایک شخص کا آدھا منہ کالا اور آدھا سفید تھا

محمد بن علی کا بیان ہے کہ ہم مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک شخص کھڑا ہوا جس کا آدھا منہ کالا اور آدھا سفید تھا۔ بولا۔ لوگو۔ مجھ سے عبرت پکڑو میں شیخین کو برا کہا کرتا تھا۔ ایک رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ کسی نے آکر میرے منہ پر طمانچہ مارا اور مجھ سے کہا۔ اے بے دین کیا تو شیخین کو گالیاں دینے والا نہیں؟ بیدار ہوا تو میرا آدھا منہ کالا تھا جو اب تک کالا ہے۔

محمد بن عبداللہ مہلبی کا خواب

محمد بن عبداللہ مہلبی کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں فلاں کے چبوترے پر ہوں۔ رحمت عالم ایک ٹیلہ پر رونق افروز ہیں اور آپ کے سامنے حضرت ابوبکر و حضرت عمر کھڑے ہیں۔ عمر نے آپ سے کہا۔ یارسول اللہ یہ مجھے اور حضرت ابوبکر کو گالیاں دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا

اسے یہاں لاؤ۔ چنانچہ وہ لایا گیا تو وہ عامی تھا جو شیخین کو گالیاں دینے میں مشہور تھا۔ فرمایا۔ اسے لٹاؤ۔ انہوں نے اسے لٹا دیا۔ فرمایا ذبح کرو انہوں نے ذبح کر دیا۔ آخر اس کی چیخوں سے میں جاگ گیا۔ میں نے سوچا کہ اسے خواب سناؤں شاید توبہ کرے۔ جب میں اس کے گھر پہنچا تو رونے کی آواز سنی۔ پوچھا کیا بات ہے۔ لوگ بولے کل رات کسی نے عامی کو اس کی چارپائی پر ذبح کر دیا۔ پھر میں نے قریب آ کر اس کی گردن جو دیکھی تو کان سے کان تک سرخ لائن دیکھی جیسے خون رکا ہوا ہو۔

مسجد نبوی کے ایک امام کا بیان ابو الحسن مطلبی مسجد نبوی کے امام کا بیان ہے کہ میں نے مدینہ میں ایک حیرت انگیز بات دیکھی۔ ایک شخص شیخین کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ ایک دن صبح کی نماز کے بعد ہمارے پاس ایک شخص آیا جس کی دونوں آنکھیں نکل کر رخساروں پر پڑی تھیں۔ ہم نے اس سے واقعہ پوچھا۔ بولا گذشتہ شب میں نے رسول اللہ صلعم کو خواب میں دیکھا علیؓ آپ کے سامنے ہیں اور ابوبکرؓ و عمرؓ بھی ہیں شیخین نے کہا یا رسول اللہ یہ شخص ہمیں ایذا دیتا اور گالیاں دیتا ہے۔ پوچھا ابو القیس تمہیں کس نے گالیاں بتائیں۔ میں نے کہا۔ انہوں نے۔ یہ سن کر حضرت علی نے اپنی دو انگلیوں سے میری آنکھوں کی طرف اشارا کیا اور کہا۔ اگر تو جھوٹا ہو تو اللہ تیری آنکھیں پھوڑ دے۔ اور انگلیاں میری آنکھوں میں گھونپ دیں۔ اتنے میں میری آنکھ کھل گئی تو میری آنکھیں رخساروں پر پڑی تھیں۔ یہ شخص رو رو کر توبہ کر رہا تھا۔

ایک عالم کا بیان ایک عالم کا بیان ہے کہ ہمارے پاس ایک شخص تھا جو مسلسل روزے رکھا کرتا تھا۔ مگر روزہ دیر سے کھولا کرتا تھا۔ ایک دن اس نے خواب میں دیکھا۔ کہ دو سیاہ فام آدمی اس کے بازو اور کپڑے پکڑ کر ایک شعلے والے تنور میں اسے ڈالنے کے لئے لے جاتے ہیں۔ وہ ان سے کہتا ہے مجھے اس میں کیوں ڈالتے ہو۔ کہتے ہیں کیونکہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف کیا کرتا تھا۔ آپ نے تو جلدی روزہ کھولنے کا حکم دیا تھا مگر تو دیر کر کے کھولا کرتا تھا۔ اس کا چہرہ آگ کے شعلوں سے سیاہ ہو گیا تھا اور چہرے پر نقاب ڈالے رہتا تھا۔ کیا یہ حیرت انگیز بات نہیں کہ ایک شخص خواب میں سخت بھوک یا پیاس یا درد محسوس کرتا ہے اور کوئی خواب ہی میں اسے پانی پلا دیتا یا کھانا کھلا دیتا ہے یا دوا دے دیتا ہے پھر اس کی آنکھ کھلتی ہے تو بھوک پیاس اور درد سب جاتا رہتا ہے۔ اس سلسلے میں لوگوں نے عجائبات دیکھے ہیں۔

صدیقہ پر ایک لونڈی کا جادو صدیقہ (رض) کا بیان ہے کہ ایک لونڈی نے ان پر جادو کر دیا تھا ایک سندھی نے کہا تم پر جادو ہے۔ بولیں کس نے کیا ہے؟ بولا ایک لونڈی نے جس کی گود میں بچہ تھا اور بچے نے اس پر پیشاب کر دیا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا۔ کیا تو نے مجھ پر جادو کیا ہے؟ بولی ہاں۔ پوچھا کیوں۔؟ بولی تاکہ آپ مجھے اپنی پہلی فرصت میں آزاد کر دیں۔ پھر حضرت عائشہ نے اپنے بھائی کو بلا کر اسے فروخت کرا دیا۔

Marfat.com

پھر صدیقہ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی آپ سے کہتا ہے کہ تین کنوؤں کا پانی ملا کر اس سے نہا لیجئے۔ چنانچہ آپ نے ایسا کیا اور اللہ کے حکم سے اچھی ہوگئیں۔

خواب میں خلیل اللہ کے ہاتھ پھیرنے سے بینائی لوٹ آئی سماک بن حرب کی بینائی جاتی رہی تھی، آپ نے خواب میں خلیل اللہ کو دیکھا کہ آپ نے ان کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا ہے۔ اور فرما رہے ہیں کہ فرات میں تین دن نہالو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اور بینائی لوٹ آئی۔

خواب میں بینائی لوٹ آنے کی دعا بتائی گئی اسمٰعیل بن بلال حضرمی نابینا ہوگئے خواب میں کسی نے بتایا۔ یَا قَرِیْبُ یَا مُجِیْبُ یَا سَمِیْعَ الدُّعَاءِ رُدَّ عَلَیَّ بَصَرِیْ پڑھ کر دم کرلو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور بینائی لوٹ آئی۔

آیۃ الکرسی میں ۳۶۰ رحمتیں ہیں عبیداللہ بن ابی جعفر کا بیان ہے مجھے ایک سخت قسم کی بیماری لگ گئی جس سے میں نے کافی دکھ اٹھایا۔ میں آیۃ الکرسی پڑھ کر دم کرلیا کرتا تھا۔ ایک رات خواب میں دیکھا میرے آگے دو آدمی کھڑے ہیں۔ اور ایک دوسرے سے کہتا ہے یہ ایسی آیۃ پڑھتا ہے جس میں تین سو ساٹھ رحمتیں ہیں۔ کیا اس بیچارے کو ان میں سے ایک رحمت بھی حاصل نہ ہوگی۔ پھر میری آنکھ کھل گئی۔ اسی دن سے بیماری میں تخفیف ہونی شروع ہوگئی۔

عرق گلاب درد معدہ کے لئے مفید ہے ایک نیک خاتون درد معدہ میں گرفتار ہوگئیں۔ خواب میں دیکھا۔ کوئی ان سے کہتا ہے عرق گلاب استعمال کرو۔ چنانچہ انھیں عرق گلاب سے شفا ہوگئی۔ فرماتی ہیں میں نے

وجع الرکبہ کا نسخہ خواب میں دیکھا کہ کسی نے مجھے بتایا کہ درق سنائے مکی، خالص شہد اور سیاہ چنوں کا پانی گھٹنوں کے درد کے لئے مفید ہے۔ یہ نسخہ میں نے ایک گھٹنوں کے درد کی مریضہ کو بتادیا۔ اللہ نے اسی سے شفا دیدی۔

فصد کا تصور خواب ہی سے پیدا ہوا جالینوس کہتا ہے کہ مجھے فصد کا تصور خواب ہی نے دلایا۔ اس سلسلے میں میں نے دو بار خواب دیکھے جبکہ میں بچہ ہی تھا۔ اس کا بیان ہے کہ مجھے ایسا شخص معلوم ہے جس نے خواب دیکھکر فصد کھلوائی۔ اور اللہ نے اسے اس درد سے جو اس کے پہلو میں تھا، شفا بخشی۔

گلقند و مصطگی رومی امراض معدہ میں مفید ہیں ابن خراز کا بیان ہے کہ ایک شخص معدے کی بیماری میں مبتلا تھا۔ اور میرے زیر علاج تھا۔ علاج کراتے کراتے رک گیا۔ ایک مدت کے بعد ملا میں نے اس کا حال پوچھا بولا میں نے خواب میں حاجیوں کے مشابہ ایک شخص دیکھا جو لاٹھی پر ٹیک لگاکر میرے سامنے کھڑا ہوگیا اور اس نے پوچھا کہ تمہیں معدے کی بیماری ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ بولا گلقند و مصطگی استعمال کرو۔ چنانچہ میں نے یہی دوا کچھ دن استعمال کی اور ٹھیک ہوگیا

Marfat.com

یہ جالینوس تھا۔ غرضیکہ اس سلسلہ میں بیشمار واقعات ہیں۔ بعض لوگ تو کہتے ہیں کہ طب کی ابتداہی خوابوں سے ہوئی اور بلا شبہ طب کے بہت سے مسائل خواب ہی سے لئے ہوئے ہیں۔ اور کچھ تجربوں اور قیاس کے رہین منت ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں جنھیں اللہ نے دل میں ڈال دیا ہے۔ اس سلسلے میں مزید معلومات کے لئے تاریخ الاطباء اور کتاب البستان بقیروانی پڑھیے۔

۱۰۲ ویں دلیل یہ آیت اِنَّ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا الخ جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور ان سے غرور کیا ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔ اس پر دلیل ہے کہ مومنوں کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ یعنی موت کے بعد ان کی روحوں کے لئے کھولے جاتے ہیں جیساکہ مشہور احادیث میں آیا ہے۔ بعض اوپر بھی گذر چکیں۔ برعکس اس کے کافروں کی روحوں کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے۔ اور نہ ان کے جسموں کے لئے جنت کے دروازے کھلتے ہیں۔

۱۰۳ ویں دلیل نبی صلعم کا حضرت بلال سے فرمانا کہ اے بلال میں نے جنت میں اپنے آگے تمہاری کھٹکھٹاہٹ سنی۔ تمہارے پاس کون سا عمل ہے۔ بولے جب میرا وضو ٹوٹ جاتا ہے اور تازہ وضو کرتا ہوں تو دوگانہ ضرور ادا کر لیتا ہوں۔ فرمایا اسی دوگانہ کا یہ اثر ہے۔ ظاہر ہے کہ آپ نے حضرت بلال کی روح کی آہٹ سنی۔ ورنہ ان کا جسم تو زمین پر تھا اور ابھی وہ زندہ تھے۔

۱۰۴ ویں دلیل تمام وہ احادیث و آثار ہیں جو قبروں کی زیارت کے ان پر خطاب کے ساتھ سلام کرنے کے، قبر والوں کا سلام کرنے والوں کو پہچاننے اور ان کے سلاموں کا جواب دینے کے بارے میں ہیں، ان کی طرف اشارا اوپر گذر چکا۔

۱۰۵ ویں دلیل بہت سی مُردوں کی روحوں کی اپنے عزیزوں سے شکایتیں ہیں کہ تمہارے فلاں فلاں کاموں سے ہمیں تکلیف ہوئی اور عزیزوں میں وہ عمل ان کی شکایات کے مطابق پایا جانا اور ان کا تدارک کرنا۔

۱۰۶ ویں دلیل اگر روح عرض یا جوہر مجرد ہوتی جو نہ خود جسم ہوتی اور نہ جسم کے اندر ہوتی تو کہنے والوں کا یہ کہنا کہ ہم نکلے، گئے، کھڑے ہوئے، آئے، بیٹھے، چلے، داخل ہوئے اور لوٹے، وغیرہ بالکل غلط ہوتا۔ کیونکہ اعراض و مجردات کے حق میں یہ صفات ممتنع ہیں۔ حالانکہ ہر شخص جانتا ہے کہ یہ باتیں بالکل صحیح ہیں۔

ایک شبہ کا جواب کوئی یہ نہ کہے کہ اس قسم کے دلائل لوگوں کے الفاظ و استعمالات پر موقوف ہیں جن میں حقیقت و مجاز دونوں کا احتمال ہوتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہاں مجازی معنی مراد ہوں۔ یعنی میرا جسم باہر نکلا۔ میرا جسم گیا وغیرہ۔ وغیرہ۔ کیونکہ ہمارے دلائل کی بنیاد عقل و فطرت کی شہادت پر ہے کہ وہ ان الفاظ کے معانی یہی لیتے ہیں۔ کہ ہم آئے، گئے یعنی اصل تو روح کا آنا جانا ہے اور بالتبع جسم کا۔

Marfat.com

۱۰۷ ادیں دلیل بدن روح کی سواری ہے۔ اور اس کا محل ہے۔ اس کی دیکھ بھال روح کرتی ہے۔ لہذا بدن کا آنا جانا اور انتقال مکانی روح کی سواری کے قائم مقام ہے۔ اگر روح میں انتقال مکانی وغیرہ کی صلاحیت نہ ہوتی تو اس کی مثال ایسی ہوتی جیسے کسی کی سواری گھر میں آتی جاتی ہے خود سوار نہیں حالانکہ یہ قطعی اور بدیہی طور پر غلط ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ اس کی روح داخل و خارج ہوتی ہے اور بدن بالتبع داخل و خارج ہوتا ہے۔ جسمانی آنکھیں بدن کو نکلتا بڑھتا دیکھتی ہیں۔ لیکن علم و عقل کی آنکھیں روح کو آتا جاتا دیکھتی ہیں۔

۱۰۸ ادیں دلیل اگر روح عرض ہوتی تو بیک وقت انسان ہزاروں روحیں بدل لیتا۔ دراصل انسان صرف روح کی وجہ سے انسان ہے۔ جسم کی وجہ سے نہیں۔ روح کو عرض ماننے کی صورت میں اب انسان اور ہوتا۔ کچھ دیر کے بعد اور ہوتا۔ غرضیکہ مختلف اوقات میں مختلف انسان ہوتے۔ حالانکہ انسان ایک ہی ہے۔ اور اگر روح مجرد ہوتی اور اس کا تعلق جسم سے محض تدبیری تعلق ہوتا اور جسم اس کا محل نہ ہوتا تو یہ بات جائز تھی۔ کہ اس کا تعلق ایک بدن سے ٹوٹ کر دوسرے بدن سے جڑ جاتا۔ جیسے کسی مدبر کا تعلق ایک شہر سے ٹوٹ جاتا ہے اور دوسرے سے متعلق ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں ہمیں شک ہوتا کہ مثلاً زید کی یہ روح آیا پہلی روح ہے یا دوسری روح۔ یا زید وہی پہلا زید ہے یا کوئی اور زید ہے۔ ظاہر ہے کہ ارباب دانش کے نزدیک یہ بات غلط ہے۔ اگر روح عرض یا مجرد ہوتی تو مذکورہ بالا شک پیدا ہو سکتا تھا۔

۱۰۹ ادیں دلیل ہر شخص یقین سے جانتا ہے کہ اس کی روح علم و فکر، حب و بغض، رضا و ناراضی وغیرہ۔ احوال نفسانیہ سے متصف ہوتی ہے۔ اور یہ بھی جانتا ہے کہ ان احوال کا موصوف عرض نہیں اور نہ جوہر مجرد ہے۔ جو اس کے بدن سے الگ ہو اور بدن کے پڑوس میں نہ ہو۔ یہ بھی اسے یقین ہے کہ یہ ادراکات کسی ایسی چیز کے ہیں جو جسم کے اندر ہے۔ جیسے اسے یہ یقین ہے کہ سننا، دیکھنا، سونگھنا، چکھنا اور ٹٹولنا۔ اور حرکات و سکنات اس سے قائم ہیں۔ اور اس کی روح کی طرف منسوب ہیں اور جوہر روح جس سے یہ تمام باتیں وابستہ ہیں نہ عرض ہے اور نہ جوہر مجرد ہے۔ کیونکہ عرض و جوہر مجرد سے یہ باتیں قایم نہیں ہوتیں۔ بلکہ ایسے ذی مکان جوہر سے قایم ہوتی ہیں جو عالم میں داخل ہے۔ اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو سکتا ہے۔ اور یہ صفت بدن کی ہے جس میں روح ساری ہے۔ اور اس کی رگ رگ میں اس طرح تیر رہی ہے کہ اگر روح ہٹ جائے تو جسم محض ایک بت اور بے جان ڈھانچہ رہ جائے۔

۱۱۰ ویں دلیل اگر روح عرض ہوتی اور اس کا بدن سے محض تدبیری تعلق ہوتا، جیسے ناخدا

کا کشتی سے اور اونٹ ہانکنے والے کا اونٹ سے تعلق ہوتا ہے تو جائز تھا کہ روح اس مخصوص بدن کی تدبیر چھوڑ کر کسی اور بدن کی تدبیر میں مصروف ہو جاتی۔ جیسا کہ ناخداؤں کا حال ہے اس صورت میں مخصوص اجسام سے دوسرے اجسام کی طرف انتقال ارواح کی تجویز پیدا ہوتی ہے جو غلط ہے۔

ایک شبہ کا جواب

اگر کوئی کہے کہ روح و بدن کا اتحاد ہے یا روح کو اپنے بدن سے طبعی عشق ہے، یا ذاتی شوق ہے اس لئے دوسرے اجسام کی طرف منتقل ہونا ممتنع ہے تو ہم یہ جواب دیں گے کہ ذی مکان و غیر ذی مکان چیزوں میں اتحاد محال ہے علاوہ ازیں اگر روح بدن سے متحد ہوتی تو بدن کے فنا ہونے سے فنا ہو جایا کرتی۔ مزید براں اگر اتحاد کے بعد دونوں کو بقا ہو تو وہ دو نہیں بلکہ ایک ہے۔ اور اگر دونوں کو فنا ہو اور تیسری چیز پیدا ہو جائے تو پھر اتحاد کیسا۔ اور اگر ایک کو بقا ہو اور ایک کو فنا ہو تو پھر بھی اتحاد نہیں۔ روح کو جسم سے اس لئے عشق طبیعی ہے کہ روح اس کے واسطے سے لذت اندوز ہوتی ہے اور جب بدن حصول مطلب روح میں برابر ہوں تو ان کی نسبت روح کی طرف برابر ہوگی تو تمہارا یہ کہنا کہ مخصوص روح مخصوص بدن کی عاشق ہے غلط ہوا۔ مثلاً اگر کوئی پیاسا برابر کے گلاس دیکھے کہ ان میں سے ہر ایک گلاس سے اس کی غرض حاصل ہو سکتی ہے تو اسے کسی خاص گلاس سے محبت ہونا ممتنع ہے۔ کیونکہ محبت کی وجہ ترجیح موجود نہیں ــــ

۱۱۱ویں دلیل

اگر روح جوہر مجرد ہوتی اور نہ عالم میں داخل ہوتی اور نہ اس سے خارج ہوتی بلکہ بین بین ہوتی اس طرح سے کہ نہ عالم سے متصل ہوتی اور نہ جدا ہوتی اور نہ اس سے مبائن ہوتی اور نہ ہم پہلو ہی ہوتی تو بدیہی طور پر معلوم ہوتا کہ وہ اس صفت کے ساتھ موجود ہے کیونکہ انسان کا علم اس کی روح سے ہے اور روح کے صفات ہر معلوم سے زیادہ ہیں۔ انسان کے باقی معلومات علم بنفسہ کے تابع ہیں مگر یہ قطعی طور پر معلوم ہے کہ یہ غلط ہے کیونکہ تمام دنیا جانتی ہے کہ روح کا اس صفت کا ساتھ موجود ہونا محال عقلی ہے جس نے اپنی روح کے بارے میں اور اپنے رب کے بارے میں ایسا تصور کیا اس نے نہ اپنی روح پہچانی اور نہ اپنے رب کو پہچانا۔

۱۱۲ویں دلیل

یہ[۱۱۲] بدن جو مشاہدے میں آتا ہے روح کے تمام صفات و ادراکات کا محل ہے خواہ کلی ادراکات ہوں یا جزئی۔ اور حرکات ارادیہ پر قدرت کا بھی محل ہے تو واجب ہے کہ ان ادراکات و صفات کا حامل بدن ہو اور وہ چیز بھی جو اس میں ساکن ہے لیکن ان کا محل جوہر مجرد کو ماننا جو نہ عالم میں داخل ہو اور نہ خارج بدیہی طور پر غلط ہے۔

۱۱۳ویں دلیل

اگر روح جسمیت و مکان سے مجرد ہو تو اس کے فعل کا محل فعل کے اتصال پر موقوف

Marfat.com

ہونا ممتنع ہو۔ کیونکہ غیر متحیز کا متحیز سے ملا ہوا ہونا منع ہے۔ اگر ایسا ہو تو روح کا فعل براہ اختراع ہوا۔ اور اور فاعل و محل فعل کے درمیان ملاقات و اتصال کی حاجت ہی نہیں رہی۔ پھر ہر شخص بلا چھوئے اجسام کو حرکت دینے پر قادر ہو۔ کیونکہ روح تمہارے خیال میں جس طرح تحریک اجسام پر اسے چھوئے بغیر قادر ہے اسی طرح غیر کے جسم کی تحریک پر بلا چھوئے قادر ہونی چاہیے۔ حالانکہ یہ بدیہی طور پر باطل ہے۔ معلوم ہوا کہ روح تحریک پر قادر نہیں۔ جب تک محل حرکت کو یا محل حرکت سے ملے ہوئے جسم کو نہ چھوئے۔ اور ہر وہ چیز جو جسم سے ملی ہوئی ہو یا جسم سے ملے ہوئے جسم سے ملی ہوئی ہو جسم ہوتی ہے۔

ایک شبہ کا جواب اگر کوئی کہے کہ یہ جائز ہے کہ نفس کی تاثیر اپنے خاص بدن کی تحریک میں اتصال سے مشروط نہ ہو۔ اور غیر کی تحریک میں اتصال سے مشروط ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب بدن تصرفات نفس کو بلا اتصال نفس کے قبول کر لیتا ہے۔ تو لامحالہ دوسرے اجسام کے تصرفات کو بھی بلا اتصال کے قبول کر لینے چاہئیں۔ کیونکہ اجسام قبول حرکت میں برابر ہیں۔ اور نفس کی نسبت سب کی طرف برابر ہے۔ کیونکہ جب نفس جسمیت و علاقہ جسمیت سے مجرد ہے تو اس کی ذات کی نسبت سب کی طرف برابر ہوئی۔ اور جب کسی فعل والی ذات کی نسبت سب کی طرف برابر ہو۔ اور اثر پذیر اجسام کی نسبت بھی اس فاعل کی طرف برابر ہو تو اس کی تاثیر سب کے ساتھ برابر ہوگی۔ پھر جب فاعل محل فعل کے اتصال سے بعض میں مستغنی ہے تو اس کا سب میں مستغنی ہونا لازم آیا۔ اور اگر بعض میں اتصال کا محتاج ہے تو پھر سب میں محتاج ہوگا

ایک اعتراض کا جواب اگر کوئی کہے کہ نفس اپنے مخصوص بدن کا عاشق ہے۔ دوسرے بدنوں کا عاشق نہیں اس لئے اس کی تاثیر اپنے بدن میں بہت قوی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس شدید عشق کا تقاضا ہے کہ نفس کا تعلق اپنے بدن سے زیادہ ہوا اور اس میں اس کا تصرف قوی ہو۔ لیکن دوسرے اجسام کی بہ نسبت اس کی ذات کے تقاضوں کا بدل جانا قطعی ناممکن ہے۔ یہ دلیل انتہائی قوی ہے۔

۱۴ویں دلیل تمام ارباب عقل اس بات پر متفق ہیں کہ انسان یہی زندہ، بولنے والا، کھانے پینے والا، نشوونما پانے والا، حساس اور اختیار و ارادے سے حرکت کرنے والا ہے۔ یہ صفتیں دو قسم کی ہیں۔ بعض تو انسان کے بدن کی ہیں، اور بعض روح کی۔ اگر روح جوہر مجرد ہو کہ نہ عالم میں داخل ہو نہ خارج اور نہ اس سے متصل ہو۔ اور نہ علیحدہ یا کچھ عالم میں ہو اور کچھ نہ عالم میں داخل ہو اور نہ خارج۔ تو اہل عقل کے نزدیک یہ سب باتیں غلط ہیں۔ بلکہ ان کے نزدیک پورا انسان معہ بدن و روح کے عالم میں داخل ہے۔ جیسے یہ قول غلط ہے کہ نفس قدیم و غیر مخلوق ہے۔ کیونکہ اس صورت میں آدھا انسان مخلوق ہوتا ہے اور آدھا غیر مخلوق

ایک شبہ کا جواب اگر کوئی کہے کہ ہم مانتے ہیں کہ انسان وہی ہے جو تم نے بیان کیا۔ مگر ہم ایک جوہر مجرد

Marfat.com

ثابت کرتے ہیں جو انسان کا مُدبّر ہے، جو مذکورہ بالا صفتوں سے متصف ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ جوہر مجرد انسان کے علاوہ کچھ اور ہے یا یہی انسان کی حقیقت ہے۔ پہلی صورت میں وہی بات آتی ہے کہ تم نے انسان کے لئے اس کے علاوہ مدبر ثابت کیا جس کو تم نفس کہتے ہو۔ اور اس وقت موضوع گفتگو حقیقت انسان ہے۔ مدبر پر گفتگو نہیں۔ کیونکہ مدبر تو نہ صرف انسان کا بلکہ تمام کائنات عالم کا حق تعالیٰ شانہ ہے۔

۱۱۵ ویں دلیل جب کسی اہل عقل سے پوچھا جاتا ہے کہ انسان کیا ہے تو وہ اسی جسم کی طرف اور یہ جسم جس سے قائم ہے اس کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس کے دل میں کسی جداگانہ مجرد کا تصور بھی نہیں ہوتا۔ اور اس کا علم بدیہی ہے۔ جس میں شک و مغالطہ کی ذرا سی بھی گنجائش نہیں۔

۱۱۶ ویں دلیل ارباب دانش جانتے ہیں کہ خطاب اسی جسم و روح سے ہوتا ہے۔ اسی طرح بھلائی برائی عذاب و ثواب اور ترغیب و ترہیب کا مرجع بھی جسم و روح ہے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ ان سب باتوں کا مرجع جوہر مجرد ہے تو اہل عقل اس پر ہنسیں گے اور بالاتفاق اسے غلطی پر مانیں گے۔

فریق مخالف کے دلائل اور اُن کے جوابات

پہلی دلیل (۱) ارباب دانش بالاتفاق روح اور جسم، اور نفس و جسم کہتے ہیں معلوم ہوا کہ روح جسم کے علاوہ ہے۔ اگر روح ہی جسم ہوتی تو پھر ان کی اس بات کے کوئی معنے نہ رہتے۔

دوسری دلیل (۲) ان کی سب سے زوردار دلیل یہ ہے کہ یہ بدیہی طور پر معلوم ہے کہ موجودات میں بعض ایسی چیزیں ہیں جو غیر قابل انقسام ہیں مثلاً نقطہ، جوہر فرد بلکہ ذاتِ واجب الوجود پس لازم ہے کہ ایسی چیزوں کا علم بھی غیر قابل انقسام ہو۔ اس سے لازم آتا ہے کہ اس علم سے متصف (جو علم کا محل ہے یعنی نفس) بھی غیر قابل انقسام ہو۔ اگر نفس جسم ہوتا تو جسم کی طرح قابل انقسام ہوتا۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہدو کہ علوم کلیہ کا محل اگر جسم یا جسمانی ہو تو وہ علوم بھی منقسم ہو جائیں گے۔ کیونکہ منقسم میں جو حال ہوگا وہ بھی منقسم ہوگا۔ حالانکہ علوم کا منقسم ہونا محال ہے۔

تیسری دلیل (۳) اس میں شک نہیں کہ ذہنی صورِ کلیہ مجرد ہیں۔ ان کا تجرد یا تو اخذ کرنے والے کی وجہ سے ہے یا اخذ کرنے کی وجہ سے ہے۔ پہلی صورت باطل ہے۔ کیونکہ یہ صورتیں ایسے اشخاص سے لی ہوئی ہیں جن کی مقداروں میں بھی اختلاف ہے اور معین اوضاع میں بھی۔ معلوم ہوا کہ ان میں تجرد اخذ کرنے کی وجہ سے ہے۔ اور اس قوت عقلیہ کی وجہ سے ہے جس کا نام نفس ہے۔

چوتھی دلیل (۴) قوت عاقلہ غیر متناہی افعال پر قادر ہے، کیونکہ وہ غیر متناہی ادراکات پر قادر ہے، اور قوت جسمانیہ غیر متناہی افعال پر قادر نہیں، کیونکہ قوت جسمانیہ اپنے محل کے منقسم ہو جانے کی وجہ سے منقسم ہوتی ہے پھر جو چیز بعض افعال پر قادر ہو لازمی طور پر اس سے کم ہوگی جو کل افعال پر قادر ہے۔ اور یقیناً اس سے قوی

Marfat.com

ہوگی جو بعض پر قادر ہوگی اور تناہی پر متناہی کی زیادتی خود متناہی ہے۔

پانچویں دلیل (۵) اگر قوت عاقلہ جسم میں حال ہو تو واجب ہے کہ وہ یا تو دائمی ادراک والی ہوگی یا ممتنع الادراک ہوگی اور دونوں صورتیں باطل ہیں۔ کیونکہ قوت عاقلہ کا ادراک جسم اگر عین وجود جسم ہے تو محال ہے۔ اور اگر اس کے وجود کے کوئی صورت مساوی ہے اور وہ قوت عقلیہ میں (جو جسم میں حال ہے) حال ہے تو دو متماثل صورتوں کا اجتماع لازم آتا ہے جو محال ہے۔ معلوم ہوا کہ قوت عاقلہ اگر اپنے آلہ کا ادراک کرے تو یہ مطلب ہوگا کہ قوت عاقلہ کے نزدیک نفس آلہ حاصل ہے۔ اس لئے ادراک دائمی رہنا واجب ہے۔ اگر اسی قدر حصول ادراک میں کافی ہو اور اگر کافی نہ ہو تو کسی وقت میں بھی ادراک نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر کسی وقت میں ادراک ہوا اور کسی وقت نہ ہو تو کسی ایسے امر کی وجہ سے ہوگا جو مجرد حضور صورت آلہ پر زائد ہوگا۔

چھٹی دلیل ہر شخص کو اپنے نفس کا ادراک ہوتا ہے اور ادراک کا معنی ہے کہ معلوم کی ماہیت عالم کے سامنے حاضر ہو۔ پھر جب ہمیں اپنے نفس معلوم ہو گئے تو یا تو اس لئے معلوم ہوئے کہ ہماری ذاتیں ہماری ذاتوں کے سامنے موجود ہو گئیں یا اس لئے کہ ہماری ذاتوں کی مساوی صورتیں ہماری ذاتوں میں حاصل ہو گئیں۔ دوسری صورت باطل ہے ورنہ دو مثلوں کا اجتماع لازم آئے گا لہٰذا پہلی صورت ثابت ہوئی کہ ہماری ذاتیں ہماری ذاتوں کے پاس موجود ہیں اور یہ صورت جب ہو سکتی ہے جبکہ روح ایک مستقل ذات ہو۔ اور محل سے بے نیاز ہو۔ کیونکہ اگر کسی محل میں حال ہوگی تو اس محل کے پاس حاضر ہوگی۔

ساتویں دلیل ابوالبرکات بغدادی کی دلیل ہے کہ پارے کے سمندر کا اور یاقوت کے پہاڑ کا اور سورج اور چاند کا تصور ممکن ہے۔ یہ خیالی صورتیں معدوم نہیں کیونکہ قوت خیالیہ ان صورتوں کا تصور کرتی ہے اور ان میں باہمی امتیاز کرتی ہے۔ کبھی یہ خیالات اس قدر قوی ہو جاتے ہیں کہ مشاہد و محسوس کی طرح ہو جاتے ہیں ظاہر ہے کہ عدم محض کے بس کا یہ کام نہیں، اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ خارج میں ان کی کوئی حقیقت بھی نہیں۔ معلوم ہوا کہ ان کا ذہنی وجود ہے۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ ان خیالات کا محل یا تو جسم ہوگا یا جسم میں حال ہوگا۔ پہلی دو صورتیں باطل ہیں۔ کیونکہ سمندر و پہاڑ کی صورتیں بہت بڑی ہیں اور قلب و دماغ چھوٹے اجسام ہیں، اور بڑی چیزوں کا چھوٹے جسموں میں چھپنا محال ہے۔ معلوم ہوا کہ ان خیالی صورتوں کا محل نہ جسم ہے اور نہ یہ جسمانی ہیں۔

آٹھویں دلیل (۸) اگر قوت عقلیہ جسمانی ہو تو ہمیشہ بڑھاپے میں کمزور ہو جانی چاہئے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

نویں دلیل (۹) قوت عقلیہ اپنے افعال میں جسم سے بے نیاز ہے اور جو چیز ایسی ہو اُسے بالذات جسم سے بے نیاز ہونا لازم ہے۔ جسم سے بے نیازی کی وجہ یہ ہے کہ قوت عقلیہ اپنا ادراک کرتی ہے۔ اور یہ محال ہے کہ اس کے اور اس کے نفس کے درمیان کوئی آلہ ہو۔ کیونکہ بغیر اس آلہ کے بھی ادراک کرتی ہے۔ علاوہ

Marfat.com

ازیں قوت عقلیہ اس جسم کا ادراک بھی کرے گی جو اس کا آلہ ہے اور اس کے اور اس کے آلہ کے درمیان کوئی اور آلہ ہے نہیں، کیونکہ قوائے جسمانیہ (حواس خمسہ ظاہرہ و باطنہ) یعنی قوت بصارت و سماعت اور قوت خیال و وہم چونکہ جسمانی ہیں اس لئے ان کی ذاتوں کا ادراک ان پر قادر ہے کیونکہ یہ اپنی ذاتوں کا ادراک کرتے ہیں اور ان اجسام کا بھی ادراک کرتے ہیں جو انھیں اٹھائے ہوئے ہیں اگر قوت عاقلہ جسمانی ہوتی تو اس کے لئے یہ تینوں کام دشوار ہوتے۔ علاوہ ازیں فعل کا منبع نفس ہے۔ اگر نفس اپنے وجود میں جسم سے متعلق ہوتا تو وہ افعال جسم کی شرکت کے بغیر حاصل نہ ہوتے۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ قوت عقلیہ جسم کی محتاج نہیں ہے۔

دسویں دلیل

قوت جسمانیہ کثرت کار سے تھک جاتی ہے اور کمزوری کے بعد قوی کام پر قادر نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ کثرت کار کی وجہ سے قوائے جسمانیہ کا مادہ تحلیل و فنا ہو جاتا ہے جس سے ان میں کمزوری آجاتی ہے۔ برعکس اس کے قوت عقلیہ میں کثرت کار کی وجہ سے کمزوری نہیں آتی معلوم ہوا کہ وہ جسمانی نہیں۔

گیارھویں دلیل

ہمیں معلوم ہے کہ سیاہی سفیدی کی ضد ہے اور یہ بھی کہ ان دونوں کی ماہیت ہمارے ذہن میں حاصل ہے۔ اور یہ بات بھی بدیہی طور پر معلوم ہے کہ اجتماع سواد و بیاض اور اجتماع حرارت و برودت (اجتماع ضدین) محال ہے۔ مگر یہ اجتماع قوت عقلیہ میں محال نہیں معلوم ہوا کہ وہ جسمانی نہیں

بارھویں دلیل

اگر محل ادراک جسم ہو، اور یہ بھی معلوم ہے کہ جسم قابل تقسیم ہے تو یہ بات ممتنع نہیں کہ جسم کے بعض اجزا سے کسی چیز کا علم وابستہ ہو اور بعض اجزا سے اس کا جہل وابستہ ہو۔ اس صورت میں انسان بہ یک وقت عالم بھی ہوگا اور جاہل بھی۔ اور یہ محال ہے۔

تیرھویں دلیل

جب کسی جسمانی مادے میں مخصوص نقوش پیدا ہو جائیں تو ان نقوش کی وجہ سے اس میں دیگر نقوش نہیں پیدا ہو سکتے۔ لیکن عقلی نقوش اس کے برعکس ہیں۔ کیونکہ جب روحیں تمام علوم و ادراکات سے خالی ہوں تو انھیں کسی علم کا سیکھنا دشوار ہو۔ پھر جب وہ کچھ سیکھ لیں تو ان علموں کا حاصل ہونا دیگر علوم کے لئے معاون ثابت ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ نقوش جسمانیہ مخالف و متضاد ہیں اور نقوش ذہنیہ متعاون و متوافق ہیں۔

چودھویں دلیل

اگر روح جسم ہو تو پاؤں ہلانے اور نفس کے حرکت کرنے میں بقدر حرکت و ثقل جسم کے زمانہ ہو۔ کیونکہ نفس ہی جسم کا محرک ہے اور اسے حرکت پر آمادہ کرتا ہے۔ پھر اگر پاؤں کی حرکت کا محرک جسم ہو تو یا تو حرکت اسی میں حاصل ہوگی یا اس میں کہیں سے آئے گی تو مدت کی ضرورت ہوگی اور اگر اسی میں حاصل ہوگی تو اگر ہم اس متحرک عضو کو کاٹ ڈالیں تو پھر بھی اس میں حرکت باقی رہنی چاہئے۔ حالانکہ باقی نہیں رہتی۔ معلوم ہوا کہ حرکت کہیں سے آئی تھی، جس کا سلسلہ عضو کے کٹ جانے سے رک گیا۔

Marfat.com

پندرھویں دلیل اگر نفس جسم ہوتا تو قابل تقسیم ہوتا اور اپنے بعض اجزا کا ادراک کرتا اور بعض کا نہ کرتا

سولھویں دلیل مگر یہ محال ہے ۔ اگر نفس جسم ہوتا تو اس کے داخل ہونے سے جسم کا بھاری ہونا لازم تھا۔ کیونکہ خالی جسم کی شان ہے کہ جب اس میں کوئی چیز داخل ہو تو اسے بھاری بنائے۔ مثلاً خالی مشک ہلکی ہوتی ہے اور جب اس میں پانی بھر جاتا ہے تو بھاری ہو جاتی ہے۔ لیکن یہاں معاملہ الٹا ہے۔ جب روح بدن میں موجود ہوتی ہے تو وہ ہلکا ہوتا ہے اور جب نکل جاتی ہے تو بھاری ہو جاتا ہے۔

سترھویں دلیل اگر روح جسم ہوتی تو یہ بھی دیگر اجسام کی طرح جسمانی صفات و کیفیات سے متصف ہوتی۔ اور یہ معلوم ہے کہ کیفیات نفسانیہ فضائل و رذائل ہیں۔ جسمانی کیفیات نہیں معلوم ہوا کہ روح جسم نہیں۔

اٹھارھویں دلیل اگر روح جسم ہوتی تو تمام حواس سے یا کسی حاسہ سے پہچانی جاتی۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اجسام تمام حواس سے پہچان لئے جاتے ہیں اور بعض بعض حواس سے۔ حالانکہ روح کسی سے بھی نہیں پہچانی جاتی۔ یہ وہ حجت ہے جسے جہم نے اللہ کا انکار کرنے والوں کے سامنے پیش کی تھی جنھوں نے کہا تھا کہ اگر اللہ موجود ہوتا تو کسی نہ کسی حاسہ سے پہچانا جاتا۔ جہم نے معارضہ میں روح پیش کی۔ یہ معارضہ اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے جب روح جسم نہ ہو۔ ورنہ جسم کا ادراک تو کسی نہ کسی حاسہ سے ہو ہی جاتا ہے۔

انیسویں دلیل اگر روح جسم ہوتی تو اس میں طول و عرض و عمق پایا جاتا۔ اسی طرح سطح و شکل بھی اور یہ مقادیر و ابعاد مادہ و محل ہی سے قائم ہوتے ہیں اگر روح کا مادہ و محل روح ہو تو دور و حوں کا اجتماع لازم آتا ہے۔ اور اگر روح نہ ہو تو روح کی ترکیب بدن و صورت سے لازم آتی ہے۔ جو ایسے جسم میں ہو جس کی ترکیب بدن و صورت سے ہو۔ جس سے ایک انسان کا دو انسان ہونا لازم آتا ہے۔ اور یہ محال ہے۔

بیسویں دلیل جسم کا خاصہ ہے کہ تقسیم کو قبول کر لیتا ہے۔ اور جسم کا چھوٹا جز بڑے جز کی طرح نہیں ہے۔ پس اگر روح بھی تقسیم قبول کرے تو اس کا ہر جز و اگر روح ہو تو لازم آتا ہے کہ ایک انسان کی بہت سی روحیں ہوں۔ اور اگر روح نہ ہو تو مجموعہ روح نہ ہوگا۔ جیسے اگر پانی کی بوند پانی نہ ہو تو اس کا مجموعہ

اکیسویں دلیل بھی پانی نہ ہوگا ۔ جسم اپنی حفظ و بقا اور قوام میں روح کا محتاج ہے۔ اسی وجہ سے روح کے جدا ہونے کے بعد فنا ہو جاتا ہے۔ اگر روح بھی جسم ہو تو وہ بھی دوسری روح کی محتاج ہوگی۔ اس سے تسلسل لازم آتا ہے جو محال ہے۔

بائیسویں دلیل اگر روح جسم ہو تو اس کا جسم سے تعلق اگر براہ مداخلت ہے تو اجسام کا تداخل لازم آتا ہے اور اگر براہ مجاورت ہے تو لازم آئے گا کہ ایک شخص دو جسموں والا ہو۔ جن میں سے ایک جسم تو دکھائی دیتا اور دوسرا نہیں۔

Marfat.com

مذکورہ بالا تمام دلائل مغالطے ہیں۔ ہم ہر ایک مغالطہ کا تفصیل وار جواب دیتے ہیں:۔

فریق مخالف کے دلائل کے جوابات

پہلی دلیل کا جواب

تمہارا یہ کہنا کہ ارباب عقل کا روح و جسم اور نفس و جسم پر اتفاق ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ فلاسفہ اور متکلمین کی اصطلاح میں جسم کا مفہوم لغوی اور عرفی مفہوم سے عام ہے۔ کیونکہ فلاسفہ کے نزدیک جسم وہ ہے جس میں طول و عرض و عمق کی صلاحیت ہو۔ خواہ ہلکا ہو یا بھاری۔ اور دکھائی دیتا ہو یا نہ دکھائی دیتا ہو چنانچہ ہوا، آگ، پانی، دھواں، بھاپ، تارے وغیرہ سب اجسام ہیں۔ لیکن عربی لغت میں ان میں سے کسی کو بھی جسم نہیں کہتے۔ لغوی کتابوں کو اور عربی اشعار کو چھان جائیے آپ کو کہیں بھی جسم کا یہ مفہوم نہیں ملے گا۔ جوہری:۔ ابوزید کہتے ہیں۔ جسم جسد کو کہتے ہیں اور اسے جُسمان اور جثمان بھی کہتے ہیں۔ اصمعی:۔ جسم، جسمان، جسد اور جثمان شخص کو کہتے ہیں۔ جسمُ الشئ یہ چیز بڑی ہے۔ جسیم، جسام، ای عظیم یعنی عظیم ہے۔ اگر ہم نفس کو جسم کہتے ہیں تو باعتبار فلاسفہ کی اصطلاح کے کہتے ہیں۔ لغت کے اعتبار سے نہیں۔ ہمارا مقصد روح کو جسم کہنے سے یہ ہوتا ہے کہ ہم روح کے لئے وہ صفات افعال اور احکام ثابت کرنا چاہتے ہیں جن پر شرع عقل اور حس دلالت کرتی ہے۔ مثلاً حرکت، انتقال مکانی۔ چڑھنا، اترنا۔ نعمتوں اور لذتوں سے لطف اندوز ہونا۔ عذاب و تکلیف میں مبتلا ہونا بند کیا جانا، چھوڑ دیا جانا، قبض کیا جانا، داخل ہونا، خارج ہونا غرضیکہ ان تمام باتوں کو ثابت کرنے کے لئے ہم نے روح کو جسم کہا۔ گو اہل لغت نے اسے جسم کے نام سے نہیں پکارا۔ لہذا اس باطل فرقے کے ساتھ موضوع گفتگو معنی ہے، لفظ نہیں۔ اور عقلاء اسی معنی کے اعتبار سے روح و جسم کہتے ہیں۔

دوسری دلیل کا جواب

اس دلیل پر بڑا ناز ہے۔ یہ چار مقدموں پر مبنی ہے (۱) موجودات میں بعض ایسی چیزیں بھی ہیں جو کسی صورت سے تقسیم کو قبول نہیں کرتیں۔ (۲) ایسی چیزوں کا علم ممکن ہے۔ (۳) علم غیر منقسم ہے۔ (۴) واجب ہے کہ محل علم بھی غیر منقسم ہو۔ اگر روح جسم ہوتی تو منقسم ہوتی حالانکہ منقسم نہیں۔ جمہور ارباب عقل نے اول مقدمہ کو نہیں مانا۔ اور فرمایا کہ یہ تمہارا محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ مثال واجب الوجود کی دی ہے۔ جو تمہارے باطل اصول پر موقوف ہے کہ تم رب کی ماہیت کو اور اس کی صفتوں کو نہیں مانتے اور کہتے ہو کہ اللہ وجود مجرد ہے، اس کی کوئی صفت و ماہیت نہیں۔ تمہارا یہ خیال عقل و نقل کے خلاف ہے اور اجماع کے بھی۔ تم نے یہ اصول وضع کر کے اللہ کی قدرت و مشیت کی اس کے علم و ادراک کی اس کے سمع و بصر کی اس کی اپنی مخلوق پر بلندی کی تردید کی ہے اور اس اصول کی بنا پر تم نے صاف انکار کر دیا

کہ اللہ نے چھ دن میں آسمان و زمین بنائے ہوں اور اس کا نام توحید رکھا۔ حالانکہ یہ ہر قسم کی تعطیل کی جڑ ہے۔ نقطہ کی مثال دے کر خود تم نے اپنی دلیل پر ضرب لگا لی۔ کیونکہ نقطہ غیر منقسم ہے حالانکہ جسم منقسم میں حلول کئے ہوئے ہے۔ دیکھ لیا کہ منقسم غیر منقسم میں حلول کئے ہوئے ہے۔ جوہر فرد کو ثابت کرنے والے (متکلمین) بھی اس اصل میں تمہارے خلاف ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ جوہر فرد جسم میں حلول کئے ہوئے ہے۔ بلکہ جسم جوہر فرد سے مرکب ہے۔ یہاں بھی منقسم میں غیر منقسم حلول کئے ہوئے ہے۔ تمہاری دلیل مکمل نہیں ہو سکتی جب تک جوہر فرد کا انکار نہ کرو۔ اگر تم یہ کہو کہ نقطہ خط کی انتہا و فنا کا نام ہے، اور وہ ایک عدمی چیز ہے تو تمہاری دلیل ہی اڑ گئی اور اگر وجودی چیز ہے تو غیر منقسم منقسم میں حلول کئے ہوئے ہے۔ غرضکہ دونوں صورتوں میں دلیل کے تار و پود بکھر کر رہ جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں علم اپنے محل میں اپنی نوع کے اعتبار سے حلول کئے ہوئے ہے براہ سریان نہیں۔ کیونکہ ہر چیز کا اپنے محل میں حلول کرنا اس کے اعتبار سے ہے۔ مثلاً گھر میں جاندار کا حلول کرنا، حلول کی ایک نوع ہے۔ عرض کا جسم میں حلول کرنا دوسری نوع ہے، خط کا سطح میں حلول کرنا تیسری نوع ہے، روغن کا تلوں میں حلول کرنا چوتھی نوع ہے، جسم کا عرض میں حلول کرنا پانچویں نوع ہے، روح کا بدن میں حلول کرنا چھٹی نوع ہے۔ اور علوم و معارف کا روح میں حلول کرنا ساتویں نوع ہے۔ نیز واجب الوجود کو وحدت حاصل ہے اگر یہ وحدت جوہر ہے تو جوہر فرد ثابت ہو گیا اور تمہاری دلیل اڑ گئی۔ کیونکہ دلیل جوہر فرد کے نہ ماننے پر موقوف ہے۔ اور اگر عرض ہے تو اس کے لئے محل کا ہونا لازم ہے۔ پھر اگر محل منقسم ہو تو غیر منقسم کا قیام منقسم سے جائز ہوا اور وہی جوہر ہے اور دلیل اڑ گئی۔

ایک شبہ کا پہلا جواب اگر تم کہو کہ وحدت واجب الوجود ایک عدمی چیز ہے۔ اس کا خارج میں کوئی وجود نہیں تو ہم بھی کہدیں گے کہ جس سے تم نے غیر منقسم کا وجود ثابت کیا۔ تمام عدمی ہیں خارج میں ان کا وجود نہیں۔ کیونکہ واجب الوجود جسے تم نے ثابت کیا ہے عدمی ہے بلکہ مستحیل الوجود ہے

دوسرا جواب نیز نسبتیں عوارض ہیں اقسام نہیں۔ جیسے اوپر ہونا۔ نیچے ہونا۔ مالک ہونا مملوک ہونا وغیرہ۔ اگر محل کی تقسیم سے حال کی تقسیم لازم آئے تو ان نسبتوں کی تقسیم بھی لازم آئے گی مثلاً فوقیت و تحتیت کے لئے چوتھائی اور آٹھواں حصہ لازم آئے گا مگر عقل کے نزدیک یہ چیز محال ہے۔

تیسرا جواب نیز تمہارے رئیس ابن سینا کے نزدیک قوت وہمیہ اور قوت فکر یہ جسمانی ہیں، لازم آتا ہے کہ ان کے بھی اجزاء ہوں۔ حالانکہ یہ محال ہے۔ کیونکہ اگر ان کی تقسیم ممکن ہو تو اگر ہر ٹکڑا کل کے مثل ہو تو جزء کا کل کے برابر ہونا لازم آتا ہے اور اگر نہ ہو تو وہ جزء اس طرح نہ ہوا۔

Marfat.com

چوتھا جواب علاوہ ازیں وہم کے کوئی معنی نہیں بجز اس کے کہ یہ دوست ہو اور وہ دشمن ہو، اور یہ تقسیم قبول نہیں کرتا۔

پانچواں جواب نیز تمہارے نزدیک وجود ماہیت پر ایک زیادہ چیز ہے اگر محل کی تقسیم سے حال کی بھی تقسیم لازم آئے تو اس وجود کی تقسیم لازم آئے گی۔ لیکن جو وجود کو ماہیت کے علاوہ مانتا ہے اس کے مذہب پر یہ لزوم ثابت نہیں ہوتا۔

چھٹا جواب نیز عددوں کی ماہیتیں مختلف ہیں۔ دس سے دس ہونے کا ایک مفہوم اور ایک ماہیت ہے لہذا یہ ماہیت یا تو اس کی ہر اکائی کو عارض ہوگی یا اکائیوں کے تقسیم ہونے سے تقسیم ہو جائے گی۔ دونوں صورتیں محال ہیں۔ کیونکہ عشریت کا مفہوم ناقابل تقسیم نہیں۔ ہاں عشرہ قابل تقسیم ہے۔ پس ایک غیر منقسم منقسم کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔

ساتواں جواب نیز جو مخصوص کیفیتیں کمیات سے متعلق ہیں جیسے گولائی اور نقوش وغیرہ یہ فلاسفہ کے نزدیک اعراض ہیں۔ اگر یہ عرض ہوں تو یا تو سب کے ساتھ قائم ہوں گے یا ہر جزو کے ساتھ دونوں صورتیں محال ہیں یا اجزاء کی تقسیم سے یہ عرض بھی تقسیم ہو جائے گا اور خط کے ہر جزو سے اس عرض کا ہر جزو قائم ہوگا۔ یہ بھی محال ہے کیونکہ اگر اس کا جزو گولائی ہو تو لازم آئے گا کہ جزو دائرہ دائرہ ہو۔ اور اگر گولائی نہ ہو تو اجزاء کے اجتماع کے وقت اگر کوئی زیادہ بات پیدا نہ ہو تو واجب ہے کہ گولائی پیدا نہ ہو۔ اور اگر زیادہ بات پیدا ہو تو اگر قابل تقسیم ہے تو تقسیم لوٹ آئے گی ورنہ حال غیر منقسم اور محل منقسم ہوگا۔ (میں کہتا ہوں ان کے اصول پر یہ چیز لازم نہیں آتی کیونکہ وہ کہہ سکتے ہیں کہ حال محل کی تقسیم سے بالتبع تقسیم ہو جائے گا۔ جیسا کہ ان تمام اعراض کا حال ہوتا ہے جو محل سے وابستہ ہوتے ہیں جیسے سفیدی اور سیاہی وغیرہ اور جو منقسم نہیں جیسے طول وغیرہ تو اس کے حصول کی شرط اجتماع اجزاء ہے۔ اور جو شرط پر معلق ہوتا ہے وہ شرط کی غیر موجودگی میں نہیں پایا جاتا۔)

آٹھواں جواب نیز یہ اجسام بالذات ممکن ہیں اور امکان ان کی ایک صفت عرضیہ ہے جو ان کی ماہیت سے خارج ہے۔ اگر یہ صفت اپنے محل کی تقسیم سے تقسیم نہ ہو تو دلیل اڑ گئی۔ اور اگر تقسیم ہو جائے تو وہی محال لوٹ آئے گا۔ کہ جزو کل کے برابر ہو اور تسلسل لازم آئے گا۔ (میں کہتا ہوں یہ بھی لازم نہیں۔ کیونکہ امکان ایسی چیز نہیں جو ممکن کے وجود و عدم کے قبول کرنے پر دلالت کرے اور یہ قبول اس کے ذاتی لوازم میں سے ہے۔ کوئی عارضی صفت نہیں۔ لیکن ذہن اس قبول کو قابل مجرد کر دیتا ہے۔ لہذا اس کا ماہیت کے ساتھ عارض ہونا ذہن کی تجرید سے ہے۔ رہا جزو و کل کی

شرکت کا سوال اس میں کوئی امتناع نہیں۔ جیساکہ تمام بسیط ماہیتیں ہیں۔ کیونکہ تعریف وحقیقت ہیں ان کے جزو کُل کے مساوی ہوتے ہیں جیسے پانی، مٹی ہوا وغیرہ۔ جزو وکل کی مساوات کم میں ممنع ہے نفس حقیقت میں نہیں) یہ شبہ اس طرح باطل ہوسکتاہے کہ علم روح میں صورت حالہ نہیں ہے بلکہ علم و معلوم کے درمیان ایک نسبت واضافت ہے جیسے ہم دیکھنے میں کہتے ہیں کہ دیکھنے سے آنکھ میں وہ صورت نہیں چھپتی جو مبصر کے مساوی ہو بلکہ وہ نسبت اضافت ہے جو قوت باصرہ اور مبصر کے درمیان پائی جاتی ہے اور اس فصل میں جو عام شبہ پیش کیاگیاہے معلوم کی صورت قوت عاقلہ میں چھپنے پر مبنی ہے۔ پھر اس پر یہ مقدمہ اٹھایا گیاہے کہ غیر قابل تقسیم کی قابل تقسیم میں تقسیم محال ہے۔

تیسری دلیل کا جواب ان کا یہ دعوی کہ علوم کلیہ کا محل اگر جسم یا جسمانی ہو تو علوم بھی تقسیم ہوجائیں گے۔ کیونکہ قابل تقسیم جسم میں آئی ہوئی چیز بھی تقسیم ہوجاتی ہے۔ دلیل چاہتاہے۔ کیونکہ یہ بھی نہیں کہ دلیل کی ضرورت نہ ہو۔ یہ دعوی اس پر مبنی ہے کہ کسی چیز کا علم نفس عالم میں ایسی صورت کے حاصل ہونے سے ہوتا ہے، جو معلوم کی ماہیت کی برابر ہو۔ حالانکہ یہی غلط ہے۔ جس کے دلائل آنے والے ہیں۔ اگر ہم بفرض محال مان بھی لیں تو یہی تمہارے دعوی کی غلطی کی روشن دلیل ہے کیونکہ جب یہ صورت نفس ناطقہ کے جوہر میں حال ہوگی تو یہ صورت جزئیہ ہے جو نفس جزئیہ میں حلول کئے ہوئے ہے اور اس کے ساتھ اور بھی اعراض ہیں جو اس نفس جزئیہ میں حلول کئے ہوئے ہیں۔ پھر جب ہم اس صورت کا اس کے تمام لواحق کے ساتھ اعتبار کریں تو صورت مجردہ کہاں رہی۔ یہ تو عوارض ولواحق سے متصل ہوگئی۔ اور یہ اس کی کلیت کے مانع ہے۔

ایک شبہ کا جواب اگر تم کہو کہ اس کے کلی ہونے سے یہ مراد ہے کہ جب ہم اس سے وہ عوارض الگ کرلیں اور اس کا من حیث الذات تصور کریں تو کلی ہوگی تو ہم کہیں گے کہ جب یہ جائز ہے تو یہ کیوں جائز نہیں کہ کہا جائے کہ یہ صورت ایک مخصوص جسمانی مادہ میں معین مقدار اور معین کل کے ساتھ حلول کئے ہوئے ہے۔ مگر جب ہم اسے اس سے الگ کرلیں اور اس کا من حیث الذات اعتبار کرلیں تو بمنزلہ اس صورت کے ہوجائے گی جس کے ساتھ ہم نے ایسا کیاہے۔ لہذا معین معین کے مقابلہ پر ہے اور مطلق محل مطلق کے مقابلہ پر ہے۔ یہی بات عقل میں آتی بھی ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ شبہ سب سے زیادہ باطل ہے لوگوں نے کلیات ایجاد کرکے اپنی نگاہیں خراب کرلیں۔ کیونکہ انہوں نے امور کلیہ کی تجرید کرکے جن کا وجود خارج میں نہیں ان پر موجودات کے احکام لگادیئے اور انھیں موجودات کے لئے معیار در اصل قرار دیدیا پھر جب انہوں نے معلومات کی صورتیں مجرد کرکے انھیں کلیات قرار دیدیا تو ہم نے ان کے محل مجرد کرکے انھیں کلی بنا دیا۔ اگر وہ معین جزئی لیں گے تو ان کے محل بھی جزئی ہوں گے۔ لہذا کلی کے مقابلہ پر کلی اور جزئی

Marfat.com

کے مقابلہ پر جزئی ہے۔ مزید براں ہم کہتے ہیں کہ ذہن میں کلی نہیں ذہن میں محض صورت معینہ مشخصہ ہے جو اپنے تمام افراد پر منطبق ہو جاتی ہے۔ اگر تم اس اعتبار سے اسے کلی کہدو تو خیر اصطلاح میں کوئی جھگڑا نہیں وہ دو اعتبار سے کلی بھی ہے اور جزئی بھی۔

چوتھی دلیل کا جواب تمہارا یہ کہنا کہ ذہنی صور کلیہ مجرد ہیں اور ان میں تجرد اخذ کرنے والی (قوت عقلیہ) کی وجہ سے ہے۔ تو ہم کہتے ہیں تمہاری اس صورت عقلیہ کلیہ سے کیا مراد ہے۔ کیا یہ مراد ہے کہ معلوم ذات عالم میں حاصل ہوگیا۔ یا اس کا علم ذات عالم میں حاصل ہوگیا۔ پہلی صورت تو محال ہے۔ ہاں دوسری صورت ٹھیک ہے۔ مگر اس سے تمہیں فائدہ نہیں پہونچتا۔ کیونکہ امر کلی جو افراد انسان میں مشترک ہے وہ انسانیت ہے علم انسانیت نہیں۔ اور انسانیت کا خارج میں وجود نہیں۔ خارج میں فقط افراد کا وجود ہے۔ اور علم معلوم کے تابع ہے۔ پھر جیسے معلوم معین ہے، علم بھی معین ہے۔ لیکن وہ ایک ایسی صورت ہے جو بہت سے افراد پر منطبق ہو جاتی ہے لہٰذا ذہن وخارج میں کوئی ایسی صورت نہیں جو غیر منقسم ہو اس مقام پر آکر بڑے بڑے عقلاء ٹھوکر کھا گئے۔ جس صورت کلیہ کو وہ ثابت کرتے ہیں اور اسے روح میں حلول کی ہوئی خیال کرتے ہیں وہ صورت شخصیہ ہے جو عوارض شخصیہ سے متصف ہے۔ اچھا مان لو کہ یہ صورت عقلیہ جوہر میں حال ہے جو نہ جسم ہے نہ جسمانی تو وہ تو عوارض سے غیر مجرد ہے۔

ایک شبہ کا جواب اگر تم کہو کہ تجرید سے ہماری مراد عوارض سے قطع نظر کرکے من حیث الذات ہے تو کہا جائے گا تو پھر یہ کیوں جائز نہیں کہ صورت حالّہ کی محل جسمانی میں تقسیم نہیں۔ کیونکہ یہاں بھی عوارض سے قطع نظر کرکے من حیث الذات لیں گے تو مجرد ہے۔

پانچویں دلیل کا جواب تمہارا یہ کہنا کہ قوت عقلیہ غیر متناہی افعال پر قادر ہے قوت جسمانیہ نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نہیں مانتے کہ قوت عقلیہ غیر متناہی افعال پر قادر ہے۔ تم کہتے ہو کہ قوت عقلیہ غیر متناہی ادراکات پر قادر ہے اور ادراکات افعال ہیں۔ دونوں مقدمے غلط ہیں۔ کیونکہ قوت عقلیہ کے کتنے ہی ادراک کیوں نہ ہوں پھر بھی محدود ہیں۔ اگر اس کے فی منٹ کروڑوں ادراکات بھی ہوں پھر بھی وہ محدود ہیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا وَفَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ ہر عالم کے اوپر اس سے زیادہ عالم ہے۔ پھر علم کی انتہا حق تعالیٰ پر ہو جاتی ہے جو ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ اللہ کے علم میں کوئی شریک نہیں ایسا علم اللہ ہی کے ساتھ خاص ہے۔

ایک اعتراض کا جواب اگر تم کہو۔ اگر ادراک نفس کسی ایسی حد پر رک جائے کہ اس پر زیادتی ممکن نہ ہو تو امکان ذاتی سے انقلاب لازم آئے گا۔ ہم کہیں گے اگر یہ بات صحیح ہے تو اس پر دلالت کرتی ہے کہ قوت جسمانیہ بھی غیر متناہی افعال پر قادر ہو۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ لہٰذا اعتراض باطل ہوگیا۔ علاوہ ازیں قوت خیالیہ

Marfat.com

وفکر یہ غیر متناہی تخیلات پر قادر ہے حالانکہ وہ تمہارے نزدیک قوت جسمانیہ ہے۔

ایک شبہ کا جواب اگر تم کہو کہ ہم قوت خیالیہ کو غیر متناہی تخیلات پر قادر نہیں مانتے تو ہم بھی کہیں گے کہ ہم بھی قوت عقلیہ کو غیر متناہی افعال پر قادر نہیں مانتے۔ دوسرا مقدمہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ ادراک فعل نہیں ہے چنانچہ قوت عقلیہ کے افعال کے متناہی ہونے سے اس کے ادراکات کا متناہی ہونا لازم نہیں آتا۔ تم نے خود صراحت کے ساتھ کہا ہے کہ جو ہر عقلی معلوم صورت کی قابلیت رکھتی ہے اس کی فاعل نہیں ہے۔ اور تمہارے نزدیک ایک ہی چیز قابل و فاعل نہیں ہو سکتی۔ اور تم نے یہ بھی صراحت کی ہے کہ اجسام کے لئے غیر متناہی افعال منع ہیں۔ لیکن غیر متناہی مجہولات و تاثرات منع نہیں۔

ابن سینا کا اعتراض مع جواب کے ابن سینا نے اس شبہ پر ایک سوال اٹھایا ہے کہ نفس فلکیہ جو محرک آسمان ہے قوت جسمانیہ نہیں۔ حالانکہ حرکات فلکیہ غیر متناہی ہیں۔ پھر اس کا یہ جواب دیا ہے کہ گو وہ قوت جسمانیہ ہے مگر اپنے کمال میں عقل مجرد سے مدد لیتا ہے اس لئے اس کے افعال غیر متناہی ہیں۔ ہم کہیں گے جب تمہارے نزدیک یہ بات ہے تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ نفس ناطقہ اپنے خالق سے کمال و قوت حاصل کر لیتا ہے اور جسمانی ہونے کے باوجود غیر متناہی افعال پر قادر ہو جاتا ہے۔ اگر تم اس کے قائل ہو جاتے تو انبیائے کرام کے اور عقل کے ہمنوا ہو جاتے۔ مسلمانوں کی جماعت میں داخل ہو جاتے اور گمراہوں کی شیطانی جماعت سے نکل جاتے۔

چھٹی دلیل کا جواب یہ شبہ تمہاری ایک غلط اصل پر اٹھایا ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ ادراک قوتِ مدرکہ میں معلوم کے مساوی صورت کے حاصل ہونے کا نام ہے۔ اگر ہم اس اصل کو مان بھی لیں تو اس سے تمہیں کچھ بھی فائدہ نہ پہونچے گا۔ کیونکہ اس مساوی صورت کا حاصل ہونا حصول ادراک کی شرط ہوگا۔ پھر کہا جائے گا کہ یہ ادراک کیا بعینہ اس صورت کا حصول ہے۔ اس کا کوئی قائل نہیں۔ یہ کہنا کیوں جائز نہیں کہ قوت عقلیہ مخصوص جسم میں حلول کئے ہوئے ہے۔ پھر کبھی قوت ناطقہ کے لئے ایک اضافی حالت (شعور و ادراک) حاصل ہوتی ہے۔ اس صورت میں قوت عاقلہ اس آلہ کا ادراک کرتی ہے۔ اور کبھی وہ حالت اضافیہ نہیں پائی جاتی تو وہ قوت ناطقہ اس سے بے خبر رہتی ہے۔ جب یہ ممکن ہوا تو شبہ ہی جڑ سے اکھڑ گیا۔

علاوہ ازیں ہم پوچھیں گے کیا عقل میں حاضر ہونے والی صورت ہر اعتبار سے معقول کے برابر ہوتی ہے یا بعض اعتبار سے پہلی صورت کا تو کوئی عقلمند قائل نہیں۔ اور اس کی غلطی بلا دلیل ہی کے ظاہر ہے۔ جب یہ بات ہے تو دوسری صورت کے دماغ یا دل میں آنے سے دو مثلوں کا اجتماع لازم نہیں آتا۔ نیز قوت عاقلہ جوہر قلب یا دماغ میں حلول کئے ہوئے ہے۔ اور حاصل ہونے والی صورت قوت عاقلہ میں حلول کرتی ہے۔ لہذا ایک چیز قوت عاقلہ کا محل ہے۔ نیز جب ہم کسی دور کی چیز کو دیکھتے ہیں تو کیا یہ دیکھنا ہماری آنکھ میں رکھی جانے

والی چیز کے نقشے کے چھپ جانے پر موقوف ہے، یا نہیں۔ اگر موقوف ہے تو دو مثلوں کا اجتماع لازم آتا ہے۔ کیونکہ تمہارے نزدیک قوت باصرہ جسمانیہ ہے لہذا وہ حجم و مقدار والے محل میں ہے۔ پھر جب اس میں دیکھی جانے والی چیز کا حجم حاصل ہوگا تو دو مثلوں کا اجتماع لازم آئے گا۔ جب یہاں دو مثلوں کا اجتماع جائز ہے تو ہمارے مسئلہ میں کیوں جائز نہیں۔ اور اگر موقوف نہیں ہے تو تمہارا یہ قول غلط ہوا کہ قلب و دماغ کا ادراک قوت عاقلہ میں قلب و دماغ کے حصول صورت پر موقوف ہے۔ نیز تمہارا یہ کہنا کہ اگر قوت عقلیہ جسم میں حال ہو تو اس کا اس جسم کے لئے دائمی ادراک واجب ہے لیکن ہمارے دل و دماغ کا ادراک غیر دائمی ہے یہ اس پر اعتراض پڑ سکتا ہے۔ جو دل و دماغ میں قوت عقلیہ کے حلول کا قائل ہے۔ لیکن جو جسم مخصوص (نفس) میں حلول کا قائل ہے اس پر نہیں پڑ سکتا۔ کیونکہ وہ کہے گا کہ نفس جسم مخصوص ہے اور انسان اس جسم مخصوص کا ہمیشہ عالم ہے۔ اور علاوہ غفلت کی حالت کے یہ علم برابر قایم رہتا ہے۔

ساتویں دلیل کا جواب یہ شبہ بھی مذکورہ بالا اصل پر مبنی ہے۔ یعنی اس پر کہ علم نفس عالم میں معلوم کے مساوی صورت کے حاصل ہونے کا نام ہے۔ یہ اصل بہت سے دلائل سے باطل ہے۔ جو مسئلہ علم میں مذکور ہیں اگر ہم اسے مان بھی لیں تو صورت مذکورہ حصول علم کی شرط ہے۔ نفس علم نہیں نیز اس شبہ پر یہ نقض پڑتا ہے کہ اگر ہم پتھر یا لکڑی لے کر کہدیں کہ یہ جوہر ہے اور قایم بالذات ہے، پس اس کی ذات اس کی نزدیک حاضر ہے تو ان جمادات کے لئے بھی لازم آتا ہے کہ یہ اپنی اپنی ذاتوں کے عالم ہوں۔ نیز تمام جاندار اپنی اپنی ذاتوں کے عالم ہیں۔ اگر کسی چیز کا اپنی ذات کے عالم ہونے سے یہ لازم آتا ہے کہ اس کی ذات جوہر مجرد ہو تو تمام حیوانات کے نفوس کا مجرد ہونا لازم آئے گا۔ حالانکہ تم اس کے قائل نہیں۔

آٹھویں دلیل کا جواب یہ ابوالبرکات بغدادی کا شبہ ہے جو بالکل رکیک ہے۔ کیونکہ یہ اس پر مبنی ہے کہ تخیلات موجودات میں سے ہیں اور نفس ناطقہ میں چھپتے ہوں۔ جیسے نفس اپنے محل میں چھپا ہوا ہے اور یہ معلوم ہے کہ ان خیالات کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ ذہن محض انھیں فرض کر لیتا ہے۔ یہ نفس میں چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ کیونکہ علوم خارجیہ کی صورتیں بھی نفس میں نہیں چھپتیں۔ خیالات معدومہ کا تو ذکر ہی کیا ہے یہ اعدام اضافیہ میں تمیز کرنے کے مانع بھی نہیں۔ کیونکہ عقل عدم سمع، عدم بصر وغیرہ میں تمیز کر لیتی ہے۔ اور اس تمیز سے یہ لازم نہیں آتا کہ اعدام موجود بھی ہوں۔ بلکہ عقل تو محالات کے انواع میں بھی تمیز کر لیتی ہے۔ جن کا وجود ممکن نہیں۔ پھر ہم کہتے ہیں ان چیزوں میں جو حجمیۃ و مقدار سے مجرد ہوں ہر اعتبار سے اشکال و مقادیر کا حلول کرنا عقل میں آتا ہے۔ تو کیا چھوٹے جسم میں بڑی شکل و حجم والی چیز کے علم کا اتر آنا معقول نہیں۔ نیز جب تمام اعتبار سے عدم انطباق جوہر مجرد میں صورت و شکل کے حلول کرنے سے مانع نہیں تو بڑے کا چھوٹے پر عدم انطباق بدرجہ اولیٰ

Marfat.com

چھوٹے سے محل میں بڑی صورت کے حلول سے مانع نہ ہوگا۔ نیز تمہارے پہلے پیشواؤں نے اس پر دلیل قایم کی ہے کہ صورت حالہ کا جوہر مجرد میں چھپنا محال ہے۔ اور اس کی کئی دلیلیں دی ہیں

نویں دلیل کے دس جواب

اس شبہ کا کئی طرح جواب ہے۔ (۱) قوت عقلیہ کے کمال میں بدن کی صحت کے لیئے ایک ضروری مقدار معین کا اعتبار ہے۔ لیکن صحت میں کمال بدن کا کمال قوت عقلیہ میں اعتبار نہیں۔ ظاہر ہے وہی ضروری مقدار معین برابر باقی رہتی ہے یہاں تک کہ بڑھاپے میں بھی قایم رہتی ہے۔ (۲) شاید بوڑھے کے ادراکات عقلیہ اس لیئے صحیح رہتے ہوں کہ اس کی عقل بعض اعضا میں قایم ہے جن میں خرابی سب سے آخر میں آتی ہے۔ پھر جب وہ بھی خراب ہو جاتے ہیں تو عقل بھی ختم ہو جاتی ہے۔ (۳) جائز ہے کہ بعض مزاج بعض قویٰ کے موافق ہوں اور شاید بوڑھے کا مزاج قوت عقلیہ کے موافق ہو۔ جس کی وجہ سے اس میں قوت عقلیہ قوی رہتی ہو۔ (۴) جب مزاج اپنی انتہائی قوت پر ہوگا تو تمام قویٰ قوی ہوں گے اور قوت شہوانیہ اور غضبیہ بھی کمال قوی ہونگی اور ان دونوں قوتوں کا قوی ہونا کمال عقلی سے مانع ہے۔ پھر جب بڑھاپا آجاتا ہے اور کمزوری پیدا ہو جاتی ہے تو قوت شہوانیہ اور غضبیہ میں کمزوری آجاتی ہے جو کمال عقلی سے مانع تھیں اور عقل میں بھی ضعف آجاتا ہے لیکن عقل میں ضعف آنے کے بعد عقل کے خلاف قویٰ میں بھی ضعف آجاتا ہے۔ لہذا ایک نقصان کی تلافی دوسرے نقصان سے ہو جاتی ہے۔ اور اعتدال پیدا ہو جاتا ہے۔ (۵) بوڑھا آدمی تجربہ کار اور بہت سی باتوں کا عالم ہوتا ہے اس کے تجربات و علوم قوت فکریہ و نظریہ کے معاون ہو جاتے ہیں لہذا ضعف بدن و قوئے سے جو نقصان پیدا ہوا تھا اس کی تلافی ہو جاتی ہے (۶) کثرت کار سے ایک قسم کا گہرا ملکہ حاصل ہو جاتا ہے اور اس طرح اس نقصان کی تلافی ہو جاتی ہے جو بدن میں خلل پیدا ہو جانے سے پیدا ہو گیا تھا۔ (۷) رحمت عالم نے فرمایا انسان بوڑھا ہو جاتا ہے مگر اس میں دو باتیں (حرص۔ لمبی لمبی امیدیں) جوان رہتی ہیں۔ (واقعات اس حدیث پر گواہ ہیں) حالانکہ حرص و امید جسمانی قویٰ اور خیالی صفات میں سے ہیں۔ مگر پھر بھی بدن کی کمزوری سے ان دونوں صفتوں میں کمزوری نہیں آتی۔ معلوم ہوا کہ ضعف بدن سے بدلی صفات میں کمزوری کا پیدا ہونا لازمی نہیں۔ (۸) بہت سے بوڑھوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے ہوش و حواس بھی قائم نہیں رہتے بلکہ انتہائی بوڑھوں میں یہ چیز غالب ہے خود اللہ پاک نے ارشاد فرمایا۔ ومنکم من یرد الی ارذل العمر تم میں سے بعض آدمی ردی عمر کو پہونچ جاتے ہیں اور علم کے بعد بے علم ہو جاتے ہیں۔ لہذا بوڑھا آدمی ردی عمر میں بچہ کی طرح ہو جاتا ہے بلکہ اس سے بھی بدتر ہو جاتا ہے اور جس میں یہ باتیں نہ ہوں سمجھ لو کہ وہ ردی عمر کو نہیں پہونچا۔ (۹) قوت بدن اور قوت نفس میں اسی طرح ضعف بدن اور ضعف نفس میں تلازم نہیں۔ بعض آدمی طاقت والے ہونے کے باوجود کم ہمت و بزدل ہوتے ہیں اور بعض کمزور ہونے

کے باوجود عالی حوصلہ بہادر اور خطروں میں گھس جانے والے ہوتے ہیں۔ (۱۰) اگر تمہاری بات مان لی جائے تو پھر بھی اس سے نفس کا جوہر مجرد ہونا کہ نہ عالم میں داخل ہو نہ اس سے خارج ہو۔ اور نہ بدن میں ہو اور نہ بدن سے باہر ہو لازم نہیں آتا کیونکہ جب نفس جسم لطیف، چمکدار اور علوی ہے اور سفلی اجسام کے خلاف ہے تو سفلی اجسام کی طرح انحلال وتغیر اور فنا کو قبول نہیں کرتا۔ لہذا بدن کے انحلال وتغیر سے جوہر نفس میں انحلال وتغیر کا پیدا ہونا لازم نہیں۔

دسویں دلیل کا جواب اس کا جواب یہ ہے کہ کسی قوت جسمانیہ میں ثبوت حکم سے تمام جسمانی قویٰ میں اسی حکم کا ثبوت لازم نہیں آتا۔ تمہارے پاس محض دعویٰ اور فاسد قیاس ہے۔ نیز صور واعراض اپنے محل کے محتاج ہیں اور یہ احتیاج محض ان کی ذاتوں کا تقاضا ہے۔ اس حکم کے ساتھ ان کے استقلال سے ان کا محل سے استغنا لازم نہیں آتا۔ لہذا کسی حکم کے تقاضے کی بنا پر کسی چیز کے مستقل ہونے سے محل سے استغنا لازم نہیں آتا۔

گیارھویں دلیل کا جواب یہ ہے کہ قوت خیالیہ جسمانیہ ہے اور وہ معمولی چیزوں کے تخیلات کے ساتھ ساتھ بڑی بڑی چیزوں کے تخیلات پر بھی قادر ہے۔ جہاں وہ سورج اور چاند کا تصور کرتی ہے وہاں وہ ایک معمولی انگارے کا بھی تصور کر لیتی ہے۔ نیز قوی وغالب چیزوں کے دیکھنے سے کمزور چیزیں آنکھوں سے غائب ہو جاتی ہیں) اسی طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ بڑی اور بلند عقلیں کمزور معقولات کے ادراک سے مانع ہیں۔ کیونکہ جو شخص رب کائنات کے جلال اور اس کے اسماء وصفات کی معرفت میں ڈوبا ہوا ہے، اس سے اس حالت میں جوہر فرد کی حقیقت در باہیبت نقاب میں رہے گی۔

بارھویں دلیل کا جواب یہ شبہ اس پر مبنی ہے کہ ذات مدرک میں مدرک کے مساوی صورت حاصل ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ اصول غلط ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا۔ اس پر آئینہ میں صورت کے چھپنے سے استدلال کرنا بھی غلط ہے۔ کیونکہ تمام اہل عقل فلاسفہ اور متکلمین کا اس پر اتفاق ہے کہ آئینہ میں کوئی چیز مطلق نہیں چھپتی نیز ہم کہہ سکتے ہیں کہ نفس میں بجائے ادراکِ سواد و بیاض کے ان کی رسمیں اور مثالیں چھپتی ہیں۔ حقائق نہیں تو پھر مادہ جسمانیہ میں ان چیزوں کی رسموں کا حاصل ہونا کیوں جائز نہیں۔

تیرھویں دلیل کا جواب یہ اعتراض تمہارے ہی اصول سے ٹوٹ جاتا ہے۔ کیونکہ شہوت وغضب اور تخیل تمہارے نزدیک احوال جسمانیہ سے ہیں۔ اور ان کا محل منقسم ہے تو لازم ہے کہ ایک جزو بدن سے تو شہوت وغضب کو قائم کر دے اور دوسرے جزو سے ان کے اضداد کو۔ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ انسان بیک وقت کسی چیز کو چاہے بھی اور نہ چاہے بھی۔ اسی طرح کسی پر غصہ بھی کرے اور غصہ نہ بھی کرے۔

Marfat.com

چودھویں دلیل کا جواب اس کا جواب یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ یہ قیاس قیاس مع الفارق ہے جس سے یقین تو کیا ظن بھی حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ نقوش عقلیہ علوم وادراکات ہیں اور نقوش جسمانیہ اشکال وصور ہیں۔ بلاشبہ علوم اپنے حقایق میں صور واشکال کے مخالف ہیں اگر کوئی حکم کسی ماہیت کی ایک نوع پر لگتا ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہی حکم اس نوع کی ضد پر بھی لگ جائے۔

پندرھویں دلیل کا جواب اس کا جواب یہ ہے کہ نفس جسم کے ساتھ تین حالتوں سے خالی نہیں یا تو کپڑے کی طرح باہر سے جسم پر چھایا ہوا ہو۔ یا جسم کے اندر کسی ایک عضو مثلاً دل یا دماغ میں ہو، یا جسم کے تمام اعضا میں پھیلا ہوا ہو۔ ہر صورت میں تمہارے ارادے کے مطابق اس کا کسی عضو کو حرکت دینا اپنے ارادے سے حرکت دینا ہے اور بلازمانے کے ہے جیسے حواس خمسہ ظاہرہ کا ادراک ہوتا ہے اور اگر کسی عضو کو کاٹ دیا جائے تو اس عضو میں جس قدر جسم نفس تھا وہ نہیں کٹتا خواہ نفس اندر ہو یا باہر، بلکہ نفس اس کاٹے جانے والے عضو سے ہٹ جاتا ہے اور اس سے بلازمانہ کے سمٹ کر جدا ہو جاتا ہے جیسے اگر کسی برتن میں پانی بھر دیا جائے تو اس سے ہوا نکل جاتی ہے۔ اگر نفس بدن کے کسی خاص حصے میں سکونت پذیر ہو تو عضو مقطوع کے ساتھ اس کا کٹ جانا لازم نہیں (کیونکہ اس وقت وہ وہاں سے الگ ہو جاتا ہے) اور اگر باہر سے بدن پر چھایا ہوا ہو تو اس عضو کے حرکت دینے کے لئے اس نفس کے ارادے کے درمیان اور نفس تحریک کے درمیان زمانہ کا ہونا لازم نہیں۔ بلکہ اس صورت میں نفس کا فعل تحریک مقناطیس کے فعل کی طرح ہوگا۔ جیسے مقناطیس لوہے کو حرکت دیتا ہے۔ حالانکہ دونوں الگ ہوتے ہیں۔ اسی طرح نفس اس عضو کو حرکت دیتا ہے۔ علاوہ ازیں بعینہ یہ بکواس تم پر بھی لوٹتی ہے۔ کیونکہ نفس تمہارے نزدیک نہ بدن سے متصل ہے اور نہ منفصل ہے اور نہ اس میں داخل ہے اور نہ اس سے خارج ہے۔

سولھویں دلیل کا جواب یہ اعتراض دو متلازم اور استثنائیہ مقدموں سے مرکب ہے اور دونوں مقدموں پر یا کسی ایک پر منع وارد ہو سکتی ہے۔ لہذا ہم نہیں مانتے کہ اگر نفس جسم ہو تو یہ لازم آئے کہ بعض نفس معلوم ہو اور بعض مجہول۔ کیونکہ نفس بسیط ہے عناصر سے مرکب نہیں اور نہ مختلف اجزا سے مرکب ہے۔ پھر جب تمہیں اس کی ذات کا شعور ہو جائے گا تو اس کے مجہول ہونے کا بھی شعور ہو جائے گا۔ یہ منع تو مقدمۂ متلازمہ پر ہوئی رہا مقدمۂ استثنائیہ سو ہم کہتے ہیں کہ ہم یہ نہیں مانتے کہ بعض نفس کا علم ہوا اور بعض نفس کا نہ ہو۔ تم نے اس کے باطل ہونے پر دلیل تو دلیل کسی شبہ کا بھی ذکر نہیں کیا۔ یہ بات بدیہی ہے کہ انسان کو کبھی اپنے نفس کا بعض اعتبار سے شعور ہوتا ہے تمام اعتبارات سے نہیں

Marfat.com

اس شعور میں بھی لوگوں میں فرق رہتا ہے۔ بعض کا شعور دوسروں کے شعور سے کئی درجہ بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا:۔ وَلَا تَكُونُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ الخ۔ تم ان کی طرح نہ بن جانا جو اللہ کو بھول گئے پھر اللہ نے انھیں ان کی جانوں کو بھلا دیا۔ یہ لوگ اپنے نفسوں کو تمام اعتباروں سے نہ بھولے تھے، بلکہ اس اعتبار سے بھولے تھے جس سے نفس کے کمالات وسعادتیں اور مصلحتیں وابستہ تھیں۔ لیکن جس اعتبار سے ان کی شہوتیں حظوظ نفسانیہ اور ارادے وابستہ تھے۔ اس اعتبار سے نہیں بھولے تھے۔ پھر اللہ نے ان سے ان کے نفسوں کی مصلحتوں کو بھلا دیا کہ ان کے مطابق اعمال کرتے۔ اور ان کے عیوب نقائص دور کرتے اور کمال حاصل کرتے۔ لہذا وہ ان اعتباروں سے اپنے نفسوں کی حقیقتوں سے جاہل ہیں۔ اگرچہ دوسرے اعتباروں سے ان کے عالم بھی ہیں۔

سترھویں دلیل کا جواب یہ اعتراض موٹی عقل کی نشانی ہے۔ بلکہ جس نے یہ اعتراض اٹھایا ہے وہ عقل ہی سے کورا ہے۔ ہر جسم کا یہ خاصہ نہیں ہے کہ اس میں دوسرے جسم کے اضافہ سے ثقل پیدا ہو۔ دیکھئے لکڑی ثقیل ہے اس پر آگ کا جسم بڑھا دیجئے۔ لکڑی بہت ہلکی ہو جائے گی اسی طرح کوئی ظرف بھاری ہے مگر جسم ہوا سے وہ ہلکا ہو جاتا ہے۔ یہ اصول ان بھاری اجسام میں تو کارفرما ہے جو بالطبع مرکز ووسط کو چاہتے ہیں۔ اور اس کی طرف بالطبع متحرک ہوتے ہیں۔ لیکن جو اجسام بالطبع بلندی کی طرف حرکت کرتے ہیں، ان میں یہ اصول نہیں چلتا۔ بلکہ وہ ثقیل جسموں کے برعکس ہیں اور جسم ثقیل سے مل کر اسے بھی ہلکا کر دیتے ہیں۔ ؎ جب جام ہمارے پاس خالی آئے تو بھاری تھے؛ لیکن جب خالص شراب سے بھر کر آئے تو ہلکے ہو گئے معلوم ہوتا تھا کہ شراب لے کر اڑ جائیں گے۔ اسی طرح جسم روحوں سے ہلکے ہو جاتے ہیں۔

اٹھارھویں دلیل یہ فاسد شبہ اور باطل حجت ہے۔ کیونکہ تمام کیفیات وصفات میں اشتراک اجسام واجب نہیں۔ حق تعالیٰ نے اجسام کی صفتوں، کیفیتوں اور طبیعتوں میں اختلاف رکھے ہیں۔ بعض اجسام دیکھے جاتے ہیں۔ بعض ٹٹول کر معلوم کئے جاتے ہیں بعض نہ دیکھے جاتے ہیں نہ ٹٹولے جاتے ہیں۔ بعض رنگین ہیں، بعض بے رنگ کے ہیں بعض حرارت وبرودت کو قبول نہیں کرتے۔ اور بعض قبول کر لیتے ہیں۔ علاوہ ازیں نفس کی مخصوص کیفیتیں ہیں جن میں بدن شریک نہیں ان میں ہلکا پن، بھاری پن۔ حرارت وبرودت اور سختی ونرمی پائی جاتی ہے۔ تم ایک شخص کو انتہائی بھاری دیکھو گے حالانکہ اس کا جسم کافی لاغر ہے اور ایک آدمی کو انتہائی ہلکا پاؤ گے حالانکہ اس کا بدن کافی بھاری ہے۔ کسی کے دل میں نرمی اور رحم پاؤ گے اور کسی کا دل خشک پتھر پاؤ گے۔ جو حس سلیم کا مالک ہوتا ہے وہ بعض نفسوں کی سڑی ہوئی لاش جیسی بو سونگھ لیتا ہے۔ اور بعض نفسوں کی خوشبو مشک سے بھی زیادہ پیاری ہوتی ہے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس راہ

سے گذر جاتے تھے وہ راہ مہک جاتی تھی اور بعد میں آنے والا پہچان جاتا تھا کہ یہاں سے آپ گذرے ہیں۔ یہ آپ کی روح کی اور دل کی خوشبو تھی۔ آپ کے پسینہ کی خوشبو بھی بڑی پیاری تھی۔ جو آپ کے بدن و روح کے تابع تھی۔ آپ نے بتایا کہ بدن سے جدا ہو کر روح سے یا تو انتہائی پیاری خوشبو جس کے سامنے مشک بھی کچھ نہیں۔ پھوٹ پڑتی ہے۔ یا سڑی ہوئی لاش سے بھی زیادہ سڑاند آنے لگتی ہے۔ اگر زکام کا غلبہ نہ ہوتا تو حاضرین سونگھ لیا کرتے۔ بہت سے لوگ سونگھ بھی لیتے ہیں۔ جیسا کہ متعدد لوگوں نے بتایا ہے۔ خود رحمت عالم کا خبر دینا اس کی صداقت کی ضمانت ہے۔ اس طرح آپ نے یہ بھی بتایا کہ مومنوں کی روحیں چمکدار اور کافروں کی سیاہ ہوتی ہیں۔ غرضیکہ روحوں کی مختلف کیفیتوں کا انکار انتہائی جاہل شخص ہی کر سکتا ہے۔

انیسویں دلیل کا جواب اس کا جواب یہ ہے کہ ہم یہ لزوم ہی نہیں مانتے۔ کیونکہ تم نے اس پر دلیل تو دلیل کوئی شبہ بھی قائم نہیں کیا۔ اور اگر لزوم کو مان لیں تو نفی لزوم کو نہیں مانتے۔ کیونکہ روح حواس سے معلوم ہو جاتی ہے اسے ٹٹولا بھی جا سکتا ہے۔ دیکھا بھی جاتا ہے اور اس کی اچھی بری خوشبو سونگھی بھی جاتی ہے۔ جیسا کہ اوپر گذر چکا۔ اگرچہ ہمارے مشاہدے میں نہ آئے علاوہ ازیں فرشتہ جسم ہے لیکن ہمارے حواس میں سے کسی حاسہ کے دائرے میں نہیں سماتا۔ اسی طرح جن اور شیطان اپنی لطافت کی وجہ سے نہیں سماتے۔ حواس کے دائرے میں آنے کے اعتبار سے اجسام میں بہت بڑا فرق ہے۔ بعض اجسام اکثر حواس سے معلوم ہو جاتے ہیں۔ بعض اکثر سے بھی معلوم نہیں ہوتے۔ بعض ایک ہی حاسہ سے معلوم ہو جاتے ہیں۔ اور بعض اکثر احوال میں ادراک کے دائرے ہی میں نہیں آتے۔ اگرچہ کبھی کبھی ان کا ادراک ہو بھی جاتا ہے۔ یا تو اس لئے کہ ان کا ادراک ہمارے لئے پیدا ہی نہیں کیا گیا یا کسی رکاوٹ کی وجہ سے ادراک نہیں ہو سکتا۔ یا وہ ہمارے ادراک حواس سے لطیف تر ہیں۔ مثلاً جو جسم رنگین نہیں انھیں آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔ جیسے ہوا۔ اور اپنے عنصر میں آگ اور جن میں بو نہیں جیسے آگ، پتھر، شیشہ وغیرہ۔ ان کا قوت شامہ سے ادراک نہیں ہوتا۔ اور جو ٹٹولنے سے معلوم نہیں ہوتے۔ وہ قوت لامسہ کے بس کی نہیں۔ جیسے ٹھہری ہوئی ہوا۔ نیز اصل مدرک تو روح ہے۔ جو ان حواس کے مدارک کو آلات کے واسطوں سے معلوم کرتی ہے۔ لہٰذا روح حاسۂ مدرکہ ہے اگرچہ یہ حاسہ محسوس نہیں ہوتا۔ اور اجسام و اعراض محسوس ہوتے ہیں۔ اور روح انھیں محسوس کرتی ہے روح یکے بعد دیگرے آنے والے اعراض (جیسے فضائل و رزائل) کا محل قابل ہے۔ جیسے اجسام یکے بعد دیگرے آنیوالے اعراض قبول کر لیتے ہیں۔ محض روح اپنے اختیار سے متحرک ہے اور بدن کو جبراً و قہراً حرکت دیتی ہے۔ وہی بدن میں اثر پیدا کرتی ہے۔ اور اس سے متاثر ہوتی ہے۔ اسی کو درد پہونچتا ہے اسی کو لذت حاصل ہوتی ہے۔ اسی پر سرور و درد و الم طاری ہوتے ہیں یہی خوش و ناخوش ہوتی ہے، یہی خوش حال و بدحال ہوتی ہے۔ یہی محبت و

Marfat.com

ونفرت کرتی ہے یہی یاد کرتی ہے اور بھولتی ہے، یہی چڑھتی اترتی ہے اور یہی پہچانتی اور نہیں پہچانتی ہے۔ اس کے آثار اس کے وجود کی سب سے بڑی دلیل ہیں۔ جیسے خالق کائنات کے آثار اس کے وجود و کمال پر دلالت کرتے ہیں۔ کیونکہ آثار کی دلالت اپنے مؤثر پر بدیہی ہے۔

روحوں کے اثرات کا انکار نہیں کیا جا سکتا

ارباب حس سلیم اور طبع مستقیم روحوں کے اثرات کا انکار نہیں کر سکتے۔ خصوصاً جب روحیں بدن کی آلودگیوں اور مصروفیات سے ایک قسم کی آزادی حاصل کر لیں۔ پھر حسب تجرد ان کی قوتوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ خصوصاً جب خواہشات کی مخالفت بھی پائی جاتی ہو۔ اور انھیں اخلاق عالیہ مثلاً پاک دامنی، بہادری اور سخاوت وغیرہ پر ابھارا دیا گیا ہو۔ اور بری عادتوں سے محفوظ رکھا گیا ہو۔ اس وقت روحوں کی تاثیر اس عالم میں بڑی زبردست ہوتی ہے جس سے بدن اور اعراض بدن عاجز ہوتے ہیں۔ مثلاً روح بڑی سے بڑی چٹان کو بھی نگاہ سے پھاڑ دیتی ہے۔ جانور کو دیکھ کر ہلاک کر دیتی ہے کسی نعمت پر نگاہ ڈال کر اسے تباہ کر ڈالتی ہے۔ یہ باتیں تمام لوگ جانتے ہیں۔

نظر لگنے کی حقیقت

اسی کو لوگ نظر لگنا کہتے ہیں اور اثر کو آنکھوں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ آنکھ کا اثر نہیں ہے۔ بلکہ روحانی اثر ہے۔ اور اس روح کا اثر ہے جو زہریلی اور رذی کیفیت سے متصف ہے۔ یہ اثر کبھی تو بواسطہ آنکھ کے ہوتا ہے اور کبھی براہ راست ہوتا ہے۔ کہ کسی کے سامنے کسی نعمت کی تعریف کی جائے اور اس کی کیفیت سے اس کا نفس متکیف ہو کر اسے تباہ کر دے۔ تم اجسام میں روح کی تاثیر نہیں دیکھتے کہ روح محض جسم کے سامنے آ کر اس میں ارتعاش یا سرخی یا زردی پیدا کر دیتی ہے۔ اس سے کہیں بڑھ کر وہ آثار ہیں جو بدن کی تاثیر اور اس کے اعراض سے خارج ہیں۔ کیونکہ بدن انھیں اجسام میں مخصوص اثر کرتا ہے۔ جو اس کے سامنے ہوں اور اس سے متصل ہوں۔ ہمیشہ سے لوگ عالم میں اثر انداز روحوں کی تاثیر کا اقرار کرتے چلے آئے ہیں، اور ان سے مدد مانگتے ہیں، (جیسا کہ مشرکوں کا فعل ہے) اور ان کے اثرات سے ڈرتے رہتے ہیں۔

نظر کا اثر زائل کرنے کا ایک طبعی علاج

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ نظر لگانے والا اپنی بغلیں اور اپنے گندگی کے مقامات دھو کر اس پانی کو اس پر بہائے جسے نظر لگی ہے۔ اس سے اس کی روح کی تاثیر زائل ہو جائے گی۔ یہ سبب امر طبیعی کے ہے۔ جسے اللہ کی حکمت نے چاہا ہے۔ کیونکہ نفس امارہ کو ان گندے مقامات سے ایک قسم کا تعلق رہتا ہے اور وہ ان سے مانوس ہوتا ہے

Marfat.com

اور خارجی خبیث روحیں اس کی معاونت کرتی ہیں اور اکثر گندے مقامات سے مانوس رہتی ہیں کیونکہ ان مقامات وارواح خبیثہ میں مناسبت ہے۔ پھر جب یہ مقامات پانی سے دھو دیے جاتے ہیں تو ان میں جو ناریت ہے وہ بجھ جاتی ہے۔ جیسے گرم لوہے کی سخت گرمی پانی سے زائل ہو جاتی ہے جب یہ پانی نظر والے پر ڈالا جاتا ہے تو وہ آگ جیسی سمیت جو نظر لگانے والے کی طرف سے پہونچی ہے پانی سے بجھ جاتی ہے۔ اطبا کہتے ہیں کہ جس پانی میں لوہا بجھا دیا جائے وہ پانی کئی بیماریوں اور دردوں کا تریاق ہے۔ خواب میں روحوں کو ایک قسم کا تجرد حاصل ہوتا ہے اس حالت میں بھی ارواح کی تاثیر کا لوگوں کو تجربہ ہے۔ اور بے شمار عجائبات مشاہدے میں آئے ہیں۔ جن کے بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں۔ کچھ خواب ہم اوپر بیان بھی کر آئے ہیں۔ لہذا عالم ارواح عالم اجسام سے بڑا اور ان کے علاوہ ایک عالم ہے۔ اور اس کے احکام و آثار اجسام کے آثار سے حیرت انگیز ہیں۔ بلکہ اس عالم میں بھی جسقدر انسانی آثار ہیں وہ سب بدنوں کے واسطوں سے روحوں کے آثار ہیں۔ اور اثرات کی گاڑی کے دو پہیے روح و بدن ہیں۔ دونوں مل کر تاثیر پیدا کرتے ہیں۔ پھر روح سے ایسے آثار بھی سرزد ہوتے ہیں جن میں بدن کا کوئی حصہ نہیں لیکن بدن سے کوئی ایسا اثر سرزد نہیں ہوتا جس میں روح کا حصہ نہو

بیسویں دلیل کا جواب ہم مانتے ہیں کہ طول و عرض و عمق مادہ ہی کے ساتھ وابستہ ہیں۔ روح بھی مادہ ہی سے پیدا کی گئی ہے۔ اور اس کی بھی ایک معین شکل و صورت ہے۔ تمہارا یہ کہنا کہ اگر اس کا مادہ نفس ہوگا تو دو نفسوں کا اجتماع لازم آئے گا۔ اور اگر نفس نہ ہوگا تو روح بدن و صورت سے مرکب ہوگی غلط ہے ہم کہتے ہیں کہ روح کا مادہ روح نہیں ہے جیسے انسان کا مادہ انسان اور جن کا مادہ جن اور حیوان کا مادہ حیوان نہیں ہے تمہارا یہ کہنا کہ اس صورت میں روح بدن و صورت سے مرکب ہوگی ایک غلط مقدمہ ہے۔ کیونکہ اس صورت میں یہ لازم آتا ہے کہ روح مادہ سے مخلوق ہو اور اس کی معین شکل و صورت ہو۔ تم نے اس کے رد میں حجت قطعی یا ظنی تو کیا کوئی شبہ تک نہیں پیش کیا۔

اکیسویں دلیل کا جواب اگر اس سے تمہاری یہ مراد ہے کہ ہر جسم خارج میں قابل تقسیم ہے تو غلط ہے کیونکہ سورج چاند اور تارے خارجی تقسیم قبول نہیں کرتے۔ جو جوہر فرد کے قائل نہیں ان کے نزدیک تو ظاہر ہے اور جو قائل ہیں ان کے نزدیک جو ہر متحیز نا قابل تقسیم ہے۔ اچھا اگر ہم تقسیم مان بھی لیں تو کیا خرابی ہے۔ تم کہتے ہو کہ اگر روح کا ہر جز روح ہو تو ایک انسان میں بہت سے نفوس کا اجتماع لازم آئے گا۔ ہم کہتے ہیں یہ تو اس وقت لازم آتا جب روح کی بالفعل تقسیم ہو جاتی۔ اور یہ محال ہے۔ تم کہتے ہو کہ اگر ہر جز کو روح نہ مانا جائے تو مجموعہ بھی روح نہ ہوگا۔ ہم کہتے ہیں یہ مقدمہ ہی غلط ہے۔ اور بہت سی جگہ ٹوٹ جاتا ہے۔ بہت سی ایسی

Marfat.com

ماہیتیں ہیں کہ ان پر اجتماع اجزاء کے وقت ہی حکم ثابت ہوتا ہے۔ جیسے گھر انسان۔ دس وغیرہ

بائیسویں دلیل کا جواب حفاظت وبقا کے لئے بدن کے روح کی طرف محتاج ہونے سے روح کا روح کی طرف محتاج ہونا لازم نہیں آتا۔ یہ محض دعوٰی ہی دعوٰی ہے۔ اور ایسے قیاس پر مبنی ہے جو سراسر غلط ہے۔ کیونکہ ہر جسم حفظ وبقا میں روح کا محتاج نہیں۔ جیسے معادن کے اجسام اور ہوا پانی، آگ مٹی اور تمام جمادات کے اجسام وغیرہ۔ تم کہو گے یہ زندہ اور ناطق نہیں۔ ہم کہیں گے تب تو دلیل کی یہ صورت ہوئی کہ ہر زندہ ناطق کا جسم حفظ وبقا میں روح کا محتاج ہوتا ہے مگر یہ مقدمہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ جن اور فرشتے زندہ اور ناطق ہیں اور اپنی بقا کے لئے دوسری روحوں کے محتاج نہیں۔ تم کہو گے ہمارا موضوع گفتگو جن اور ملائکہ نہیں کیونکہ وہ اجسام متحیزہ نہیں۔ ہم کہیں گے تم گفتگو ان کے ساتھ کر رہے ہو۔ جن کا اللہ اور اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر اور اس کے فرشتوں پر ایمان ہے۔ لیکن جن کا ان پر ایمان نہیں اس کے ساتھ روح کے بارے میں گفتگو ہی بے کار ہے۔ کیونکہ وہ خالق ارواح پر اس کے فرشتوں پر اور اس کی شریعت پر جسے اس کے رسول لے کر آئے ہیں۔ ایمان نہیں رکھتے اور جن پر مشاہدہ مع دلیل ایمان کے گواہ ہے۔ اس کو چھوڑے ہوئے ہے۔ کیونکہ جنوں اور فرشتوں کے اس عالم میں جو آثار ان کے رب کے حکم سے مشاہدے میں آچکے ہیں، ان کا انکار ممکن نہیں اور نہ اس کا انکار ممکن ہے کہ وہ موجود ہیں۔ اور نہ اس کا کہ انسانی قوی ان پر قادر نہیں

تیئیسویں دلیل کا جواب دو کثیف جسموں کا ایک مکان میں آپس میں تداخل محال ہے۔ لیکن لطیف کا کثیف میں داخل ہونا اور سرایت کر جانا محال نہیں۔ علاوہ ازیں تداخل اجسام کا مسئلہ ہی غلط ہے پانی لکڑی میں اور بادل میں متداخل ہے۔ آگ لوہے میں داخل ہو جاتی ہے اور غذا بدن کے تمام اجزا میں پیوست ہو جاتی ہے۔ اسی طرح آسیب زدہ میں جن داخل ہو جاتا ہے۔ لہذا روح اپنی لطافت کی وجہ سے جسم کی رگ رگ میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ اور اس کے لئے بدن ایسے ہیں جیسے پرندے کے لئے ہوا۔ نیز روح کا مکان بدن ہے۔ اور بدن کا مکان وہ ہے جس میں بدن سمایا ہوا ہے۔ اس قسم کا تداخل محال نہیں ہے۔ پھر جب روح بدن سے الگ ہو جاتی ہے تو اس کا دوسرا مکان ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ روح کا بدن میں سرایت کرنا مٹی میں پانی کے سرایت کرنے سے اور بدن میں روغن کے سرایت کرنے سے بھی زیادہ لطیف ہے۔ لہذا یہ فاسد شبہ نقلی اور عقلی دلائل سے ٹکرانے کے لائق ہی نہیں۔ اللھم وفقنا للحق والحق ان یتبع۔

Marfat.com

بیسواں باب

کیا نفس و روح ایک ہی ہیں یا مختلف ہیں؟

کیا نفس و روح ایک ہی ہیں یا مختلف ہیں؟ اس میں بھی لوگوں کا اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک ایک ہی ہیں مگر بعض نے دو مختلف حقیقتیں بھی مانی ہیں۔ ہم اللہ کی مدد سے اس پر مفصل روشنی ڈالتے ہیں۔

نفس کے متعدد معانی

نفس کے متعدد معانی ہیں۔ (۱) روح جوہری:۔ نفس روح ہے۔ کہتے ہیں خرجت نفسہ یعنی اس کی روح نکل گئی۔ (۲) خون۔ کہتے ہیں:۔ سالت نفسہ یعنی اس کا خون بہ گیا۔ حدیث میں ہے:۔ ما لا نفس لہ سائلۃ لا ینجس الماء اذا مات فیہ یعنی جس کے بہنے والا خون نہ ہو اگر وہ پانی میں مرجائے تو پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ (۳) جسم ؎

نبئت ان بنی تمیم ادخلوا ابناءہم تامور نفس المنذر

(مجھے بتایا گیا کہ بنو تمیم نے اپنے بیٹوں کو منذر کے جسم کے خون میں داخل کر دیا)

(۴) نظر کہتے ہیں۔ اصابت النفس فلانا یعنی فلاں کو نظر لگ گئی (مگر میرے خیال میں اس جملہ میں نفس بمعنی روح ہے۔ چونکہ نظر کی راہ سے روح اپنا اثر ڈالتی ہے۔ اس لئے کہتے ہیں نظر لگ گئی۔ جس کے معنی ہیں کہ روحِ بد کا اثر ہو گیا۔) (۵) ذات۔ شخص۔ قرآن نے ذات کے لئے بھی نفس کا لفظ استعمال کیا ہے۔ فرمایا:۔ فسلموا علیٰ انفسکم۔ یوم تاتی کل نفس تجادل عن نفسھا۔ کل نفس بما کسبت رہینۃ۔ (یعنی اپنی ذاتوں پر سلام کرو۔ جس دن ہر ذات اپنی ذات کی طرف سے جھگڑتی ہوئی آئے گی۔ ہر شخص اپنی کمائی کے ساتھ گروی ہے۔)

اور روح کے لئے بھی:۔ یَا اَیَّتُہَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ، اَخْرِجُوْا اَنْفُسَکُمْ، وَنَہَی النَّفْسَ عَنِ الْہَوٰی، اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ (یعنی اے اطمینان والی روح۔ اپنی روحیں نکالو۔ اور اس نے روح کو خواہش سے روک لیا۔ واقعی روح برائی کی طرف کھینچنے والی ہے)

روح کا اطلاق نہ تنہا بدن پر ہوتا ہے نہ روح و بدن دونوں پر۔

روح کے متعدد معانی

قرآن حکیم میں روح کے بھی کئی معنی ہیں۔ (۱) حکم۔ وکذالک اوحینا الیک روحًا من امرنا۔ یعنی اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنا حکم بھیجا۔

(۲) وحی۔ یلقی الروح من امرہ۔ ینزل الملائکۃ بالروح من امرہ۔ یعنی اللہ اپنے جس بندے

Marfat.com

پر چاہتا ہے وحی اتار دیتا ہے۔ اللہ فرشتوں کو وحی دے کر اتارتا ہے۔ ا

وحی کو روح کہنے کی وجہ

وحی کو روح اس لئے کہتے ہیں کہ اس سے مفید زندگی حاصل ہوتی ہے کیونکہ زندگی وحی کے بغیر صاحب زندگی کے لئے نفع بخش نہیں بلکہ اس سے بہتر جانور کی زندگی ہے۔ کیونکہ وہ انجام کے اعتبار سے سلامتی والی ہے۔

روح کو روح کہنے کی وجہ

روح کو روح اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس سے بدن کی زندگی ہے۔ ریح کو بھی (ریح رہوا) اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس سے بھی زندگی حاصل ہوتی ہے۔ چونکہ یہ اجوف واوی ہے اسی لئے اس کی جمع ارواح آتی ہے۔ ۵

اذا ذہبت الارواح من نحو ارضکم

یعنی جب تمہاری زمین کی طرف سے ہوائیں چلتی ہیں تو ان سے میں اپنے کلیجے میں ٹھنڈک محسوس کرتا ہوں اسی سے رَوح، ریحان اور استراحت ہے

نفس کو روح کہنے کی وجہ

نفس کو روح اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس سے زندگی حاصل ہوتی ہے۔ یہ لفظ یا تو نفیس سے بنا ہے اور اپنی نفاست و شرافت کی وجہ سے نفس کہلایا۔ یا تنفس (سانس لینا، نکلنا) سے بنا ہے اور جسم میں کثرت آمد و رفت کی وجہ سے نفس کہلایا اسی سے نَفَسٌ (سانس، مہلت) ہے۔ سونے کی حالت میں انسان سے روح نکل جاتی ہے۔ اور بیداری کی حالت میں لوٹ آتی ہے اور موت کے وقت بالکل ہی نکل جاتی ہے اور قبر میں سوال کے وقت لوٹ آتی ہے۔ پھر سوال کے بعد نکل جاتی ہے۔ پھر زندگی بعد الموت کے وقت لوٹ آئے گی۔

نفس و روح میں فرق :- ذاتی نہیں بلکہ صفاتی ہے۔

خون کو نفس کہنے کی وجہ

خون کو نفس اس لئے کہتے ہیں کہ زیادہ خون نکلنے سے جس سے موت آجائے نفس کا نکلنا لازم آتا ہے۔ اور نفس کی طرح زندگی خون پر بھی موقوف ہے

۵ تسیل علی حد الظباۃ نفوسنا یعنی تلواروں کی دھار پر ہمارے خون بہتے ہیں۔ کہتے ہیں :-

فاضت نفسہ، خرجت نفسہ، فارقت نفسہ۔ اس کا خون بہ گیا۔ روح نکل گئی۔ روح جدا ہو گئی۔ جیسے یہ کہا جاتا ہے خرجت روحہ وفارقت۔ اس کی روح نکل گئی اور جدا ہو گئی۔ لیکن فیض میں بہنا پایا جاتا ہے اور افاضۃ سرعت و کثرت سے بہنے کو کہتے ہیں۔ افاضۃ میں اختیار کا مفہوم ہے اور فیض میں اضطرار کا۔ حق تعالیٰ اپنے اختیار سے موت کے وقت روح کو بہنے (نکلنے) کا حکم دیتا ہے پھر وہ بہہ پڑتی ہے۔

محدثین، فقہاء اور صوفیہ کے ایک گروہ کا قول ہے کہ روح و نفس دونوں میں ذاتی فرق ہے۔

Marfat.com

روح ونفس کے بارے میں مقاتل بن سلیمان کا قول

مقاتل بن سلیمان :۔ انسان کے لئے زندگی روح اور نفس ہے سونے کی حالت میں اس کا نفس جو صاحب عقل و شعور ہے نکل جاتا ہے۔ لیکن جسم سے علیحدہ نہیں ہوتا۔ جیسے لمبی رسی کیطرح شعاعیں ہوں۔ پھر سونے والا اپنے نکلے ہوئے نفس ہی کی وجہ سے خواب دیکھتا ہے۔ اور حیات و روح اس کے جسم میں باقی رہتی ہے جن کی مدد سے وہ کروٹ و سانس لیتا ہے اور جب بیدار ہوجاتا ہے تو پلک جھپکنے سے کم مدت میں تیزی سے نفس لوٹ آتا ہے۔ پھر جب اللہ پاک اسے خواب ہی میں مارنا چاہتا ہے تو اس کے نکلے ہوئے نفس کو روک لیتا ہے۔ دوسری جگہ کہا۔ حالت خواب میں نفس نکل کر اوپر کو چڑھتا ہے اور خواب دیکھتے وقت لوٹ کر روح کو خبر دیتا ہے۔ پھر روح انسان کو خبر دیدیتی ہے اور صبح کو اٹھ کر اسے تمام خواب یاد ہوتا ہے

روح ونفس کے بارے میں ابن مندہ کا قول

ابن مندہ :۔ لوگوں میں روح ونفس کی تعریف میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں نفس طین ونار سے مرکب ہے۔ اور روح نور و روحانیت سے۔ بعض کے نزدیک روح لاہوتی ہے اور نفس ناسوتی اور نفس سے انسان کی آزمائش ہے۔ محدث کہتے ہیں کہ روح و نفس میں ذاتی فرق ہے۔ نفس کی بقا روح پر ہے اور نفس صورت ہے۔ اور خواہش و شہوت اور آزمائش اس میں معجون مرکب ہے۔ انسان کا نفس سے زیادہ دشمن کوئی نہیں۔ نفس دنیا ہی چاہتا ہے اور دنیا ہی سے اسے محبت ہے۔ اور روح آخرت کی دعوت دیتی ہے اور آخرت کو ترجیح دیتی ہے۔ خواہش کو نفس کے تابع بنا دیا گیا اور شیطان کو نفس و ہوا کے تابع بنا دیا گیا۔ فرشتہ عقل و روح کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کی الہام و توفیق سے مدد فرماتا ہے۔

روح کے متعلق بعض لوگوں کا قول

بعض کے نزدیک روح اللہ کی مخلوق ہے۔ جس کا علم انسان پر پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ بعض کے نزدیک روح اللہ کے نور و حیات میں سے نور و حیات ہے۔ پھر اس میں اختلاف ہے۔ کہ آیا ارواح اجسام و نفوس کی موت سے مرجاتی ہیں۔ یا نہیں۔ بعض کے نزدیک روحوں کو فنا نہیں اور نہ ان میں بوسیدگی آتی ہے۔ ایک جماعت کے نزدیک روح انسان کی طرح ہاتھ پاؤں، آنکھ ناک کان اور زبان رکھتی ہے۔ بعض کے نزدیک مومن کی تین روحیں ہیں اور کافر و منافق کی ایک ہی ہے بعض کے نزدیک انبیائے کرام اور صدیقوں کی پانچ روحیں ہیں۔ بعض کے نزدیک ارواح روحانیہ ہیں اور ملکوت سے پیدا ہوئیں اور جب صاف و شفاف ہوجاتی ہیں تو عالم ملکوت کی طرف لوٹتے

Marfat.com

جاتی ہیں۔

ہمارا محاکمہ میں کہتا ہوں جو روح قبض کی جاتی ہے وہ ایک ہی ہے۔ اور اسی کو نفس کہتے ہیں اور جس روح سے حق تعالیٰ اپنے دوستوں کی تائید فرماتا ہے وہ اور روح ہے۔ انسانی روح نہیں۔ فرمایا۔ وَاَیَّدَہُم بِرُوحٍ مِّنْہُ یعنی اللہ نے اپنی روح سے ان کی تائید فرمائی۔ اسی قسم کی وہ روح ہے جس سے حضرت مسیح کی روح کو 'تائید بخشی' فرمایا۔ اذ ایدتک بروح القدس۔ جب ہم نے آپ کی پاک روح سے تائید کی۔ اسی طرح وہ روح وحی اور دوسری ہے جسے اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے ڈال دیتا ہے بدن کے قویٰ کو بھی ارواح کہہ دیتے ہیں۔ جیسے روح باصرہ۔ روح شامہ۔ روح سامعہ وغیرہ۔ دراصل یہ روحیں بدن میں ودیعت کی ہوئی قوتیں ہیں۔ جو بدن کی موت سے مرجاتی ہیں۔ ان سب سے ایک خاص معنی پر بھی روح کا اطلاق ہوتا ہے۔ یعنی اللہ کی معرفت و محبت توبہ و انابت اور اس کی رغبت و طلب پر اس روح کی نسبت روح کی طرف ایسی ہے جیسے روح کی نسبت بدن کی طرف۔ جب اصل روح اس سے محروم ہوتی ہے تو وہ اس کے لئے بمنزلہ اس بدن کے ہوتی ہے جس کی روح مفقود ہو۔ یہ وہ روح ہے جس سے اہل معرفت و طاعت کی تائید کی جاتی ہے۔ اسی وجہ سے لوگ کہتے ہیں کہ فلاں میں روح ہے اور فلاں میں روح نہیں بے وقوف ہے۔ خالی ڈھانکا ہے وغیرہ۔

لہٰذا علم کی بھی روح ہے۔ اور توکل و صدق کی بھی روح ہے اور ان روحوں کے اعتبار سے لوگوں میں حسب مراتب بڑے بڑے فرق ہیں۔ بعض پر یہ روحیں غالب ہوتی ہیں اور انہیں روحانی بنا دیتی ہیں اور بعض ان سب سے یا اکثر سے محروم ہوتے ہیں اور سفلی بہیمی بن جاتے ہیں۔ واللہ المستعان۔

اکیسواں باب

کیا نفس ایک ہے یا تین؟

بہت سے لوگوں کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے تین نفس ہیں۔ نفس مُطمئنہ، نفس اَمّارہ، نفس لوّامہ۔ پھر کسی پر کوئی نفس غالب ہوتا ہے، اور کسی پر کوئی۔ حق تعالیٰ نے فرمایا اے مطمئن نفس، مجھے نفس لوامہ کی قسم۔ واقعی نفس امارہ ہے اور برائی کی طرف کھینچتا ہے۔ لیکن حقیقت میں نفس تو ایک ہی ہے مگر اس کے صفاتی طور پر تین نام ہیں۔ مطمئنہ اس لئے کہا گیا کہ وہ اپنے رب کی عبادت و محبت، توبہ و انابت اور توکل و رضا سے پرسکون و مطمئن ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ کی رضا و محبت اور خوف و رجا

Marfat.com

کی نشانی غیر کی محبت و رضا اور خوف و رجا سے قطع نظر کر لینا ہے۔ کہ انسان رب کی محبت میں ڈوب کر ماسوا کی محبت سے بے پرواہ ہو جائے۔ اس کی یاد میں کھو کر دوسروں کو یاد نہ کرے۔ اور اس کے شوق ملاقات میں گم ہو کر غیروں کی ملاقات کا شوق کھو دے۔ درحقیقت اطمینان اللہ کی طرف سے انسان کے دل میں اترتا ہے جو اسے اللہ کی معرفت پر جما دیتا ہے۔ اور بھاگے ہوئے دل کو اللہ کی طرف لوٹا دیتا ہے۔ گویا اب وہ اپنے رب کے سامنے بیٹھا ہے۔ اسی کے ذریعہ سنتا اور دیکھتا ہے۔ اسی کے ذریعہ چھوڑتا اور پکڑتا ہے۔ اور اسی کے ذریعہ حرکت کرتا ہے۔ یہ اطمینان اس کے قلب و نفس میں، اس کے جوڑوں اور رگوں میں اور اس کی ظاہری و باطنی قوتوں میں سرایت کر جاتا ہے۔ جو اس کی روح کو اللہ کی طرف جذب کر لیتا ہے۔ اور اس کے جوڑ جوڑ کو اس کی خدمات و تقرب کی سعادت پر آمادہ کر دیتا ہے

حقیقی اطمینان کا منبع

حقیقی اطمینان اللہ سے اور اللہ کے ذکر (قرآن) ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ فرمایا ایمان والوں کے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہوتے ہیں۔ سن لو اللہ ہی کے ذکر سے دلوں کو چین نصیب ہوتا ہے۔ اطمینان قلب دلی چین و سکون ہے کہ اس سے اضطراب و قلق و ملال دور ہو جائے یہ بجز اللہ کے اور اللہ کی یاد کے کسی اور چیز سے حاصل نہیں ہوتا۔ اللہ کو چھوڑ کر کسی اور سے دل کا مطمئن ہونا اور اس پر بھروسہ کرنا دھوکہ اور عجز ہے۔ اللہ پاک کا یہ اٹل فیصلہ ہے کہ جو اس کے سوا کسی اور سے اطمینان پکڑے گا اسے مزید بے چینی اور بے کلی حاصل ہوگی۔ خواہ وہ کوئی ہو۔ بلکہ اگر کوئی اپنے علم، حال اور عمل پر مطمئن ہو۔ تو اللہ اس سے وہ نعمت زائل فرما دیگا۔ حق تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے دل آلام و مصائب کے تیروں کے ہدف بنا دیئے ہیں تاکہ اس کے دوستوں کو معلوم ہو جائے کہ غیر سے تعلقات بڑھانے والا پھلتا پھولتا نہیں اور اس کی امیدیں کبھی پوری نہیں ہوتیں۔ اطمینان حقیقی یہ ہے کہ اللہ نے اپنے اسماء و صفات کے بارے میں اپنے کلام پاک میں جو کچھ بتایا یا اس کے رسولوں نے جو کچھ بتایا بندہ اس کے آگے سر تسلیم خم کر دے اور بے چون و چرا مان لے اور اس سے اس کے دل میں سرور و ٹھنڈک پیدا ہو جائے۔ کیونکہ اس سے اس کے رسولوں کی زبانی رب کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ دلوں میں برابر ایک ہیجان و قلق رہتا ہے۔ جب تک انسان رب کے صفات و اسماء پر اس کی توحید پر، استوائے عرش پر اور اس کے کلام پر ایمان کے ساتھ ساتھ قلبی مسرت و ٹھنڈک محسوس نہ کرے۔ یہ قلب تشنہ کے لئے بمنزلہ صاف اور ٹھنڈے پانی کے ہے۔ گویا بندے نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا جس طرح انبیائے کرام نے اسے خبر دی تھی اور اب وہ روز روشن کی طرح صاف اور واضح ہے۔ اگر تمام دنیا ایک طرف ہو اور اللہ کے نبی کی خبر ایک طرف تو اللہ کی قسم اس مخبر صادق کی خبر قطعی صحیح ہوگی گو دنیا کے تجربات و مشاہدے اسے غلط بتاتے ہوں۔ دنیا کی مخالفت اللہ والے کے قلبی اطمینان میں ذرا

Marfat.com

بھی خلل نہ ڈال سکے گی۔ یہ اطمینان کا پہلا درجہ ہے۔ پھر یہ اطمینان بڑھتا ہی رہے گا۔ جوں جوں اللہ کی صفات کی آیتیں کانوں میں پڑتی رہیں گی آگے اطمینان کے بے شمار درجے ہیں۔ یہ اطمینان ایمان کی جڑوں کی جڑ ہے۔ جس پر ایمان کی عمارت اٹھائی گئی ہے۔ پھر انسان عالم برزخ کی خبروں اور زندگی بعد الموت کے حالات سے مطمئن ہو جاتا ہے گویا وہ ان سب کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہا ہے۔

یقین کی حقیقت

یہی یقین کی حقیقت ہے جس سے حق تعالیٰ نے اہل ایمان کو متصف فرمایا۔ فرمایا وبالآخرۃ ہم یوقنون۔ وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں، لہذا آخرت پر ایمان حاصل نہیں ہو سکتا جب تک دل ان تمام باتوں سے مطمئن نہ ہو۔ جن کی رسولوں نے خبر دی ہے اور دلی اطمینان سے درجۂ یقین تک نہ پہنچے۔ حقیقت میں ایسے ہی شخص کا آخرت پر سچا ایمان ہوتا ہے

حضرت حارثہ کا واقعہ

ایک دفعہ حضرت حارثہ نے فرمایا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں مومن ہوں۔ پوچھا ہر سچی بات کی ایک حقیقت ہوتی ہے تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ بولے میں نے اپنا دل دنیا سے اور دنیا والوں سے ہٹا لیا ہے۔ گویا میں اپنے رب کے عرش کو بلند دیکھ رہا ہوں۔ اور جنت والوں کو ملتا جلتا ہوا اور دوزخیوں پر عذاب ہوتا ہوا دیکھ رہا ہوں فرمایا۔ اللہ نے اس بندے کا دل روشن کر دیا ہے۔

اطمینان کی قسمیں

اسمائے حسنیٰ اور صفات کمالیہ پر اطمینان قلبی کی دو صورتیں ہیں ان پر پکا ایمان و اعتقاد ہو اور ان کے تقاضوں پر جو آثار عبودیت ہیں، اطمینان قلب ہو۔ مثلاً تقدیر کا یقین (اعتقاد ہو) اور تقدیر کے تقاضوں پر جن کے ہٹانے کا بندوں کو حکم نہیں اور نہ ہٹانا ان کے بس کی ہے۔ انسان راضی ہو جائے ان کے آگے سر تسلیم خم کر دے ان پر غصے کا اظہار نہ کرے نہ لب شکایت وا کرے اور نہ عقیدے میں جنبش آنے دے۔ ہاتھ سے نکل جانے والی نعمت پر افسوس نہ کرے اور موجودہ نعمت پر اترائے نہیں کیونکہ مصیبت آنے سے پہلے بلکہ پیدا ہونے سے بھی پہلے مقدر میں تھی۔ فرمایا۔ ما اصاب من مصیبۃ الخ جو مصیبت دنیا میں آتی ہے اور خاص کر تمہاری جانوں پر وہ جانیں پیدا کرنے سے پہلے ایک کتاب میں لکھی ہوئی ہے یہ اللہ کے نزدیک بہت آسان بات ہے تاکہ تم فوت شدہ نعمت پر رنج نہ کرو اور موجودہ نعمت پر اتراؤ نہیں۔ فرمایا۔ ما اصاب من مصیبۃ الا باذن اللہ الخ یعنی جو مصیبت پیش آتی ہے اللہ ہی کے حکم سے آتی ہے اور جو اللہ پر ایمان لے آئے گا اللہ اس کے دل کو ہدایت فرمائے گا۔ ان آیتوں کی تفسیر میں اکثر سلف کا قول ہے کہ ان کے یہ معنی ہیں کہ انسان پر کوئی مصیبت آ جائے اور وہ یہ یقین کر لے کہ یہ اللہ کے پاس سے ہے اس کو

راضی ہو جائے اور سر تسلیم خم کرے۔ یہ اطمینان صفات کے احکام و آثار اور ان کے تقاضوں پر ہے۔ اور یہ عقائد و ایمان پر ایک زائد چیز ہے۔ اسی پر تمام صفات کا اور ان کے آثار و متعلقات کا قیاس کر لو جیسے سمع و بصر، علم، رضا، غضب اور محبت وغیرہ یہ تو ایمانی اطمینان ہے۔ اور ایک احسانی اطمینان ہے یعنی خلوص و بے لوثی سے تعمیل ارشاد باری سے دل کو سکون حاصل ہو کہ اپنے ارادے کو یا خواہش کو یا تقلید کو اللہ کے حکم پر مقدم نہ کرے اور ایسے شبہ کے پاس بھی نہ جائے جو اللہ کے حکم سے ٹکرائے اور ایسی خواہش پوری نہ کرے جو اس کے حکم کے خلاف ہو۔ بلکہ اگر اس قسم کی کوئی بات پیدا بھی ہو تو اسے وسوسہ کی حد اتار دے۔ اور خیال کرے کہ اس سے تو یہ بہتر ہے کہ میں آسمان سے زمین پر گر جاؤں یہ خیال جیسا کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صریح ایمان ہے۔ اس اطمینان کی مثال یہ ہے کہ گناہ کی بے چینی اور اضطراب سے ہٹ کر توبہ کے سکون و مٹھاس اور مسرت کی طرف آ جائے۔ اس سلسلے میں یہ سوچ کر سہولت ہوگی کہ لذت و حلاوت اور فرحت و سرور کا سہرا توبہ کے سر ہے۔ اس کی پہچان اسی کو ہوتی ہے جو دونوں باتوں کا ذائقہ چکھ چکا ہو۔ اور اس کے دل پر دونوں کے آثار وارد ہو چکے ہوں۔ لہذا توبہ سے وہ چین حاصل ہوتا ہے جو گناہ کی بے چینی کے مقابلہ پر ہے۔ اگر گنہگار اپنا دل جھانک کر دیکھے تو اس میں خوف، بیقراری الجھن اور پریشانی وغیرہ پائے گا اگرچہ غفلت و شہوت کے نشے نے ان پر پردہ ڈال رکھا ہے۔ یاد رکھو ہر شہوت کا ایک نشہ ہوتا ہے۔ جو شراب کے نشے سے زیادہ ہوتا ہے۔ اسی طرح غصے کا نشہ شراب کے نشے سے بڑھا ہوا ہے۔ اسی لئے عاشق اور غصے میں بھرا ہوا انسان ایسے ایسے کام کر گذرتا ہے جو مخمور نہیں کرتا۔ اسی طرح غفلت و اعراض کی بے چینی سے ہٹ کر توجہ الی اللہ کے چین کی طرف ذکر اللہ کی مٹھاس کی طرف اور محبت و معرفت کے روحانی تعلقات کی طرف آ جائے۔ غرضیکہ بغیر اس کے روح کو کبھی چین نصیب نہیں ہوتا۔ بلکہ ان سے محرومیت کی صورت میں روح انتہائی بے چین و مضطرب ہوتی ہے لیکن اب تو غفلت کے پردے پڑے ہوئے ہیں جب یہ پردے اٹھیں گے تو روح کی بے چینی بے نقاب ہو جائیگی۔

ایک لطیف نکتہ

اس مقام پر ایک لطیف اشارہ کرنا ضروری ہے۔ تاکہ قارئین کرام محظوظ ہوں۔ وہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے انسان کے ہر عضو کو ایک کمال بخشا ہے۔ اگر وہ کمال اسے حاصل نہ ہو تو اسے بے چینی اور اضطراب رہتا ہے مثلاً آنکھ کا کمال دیکھنے پر ہے اور کان کا کمال سننے پر اور زبان کا کمال بولنے پر۔ پھر جب ان اعضا کے وہ قویٰ سلب ہو جائیں جن سے کمالات وابستہ تھے تو ان کے جاتے رہنے سے کمی اور بے چینی پیدا ہو جائے گی۔ دل کا کمال اور دل کا سرور و عیش اور اس کی لذت و شگفتگی، حق تعالیٰ کی معرفت پر اس کی محبت و انابت پر اور اس کی طرف شوق و توجہ پر ہے۔ جب دل

Marfat.com

اس دولت سے محروم ہو جاتا ہے تو سخت عذاب و بے چینی میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ جیسے آنکھ اپنا نور کھو کر اور زبان اپنی گویائی اور ذوق کھو کر سخت بے چین ہو جاتی ہے۔ اس صورت میں کسی طرح سے بھی چین و قرار نہیں آتا۔ گو تمام دنیا اس کے قبضے میں ہو۔ اور وہ تمام دنیوی علوم کا ماہر کیوں نہ ہو۔ لہذا جب تک حق تعالیٰ مقصود اعظم اور محبوب و معبود نہ ہو اس وقت تک چین نہیں آتا چین کے لئے حق تعالیٰ کی عبادت و استعانت بمنزلہ سر کے ہے۔ ارباب تفاسیر کے اقوال کا مرجع یہی حقیقت ہے جو ہم نے بیان کی۔

ابن عباسؓ :- اطمینان والی روح تصدیق کرنے والی روح ہے۔

قتادہؒ :- وہ مومن جس کا دل اللہ کے وعدوں پر مطمئن ہے۔

حسنؒ :- وہ روح جو اللہ کی باتوں کی تصدیق کرتی ہے۔

مجاہدؒ :- وہ روح جس نے اللہ کے رب ہونے کا یقین کر لیا اور اللہ کے حکم کے آگے جھک گئی۔

منصورؒ :- اس کے تعمیل احکام و اطاعت سے اس میں ٹھنڈک پیدا ہو گئی۔

ابن ابی نجیح :- اللہ کے آگے جھکی ہوئی اور اللہ کی ملاقات پر یقین والی روح۔

معلوم ہوا کہ نفس مطمئنہ کے سلسلے میں سلف کا کلام انھیں دو اصلوں کی طرف لوٹتا ہے۔ کہ علم و ایمان سے اطمینان ہو اور ارادہ و عمل سے بھی۔

پھر جب شک سے یقین کی طرف، جہالت سے علم کی طرف، غفلت سے ذکر کی طرف، گناہوں سے توبہ کی طرف، ریا سے خلوص کی طرف، جھوٹ سے سچ کی طرف، سستی سے چستی کی طرف، غرور سے عاجزی کی طرف، اکڑ سے فروتنی کی طرف اور بے عملی سے عمل کی طرف آکر اطمینان حاصل ہو جاتا ہے تو روح کو چین مل جاتا ہے۔ ان تمام باتوں کی جڑ بیداری ہے اور یہ نیکیوں کی بنیادی کنجی ہے۔ کیونکہ جسے آنے والی زندگی کی فکر نہیں اور اللہ کی ملاقات سے بے خبری ہے وہ بمنزلہ سونے والے کے ہے۔ بلکہ اس سے بھی بدتر ہے۔ کیونکہ سمجھدار آدمی اللہ کے وعدوں اور ڈراووں سے اور رب کے حکموں اور ممانعتوں کے تقاضوں سے خوب آگاہ ہے۔ لیکن ادراک حقائق سے اور انھیں عملی جامہ پہنانے سے دل کی اونگھ مانع ہے اور ایک نہ ختم ہونے والی غفلت کی نیند میں گرفتار ہے اور خواہشات کی بھول بھلیوں میں پھنسا ہوا ہے۔ اور روز بروز غفلت و خواہش بڑھتی جاتی ہے اور اپنی بد عادتیں اور گمراہوں کی بری صحبتیں اس پر غالب آتی رہتی ہیں اور وقت ضائع کرنے والوں میں شامل ہی رہتا ہے۔ تاکہ وہ سرے سونے والوں کی طرح اور دیگر مخموروں کی طرح خود بھی سوتا ہوا اور مخمور رہے۔ پھر جب کسی حقانی ڈانٹ سے یہ غفلت کی اونگھ دل سے دور ہوتی ہے تو اس واعظ کی جو ہر مومن کے دل میں موجود ہوتا ہے، ڈانٹ سے چونک کے

Marfat.com

اس کی دعوت پر لبیک کہتا ہے۔ اور اس واعظ کی پیدا کردہ ہمت سے فکر کا بھاوڑا اٹھا کر تکبیر کا نعرہ بلند کر کے غفلت پر مارتا ہے جس سے ایسا نور پیدا ہوتا ہے جس سے اس کی آنکھوں کے سامنے جنت کے محل آجاتے ہیں ۔

الا یا نفس ویحک ساعدینی | بسعی منک فی ظلم اللیالی
لعلک فی القیامۃ ان تفوزی | بطیب العیش فی تلک العلالی

اے قلب مطمئن ہمیں بڑھنے دے ساتھ ساتھ | کرنا ہے طے سفر ہمیں شبہائے تار میں
ہوگا حصولِ مقصدِ عالی ہمیں ضرور | پہنچیں گے ہم کبھی نہ کبھی اُس بہار میں

لہٰذا اس فکر و غور نے ایسا نور پیدا کیا کہ اسے اس کی روشنی میں وہ تمام چیزیں نظر آ گئیں جن کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے ۔ اور وہ بھی جن سے اسے موت کے بعد سے لیکر دار القرار تک واسطہ پڑنے والا ہے۔ اور اس نے آنکھوں سے دیکھ لیا کہ پلک جھپکنے میں دنیا ختم ہو جاتی ہے۔ کسی کے ساتھ وفا نہیں کرتی ۔ اپنے چاہنے والوں کو قتل کر ڈالتی ہے۔ اور ان کے اعضا کاٹ کر انھیں مثلہ بنا کر پھینک دیتی ہے چنانچہ وہ اس روشنی میں چونک کر عزم کے پیروں پر کھڑا ہو جاتا ہے اور حسرت سے کہنے لگتا ہے :۔

یا حسرتیٰ علیٰ ما فرطت الخ ہائے افسوس میری اس کوتاہی پر جو میں نے حق تعالیٰ کے جناب میں کی پھر باقی بیش قیمت زندگی میں اپنے نقصان کی تلافی پر پل جاتا ہے کہ آخرت کے جذبے کو جسے مار چکا تھا زندہ کر سکے ۔ اپنی لغزشوں پر آٹھ آٹھ آنسو رو کر ان کی تلافی کر سکے ۔ اور زندگی کے باقی اوقات کو غنیمت سمجھ کر جو کچھ دوڑ دھوپ کی جا سکے کرلے ۔ ورنہ اگر خدا نخواستہ یہ وقت بھی ہاتھ سے جاتا رہا تو کف افسوس ملنے کے سوا رہ کیا جائے گا۔ پھر اس بیداری کی روشنی میں اسے اپنے رب کی نعمتوں کی اپنے اوپر ریل پیل دکھائی دیتی ہے کہ نطفے سے لے کر اب تک دن رات رب کی نعمتوں میں پرورش پا تا رہا ہے اگر ان نعمتوں کو گننا چاہے تو گن بھی نہیں سکتا ۔ ایک معمولی سی نعمت سانس کی نعمت ہے جو روزانہ ۲۴ ہزار بار آتی جاتی ہے اور نعمتوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ پھر وہ اسی روشنی میں دیکھتا ہے وہ نہ اللہ کی نعمتوں کا شمار کر سکتا ہے نہ ان کا حق ادا کر سکتا ہے اور اگر اللہ پاک اپنی تمام نعمتوں کے حقوق کا مطالبہ کرے تو وہ ایک نعمت کا بھی حق ادا کرنے سے قاصر رہے گا۔ اب اسے یقین ہو جاتا ہے کہ بجز اللہ کے فضل و کرم کے اور عفو و در گذر کے نجات کی کوئی صورت ہی نہیں ، پھر اسی بیداری کی روشنی میں دیکھتا ہے کہ اگر وہ تمام جنوں اور انسانوں کے عملوں پر بھی قادر ہو تو وہ بھی اللہ کی عظمت و جلال کے مقابلہ میں کچھ نہیں ۔ یہ بھی جب جبکہ عمل خود اس کی طرف سے ہوں ۔ حالانکہ عمل بھی محض اللہ کی توفیق اعانت کے رہین منت ہیں کہ اس نے ان کے

Marfat.com

اسباب فراہم فرماکر انھیں آسان بنایا اگر اس کی توفیق کارفرما نہ ہوتی تو ایک عمل بھی سرزد نہ ہوتا۔ اس روشنی میں اسے یہ بھی نظر آتا ہے کہ اعمال بھی میری طرف سے نہیں بلکہ اللہ ہی کی طرف سے ہیں اور اللہ ایسے عملوں کو قبول نہیں فرماتا جن میں بندوں کا یہ خیال ہو کہ یہ ہماری طرف سے ہیں کیونکہ ان کے نفسوں کی طرف سے تو برائی اور برائی کے اسباب ہی ظاہر ہوتے ہیں۔ نیکیاں اللہ کی طرف سے ہیں کہ اللہ نے وہ بلا کسی معاوضے کے اپنی مہربانی سے بخشدی ہیں۔ اب اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ میرا مربی، کارساز اور سچا معبود ہر قسم کی بھلائی کا حقدار ہے۔ اور میرا نفس ہر برائی کی جڑ ہے۔ یہی فکر تمام نیک عملوں کی جڑ ہے اور یہی صاحب فکر کو اصحاب الیمین کے مقام تک بلند کرتا ہے۔

پھر اس بیداری کی روشنی میں اس کے لئے ایک اور بجلی چمکتی ہے جس کی روشنی میں اسے اپنی برائیاں، اپنے عملوں کی خرابیاں، اپنے جرائم اور اپنے گناہ کہ کس کس طرح میں نے اللہ کی حرمتوں کے پردے پھاڑے اور کیسی کیسی حق تلفیاں کیں نظر آتے ہیں۔ پھر جب ان گناہوں کا مقابلہ اللہ کی نعمتوں سے کرتا ہے تو دیکھتا ہے کہ منعم اعظم کے حق نے اس کی ایک نیکی بھی نہیں چھوڑی جس سے اپنا سر افتخار بلند کر سکے اس طرح اس کے دل کو راحت و چین نصیب ہو جاتا ہے۔ اس کے اندر فروتنی پیدا ہو جاتی ہے اس کے اعضا جھک جاتے ہیں، اور اللہ کی طرف سر جھکا کر اس حال میں بڑھتا ہے کہ ایک طرف تو اس کی نعمتوں کا مشاہدہ کرتا ہے اور دوسری طرف اپنے جرائم و عیوب دیکھتا ہے اور کہتا ہے کہ اے رب تیری نعمتوں کا مشاہدہ کر کے اور اپنے گناہ دیکھ کر میں توبہ کرتا ہوں مجھے معاف کردے۔ گناہ تو ہی معاف فرماتا ہے میرے پاس کوئی نیکی نہیں۔ اور میں حقدار خیر و سعادت نہیں۔ ہاں تیری رحمت کا امیدوار اور معافی کا طلب گار ہوں۔ اس خیال سے اسے دو بڑے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ اللہ کی نعمتوں میں اور اضافہ ہو جاتا ہے اور اللہ کی فرماں برداری پر جم جاتا ہے۔ پھر ایک اور کرن چمکتی ہے جس کی روشنی میں اسے اپنے وقت کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ کہ یہی اس کی سعادت کا سرمایہ ہے اس لئے رب کی اطاعت کے کاموں کے سوا اپنے وقت کا ایک سیکنڈ بھی ضائع نہیں کرتا۔ کیونکہ اس کے ضائع کرنے میں حسرت و ندامت اور گھاٹا ہی گھاٹا ہے۔ اور اسے اطاعت سے آباد رکھنے میں خیر و سعادت اور فائدہ ہی فائدہ ہے۔ لہٰذا اپنی عمر عزیز کا ایک سیکنڈ بھی ایسے کاموں پر ضائع نہیں کرتا جو آخرت میں کام نہ آئے ۔

مرا در منزل جاناں چہ امن و عیش چوں ہر دم
جرس فریاد می دارد کہ بر بندید محملہا

محاسبۂ نفس

پھر وہ اسی روشنی میں بیداری کے محرکات دیکھتا ہے۔ یعنی توبہ کرتا ہے، نفس سے روزانہ حساب لیتا ہے کہ آج کی تجارت میں کیا کھویا اور کیا پایا۔ اور ہمہ وقت چوکنا رہتا ہے۔ اس کی غیرت رب کی نافرمانی برداشت نہیں کر سکتی۔ اسے شرم آتی ہے کہ غیر اللہ کو اللہ پر ترجیح دے اور اللہ کی رضا اور قرب و کرامت سے اسے جو حصہ ملا ہے، اسے دنیوی کھوٹی پونجی سے بیچ دے۔ اور اپنی گردن کا مالک کسی معشوق کو یا خیال کو بنائے۔ یہ تمام بیداری کے آثار و اسباب ہیں اور یہی نفس مطمئنہ کی ابتدائی منزلیں ہیں۔ جہاں سے اس کا اللہ کی طرف اور منزلِ آخرت کی طرف سفر شروع ہوتا ہے۔

نفس لوّامہ

حق تعالیٰ نے نفس لوامہ کی قسم کھائی ہے۔ فَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ اس کی تعریف میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک نفس لوامہ ایک حالت پر قایم نہیں رہتا۔ یہ لفظ تلوّم سے لیا گیا ہے جس کے معنی تردد (تلوّن مزاجی) کے ہیں۔ نفس لوامہ بھی اللہ کی ایک بڑی نشانی ہے۔ اور اللہ کی ایک مخلوق ہے۔ ہر گھڑی نئے نئے رنگ بدلتا رہتا ہے کبھی اللہ کا ذکر کرتا ہے، کبھی غافل ہو جاتا ہے، کبھی اللہ کی طرف بڑھتا ہے اور کبھی پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ کبھی لطیف بن جاتا ہے کبھی کثیف، کبھی اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے کبھی پتھر بن جاتا ہے۔ کبھی نیکیوں کو پسند کرتا ہے اور کبھی ناپسند۔ کبھی ان سے خوش ہوتا ہے اور کبھی ناخوش۔ کبھی ناراض ہوتا ہے اور کبھی راضی۔ کبھی اچھے عمل کرتا ہے اور کبھی برے۔ غرضیکہ گھڑی گھڑی ہزارہا رنگ بدلتا رہتا ہے۔ بعض کے نزدیک لوم (ملامت) سے لیا گیا ہے۔ پھر اس میں اختلاف ہے۔ کہ نفس لوامہ کس کا نفس ہے؟ بعض کے نزدیک مومن کا نفس ہے اور ملامت اس کی صفات مجردہ میں سے ہے۔ حسن بصری:۔ مومن ہمیشہ اپنے نفس پر ملامت کرتا رہتا ہے۔ کہ فلاں کام سے کیا مقصد تھا اور فلاں کام کیوں کیا۔ اس سے تو اچھا فلاں کام تھا اسے کیوں نہ کیا وغیرہ۔

بعض کے نزدیک نفس لوامہ مومن کا نفس ہے، جو مومن کو گناہ میں مبتلا کر دیتا ہے، پھر اس پر ملامت کرتا ہے۔ یہ ملامت ایمان ہی کی دلیل ہے۔ کیونکہ شقی کا نفس گناہوں پر ملامت نہیں کرتا۔ بلکہ گناہ نہ کرنے پر آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کرتا ہے۔

بعض کے نزدیک نفس لوامہ دونوں (کافر و مومن) کا نفس ہے۔ مومن ارتکاب گناہ اور ترک طاعت پر ملامت کرتا ہے اور کافر ترک خواہشات و لذات پر ملامت کرتا ہے۔

بعض کے نزدیک یہ ملامت قیامت کے دن پیش آئے گی۔ ہر شخص اپنے اپنے نفس پر ملامت

کرے گا۔ بُرا ہے تو برائی پر اور نیک ہے تو کوتاہی اعمال پر۔

یہ تمام اقوال ٹھیک ہیں اور ان میں کوئی تصادم نہیں۔ کیونکہ نفس ان سب باتوں سے متصف ہے اور اسی اعتبار سے اسے لوامہ کہتے ہیں۔

لوامہ کی دو قسمیں

لوامہ کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) لوامہ ملومۃ۔ یعنی جاہل و ظالم نفس، جسے اللہ اور اس کے فرشتے غیرت دلائیں گے۔

(۲) لوامہ غیر ملومہ:۔ یہ وہ نفس ہے جو برابر اپنے جسم کو عملوں کی کوتاہی پر غیرت دلاتا رہتا ہے۔ حالانکہ مقدور بھر وہ نیکیوں میں کوشش کرتا رہتا ہے۔

سب سے افضل نفس وہ ہے جو اللہ کی اطاعت کی کوتاہی پر خود کو جھنکتا رہتا ہے۔ اور اللہ کی رضا کے کاموں میں برا کہنے والوں کی برائیاں سہتا رہتا ہے۔ اور کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ بلا شبہ یہ اللہ کی ملامت سے نجات پا جائے گا۔ لیکن جس کا نفس اپنے عملوں سے راضی ہو اور کوتاہی پر سرزنش نہ کرے اور دوسروں کی نکتہ چینی سے گھبرائے وہ اللہ کی ملامت سے نجات نہ پائے گا۔

نفسِ امّارہ

نفس امارہ برا نفس ہے۔ کیونکہ یہ ہر برائی پر ابھارتا رہتا ہے یہ اس کی طبیعت کا تقاضا ہے مگر جسے اللہ توفیق عطا فرما کر ثابت قدم رکھے۔ اور اعانت کرے۔ کیونکہ کوئی اپنے نفس کی برائی سے بجز اللہ کی توفیق کی مدد کے بچ نہیں سکتا۔ حق تعالیٰ نے عزیز کی عورت کی طرف سے نقل کر کے فرمایا۔ وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ الخ میں اپنے نفس کو بری نہیں سمجھتی۔ واقعی نفس برائی کی طرف بہت ہی ابھارتا ہے۔ مگر جس پر میرا رب رحم فرمائے۔ فرمایا۔ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ الخ اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی کبھی پاک نہ ہوتا۔ حق تعالیٰ نے اپنے سب سے زیادہ پیارے اور معزز بندے کے لئے فرمایا۔ وَلَوْلَا اَنْ ثَبَّتْنَاکَ الخ اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو آپ ان کی طرف کچھ نہ کچھ جھک ہی جاتے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کے ابتدائی الفاظ یہ ہوتے تھے۔ الحمد للہ ہم اللہ کی تعریف کرتے ہیں اسی سے مدد مانگتے ہیں، اسی سے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اور ہم اپنے نفسوں کی برائیوں سے اور برے عملوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ جسے وہ ہدایت دے۔ اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں۔ اور جسے وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ شر نفس کے اندر مخفی ہے۔ جو برے عمل کرا دیتا ہے۔ اگر اللہ بندے کو اس کے نفس پر چھوڑ دے تو بندہ اس کے شر سے اور برے عملوں سے ہلاک ہو جائے۔ اور اگر اسے توفیق دے اور اس کی اعانت کرے تو نجات پا جائے۔ آیئے ہم بھی اپنے معبود سے دعا کریں کہ اے رب ہمیں ہمارے نفسوں کی شرارتوں سے اور برے عملوں سے بچائے۔ آمین۔ حق تعالیٰ

Marfat.com

حق تعالیٰ ان دونوں نفسوں (امارہ، لوامہ) سے لوگوں کو آزماتا ہے۔ جیسے نفس مطمئنہ سے عزت افزائی فرماتا ہے۔ نفس ایک ہی ہے، پہلے امارہ ہے، پھر لوامہ ہے، اور پھر مطمئنہ۔ اور یہ اطمینان اس کا انتہائی کمال اور سنوار ہے۔ اللہ نفس مطمئنہ کی متعدد لشکروں سے تائید فرماتا ہے۔ اس نے اس کا ساتھی ایک فرشتے کو بنا دیا ہے، جو برابر اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اسے سیدھا رکھتا ہے اس میں حق پھونکتا رہتا ہے اور حق کی رغبت دلاتا رہتا ہے اور اس کی حسین وجمیل صورت دکھاتا رہتا ہے۔ اور باطل پر سرزنش کرتا رہتا ہے۔ اس سے نفرت دلاتا رہتا ہے، اور اس کی گھناونی اور بری صورت دکھاتا رہتا ہے۔ اور قرآن کی تلاوت، اذکار اور نیک اعمال پر معاونت کرتا رہتا ہے۔ اور ہر طرف سے نیکیوں کے وفد اور توفیق کے سپاہی اس کے پاس آتے رہتے ہیں۔ اور انھیں قبول کرنے اور اللہ کا شکر ادا کرنے سے اس کی مدد میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اب وہ نفس امارہ سے حوصلہ کے ساتھ جنگ کرسکتا ہے۔ اس کے لشکروں اور ملک کا سلطان ایمان ویقین ہے۔ اور تمام اسلامی لشکر اس کے علم کے نیچے ہے۔ اور اس کی طرف دیکھ رہا ہے۔ اگر یہ جارہا تو لشکر بھی جارہے گا ورنہ بھاگ کھڑا ہوگا۔ پھر اس لشکر کے سپہ سالار اور مقدمۃ الجیش ایمان کی شاخیں ہیں۔ جیسے نماز روزہ حج۔ زکوٰۃ۔ جہاد۔ وعظ ونصیحت اور عوام کے ساتھ ہمدردی اور حسن سلوک وغیرہ اور اس کی اندرونی جڑیں، جن کا تعلق دل سے ہے۔ اخلاص۔ توکل۔ انابت۔ توبہ۔ محاسبہ۔ صبر۔ بردباری۔ فروتنی، مسکینی۔ دل میں اللہ کی اور اس کے رسول کی بے پناہ محبت اللہ کے احکام وحقوق کی عظمت اللہ کے لئے اور اللہ کے دین میں غیرت، بہادری۔ پاکدامنی۔ سچائی اور شفقت ورحمت ہیں۔ اور ان سب کا سر اخلاص وصدق ہے۔ مخلص وصادق اس سیدھی راہ پر چلنے سے تھکتا نہیں۔ اور پھونک پھونک کر قدم اٹھاتا ہے۔ لیکن شیطان غیر صادق ومخلص سے یہ سیدھی راہ چھڑا دیتے ہیں اور وہ حیران وسرگرداں رہ جاتا ہے۔ خواہ عمل کرے یا نہ کرے بلکہ اس کے عمل بھی اللہ سے دوری ہی کا سبب بنتے ہیں۔ بہرحال جو اللہ کی مدد سے اللہ کے لئے قدم اٹھاتا ہے۔ وہ نفس مطمئنہ کے لشکر میں سے ہے۔ نفس امارہ کا ساتھی شیطان ہوتا ہے۔ جو اس سے جھوٹے وعدے کرتا ہے، نہ پوری ہونے والی امیدیں دلاتا رہتا ہے۔ اسے باطل میں جھونکتا رہتا ہے برائیوں پر ابھارتا رہتا ہے اور برائیوں کو خوب صورت شکلوں میں دکھاتا رہتا ہے، بڑی بڑی امیدیں دلاتا ہے اور باطل ایسی صورتوں میں دکھاتا ہے کہ اسے بلا تامل قبول کرے اور اس کی طرف مائل ہوجائے اور طرح طرح سے دھوکے دیتا رہتا ہے۔ مثلاً جھوٹی امیدیں دل میں ڈال دیتا ہے۔ مہلک خواہشات میں مبتلا کردیتا ہے۔ جن میں خواہش وارادے مدد کرتے ہیں۔ اسی سے اس پر ہر بری بات کی راہ کھل جاتی ہے۔ خواہش وارادے سے بہتر کوئی شیطان کا معاون نہیں۔ پھر اس کے بھائی انسانی شیطانوں کو بھی معلوم ہے کہ ممنوعہ چیزوں میں اسے جھونکنے پر خواہشات

سے بہتر کوئی مددگار نہیں۔ آخر وہ اس کی محبوب و مرغوب چیز کو ڈھونڈھ نکالتے ہیں۔ اور پوری کوشش سے اسے اس کے طلب کرنے پر آمادہ کرتے ہیں اور اسے گمراہ کر دیتے ہیں۔ پھر جب نفس خواہشات کا دروازہ کھول دیتا ہے تو وہ اس دروازے سے اندر داخل ہو کر خوب فساد و ادھم مچاتے ہیں اور قتل و غارتگری کرتے ہیں۔ جیسے دشمن کے شہر فتح کر کے ان میں لوٹ مار مچاتے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی ایمان کے، تلاوت قرآن کے، اور ذکر و نماز کے نشانات کو ڈھاتے ہیں، مسجدیں اجاڑ کر گرجوں اور آتشکدوں کو آباد کرتے ہیں اور شراب خانوں اور قمار خانوں میں جا گھستے ہیں۔ بادشاہ کو گرفتار کر کے اس کا ملک چھین لیتے ہیں اور اسے رحمٰن کی عبادت سے ہٹا کر رنڈیوں میں اور بتوں کی پرستش پر لگا دیتے ہیں اور اطاعت کی عزت سے نکال کر گناہوں کی دلدل میں پھنساتے ہیں اور رحمانی سماع سے دھکے دے کر شیطانی سماع کی طرف بہا لے جاتے ہیں اور رب العالمین سے ملنے کی توقع دور کر کے شیطانی بھائیوں سے ملنے کی رغبت پیدا کر دیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو پہلے اللہ کے حقوق کی نگرانی کیا کرتا تھا وہ سور چرانے لگتا ہے اور جسے عزیز و رحمٰن کی خدمت کا اعزاز حاصل تھا آج وہی شیطان رجیم کی خدمت کے لئے مستعد ہو کر کھڑا ہو جاتا ہے غرضیکہ نفس مطمئنہ کا ساتھی فرشتہ ہے اور نفس امارہ کا ساتھی شیطان ہے۔ رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انسان پر شیطان بھی اترتا ہے اور فرشتہ بھی۔ (برے خیالات بھی آتے ہیں اور اچھے بھی) شیطانی خیالات تو برائی پر اور حق کو جھٹلانے پر ابھارتے ہیں۔ اور نیک خیالات بھلائی پر اور تصدیق حق پر ابھارتے ہیں۔ پھر جس کے دل میں نیک خیال آئیں اسے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ اور یقین کر لینا چاہئے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہیں اور دوسری صورت میں شیطان رجیم سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہئے۔ پھر آپ نے آیت اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ (الخ)۔ شیطان ایک طرف تو تمہیں محتاجی سے ڈراتا ہے اور دوسری طرف تمہیں بے حیائیوں کی رغبت بھی دیتا ہے (جس سے لازمی طور پر محتاجی آتی ہے) پڑھ کر سنائی۔

نفس مطمئنہ اور نفس امارہ کی چھینا جھپٹی

فرشتہ اور ایمانی لشکر تو نفس مطمئنہ سے توحید، احسان، صبر و توکل، توبہ و رجوع، نیکی و تقویٰ اللہ کی طرف رغبت و توجہ اور موت و زندگی بعد الموت کی تیاریوں کا تقاضا کرتے ہیں۔ اور شیطان اور شیطانی لشکر نفس امارہ سے برعکس کام چاہتے ہیں۔ ہر اس چیز پر شیطان مسلط کر دیا گیا ہے جو اللہ کے لئے نہ ہو۔ جس سے اللہ کی رضا اور طاعت مطلوب نہ ہو اور جس کے حصے کر دیئے گئے ہوں اور شیطان نفس امارہ کو ان پر نائب بنانا چاہتا ہے اور نفس مطمئنہ کے عمل اچک لینا چاہتا ہے۔ تاکہ نفس امارہ قوی ہو جائے اس لئے نفس امارہ نفس مطمئنہ سے عمل چھیننے کا انتہائی خواہشمند رہتا ہے۔ نفس مطمئنہ پر یہ بات سخت دشوار ہے

Marfat.com

کہ شیطان و نفس امارہ سے عمل محفوظ رکھ سکے۔ اور عمل جوں کا توں اللہ تک پہونچ جائے۔ اگر ایک عمل بھی جوں کا توں حق تعالیٰ تک پہونچ جائے تو نجات کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ لیکن شیطان و نفس امارہ ایک عمل کو بھی خالص اللہ تک نہیں پہونچنے دیتے۔ کسی عارف کا قول ہے کہ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ میرا ایک ہی عمل جوں کا توں اللہ تک پہونچ گیا ہے تو مجھے موت سے اس مسافر سے بھی زیادہ مسرت ہو جو طول طویل سفر کے بعد اپنے گھر واپس آتا ہے۔

حضرت ابن عمر کا قول ہے کہ اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ نے مجھ سے ایک ہی سجدہ قبول کر لیا تو مجھے موت سے زیادہ کوئی غائب (عزیز بھی) پیارا نہ ہو۔ فرمایا۔ انما یتقبل اللہ من المتقین۔ اللہ پرہیز گاروں کے عمل قبول فرماتا ہے۔

نفس مطمئنہ اور نفس امارہ میں مقابلہ

نفس امارہ نفس مطمئنہ کے سامنے خم ٹھونک کر کھڑا ہے اگر نفس مطمئنہ کوئی نیکی کرتا ہے تو نفس امارہ بھی اس کی ریس کرتا ہے اور اس کے مقابلہ پر بدی کرتا ہے۔ کہ اس کی نیکی خراب کر دے۔ اگر وہ ایمان و توحید لاتا ہے تو یہ شک نفاق اور شرک و غیر اللہ کی محبت اور غیر اللہ سے خوف و رجاء لاتا ہے اور جب تک یہ غیر اللہ کی محبت و خوف کو اللہ کی محبت و خوف وغیرہ پر مقدم نہیں کر دیتا چین سے نہیں بیٹھتا۔ عوام کا یہی حال ہے۔ جب کوئی خالص اتباع رسول کا عمل پیش کرتا ہے تو یہ لوگوں کے خیالات و اقوال کو وحی پر مقدم کئے بغیر نہیں رہتے۔ اور ایسے گمراہ کن وسوسے ڈالتے ہیں جن سے کمال اتباع رسول میں خلل پیدا ہو۔ سنت کو تمام حالات میں حکم نہ بنایا جائے اور لوگوں کے خیالات کی طرف کچھ نہ کچھ رجحان ہو جائے۔ لہذا ان دونوں میں جنگ کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ فتح اسی کی ہوتی ہے جس کی اللہ امداد فرماتا ہے۔ جب وہ اخلاص و توکل صدق و محاسبہ نفس اور توبہ و انابت لاتا ہے تو یہ ان کے برعکس عمل لاتا ہے اور انھیں متعدد سانچوں میں ڈھالتا ہے۔ اور یقین دلانے کے لئے اللہ کی قسمیں کھا کر کہتا ہے کہ میرا مقصد محض ہمدردی اور صلح کل ہے۔ حالانکہ قطعی جھوٹا ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کی غرض محض اپنا اُلّو سیدھا کرنا ہوتا ہے اور دائرۂ اتباع سے اور سنت کو حکم بنانے سے ہٹا کر اپنی خواہشوں کو پورا کرنا مدنظر ہوتا ہے اللہ کی قسم دائرہ اتباع سنت سے نکلنا خواہش و رائے کے قید خانے میں پھنس جانا اور تنگی و تاریکی و وحشت میں گرفتار ہو جانا ہے۔ پس نفس امارہ دنیا میں بھی قید ہے، برزخ میں بھی تنگ جگہ قید رہے گا اور قیامت کے دن تنگ ترین جگہ میں بند ہوگا۔

نفس امارہ دل و دماغ کو ماؤف بنا دیتا ہے

حیرت کی بات تو یہ ہے کہ نفس امارہ دل و دماغ کو ماؤف بنا دیتا ہے اور جو کام افضل و اشرف

اور اعلیٰ ہیں انھیں بری شکلوں میں پیش کرتا ہے۔ عوام عقلوں میں تو بچے ہوتے ہی ہیں اور جن باتوں کے عادی ہوتے ہیں اور ان سے مانوس ہوتے ہیں، (اور ابھی دودھ چھڑانے کی مدت تک بھی نہیں پہنچے ہوتے بلوغت کا تو ذکر ہی کیا ہے جس کے بعد انسان اچھے برے میں تمیز کر لیتا ہے اور نقصان دہ باتوں سے بچ کر مفید باتیں اختیار کر لیتا ہے) انھیں چھوڑنا گوارا نہیں کرتے دیکھئے۔ یہی نفس امارہ خالص توحید کو جو مہر و ماہ سے بھی زیادہ روشن ہے، ناقص اور مکروہ صورت میں دکھلاتا ہے۔ کہ اس سے تو اکابر کے مراتب میں فرق آتا ہے کہ انھیں ان کے مقام سے گرا کر محض عبودیت کے مقام پر کھڑا کر دیا جاتا ہے اور ذلت و فقر اور احتیاج کے گڑھے میں دھکیل دیا جاتا ہے کہ انھیں نہ کوئی اختیار ہے نہ ان کا ارادہ کسی چیز میں کارفرما ہے اور نہ وہ بغیر اللہ کی اجازت کے سفارش ہی کر سکتے ہیں۔ یہ جادوگر نفس ان باتوں کو اکابر کی انتہائی تنقیص بنا کر دکھاتا ہے کہ یہ ان کی حق تلفی ہے ان کو ان کے مرتبوں سے گرا دیتا ہے، انھیں مسکین و فقیر بنا دیتا ہے اور ان کی شان میں بڑی بھاری گستاخی ہے۔ ایسی چکنی چپڑی باتوں میں آ کر عوام خالص توحید سے متنفر ہو کر چیخ پڑتے ہیں۔ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا الخ واہ، انہوں نے تو تمام معبود ختم کر کے صرف ایک ہی معبود برقرار رکھا، یہ تو ایک عجیب بات ہے۔

اسی طرح خالص اتباع رسول کو بھونڈے رنگ میں پیش کرتا ہے۔ کہ واہ تم تو علماء کا مرتبہ گھٹا رہے ہو اماموں کی بیش قیمت رائیں ٹھکرا رہے ہو، انہوں نے قرآن و حدیث کی روشنی ہی میں تو رائے قائم کی ہوگی وہ ہم سے زیادہ معلومات والے تھے، ان کی بے ادبی کرتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ یہ منہ اور مسور کی دال۔ اکابر کے اقوال کے سامنے بڑھ کر باتیں بناتے ہو۔ علما کی شان میں بدگمانیاں کرتے ہو۔ بھلا ان سے کوئی صحیح بات بھی اوجھل رہ سکتی ہے۔ ہم کس بل پر ان کی تردید کر سکتے ہیں۔ اور انھیں چھوڑ کر کس طرح صحیح راہ پا سکتے ہیں اس قسم کی روغن تاز لی ہوئی باتوں سے عوام کو اتباع رسول اور قرآن و حدیث سے سخت نفرت ہو جاتی ہے اور وہ اپنے اپنے پیشواؤں کی باتوں کو محکم اور واجب الاتباع سمجھ لیتے ہیں۔ اور معصوم رسول کی حدیثوں کو متشابہ سمجھ کر ان کے اقوال کے مطابق بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر موافق بن جاتی ہیں تو قبول کر لیتے ہیں ورنہ رد کر دیتے ہیں۔ یا دور کی تاویل گھڑ لیتے ہیں۔ یا یہ کہدیتے ہیں کہ ہماری فہم کی رسائی سے باہر ہیں اور نفس امارہ قسم کھا کھا کر یقین دلاتا ہے کہ ہماری غرض محض بھلائی اور صلح کل ہے۔ حالانکہ اللہ کو خوب معلوم ہے کہ ان کے دلوں میں کیا کھوٹ ہے

اخلاص کا خود ساختہ نقشہ

اسی طرح اخلاص کو قابل نفرت رنگ میں پیش کیا جاتا ہے۔ کہ اگر کوئی خالص اللہ کے لیے عمل کرے گا اور کسی کے لیے کوئی عمل بھی نہیں

Marfat.com

کرے گا تو لوگ اس سے کترائیں گے۔ اور وہ لوگوں سے کترائے گا۔ اور باہمی بغض و عداوت ہو جائیگی زیادہ سے زیادہ تھوڑے سے عمل خالص اللہ کے لئے کرے۔ جن کا تعلق لوگوں سے نہ ہو اور باقی اکثر عمل غیر اللہ کے لئے کرے۔

نفس سحارۃ (امارہ) کی تلبیس

اسی طرح غیرت دینی کو اور اللہ کے دین و حکم سے نکلنے والوں سے جہاد کو اس رنگ میں دکھاتا ہے کہ تم اللہ کی مخلوق کے دشمن بن کر انہیں ستاتے ہو اور ان سے لڑتے ہو۔ ناقابل برداشت مشقت میں پڑتے ہو۔ نکتہ چینوں کے ہدفِ ملامت بنتے ہو، اور خواہ مخواہ لوگوں کی دشمنی مول لیتے ہو۔

اسی طرح جہاد کے بارے میں سمجھاتا ہے کہ ہوش کے ناخن لو، کیا غضب کر رہے ہو، کیا یہ ظلم نہیں کہ مردوں کو قتل کر کے ان کی عورتوں کو گھروں میں ڈال لو اور ان کے بچوں کو یتیم کر کے غلام بنالو اور ان کا مال بانٹ کھاؤ۔

اسی طرح زکوٰۃ و صدقے کے سلسلے میں کہتا ہے کہ ذرا سوچو سمجھو۔ اس طرح تو تم خالی ہاتھ رہ جاؤگے اور فقیر و قلاش بن کر دوسروں کا منہ تکوگے اور ٹکڑے ٹکڑے کو ترس جاؤگے۔

اللہ کی صفات کمالیہ کے بارے میں کہتا ہے کہ ان سے تو اللہ کی مخلوق سے مشابہت لازم آتی ہے۔ اور اللہ کا ہم مثل ہونا لازم آتا ہے۔ حالانکہ یہ باطل ہے۔ اور صفات کمالیہ سے اللہ کو معطل کرنے کو اور بے دینی کو اس خوبصورتی سے پیش کرتا ہے کہ دیکھو اللہ کی عظمت و تنزیہہ اس صورت میں ہے کہ اسے تمثیل و تشبیہ سے بری سمجھا جائے۔ اور اس کے پنڈلی، چہرہ اور ہاتھ وغیرہ نہ مانے جائیں۔

کمال کی بات تو یہ ہے کہ جن صفات و اخلاق و افعال کو حق تعالیٰ پسند فرماتا ہے، نفس اسی جیسی خوبصورتی کے ساتھ ان صفات و اخلاق و افعال کو لاتا ہے جو اللہ کو ناپسند ہیں اور سب کو گڈمڈ کر دیتا ہے۔ اس تلبیس ابلیس سے ارباب بصیرت ہی بچ سکتے ہیں۔ کیونکہ افعال ارادوں کے تابع ہوتے ہیں۔ اور ارادہ کان کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں۔ اور دونوں کام نفس انجام دیتا ہے۔ یہ بظاہر تو ملتے جلتے معلوم ہوتے ہیں لیکن حقائق میں علیحدہ ہیں۔ مندرجہ ذیل افعال کے جوڑوں پر غور کرو مدارات و مداہنت، خشوع ایمان و نفاق، خودداری و غرور، حمایت و ظلم، تواضع و ذلت دینی قوت و حاکمانہ تسلط، غیرت دینی و غیرت نفسانی، اللہ کے لئے غیظ و غضب اور نفس کے لئے غیظ و غضب، سخاوت و اسراف، رعب و بڑائی، آبرو کی حفاظت و غرور، بہادری و جرأت، دور اندیشی و بزدلی، درمیانہ روی و بخل۔ پرہیز و بدگمانی۔ فراست و ظن۔ نصیحت و غیبت

ہدیہ و رشوت، صبر و سنگدلی، معافی و ذلت، دل کی سلامتی اور غفلت و نادانی، بھروسہ اور دھوکہ رجا اور تمنا، اظہار نعمت و فخر بہ نعمت، دل کی خوشی اور اتراہٹ، دل کی نرمی و بے صبری، ناراضگی و کینہ، مقابلہ و حسد، محبت ریاست و امامت، اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے ساتھ محبت، توکل و عجز، احتیاط و وسوسہ، ملکی اور شیطانی الہام، وقار و ٹالنا، اقتصاد و تقصیر، اجتہاد و غلو، نصیحت و ملامت، سبقت و جلدی، اور وقت ضرورت حالات کی اطلاع اور شکایت وغیرہ وغیرہ = مذکورۂ بالا فہرست سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صفت جس کی صورت ایک ہی ہے۔ اچھی بھی ہوتی ہے اور بری بھی۔ جیسے :-

غیرت، غرور، طمع، تحمل، خشوع، حسد، غبطہ، جرأت، افسوس کرنا، حرص، تنافس فرح، حزن، اسف، غضب، اظہار نعمت، حلف، فروتنی، خاموشی، زہد، ورع، خلوت عزلت، خودداری، حمیت اور غیبت۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک غیرت اللہ کو پسند ہے۔ اور ایک ناپسند۔ پسند غیرت زنا کے سلسلے میں ہے اور ناپسند غیر زنا کے سلسلے میں ہے۔ ایک اکڑ کی چال اللہ کو پسند ہے اور ایک ناپسند۔ لڑائی میں اکڑ کی چال اللہ کو پسند ہے۔ ایک حدیث میں ہے۔ بس دو چیزوں میں حسد (غبطہ) ہے، کسی کو اللہ نے مال دیا ہو اور وہ اسے اللہ کی راہ میں دن رات لٹا رہا ہو اور کسی کو اللہ نے دینی سمجھ عطا کی ہو۔ اور وہ اس سے دینی فیصلے کرتا رہتا ہو، اور دوسروں کو سکھاتا بھی رہتا ہو۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ مہربان ہے اور نرمی کو پسند فرماتا ہے اور نرمی پر اتنا دیتا ہے جتنا سختی پر نہیں دیتا۔ فرمایا جسے نرمی میں حصہ ملا ہے اسے بھلائی میں حصہ ملا۔ معلوم ہوا کہ نرمی ایک اچھی صفت ہے۔ اسی سے ملتی جلتی صفت سستی اور کاہلی ہے۔ جو بری صفت ہے کیونکہ سست امکان مصلحت کے باوجود دیر لگاتا ہے۔ اور نرم مزاج حتی المقدور تحصیل مصلحت میں نرمی سے کام لیتا ہے۔ اسی طرح مدارات (خاطر کرنا) ایک اچھی صفت ہے اور مداہنت (چکنی چپڑی باتیں کرنا) بری۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ مدارات کرنے والا اپنا حق نکلوانے کے لئے یا سیدھی راہ پر لانے کے لئے کسی سے پیار و محبت سے پیش آتا ہے۔ اور مداہنت کرنے والا کسی کو باطل پر جمانے کے لئے یا اسے اس کی خواہش پر قائم رکھنے کے لئے اس کی چاپلوسی کرتا ہے۔ ایمان والے خاطر و مدارت کرتے ہیں اور منافق چاپلوسی کرتے ہیں۔ اس کی مثال اس طرح سمجھو کہ ایک شخص کے پھوڑا ہے اور تکلیف سے کراہ رہا ہے اس کا علاج کرنے کے لئے ایک نرم مزاج طبیب آتا ہے اور اسے دیکھ بھال کر اسے نرم کر کے پکا کر اس کا فاسد مادہ نرمی و سہولت

Marfat.com

سے نکال دیتا ہے۔ پھر ایسا مرہم لگا دیتا ہے جو مادہ کو ختم کر دے اور خرابی کو روک دے۔ پھر گوشت پیدا کرنے والا مرہم لگا دیتا ہے۔ پھر اس پر پوڈر چھڑک دیتا ہے تاکہ رطوبت جذب ہو جائے اور پٹی باندھ دیتا ہے۔ اور یہ عمل ٹھیک ہونے تک جاری رکھتا ہے اس کے برعکس چاپلوسی کرنے والا کہتا ہے۔ کوئی خطرہ کی بات نہیں فکر نہ کیجئے پٹی باندھ لیجئے۔ پھر اس سے بے فکر ہو جاتا ہے۔ آخر کار اس میں پیپ پڑ جاتی ہے اور مواد روز بروز بڑھتا جاتا ہے۔ اور ایک عظیم فساد کھڑا کر دیتا ہے۔ یہی مثال بعینہٖ نفس مطمئنہ اور نفس امارہ پر صادق آتی ہے۔ اب دیکھئے جب چنے برابر زخم کا یہ حال ہے تو اس بیماری کا کیا حال ہوگا جو نفس امارہ کی پیدا کی ہوئی ہے جو خواہشات کی کان ہے، ہر بری بات کی جڑ ہے اور اس لئے شیطان بھی انتہائی مکر و فریب کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ کہ اس سے وعدے کرتا رہتا ہے، امیدیں دلاتا رہتا ہے اور اس پر ہر قسم کا جادو کرتا رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ نفع بخش کام کو نقصان دہ اور نقصان دہ کام کو نفع بخش اور اچھے کو برا اور برے کو اچھا سمجھنے لگتا ہے۔ سچ پوچھو تو یہ جادو کی سب سے بڑی قسم ہے۔ اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے فرمایا فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ پھر تم پر کہاں سے جادو کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے تو رسولوں پر الزام لگایا تھا کہ ان پر آسیب کا اثر ہے۔ حالانکہ وہ بری تھے۔ مگر اپنے گریبان میں جھانک کر نہیں دیکھا کہ ہم خود ہی اس بلا میں مبتلا ہیں۔ اور رسولوں پر یہ بھی الزام لگایا تھا کہ وہ گمراہ ہیں۔ امن میں خلل ڈالتے پھرتے ہیں انہیں جنون ہے۔ اور موٹی عقل کے ہیں حالانکہ خود ہی ان برائیوں میں مبتلا تھے۔

شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگنے کی وجہ

انبیائے کرام اور علماء نے نفس امارہ سے اور اس کے رفیق شیطان سے جو اللہ کی پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے اسی لئے دیا ہے کہ یہ دونوں ہر برائی کی جڑ ہیں۔ اور دونوں دوش بدوش مل جل کر کام کرتے ہیں۔ ؎

مل جل کے کام کرتے ہیں رہتے ہیں ساتھ ساتھ
حق دوستی کا کرتے ہیں ہر وقت ہم ادا

حق تعالیٰ نے فرمایا۔ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ الخ، وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ الخ، وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الخ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ الخ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ الخ۔ یعنی جب تم قرآن پاک پڑھنے کا ارادہ کرو تو شیطان رجیم سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو۔ اگر شیطان کی طرف سے تمہارے دل میں کوئی وسوسہ پیدا ہو تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو۔ کیونکہ وہ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے۔ آپ فرما دیں کہ اے رب میں شیطان کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور اے رب اس سے بھی کہ وہ میرے پاس آئیں۔ آپ فرما دیں کہ میں مخلوق کی برائی سے صبح کے رب کی پناہ مانگتا ہوں اور اندھیرے کی برائی

Marfat.com

سے بھی، جبکہ وہ پھیل جائے۔ اور گرہوں پر پھونکنے والیوں کی برائی سے بھی اور حسد کرنے والے کی برائی سے بھی جب وہ حسد کرے۔ آپ فرمادیں کہ میں وسوسہ ڈالنے والے اور چھپ جانے والے انسانوں اور جنوں کی برائی سے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے رہتے ہیں۔ لوگوں کے رب کی ان کے بادشاہ کی اور ان کے معبود کی پناہ مانگتا ہوں۔ یہ استعاذہ نفس امارہ سے اور اس کے ساتھی سے ہے۔ کیونکہ یہ نفس کا بدترین ساتھی ہے۔ حق تعالیٰ نے اپنے نبی کو اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ میری ہمہ گیر و کامل ربوبیت سے ان دونوں مخلوقوں سے جن کا شر و فساد بہت بڑا ہے پناہ مانگیں۔ دل ان دونوں دشمنوں کے درمیان ہے۔ ان دونوں کی شرارت لگاتار اس کا دروازہ کھٹکھٹاتی رہتی ہے، اور مسلسل باری باری آتی جاتی رہتی ہے۔ اس عظیم شر کے جراثیم شہوت، حب دنیا، حرص، طمع غضب اور ان کے متعلقات مثلاً غرور، حسد، ظلم اور حاکمانہ تسلط وغیرہ ہیں۔ جو نفس امارہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ اور اسے بیمار ڈال دیتے پھر مکار و خائن طبیب (شیطان)، جو اس کے مرض سے واقف ہے اس کی بیمار پرسی کرتا ہے اور اسے قسم قسم کے زہر اور نقصان دہ چیزیں بتاتا ہے اور اپنے جادو سے یہ بات ذہن نشین کراتا ہے کہ شفا انہیں سے ملے گی۔ پھر دل کی کمزوری بیماری سے نفس امارہ کی قوت سے اور شیطان سے متفق ہو جاتی ہے۔ پھر اسے ان دونوں سے لگاتار امداد ملتی رہتی ہے۔ کیونکہ نقدی معاملہ ہے اور موجودہ لذت ہے اور دعوت دینے والے ہر سمت سے آ جا رہے ہیں۔ خواہش ابھار رہی ہے۔ شہوت آسانی مہیا کر رہی ہے۔ عوام نمونہ ہیں ان کی مشابہت و ریس کو دل چاہتا بھی ہے۔ دل کو یہ بات بھاتی بھی ہے، کہ جس عیش میں عوام ہوں وہ ہمیں بھی حاصل ہو۔ ان رکاوٹوں کے ہوتے ہوئے خصوصاً جبکہ روز بروز ان میں زیادتی ہی ہوتی رہتی ہو ایمان و جنت کی دعوت وہی مانے گا جسے اللہ توفیق کی امداد عطا فرمائے اپنی رحمت سے اس کی دستگیری کرے اس کی حفاظت و حمایت کی ضمانت لے لے اور اس کے دل کی بصیرت کھول دے۔ کہ وہ دنیا کا سرعت زوال و انقطاع دیکھ لے۔ اور یہ بھی کہ دنیا دنیاداروں سے کتنی جلدی چھن جاتی ہے۔ اور ان کے ساتھ کیا کیا کھیل کھیلتی ہے۔ اور یہ بھی کہ دنیا دائمی زندگی کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے سمندر میں کوئی انگلی ڈال کر نکال لے۔ بھلا انگلی پر جو پانی ہے اس کی سمندر کے پانی کے مقابلہ میں کیا حقیقت ہے۔

خشوع ایمان اور خشوع نفاق میں فرق

خشوع ایمان یہ ہے کہ دل اللہ کی تعظیم و جلال اور اس کے وقار و رعب کے آگے حیا سے جھک جائے، اور خوف و ندامت سے، محبت و حیا سے، اور اللہ کی نعمتوں کی بوچھار اور اپنے گناہوں کی بھرمار دیکھ کر ریزہ ریزہ ہو جائے۔ جب دل جھک جائے گا تو اعضا بھی جھک جائیں گے۔

خشوع نفاق :- مصنوعی طور پر تکلف کے ساتھ اعضا بظاہر ہوتا ہے، دل اس سے محروم ہوتا ہے ایک صحابی نے خشوع نفاق سے اللہ کی پناہ مانگی۔ پوچھا گیا کہ خشوع نفاق کیا ہے۔ فرمایا کہ جسم تو جھکا ہوا ہو مگر دل جھکا ہوا نہ ہو۔ اللہ کے آگے وہ شخص جھکتا ہے جس کی آتش شہوت بجھ چکی ہو۔ اور اس کا دھواں بھی اس کے سینے سے نکل چکا ہو۔ اور اس کا سینہ منجھ کر اس میں نور عظمت چمک اٹھا ہو۔ لہذا اس خوف و وقار کی وجہ سے جو اس کے سینے میں بھرپور ہے اس کی نفسانی خواہشیں مر چکی ہیں اور اعضا کی آتشی قوتیں بجھ چکی ہیں، دل میں وقار و اطمینان آگیا ہے۔ اب اسے اللہ ہی سے اور اس کے ذکر سے ہی چین آتا ہے۔ اس کے رب کی طرف سے اس پر سکینت کا نزول ہوتا ہے۔ جس سے وہ مطمئن ہے۔

مخبت کے معنی

مخبت کے معنی مطمئن کے ہیں۔ کیونکہ خبت اس نشیبی زمین کو کہتے ہیں جس میں پانی ٹھہر جائے۔ قلب مخبت خشوع و اطمینان والا دل ہے اس کی نشانی یہ ہے کہ رب کے جلال و عظمت کے آگے اپنی انتہائی ذلت و انکساری کا اظہار کرے۔ اور اس کے آگے سجدے میں گر جائے پھر موت تک سجدے سے سر ہی نہ اٹھائے۔ قلب متکبر اپنے تکبر کی وجہ سے بلند و ابھار رہتا ہے۔ جیسے بلند زمین کہ اس میں پانی نہیں ٹھہرتا۔

خشوع نفاق در اصل خشوع نہیں بلکہ خشوع کا بہانہ ہے۔ کہ تصنع کے طور پر دکھاوے کے لئے اعضا جھکا دیئے جائیں۔ اور دل میں خشوع نہ ہو۔ بلکہ شہوتوں سے بھرپور ہو اور بد ارادے شباب پر ہوں۔ اور جوش مار رہے ہوں۔ بظاہر جھکاؤ ہے۔ حالانکہ میدان کا اژدہا اور جھاڑی کا شیر پسلیوں کے اندر چھپا ہوا ہے کہ موقعہ پاکے پھاڑ کھائے۔

خودداری و غرور میں فرق

خودداری یہ ہے کہ انسان کمینہ پن سے، بری عادتوں سے اور طمع و لالچ سے یکسار ہے۔ اور اپنا نفس ان رذائل میں جھونکنے سے بلند سمجھے۔ غرور دو چیزوں کے درمیان سے سر ابھارتا ہے۔ کہ خود کو اونچا اور دوسروں کو نیچا سمجھا جائے۔ برعکس اس کے خودداری دو شاندار عادتوں سے پیدا ہوتی ہے۔ نفس کی شان عزت و بزرگی قائم رکھنا اور اس کے مالک کی تعظیم و تکریم کرنا کہ اس کا بندہ کمینہ، گرا ہوا خسیس نہ ہو۔ پھر ان دونوں باتوں کا لحاظ کر کے نفس کی شرافت کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے کہ اس کی حفاظت و نگرانی کی جائے۔ اور کسی بری عادت میں نہ گرنے دیا جائے یہ چیز نفس کی صلاحیت پر اور اللہ کی امداد پر موقوف ہے۔ جو دل صلاحیت و امداد سے محروم ہے وہ تمام بھلائیوں سے محروم ہے۔

حمیت و جفا میں فرق

حمیت نفس کا اس تھن سے شیر ملامت چھڑانا ہے جو خباثت و رذائل

کا سر چشمہ ہے۔ گو دودھ کی کثرت ہو اور لوگ اس پر ٹوٹے پڑ رہے ہوں۔

لہٰذا اگر تم چاہو تو اس میں جلدی کرو کہ محمود و مشکور بنو اور چاہو تو دیر لگاؤ کہ اجر کھو بیٹھو۔ برعکس اس کے جفا نفس کی سختی، دل کی شقاوت اور طبیعت کی کثافت ہے۔ جس سے ایک بدترین عادت پیدا ہوتی ہے جسے جفا کہتے ہیں۔

تواضع اور رسوائی میں فرق حق تعالیٰ کی معرفت سے اس کے اسمائے حسنیٰ اور صفات جلالیہ کی معرفت سے اور اس کی تعلیم و محبت سے اسی طرح اپنے نفس کی معرفت سے اس کی تفصیلات سے، اس کے کاموں کے عیبوں سے اور اس کی آفتوں سے ایک عادت پیدا ہوتی ہے جسے تواضع کہتے ہیں۔ یعنی اللہ کے لئے دل کا ٹوٹ جانا اور اس کی مخلوق سے محبت و پیار اور رحمت و شفقت سے پیش آنا، خود کو دوسروں سے اچھا نہ جاننا، اور اپنا کسی پر حق نہ سمجھنا بلکہ یہ سمجھنا کہ سب مجھ سے اچھے ہیں اور ان کے حقوق مجھ پر واجب ہیں۔ یہ خلق جمیل اللہ تعالیٰ اپنے محبوب اور مقرب و معزز بندوں ہی کو عطا فرماتا ہے۔

برعکس اس کے رسوائی ایک قسم کی دنارت و خست اور نفس کی ذلت ہے کہ نفسانی لذتوں اور شہوتوں کے حاصل کرنے کے لئے انسان اپنے آپ کو ذلیل کر دے جیسے کمینوں کی اپنے مطلب برآری میں تواضع ہوتی ہے اور مفعول بہ کی فاعل کے لئے ہوتی ہے۔ یہ دراصل تواضع نہیں بلکہ ذلت ہے۔ حق تعالیٰ کو تواضع پسند ہے اور رسوائی ناپسند۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھ پر وحی کی گئی کہ تم تواضع کرو۔ کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر بغاوت کرے۔

تواضع کے اقسام تواضع کی دو قسمیں ہیں (۱) اللہ کے حکم کے آگے اسکی تعمیل کے لئے اور ممانعت کے وقت اس سے بچنے کے لئے ذلیل ہو جانا۔ کیونکہ نفس آرام طلبیوں کے لئے تعمیل حکم میں ہچکچاتا ہے۔ اور اس سے ایک قسم کا انکار اور بندگی سے فرار پیدا ہوتا ہے۔ اور ممانعت کے وقت ممنوع چیز کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ پھر جب بندہ اللہ کے حکم و ممانعت کے لئے اپنے نفس کو ذلیل کر دیتا ہے تو بندگی کے لئے تواضع ثابت ہو جاتی ہے۔

(۲) رب کی عظمت و جلال کے لئے اور اس کی عزت و کبریائی کے لئے تواضع۔ جب کبھی نفس ناک چڑھائے تو بندہ رب کی عظمت و انفرادیت کو اور اس کے سخت غصے کو یاد کرکے ٹھنڈا ہو جائے اور فروتنی اختیار کرے۔ اس طرح اللہ کی عظمت سے اس کا دل ٹوٹ جائے گا وہ اللہ کی ہیبت سے ڈر جائے گا اور اس کے غلبہ سے پست ہو جائے گا یہ انتہائی تواضع ہے جو تواضع کی پہلی قسم کو لازم ہے۔ لیکن پہلی قسم اس کو

Marfat.com

لازم نہیں۔ اصل متواضع وہی ہے جس میں دونوں قسم کی تواضع پائی جائے۔

دینی قوت حاصل کرنے اور بڑا بننے میں فرق

اسی طرح اللہ کا دین بلند کرنے کے لئے بڑا بننا یہ ہے کہ شرعی احکام کی عظمت برقرار رکھی جائے۔ شرعی قوانین جاری کرکے ان سے فائدہ اٹھایا جائے، اور ان کا پورا پورا احترام مدنظر رکھا جائے۔ اور ذاتی بڑا بننا یہ ہے کہ ریاست وحکومت کی طلب ہو، خود ساختہ قوانین جاری کئے جائیں خواہ شریعت کو تقویت پہونچے یا نہ پہونچے۔ بلکہ اگر اس راہ میں کوئی بات آڑے آجائے تو وہ بے پروائی سے .... ٹھکرا دی جائے۔ اور ذاتی مفاد کو شریعت پر مقدم رکھا جائے۔

ذاتی حمیت اور دینی حمیت میں فرق

دینی حمیت کو حکم و حاکم کی تعظیم پیدا کرتی ہے۔ اور ذاتی حمیت کو نفس کی تعظیم اور نفسانی فوت شدہ لذتیں پیدا کرتی ہیں۔ دینی حمیت میں اللہ کے حقوق کی عظمت برقرار رکھنے کے لئے غصہ کیا جاتا ہے، یہ اس میں پیدا ہوتی ہے جس کے دل پر اللہ کے غلبہ کا آفتاب چمک رہا ہو۔ اور اس کے نور سے اس کا جام دل لبالب بھر گیا ہو۔ ایسے شخص کو اپنی ذات کے حق کے لئے غصہ نہیں آتا۔ بلکہ اس آفتاب سلطان کے نور کی وجہ سے آتا ہے جو اس کے دل پر ضوفگن ہے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب غصہ آتا تو آپ کے رخسارے سرخ ہو جاتے اور پیشانی پر پسینہ آجاتا جو غصہ فرد کر دیتا تھا اور آپ کو دینی حمیت ہی کی بنا پر غصہ آتا تھا۔ حضرت اسلم کا بیان ہے کہ جب حضرت موسیٰ کو غصہ آتا تھا تو آپ کی ٹوپی گرم ہو جاتی تھی۔ ذاتی حمیت میں نفس کے اندر طلب لذت کے لئے یا فوت شدہ لذت کی وجہ سے ایک شعلہ پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ فتنہ نفس میں ہے اور فتنہ ہی شعلہ ہے۔ اور نفس آتش شہوت وغضب سے بھڑک اٹھتا ہے۔ کیونکہ شہوت وغضب ایسی آگیں ہیں جو اعضا پر حرارت پیدا کر دیتی ہیں خواہ اللہ کے حق کے لئے یہ حرارت نفس مطمئنہ کی طرف سے ہو یا ذاتی حق کے لئے نفس امارہ کی طرف سے۔

جود و اسراف میں فرق

سخی صاحب حکمت ہوتا ہے اور کسی نہ کسی مصلحت ہی سے سخاوت کے موقع پر سخاوت کرتا ہے۔ اور مسرف فضول خرچ ہے۔ اکثر بلا موقعہ و محل کے خرچ کرتا ہے۔ اور کبھی کبھی برمحل بھی خرچ کر دیتا ہے۔ حق تعالیٰ نے اپنی حکمت سے مال میں حقوق رکھے ہیں۔ جو دو قسم کے ہیں۔ حقوق مقررہ اور حقوق غیر مقررہ + جیسے زکات۔ صدقہ فطر اور جن کا خرچ اٹھانا لازم ہے۔ ان کا خرچہ۔

اور حقوق غیر مقررہ جیسے مہمان کا حق، ہدیہ دینے والوں کا بدلہ، اور وہ خرچہ جس سے عزت و آبرو

+ حقوق مقررہ

قایم رہے۔ سخی یہ تمام حقوق خوشی خوشی پوری طرح سے اس امید پر ادا کرتا ہے کہ حق تعالیٰ ان کا دنیا میں بھی بدلہ دے گا اور آخرت میں بھی۔ لہٰذا وہ دل کی سخاوت سینے کی فراخی اور نفس کی بخشش کے ساتھ خوب خرچ کرتا ہے۔ لیکن مسرف کا شہوت دہنی کی وجہ سے ہاتھ کشادہ ہوتا ہے اور اندھا دھند خرچ کرتا ہے نہ تو خرچ کا اندازہ رکھتا ہے اور نہ مصلحت کی رعایت پیش نظر رکھتا ہے۔ اگر اتفاقی مصلحت نکل آئے تو نکل آئے سخی کی مثال اس کی سی ہے جو زرخیز زمین میں تخم ریزی کرتا ہے اور ایسے مواقع ڈھونڈھتا ہے جہاں پھل پھول پیدا ہوں۔ اور مسرف کی مثال اس کی سی ہے جو سخت و شوریلی زمین میں تخم ریزی کرتا ہے۔ اگرچہ حسن اتفاق سے کہیں اس کا ڈالا ہوا بیج اُگ بھی آئے اور پھل بھی آجائے۔ لیکن عموماً بیج بے کار ہی جاتا ہے۔ برعکس سخی کے کہ اس کا بیج پھلتا پھولتا ہے۔ اور پروان چڑھتا ہے۔ بلکہ اسے تو کبھی کثرت پیداوار کی وجہ سے نباتات اکھیڑ کر ہلکی بھی کرنی پڑتی ہے۔ تاکہ باقی اچھی طرح سے پرورش پائے اور زمین پوری طرح سے اس کی تربیت کر سکے۔ اصل اور مطلق جواد (سخی) تو حق تعالیٰ ہے۔ عالم علوی اور سفلی کی ہر بخشش اللہ کی بخشش کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ۔ بلکہ اس سے بھی کم۔ پھر وہ قطرہ بھی اسی کی بخشش میں سے ہے اور وہ ایک اندازے سے جس قدر چاہتا ہے اتارتا ہے۔ اس کی بخشش اس کی حکمت کے مطابق ہی ہوتی ہے اور موقع ومحل کی مناسبت ہی سے ہوتی ہے۔ گو عوام کی آنکھوں سے وہ موقع و محل ہو۔ اللہ کو اپنا فضل اتارنے کا موقع معلوم ہے اور یہ بھی کہ کون سا محل اس کے فضل کا حقدار ہے اور کون سا نہیں۔

خوف وتکبر میں فرق

جب دل اللہ کی عظمت و محبت اور جلال وجبروت سے بھر جاتا ہے تو اس پر سکینت اترتی ہے اور ایک نور چھا جاتا ہے پھر وہ ہیبت کی چادر اوڑھ لیتا ہے۔ اور بندے کے چہرے سے حلاوت و ہیبت ٹپکنے لگتی ہے۔ اور اس کے دل کی گہرائیوں میں اللہ کی محبت و ہیبت اتر جاتی ہے۔ پھر اس کی طرف لوگوں کے دل مائل و مانوس ہونے لگتے ہیں اور اسے دیکھ کر آنکھوں میں ٹھنڈک محسوس ہونے لگتی ہے۔ اب اس کی باتیں بھی نور والی، اس کا نکلنا بھی نور والا۔ اس کا داخل ہونا بھی نور والا اور اس کا عمل بھی نور والا ہو جاتا ہے۔ اگر وہ خاموش رہتا ہے تو اس پر وقار چھایا رہتا ہے۔ اور اگر باتیں کرتا ہے تو انھیں دل اور کان بڑے شوق سے سنتے ہیں۔

برعکس اس کے جب کسی کا دل جہالت و ظلم سے بھر جاتا ہے تو اس سے عبودیت رخصت ہو جاتی ہے اور اس پر اللہ کی ناراضی چھا جاتی ہے اب وہ لوگوں کو ٹیڑھی نگاہ سے دیکھتا ہے، اکڑ کر چلتا ہے، اپنے کو دوسروں پر ترجیح دیتا ہے اور دوسروں کو قابل ترجیح نہیں سمجھتا۔ اپنے آپ کو اونچا شمار کرنے لگتا ہے۔ ملنے والوں کو سلام نہیں کرتا اور اگر کوئی اسے سلام کرتا ہے تو سلام کا جواب دے کر سمجھتا ہے کہ میں نے اس پر بڑا احسان کیا۔

Marfat.com

ہنس مکھ چہرے سے نہیں ملتا بلکہ ترش روئی سے ملتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ میرے تو لوگوں پر حقوق ہیں۔ مگر مجھ پر کسی کا حق نہیں۔ اور میں سب سے اچھا ہوں۔ مگر مجھ سے کوئی اچھا نہیں۔ ایسا شخص روز بروز اللہ سے دور ہوتا جاتا ہے۔ لوگوں کی نگاہ میں ذلیل ہو جاتا ہے اور سب اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ غرضیکہ مہابت (خوف) عظمت الٰہی کی نشانی ہے اور تکبر ظلم و جہالت کی نشانی ہے۔

صیانت و تکبر میں فرق

عزت و آبرو کی حفاظت (صیانت) کرنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو نیا خوب سفید اور قیمتی جوڑا پہن کر شاہی دربار میں جا اور حکام و روسا سے ملنا چاہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ اپنے کپڑوں کو میل کچیل گرد و غبار اور داغ دھبوں سے پاک و صاف رکھنے کی انتہائی کوشش کرے گا تاکہ کپڑے شاہی دربار میں جانے کے قابل رہیں۔ اور بڑی احتیاط رکھے گا اور ان جگہوں سے بچ کر نکلے گا۔ جہاں کپڑوں پر چھینٹیں پڑنے کا شبہ ہو اور اپنے کپڑوں پر کسی داغ دھبے کو یا گندگی کی چھینٹ کو گوارا نہ کریگا اور اگر اتفاق سے کوئی چھینٹ پڑ گئی تو فوراً اسے صابن سے خوب صاف کرکے دھولے گا۔ تاکہ اس کا نشان بھی باقی نہ رہے۔ یہی حال دل و دین کی حفاظت کرنے والے کا ہوتا ہے۔ تم اسے گناہوں کے داغوں اور دھبوں سے بچتا ہوا پاؤ گے۔ جیسے انتہائی سفید کپڑے پر گندگی کا گہرا دھبہ یا داغ پڑ جاتا ہے۔ اس سے کہیں زیادہ گہرا اثر دل پر گناہوں کا ہوتا ہے۔ لیکن آنکھیں کپڑوں کے دھبوں کو دیکھ لیتی ہیں مگر دل کے دھبے دیکھنے سے قاصر ہیں کیونکہ غفلت کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ تم اس اللہ کے بندے کو تہمت کی جگہوں سے بھاگتا ہوا لوگوں سے بچتا ہوا اور ان سے دور رہتا ہوا پاؤ گے۔ تاکہ اس کے دل کے نہایت وانتہائی سفید کپڑے پر دباغت دینے والوں، ذبح کرنے والوں اور باورچیوں کے کپڑوں کی طرح گناہوں کی چھینٹیں نہ پڑ جائیں۔ متکبر بھی گو احتیاط کرنے میں اس کے مشابہ ہے مگر وہ لوگوں کی گردنوں پر چڑھنا اور انھیں اپنے پیروں سے روندنا چاہتا ہے اسکی حفاظت اور قسم کی ہے اور اس کی اور قسم کی!

شجاعت و جرأت میں فرق

شجاعت کا تعلق دل سے ہے۔ شجاعت نازک اور خطرناک موقعوں پر جمے رہنے کا نام ہے۔ یہ عادت صبر و حسن ظن سے پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ جب فتح کی امید کے ساتھ ساتھ صبر ہوگا تو انسان نازک ترین موقعوں پر بھی جا رہے گا۔ جیسے بزدلی بدظنی اور بے صبری سے پیدا ہوتی ہے۔ یعنی اس میں نہ فتح کی امید

Marfat.com

ہوتی ہے۔ اور نہ عبر کی معاونت۔ بزدلی کی جڑ بدگمانی اور بخل کا دل وسوسہ سے پر ہوتا ہے۔ جس کا منشا پھیپھڑے ہیں۔ بدگمانی اور بزدلی وسوسہ کے وقت پھیپھڑے پھول جاتے ہیں اور دل پر دباؤ ڈال کر اسے بھینچ دیتے ہیں۔ اور اسے اس کی جگہ پر بے قرار کر دیتے ہیں۔ لہذا دل میں اضطراب و بے چینی پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انسان کے اندر بدتر خلق دل نکال دینے والی (ہلا دینے والی) نامردی اور ہائے ہائے کرانے والا لالچ ہے۔ یہاں نامردی کو خالع کہا گیا کیونکہ یہ پھیپھڑے کے پھولنے کی وجہ سے دل کو اس کی جگہ سے باہر نکال دیتی ہے۔ بدر کے دن ابوجہل نے عتبہ سے کہا تھا تیرا تو پھیپھڑا پھول گیا ہے (تو تو نامرد ہو گیا ہے) پھر جب دل ہی اپنی جگہ سے ہٹ جائے، تو عقل کی تدبیر بھی ضائع ہو جاتی ہے۔ آخر کار اعضا پر بھی فساد ظاہر ہو جاتا ہے۔ وہ صحیح طور سے کام انجام نہیں دیتے۔ شجاعت دل کی حرارت اور اس کا غضب ہے کہ دل ڈٹ کر کھڑا ہو جاتا اور جم جاتا ہے۔ پھر جب اعضاء دل کو ڈٹا ہوا دیکھتے ہیں تو اس کی مدد کرتے ہیں کیونکہ اعضا دل کے خدام و لشکر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب دل بھاگ کھڑا ہوتا ہے تو اس کا پورا لاؤ لشکر بھاگ پڑتا ہے۔ جرأت بھی اقدام ہے۔ جس کا سبب بے پروائی اور انجام پر نگاہ نہ ڈالنا ہے۔ جرأت میں نفس غیر موضع اقدام میں بھی اقدام کر گزرتا ہے۔ اور عوارض سے قطع نظر کر لیتا ہے۔ خواہ نقصان اٹھانا پڑ جائے۔ یا فائدہ۔

حزم و جبن میں فرق

دور اندیش وہ ہے جس نے غور و فکر اور حوصلہ کے ساتھ معاملہ کی تہ تک پہونچنے کی کوشش کی اور اس کے نشیب و فراز کا اندازہ لگا کر ہر پہلو کے مطابق و مناسب تجویز سوچی۔ لفظ حزم قوت و جمع کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ حزمۃ لکڑیوں کے گٹھے کو کہتے ہیں۔ حازم معاملہ کے ہر پہلو کے بارے میں غور کرتا ہے اور اس کے حل کا بہترین طریقہ سمجھ لیتا ہے۔ لہذا دور اندیشی اور غور و فکر کی روشنی میں اقدام کا موقع نہ سمجھ کر اس سے باز رہتا ہے بزدلی اور کمزوری کی وجہ سے نہیں۔

اقتصاد و شح میں فرق

اقتصاد اچھی عادت ہے جو عدل و حکمت سے پیدا ہوتی ہے۔ عدل کی وجہ سے خرچ کرنے نہ کرنے میں اعتدال برتا جاتا ہے اور حکمت سے خرچ کیا یا نہ کیا جاتا ہے غرض کہ ان دونوں سے صفت اقتصاد (درمیانی راہ) پیدا ہوتی ہے۔ جو دو مذموم طرفوں افراط و تفریط کے درمیان ہے۔ فرمایا۔ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً الخ اپنا ہاتھ گردن میں بندھا ہوا نہ رکھو اور نہ اسے بالکل ہی پھیلا دو۔ کہ خود قابل الزام و خالی ہاتھ ہو کر بیٹھ جاؤ۔ فرمایا۔ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا الخ جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں بلکہ ان کا خرچ اعتدال پر ہوتا ہے۔

فرمایا۔ کلوا واشربوا ولا تسرفوا۔ کھاؤ۔ پیو۔ مگر اسراف نہ کرو۔

شح (بخل وحرص) بری عادت ہے۔ جو بدگمانی اور نفس کی کمزوری سے پیدا ہوتی ہے۔ اور شیطان کے وعدے اسے تقویت پہونچاتے ہیں۔ یہاں تک کہ انسان انتہائی حریص بن جاتا ہے۔ اور پیسہ پیسہ خرچ کرتے ہوئے سسکتا ہے۔ کہ کہیں فقیر نہ بن جاؤں فرمایا۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ ہَلُوْعًا الخ انسان حریص پیدا کیا گیا ہے اگر اسے محتاجی چھو لیتی ہے تو چیخ پڑتا ہے اور اگر مال آجاتا ہے تو اسے دانتوں سے پکڑ لیتا ہے۔

احتراز و بدگمانی میں فرق

محترز (محتاط) اس کی طرح ہے جو اپنا مال و سواری لے کر سفر پر چل پڑتا ہے اور رہزن ڈاکو اور خطرناک جگہ سے پوری کوشش سے بچتا ہے اور ہر خطرے کے مقابلے کے لئے ظاہری اسباب سے لیس ہے۔ گویا دشمن سے مقابلے کے لئے پوری طرح سے تیار ہے۔ اس کی ہوشیاری نے اس سے بچنے کے لئے تمام ظاہری سامان مہیا کرلئے ہیں اور اس کی ہمت نے اسے بدگمانی سے بچا لیا ہے۔ بدگمانی یہ ہے کہ لوگوں کی طرف سے دل بدگمانیوں سے بھر جائے۔ اور اس کا اثر زبان و اعضا پر ظاہر ہونے لگے اور لوگ بھی ایسے شخص پر نکتہ چینی اور لعنت و ملامت کرتے رہیں۔ یہ ان سے بغض رکھے اور وہ اس سے۔ اور یہ ان سے ڈرائے اور وہ اس سے۔ غرضیکہ محترز لوگوں میں ملنے کے باوجود ان سے احتیاط برتتا ہے۔ اور بدگمان ان سے ملتا ہی نہیں اور ان سے دل میں کینہ کپٹ اور بغض رکھتا ہے۔

فراست و گمان میں فرق

گمان صحیح بھی ہو سکتا ہے اور غلط بھی۔ دل کی روشنی کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔ اور تاریکی کے ساتھ بھی اسی طرح دل کی پاکی کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔ اور ناپاکی کے ساتھ بھی۔ اسی وجہ سے حق تعالی نے اکثر گمانوں سے بچنے کا حکم فرمایا اور یہ بھی بتایا کہ بعض گمان گناہ ہوتا ہے۔ لیکن ارباب فراست کی تعریف فرمائی۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ۔ حجر ۵ ابن عباسؓ: ای للمتفرسین۔ بلاشبہ ان میں فراست والوں کے لئے بڑی بڑی نشانیاں ہیں) فرمایا یحسبہم الجاہل الخ انہیں جاہل سوال نہ کرنے کی وجہ سے مال دار سمجھتے ہیں۔ تم انھیں (فراست سے) ان کی پیشانیوں سے پہچان لوگے۔ فرمایا۔ ولو نشاء لاریناکہم الخ۔ اگر ہم چاہتے تو انھیں آپ کو دکھا دیتے آپ انھیں ان کے چہروں سے ان کے طرز کلام سے پہچان جائیں گے۔ معلوم ہوا کہ اصل فراست دل سے متعلق ہے۔ جو صاف و شفاف اور میل کچیل سے پاک ہوتی ہے۔ اور تقرب کی دلیل ہے۔ مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ جو اللہ نے اس کے دل میں مقرر فرمایا ہے رحمت عالمؐ نے فرمایا کہ مومن کی فراست سے

ڈرتے رہو۔ کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ مومن کو اللہ کے قرب سے فراست حاصل ہوتی ہے کیونکہ جب دل اللہ کے قریب آجاتا ہے تو اس سے ادراک و معرفت حق کی رکاوٹیں دور ہوجاتی ہیں اور وہ اپنے مرتبے کے موافق اللہ کے قریب والے روزن سے روشنی حاصل کرتا ہے۔ اور اس روشنی میں وہ چیزیں دیکھ لیتا ہے جو محجوب و بعید کو دکھائی نہیں دیتیں چنانچہ ایک حدیث قدسی میں حق تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ میرے قرب کے لئے فرائض سب سے اہم تحفہ ادا کرتے ہیں۔ اور بندہ نوافل سے بھی میرے قریب آتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ مجھے اس سے محبت ہوجاتی ہے۔ پھر جب میں اس سے پیار کرنے لگتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے۔ آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے۔ ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔ پھر وہ میری ہی بات سنتا ہے' میری ہی بنائی ہوئی چیزیں دیکھتا ہے میرے ہی حکم کے مطابق پکڑتا ہے اور میرے ہی حکم کے مطابق قدم اٹھاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ تقرب سے اللہ کی محبت حاصل ہوتی ہے۔ اور جب اللہ چاہنے لگتا ہے تو بندے کے تمام اعضا اس کے حکم کے مطابق حرکت کرنے لگتے ہیں۔ اور اس کا دل ایک صاف آئینہ کی طرح ہوجاتا ہے۔ جس میں حقائق کے عکس بلا کم وکاست نظر آنے لگتے ہیں اور اس کی فراست خطا نہیں کرتی۔ یہ علم غیب نہیں بلکہ علام الغیوب نے ایسے دل میں حق ڈال دیا ہے جو اس سے قریب ہے اور اس کے نور سے جگمگا رہا ہے۔ اور اوہام و وساوس کی ابلہ فریبیوں سے بلند ہے۔

جب دل پر نور کا غلبہ ہوجاتا ہے تو اس کی کرنیں اعضا تک بھی پہنچنے لگتی ہیں۔ یہی نور دل سے آنکھوں میں آتا ہے اور کاشف حقائق ہوتا ہے۔ رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ کو جو مقتدی ہوتے تھے، دل کی آنکھوں سے یا نور فراست سے، نماز میں دیکھ لیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے مکہ میں اپنی آنکھوں سے بیت المقدس کا معائنہ کرلیا۔ ایک دفعہ آپ نے مدینہ میں خندق کھودتے کھودتے شام کے محل، صنعاء کے دروازے، اور کسریٰ کے شہر دیکھ لئے۔ ایک دفعہ مدینہ میں موتہ میں لڑنے والے سپہ سالاروں کو شہید ہوتے ہوئے دیکھ لیا۔ ایک دفعہ شاہ حبشہ کو حبشہ میں وفات پاتے ہوئے دیکھ لیا۔ حالانکہ آپ مدینہ میں تھے۔ پھر آپ نے میدان میں جاکر غائبانہ نماز بھی پڑھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرزمین فارس میں نہاوند میں اپنے سپہ سالار اور مسلمانوں کے لشکر کو دشمن سے لڑتا ہوا دیکھ لیا اور ہدایت فرمائی کہ پشت پر پہاڑ رکھو۔ حالانکہ آپ مدینہ میں تھے۔ ایک دفعہ آپ کے پاس مذحج کے چند آدمی جن میں اشتر نخعی بھی تھے، آئے۔ آپ نے اشتر کو خوب غور سے دیکھ کر پوچھا یہ کون ہے، بتایا گیا کہ یہ مالک بن حارث ہے۔ فرمایا اسے کیا ہوگیا۔ اس پر اللہ کی مار ہو۔ میں مسلمانوں کے لئے اس کی طرف سے ایک سخت دن دیکھ رہا ہوں ایک دفعہ عمرو بن عبید حسن کے پاس آئے۔ فرمایا یہ نوجوانوں کا سردار ہے اگر محدث نہیں۔

Marfat.com

امام شافعیؒ کی فراست

کہتے ہیں۔ ایک دفعہ امام شافعی اور محمد بن حسن مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں ایک شخص آیا۔ محمد بولے میرے خیال میں یہ بڑھئی ہے۔ شافعی بولے میرے خیال میں لوہار ہے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ پہلے لوہار تھا اور اب تاجر ہے۔ بجائے لعنی بڑھئی ہے

ابوالقاسم منادی کی فراست

ایک دفعہ ابوالقاسم منادی کی بیمار پرسی کے لئے ان کے پاس ابوالحسن بوشنجی اور حسن لوہار گئے۔ انہوں نے راستے میں آدھے درم کے سیب ادھار خرید لئے تھے۔ جب یہ دونوں آپ کے پاس پہونچے تو آپ نے فرمایا یہ کیسی تاریکی ہے انہوں نے خیال کیا کہ شاید ادھار سیب خریدنے کی وجہ سے آپ نے یہ الفاظ فرمائے ہیں۔ چنانچہ دونوں الٹے پاؤں واپس ہو گئے اور سیب کی قیمت ادا کر کے پھر آئے۔ انھیں دیکھتے ہی آپ نے فرمایا کیا اتنی جلدی انسان کا تاریکی سے نکلنا ممکن ہے؟ مجھے اپنا حال بتاؤ۔ دونوں نے سیب کا واقعہ بیان کیا۔ سن کر فرمایا۔ تم میں سے ہر ایک کو اپنے ساتھی پر بھروسہ تھا کہ وہ قیمت ادا کر دے گا۔ اور وہ شخص تم دونوں سے تقاضا کرتے ہوئے شرما رہا تھا۔

ابوعثمان حیری کی فراست

ابوزکریا نخشبی کے اور ایک عورت کے درمیان جھگڑا تھا۔ یہ ایکدن ابوعثمان حیری کے پاس کھڑے تھے کہ اس عورت کا خیال آ گیا ابوعثمان نے سر اٹھا کر فرمایا۔ تمہیں شرم نہیں آتی؟

شاہ کرمانی کی فراست

کہتے ہیں شاہ کرمانی غضب کی فراست رکھتے تھے۔ اور ان کی فراست اکثر صحیح ہوا کرتی تھی۔ شاہ صاحب فرمایا کرتے تھے جو حرام چیزوں سے آنکھ بند کر لے اور خواہشوں سے اپنا دل مار لے۔ دل دائمی مراقبہ سے آباد رکھے، سنت کا پابند ہو اور حلال کھانے کا عادی ہو۔ اس کی فراست کبھی خطا نہیں کرتی۔

ایک نوجوان کی فراست

ایک نوجوان جنید کے پاس اٹھا بیٹھا کرتا تھا۔ اور دل کے خیالات بتا دیا کرتا تھا۔ جنید کے سامنے بھی اس کا ذکر آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ تمہارے بارے میں لوگوں کا ایسا خیال ہے۔ بولا دل میں کوئی بات سوچو۔ جنید بولے سوچ لی۔ جوان نے بات بتا دی۔ جنید بولے غلط ہے۔ بولا اچھا پھر سوچو۔ فرمایا سوچ لی۔ بولا یہ بات ہے۔ فرمایا غلط ہے۔ بولا اچھا پھر سوچو۔ فرمایا سوچ لی۔ بولا یہ بات ہے۔ فرمایا غلط ہے۔ بولا عجیب بات ہے۔ آپ بھی سچے ہیں اور مجھے بھی اپنے دل کی خبر ہے۔ فرمایا تم نے تینوں دفعہ ٹھیک بتایا تھا۔ میں تمہیں آزما رہا تھا۔ کہ تمہاری قلبی واردات بدلتی تو نہیں۔

Marfat.com

ایک فقیر کی فراست

ابوسعید خراز کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں مسجد حرام میں گیا۔ اتنے میں ایک فقیر آیا جو دو گدڑیاں پہنے ہوئے تھا۔ اور بھیک مانگنے لگا۔ میں نے دل میں کہا۔ ایسے ہی لوگ لوگوں پر بوجھ ہیں۔ فقیر نے مجھے دیکھ کر یہ آیت پڑھی:۔ اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا فِیْ اَنْفُسِکُمْ فَاحْذَرُوْہ ۔ (یقین مانو اللہ تمہارے دلوں کی باتوں سے واقف ہے۔ لہذا اس سے ڈر جاؤ۔) کہتے ہیں یہ سنکر میں نے دل ہی دل میں اللہ سے مغفرت کی دعا کی۔ پھر اس نے یہ آیت پڑھی:۔ وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ (اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

ابراہیم خواص کی فراست

ابراہیم خواص کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں جامع مسجد میں تھا اتنے میں ایک خوب صورت اور پر رعب نوجوان آیا۔ جس سے خوشبو مہک رہی تھی۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ میرے خیال میں یہ یہودی ہے۔ لیکن کسی کو یقین نہیں آیا۔ خیر میں بھی چلا گیا۔ اور وہ جوان بھی چلا گیا۔ پھر اس نے میرے رفقا سے مل کر پوچھا کہ میرے بارے میں شیخ کیا کہہ رہے تھے۔ لوگوں کو میرا خیال بتاتے ہوئے شرم آئی مگر اس نے اصرار کے ساتھ پوچھا تو مجبوراً لوگوں نے بتایا کہ وہ آپ کو یہودی بتا رہے تھے۔ پھر وہ میرے پاس آکر میرے ہاتھ پر جھک گیا اور مسلمان ہو گیا میں نے پوچھا کیوں مسلمان ہوئے؟ بولا ہم نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے کہ صدیق کی فراست خطا نہیں کرتی میں نے سوچا کہ اس سلسلے میں مسلمانوں کو آزماؤں۔ پھر میں نے سوچا کہ اگر کوئی صدیق ہو گا تو انہیں اللہ والوں میں ہو گا چنانچہ میں تمہارے پاس آیا۔ آپ نے مجھے دیکھتے ہی تاڑ لیا کہ میں یہودی ہوں۔ چنانچہ مجھے یقین ہو گیا کہ آپ ضرور صدیق ہیں۔

حضرت عثمان کی فراست

حضرت عثمان کے پاس ایک صحابی آتے ہیں جو راستے میں ایک عورت کو دیکھ آئے تھے، اور اس کے حسن وجمال کے بارے میں غور کر رہے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ میرے پاس اس حالت میں آتے ہیں کہ زنا کا اثر ان کی آنکھوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ میں نے کہا کیا رحمت عالم کے بعد بھی وحی جاری ہے؟ فرمایا۔ نہیں یہ تو سچی فراست، اور برہان تبصرہ ہے۔

نصیحت وغیبت میں فرق

نصیحت (خیر خواہی) سے مسلمانوں کو کسی بدعتی یا فتین یا مکار یا شر پسند سے ڈرانا مقصود ہوتا ہے۔ جب کوئی مسلمان اس سے تعلقات قائم کرنے کے بارے میں یا معاملات کرنے کے یا اس کے پاس اٹھنے بیٹھنے کے بارے میں کسی ناصح سے مشورہ کرے تو اسے اس کے صحیح صحیح حالات بتانے پڑتے ہیں۔ جیسے رحمت عالم ﷺ نے فاطمہؓ بنت قیس سے جبکہ انہوں نے معاویہؓ اور ابوجہمؓ سے نکاح کے بارے میں آپ سے مشورہ کیا تھا۔ فرمایا کہ معاویہؓ تو غریب آدمی ہیں

Marfat.com

اور ابوجہم عورتوں کو مارتے ہیں۔

اگر اللہ کے لئے اور مسلمانوں کی خیرخواہی کے لئے غیبت ہو تو وہ بھی عبادت و نیکی ہے۔ اور اگر کسی کی آبرو ریزی کے لئے ہو تاکہ اس کا مرتبہ لوگوں کے دلوں سے گر جائے اور اس کی بُرائی کی جائے تو یہ سخت قسم کی بیماری ہے اور نیکیوں کی آگ ہے کہ تمام نیکیاں کھا جاتی ہے۔

ھدیہ اور رشوت میں فرق

رشوت سے کسی کی حق تلفی یا غلط کو صحیح ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے۔ رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے والے کو ملعون فرمایا ہے۔ اگر ظلم دفع کرنے کے لئے رشوت دے تو پھر رشوت لینے والے پر لعنت پڑے گی۔ ہدیہ سے محبت و احسان اور تعارف مقصود ہوتا ہے۔ اگر بدلہ کے ارادے سے ہدیہ دیا جائے تو طلب معاوضہ مقصود ہے اور اگر فائدے کی غرض سے دیا جائے تو بڑھوتری مدنظر ہے۔

صبر و سنگدلی میں فرق

صبر ایک کسبی عادت ہے۔ جسے انسان اپنے اندر پیدا کر لیتا ہے یعنی پریشان ہونے سے، ہائے ہائے کرنے سے اور شکوہ کرنے سے باز رہتا ہے۔ چنانچہ دل کو خفگی سے، زبان کو شکایت سے اور اعضا کو غیر مناسب حرکتوں سے روک لیتا ہے۔ صبر حقیقت میں دل کو شرعی اور تقدیری احکام پر ثابت قدم رکھنا ہے۔

سنگدلی دل کی خشکی اور سختی ہے۔ جس سے دل میں کسی چیز کا اثر نہیں ہوتا اور دل پتھر ہو جاتا ہے۔ صبر و تحمل کی وجہ سے نہیں بلکہ سختی و یبوست کی وجہ سے۔

دل کے اقسام

دل تین قسم کے ہوتے ہیں۔ (۱) سخت دل۔ جو پتھر کی طرح سخت ہو جاتا ہے۔ اور بمنزلہ خشک ہاتھ کے ہو جاتا ہے۔ (۲) انتہائی نرم دل، جو پانی کی طرح سے انتہائی نرم ہوتا ہے۔ سخت دل اچھا اثر قبول نہیں کرتا جیسے پتھر پانی قبول نہیں کرتا انتہائی نرم دل بمنزلہ پانی کے ہے یہ بھی کچھ نہیں۔ (۳) قلب رقیق۔ جو نہ پتھر کی طرح سخت ہو اور نہ پانی کی طرح نرم بلکہ درمیانی ہو اور ٹھوس ہونے کے ساتھ ساتھ صاف شفاف بھی ہو۔ یہ دل اپنی شفافیت کی وجہ سے صحیح و غلط میں تمیز کر لیتا ہے رقت کی وجہ سے حق قبول کر کے اسے محفوظ کر لیتا ہے اور ٹھوس ہونے کی وجہ سے اپنے دشمن سے مقابلہ پر ڈٹ جاتا ہے۔ ایک اثر میں ہے۔ زمین پر دل اللہ کے برتن ہیں اللہ کو وہ دل زیادہ پیارا ہے جو سب سے زیادہ رقیق و ٹھوس اور صاف شفاف ہو۔ ایسے دل کو قلب زجاجی (شیشے جیسا دل) کہتے ہیں کیونکہ شیشے میں یہ تینوں اوصاف ہوتے ہیں۔ اور اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ بُرا دل قلب قاسی (پتھر جیسا دل) ہے۔ فرمایا۔ فویل للقاسیۃ قلوبہم، لہٰذا اللہ کے ذکر سے سخت دل

والوں کے لئے بڑی خرابی ہے۔ فرمایا۔ ثم قست قلوبکم الخ پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے جیسے پتھر، بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت۔ فرمایا۔ لیجعل اللہ ما یلقی الشیطان الخ تاکہ جو شیطان ڈالتا ہے اسے اللہ بیمار دل والوں کے لئے فتنہ بنا دے اور سنگدل والوں کے لئے بھی۔ اس آیت میں دو ٹیڑھے دل بیان فرمائے۔ ایک بیماری سے ٹیڑھا ہے اور ایک سنگدلی سے۔ اور شیطان کی ڈالی ہوئی باتوں کو ان دونوں کے لئے فتنہ اور تیسرے دل والوں کے لئے رحمت قرار دیا۔ کیونکہ تیسرا دل اپنی صفائی کی وجہ سے شیطانی اور ملکی باتوں میں تمیز کر لیتا ہے۔ اور عجز و رقت کی وجہ سے حق قبول کر لیتا ہے اور ٹھوس و قوی ہونے کی وجہ سے متضاد نفسوں سے مقابلہ کرتا ہے۔ اس کے بعد حق تعالیٰ نے فرمایا تاکہ اہل علم کو یقین ہو جائے کہ یہ آپ کے رب کی طرف سے ہے اور حق ہے۔ پھر اس پر ایمان لے آئیں اور ان کے دل اس کے آگے جھک جائیں اور اللہ ایمان والوں ہی کو سیدھی راہ کی ہدایت فرماتا ہے۔

عفو و ذلت میں فرق

انتقام پر قدرت ہونے کے باوجود بطور احسان و کرم کے اپنا حق ساقط کر دینا عفو (معافی) ہے۔ یہ ترک حق احسان و مکارم اخلاق پر ابھارتا ہے برعکس اس کے ذلیل عجز و خوف اور دل کی کمزوری کی وجہ سے بدلہ چھوڑتا ہے۔ یہ بہت بری صفت ہے۔ اس سے تو وہ اچھا ہے۔ جو بدلہ لے لے۔ فرمایا۔ والذین اذا اصابہم البغی ہم ینتصرون۔ اور وہ کہ جب ان پر کوئی ظلم کرتا ہے تو وہ بدلہ لے لیتے ہیں اس میں ان کی تعریف کی گئی ہے۔ جو اپنا بدلہ لینے پر قادر ہیں۔ پھر اگر وہ عفو و درگذر کی شریفانہ عادت کی وجہ سے معاف کر دیں تو یہ اعلیٰ مقام ہے۔ فرمایا۔ وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا الخ برائی کا بدلہ اسی جیسی برائی ہے۔ لیکن جو معاف کرے اور اصلاح کرے تو اس کا صلہ اللہ پر ہے۔ اللہ ظالموں کو نہیں چاہتا۔ اس آیت میں تینوں مقام بیان فرمائے۔ عدل (جو جائز ہے) فضل (جو اعلیٰ درجہ ہے) ظلم (جو حرام ہے)

ایک شبہ کا جواب

اگر کہا جائے کہ بدلہ لینا اور معاف کرنا دونوں متضاد ہیں۔ پھر دونوں کیسے قابل تحسین ہو سکتے ہیں؟ جواب یہ ہے کہ تعریف بدلہ لینے کی نہیں ہے، بلکہ قوت و قدرت کی تعریف ہے کہ قدرت کے بعد دو صورتیں نکلتی ہیں۔ خواہ برابر سرابر بدلے لیا جائے۔ یا معاف کر دیا جائے۔ بعض سلف نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا۔ لوگوں کو ذلت پسند نہ تھی۔ لیکن جب بدلہ پر قادر ہوتے تو معاف کر دیا کرتے تھے۔ یہی وہ کمال ہے جس پر اللہ نے اپنی ذات کی بھی تعریف فرمائی ہے فرمایا۔ وکان اللہ عفواً قدیراً۔ واللہ غفور رحیم۔ اللہ بڑا معاف کرنے والا ہے اور خوب قادر ہے۔ اللہ بڑا ہی بخشنے والا اور کمال مہربان ہے۔ ایک مشہور اثر میں ہے کہ عرش کو اٹھانے والے فرشتے چار ہیں۔

Marfat.com

ان میں سے دو کہتے ہیں۔ اے اللہ اے ہمارے رب، پاکیاں اور بڑائیاں تیرے ہی لئے ہیں، قدرت کے بعد معافی پر تو ہی حقدار تعریف ہے۔ اسی وجہ سے حضرت مسیح نے فرمایا تھا۔ ان تعذبہم فانہم عبادک الخ اگر تو انہیں سزا دے تو تیرے بندے ہیں اور اگر معاف فرمائے تو تو بڑی عزت و حکمت والا ہے۔ یعنی تیری معافی عزت والی ہے۔ کیونکہ کمال قدرت کے بعد ہے۔ اور حکمت والی ہے۔ کیونکہ کمال علم کے بعد ہے۔ ان کے عملوں سے واقف ہونے اور ان پر قدرت پانے کے باوجود تو نے انھیں بخش دیا انسان کبھی تو انتقام سے عاجز ہو کر معاف کر دیتا ہے۔ اور کبھی ظالم کے جرم کی حقیقت سے بے خبر ہو کر انسان کی معافی کا ظاہر تو ظلم و ذلت ہے اور باطن عزت و عجز ہے۔ اور انتقام کا ظاہر تو عزت ہے اور باطن ذلت ہے۔ اللہ پاک معافی سے عزت ہی بڑھاتا ہے۔ اور اپنی ذات کے لئے انتقام لینے والا ذلیل ہی ہوتا ہے۔ اگرچہ معافی والی عزت ہی کے جاتے رہنے سے ذلیل ہو۔ اسی وجہ سے رحمت عالم نے اپنے لئے کبھی انتقام نہیں لیا۔ ہم ینتصرون (وہ بدلہ لیتے ہیں) پر غور کرو۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان میں وہ ذاتی قوت ہے جس سے وہ اپنا بدلہ لے سکتے ہیں۔ یہ نہیں کہ غیر ان کی مدد کریں۔ مگر چونکہ بدلہ میں لوگ عموماً عدل کے دائرے سے نکل جایا کرتے ہیں اس لئے برابری جائز رکھی گئی۔ زیادتی حرام کر دی گئی اور معافی کا درجہ سب سے اونچا رکھا گیا۔ غرضیکہ عفو نفس مطمئنہ کے اخلاق میں شامل ہے۔ اور ذلت نفس امارہ کے اخلاق میں

انتقام وانتصار میں فرق

غور سے دیکھو تو انتقام و انتصار میں بھی فرق ہے۔ انتصار اللہ کی وجہ سے اللہ کے حق کے لئے ہوتا ہے اور اس پر وہی قادر ہوتا ہے جو لذت کی ذلت سے اور خواہش کی غلامی سے آزاد ہو۔ آزاد ہو کر ہی وہ عزت میں اپنے مقدر کا حصہ حاصل کر سکتا ہے۔ پھر جب اس پر ظلم کیا جاتا ہے تو وہ ظالم سے اس وجہ سے انتقام لیتا ہے کہ اللہ نے ایک عزت کی سعادت سے اسے نوازا ہے۔ اسے شرم آتی ہے کہ اس کی عزت پر کوئی ہاتھ ڈالے۔ یا اسے دبائے۔ اور عزیز و حمید والے بندے کی غیرت کا یہ تقاضا نہیں کہ ذلیل ہو۔ چنانچہ وہ ظالم سے کہتا ہے کہ میں اس کا غلام ہوں۔ جس کا غلام ذلیل نہیں ہوتا۔ اور جیسے یہ گوارا نہیں ہوتا کہ کوئی اس کے غلام کو ذلیل کرے۔ چونکہ نفس امارہ اپنے اصول پر قائم ہے، اس لئے وہ اپنے لذات کے لئے اور اپنا دل ٹھنڈا کرنے کے لئے بدلہ ہی چاہتا ہے۔ اور اسے ذلیل کرنے ہی کا خواہشمند رہتا ہے۔ لیکن جو نفس اپنی لذت کی ذلت اور اپنی خواہش کی غلامی سے آزاد ہے، اور توحید و انابت باری تعالیٰ کی عزت پا چکا ہے، اسے جب ظلم و ستم سے واسطہ پڑتا ہے، تو وہ اس عزت کی حمایت میں بدلہ لینے کھڑا ہو جاتا ہے۔ جو اللہ نے اسے بخش رکھی ہے۔ یہ حمایت دراصل ایمانی غیرت کا تقاضا ہے اس کی مثال اس طرح سمجھو۔ جیسے دو غلام کاشتکار ہیں ایک نے دوسرے کو مارا۔ پٹنے والے نے اپنے مالک کی

خیر خواہی کے لئے اور مارنے والے پر ترس کھا کر کہ کہیں مالک اسے سزا نہ دے۔ اسے معاف کر دیا۔ پھر مالک نے معاف کرنے والے کا شکر یہ ادا کیا۔ اور اسے مزید عزت سے نوازا۔ دوسرا غلام مالک کا پیش کار ہے۔ مالک نے اسے عمدہ لباس دے رکھا ہے۔ کہ ڈیوٹی کے وقت اسے استعمال کرے۔ پھر کسی کوچوان وغیرہ نے اس کے لباس پر گندگی ڈال دی یا اسے پھاڑ دیا۔ اگر یہ اسے معاف کر دے تو اس سے مالک راضی نہ ہوگا۔ بلکہ اسکی سزا سے خوش ہوگا۔ کیونکہ اس نے مالک پر جرأت کی اور مالک کی عزت کا خیال نہیں کیا۔ یہ سزا ہی کا حقدار ہے تاکہ مالک کا رعب قایم رہ سکے۔ اس صورت میں پیش کار کا بدلہ لینا اپنے مالک کے حق کے لئے ہوگا اپنے لئے نہیں۔

ایک دفعہ حضرت علی کسی کے پاس سے گذرے۔ اس نے آپ سے فریاد کی کہ اس نے میرا حق مار لیا ہے۔ اور مجھے دیتا نہیں۔ آپ نے حکم دیا کہ اس کا حق دیدو۔ جب آپ چلے گئے تو ظالم جھگڑنے لگا اور حقدار کے طمانچہ مار دیا۔ اس نے پھر حضرت علی سے شکایت کی۔ آپ نے اس سے کہا تو نے اس پر اقدام کیا۔ صاحب حق بولا۔ امیر المومنین میں نے معاف کیا۔ مگر حضرت علی نے ظالم کے نو درے مارے اور فرمایا۔ تجھے مظلوم نے تو معاف کر دیا۔ اور یہ سلطان کا حق ہے جس کی سزا ملی ہے۔ اسی طرح حضرت ابو بکر کے پاس آ کر کسی نے سواری مانگی اور بولا کہ میں آپ سے اور آپ کے بیٹے سے اچھا شہسوار ہوں۔ آپ کے پاس حضرت مغیرہ بن شعبہ تھے۔ مغیرہ نے آستین چڑھا کر زور سے اس کی ناک پر مکہ مارا جس سے اس کے نکسیر جاری ہوگئی۔ اس کی قوم والوں نے حضرت ابو بکر سے شکایت کی اور بدلہ کا مطالبہ کیا۔ فرمایا۔ کیا اللہ کی ڈانٹ پر میں بدلہ لوں۔ ایسا کبھی نہ ہوگا۔ یعنی مغیرہ نے جو بدلہ لیا ہے محض اللہ کی حمایت میں اور اس عزت کی خاطر لیا ہے جس عزت سے اللہ نے اپنے رسول کے خلیفہ کو نوازا تھا۔ تاکہ اس عزت کی وجہ سے آپ خلافت کے کام بخوبی انجام دے سکیں اور دین قایم کر سکیں۔ آپ نے قصاص اس لئے ترک کیا کہ اس نے اللہ کی عطا کردہ عزت پر ہاتھ ڈالا تھا۔

دل کی سلامتی اور بلہ وغفلت میں فرق

دل کی سلامتی میں برائی کا ارادہ کار فرما نہیں ہوتا۔ اور علم ہوتا ہے۔ بخلاف نادانی وغفلت کے۔ کیونکہ یہ جہالت و کم علمی ہے۔ اور قابل تعریف نہیں۔ کیونکہ نقص ہے۔ لوگ اسی کی تعریف کرتے ہیں۔ جو علم کے باوجود برائی سے مبتلا نہیں آتا۔ کیونکہ نہ اس کی طرف سے سلامت رہتے ہیں۔ دل کا برائی کے ایک ایک پہلو سے واقف ہو کر برائی کے ارادے سے محفوظ رہنا کمال کی بات ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ میں دغاباز نہیں اور نہ دغاباز مجھے دھوکہ دے سکتا ہے۔ حضرت عمر بڑے ہوشیار و محتاط تھے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ یوم لاینفع الخ :-

جس دن مال اور بیٹے کام نہ آئیں گے۔ اسی کو فائدہ پہنچے گا جو قلب سلیم لے کر آئے گا۔ قلب سلیم وہ دل ہے جو دلی آفتوں سے محفوظ ہو۔ اس میں شبہ کی بیماری نہ ہو کہ قیاس کی پیروی لازم آئے اور نہ شہوت کی بیماری ہو کہ خواہشوں کی پیروی لازم آئے۔

ثقہ اور غرۃ میں فرق

ثقہ (بھروسہ) ایک قسم کا سکون ہے جو ان دلائل و قرائن سے وابستہ ہے جن سے دل سکون حاصل کر لیتا ہے۔ قرائن کی قوت کے مطابق بھروسہ بھی قوی اور مستحکم ہوگا۔ خصوصاً جبکہ وسیع تجربات اور صحیح فراست بھی میسر ہو۔ گویا یہ لفظ وثاق (بندھن) سے نکلا ہے۔ یعنی دل اس سے جس پر بھروسہ اور حسن ظن ہے اور اس کی محبت و معاملہ اور اعتماد کی ڈوری سے بندھا ہوا ہے۔ پھر جب دل سب سے کٹ کر اللہ کی طرف لوٹ آئے تو اس کی قید میں آ جاتا ہے۔ اور بندگی کے بندھن سے بندھ جاتا ہے۔ اور آڑے وقت غیر اللہ کی طرف نہیں جاتا بلکہ اللہ ہی اس کا ہتھیار، اس کی قوت اور اس کا ذخیرہ ہوتا ہے۔ اور بندہ اپنی ضروریات اسی سے مانگتا ہے

غرۃ (خوش فہمی، دھوکہ) یہ ہے کہ کسی کو نفس و شیطان نے اور جھوٹی امیدوں نے دھوکہ دے رکھا ہو۔ اور یہ خوش فہمی ہو کہ گناہوں کے باوجود اللہ پاک اسے بخش دیگا غرور (دھوکہ) یہ ہے کہ تم اس پر بھروسہ کرو جس پر بھروسہ کیا نہیں جاتا۔ اس سے مطمئن ہو جاؤ جس سے مطمئن ہونا لائق نہیں۔ اور اس جگہ سے فائدے کی امید رکھو جہاں سے فائدہ حاصل ہوا نہیں کرتا۔ جیسے سراب سے دھوکہ کھانے والوں کا حال ہوتا ہے۔ فرمایا۔ والذین کفروا اعمالھم الخ۔ کافروں کے عمل سراب کی طرح ہیں۔ جسے پیاسا پانی سمجھ کر اس کے پاس جائے تو ایک بھی بوند پانی نہ پائے۔ بلکہ قضائے الٰہی پائے پھر اللہ اس سے پورا پورا حساب لے لے۔ اور اللہ سرعت سے حساب لینے والا ہے۔ اللہ پاک نے خوش فہموں کے بارے میں فرمایا قُلْ ہَلْ نُنَبِّئُکُمْ الخ آپ فرما دیں کیا ہم تمہیں عملوں میں گھاٹا اٹھانے والوں کی خبر دوں؟ یہ وہ ہیں جن کے دنیا میں عمل غارت ہو گئے اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم اچھے عمل کر رہے ہیں۔ جب پردہ اٹھ جائے گا اور عملوں کے حقائق سامنے آئیں گے تو انھیں معلوم ہوگا کہ وہ کسی عمل پر بھی نہ تھے۔ فرمایا۔ وبدا لھم من اللہ الخ انہیں اللہ کی طرف سے وہ معاملہ پیش آئے گا جس کا انھیں گمان بھی نہ تھا۔ ایک مشہور اثر میں ہے جب تم گناہوں کے باوجود اپنے اوپر اللہ کی نعمتوں کی ریل پیل دیکھو۔ تو اللہ سے ڈر جاؤ۔ یہ استدراج کی حالت ہے قرآن حکیم میں ہے۔ فلما نسوا ما ذکروا بہ الخ۔ پھر جب وہ چیزیں بھول گئے جن سے انھیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے۔ پھر جب وہ نعمتوں پر اترانے لگے تو ہم نے انھیں اچانک پکڑ لیا۔ پھر وہ ناامید ہو گئے۔ یہ سب سے بڑا دھوکہ ہے۔ کہ ایک طرف سے تو نعمتوں کی فراوانی ہے اللہ

Marfat.com

دوسری طرف گناہوں کی طغیانی۔ شیطان دھوکہ دہی پر مقرر ہے۔ اور نفس امارہ اس کے دھوکہ میں آگیا ہے پھر جب بغاوت والی رائے اور گناہ میں ڈالنے والی رائے اور دھوکہ دینے والا شیطان اور دھوکہ کھانے والا نفس سب اکٹھے ہو جائیں تو اختلاف نہ ہوگا۔ شیطانوں نے دھوکہ کھا جانے والوں کو اللہ کی طرف سے دھوکہ دیا ہے اور اللہ کا غیظ و غضب بھڑکانے والے گناہوں کے باوجود اس کے عفو و درگذر کا لالچ دے رکھا ہے اور تسکین قلب کے لئے توبہ کی امید بھی دلادی ہے۔ (کہ ابھی تو جی بھر کے دل کے ارمان نکال لو۔ بعد میں توبہ کرلینا) پھر دلوں میں پھونکتا رہتا ہے۔ کہ ابھی جلدی کیا ہے توبہ کرلینا۔ آخر انسان کو باب توبہ کی طرف پہنچنے بھی نہیں دیتا۔ کہ موت آکر گلا گھونٹ دیتی ہے۔ شیطان نے لوگوں کو بدترین حال پر جکڑ رکھا ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ وَغَرَّتْكُمُ الْأَمَانِيُّ الخ اور تمناؤں نے تمہیں دھوکہ دیا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آپہونچا۔ اور تمہیں اللہ کی طرف سے شیطان نے دھوکہ میں رکھا۔ فرمایا۔ یا ایہا الناس ان وعد اللہ الخ لوگو! اللہ کا وعدہ سچا ہے، خبردار دنیوی زندگی تمہیں دھوکہ میں نہ ڈالے۔ اور نہ اللہ کی طرف سے شیطان دھوکے میں ڈالے۔

وہ شخص سخت دھوکے میں ہے جسے اللہ کی نعمتیں نصیب ہیں اور سمجھتا ہے کہ میں ان کا حقدار ہوں۔ اور میرے خیال میں روز حساب آنے والا نہیں۔ اس لئے خوب جی بھر کر دل کے ارمان کیوں نہ نکالوں۔ پھر دھوکہ کے گھپ اندھیرے میں قدم رکھ کر کہتا ہے کہ اگر میں رب کی طرف گیا بھی تو اللہ کے پاس میرے لئے بھی جنت وعزت ہے۔ لہذا شیطان سے دھوکہ کھایا ہوا اس کے وعدوں اور آرزوؤں سے دھوکہ کھاتا ہے۔ اور دنیوی نعمتیں اور نفس امارہ شیطان کی معاونت کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ گناہوں پر جما رہتا ہے۔ اور ایک دن تباہی کے گڑھے میں گر کر ختم ہو جاتا ہے۔

رجا اور تمنا میں فرق

رجاء کامیابی کے اسباب فراہم کرنے میں انتہائی دوڑ دھوپ اور جد وجہد کے ساتھ وابستہ ہے اور تمنا یہ ہے کہ کامیابی کے اسباب فراہم کئے بغیر سمجھ جائے کہ کامیاب ہو جاؤں گا۔ فرمایا۔ ان الذین آمنوا الخ جو لوگ ایمان لائے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا یہی اللہ کی رحمت کے رجا والے (امیدوار) ہیں۔ معلوم ہوا کہ بجز ان لوگوں کے دوسروں سے رجا کا فرش لپیٹ دیا گیا ہے۔ لیکن خوش فہم لوگ کہتے ہیں کہ دل کھول کر گناہ کرنے والے اور اللہ کے قہر و غضب کو بلانے والے بھی اس کی رحمت کے امیدوار ہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ نفس و شیطان اپنے ماننے والوں کو اسی خوش فہمی میں مبتلا رکھا کرتا ہے۔ رجا کا حق اسے پہونچتا ہے جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور اللہ کے وعدوں کو پیش نظر رکھ کر بڑے شوق و ذوق سے نیکیاں خلوص کے ساتھ کرتا رہتا ہے جیسے کوئی نصب العین سامنے رکھ کر اس کے حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ صحیح رجا کی نشانی یہ ہے کہ

Marfat.com

راجی کو ترک اعمل سے عبث کے اور جنت کی نعمتوں کے فوت ہو جانے کا ڈر لگا رہتا ہے۔ اس کی مثال اس کی سی ہے جو کسی شریف و معزز عورت پر پیام ڈالے۔ پھر جب نکاح کا اور معززین و اکابرین کے اجتماع کا وقت آئے تو خوب نہا دھو کر اور پاک و صاف ہو کر نہایت عمدہ کپڑے پہن کر اچھی سے اچھی خوشبو لگا کر اور کمال بن سنور کر نکاح کے لئے روانہ ہو اور راہ میں گرد و غبار سے کوڑے کرکٹ سے اور داغ دھبوں سے نہایت احتیاط سے کپڑوں کو بچائے رکھے پھر جب ساس کے گھر کے دروازے پر پہنچے لوگ اس کا خندہ پیشانی سے خیر مقدم کریں۔ اسے صدر مقام پر بہترین فرش پر بٹھائیں مجلس کی آنکھیں اس پر جم جائیں اور ہر گوشے سے اس کی عزت کی جائے۔ اگر یہ شخص بن سنورنے کے بعد کھڈیوں پر جا بیٹھے یا زمین پر لوٹنے لگے اور میل کچیل اور گندگی سے لتھڑ جائے جو اس کے کپڑوں بدن اور بالوں پر لگ جائے اور اسی حالت میں ساس کے گھر چلا جائے اور اگر گھر میں سابق وعدے کی بنا پر داخل ہونا چاہے تو چوکیدار اُسے مار پیٹ کر ڈانٹ ڈپٹ کر اور دھکے دیکر بھگا دے گا۔ اور اُسے پریشان و نا امید ہو کر لوٹنا پڑے گا۔ پہلی حالت راجی کی تھی اور یہ حالت متمنی کی ہے۔

ایک اور مثال سنو۔ ایک بادشاہ ہے جو انتہائی غیور دیانت دار اور حسن معاملات میں مشہور ہے اور کسی کی حق تلفی نہیں کرتا۔ لیکن اسے کوئی دیکھتا نہیں۔ پردہ کے پیچھے سے معاملات کرتا ہے۔ اس کا سامان تجارتی مال اور لونڈی غلام معاملہ کرنے والوں کے سامنے موجود ہیں۔ اس کے پاس دو شخص آتے ہیں ایک اس سے صدق و امانت اور خیر خواہی سے معاملہ کرتا ہے جس سے کبھی دھوکہ، خیانت اور مکر و فریب دیکھا ہی نہیں گیا۔ یہ شخص بادشاہ کو اپنا تمام مال فروخت کر دیتا ہے اور اس کے لونڈی غلاموں پر اسے پورا بھروسہ ہے۔ یہ شخص جب بادشاہ کو بیچنے کے لئے کوئی چیز لاتا ہے تو اچھی سے اچھی لاتا ہے اور اگر اپنے ہاتھ سے بناتا ہے تو اس کی تحسین و آرائش میں خوب کوشش کرتا ہے اور اس کا باطن ظاہر سے زیادہ خوب صورت بناتا ہے اور دی ہوئی ہدایات کے مطابق اس کی شکل و صورت مقدار و ہیئت، لطافت و نزاکت اور تمام شرطوں کا لحاظ رکھتا ہے۔ اور دوسرا شخص ردی چیزیں کر آتا ہے جو خالص بھی نہیں نہ ہمدردی سے بنائی گئی ہے اور نہ ہدایات کے مطابق ہے۔ بلکہ اس نے حسب مرضی بنالی ہے۔ اور ان تمام باتوں کے باوجود مالک کے غائب ہونے کی وجہ سے موقع پاکر خیانت بھی کرلیتا ہے۔ بادشاہ کے احترام کو برقرار نہیں رکھتا۔ اسے بگاڑنے کی کوشش کرتا ہے اور اگر قادر ہو جائے تو بادشاہ کو ناراض کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ اسی حال پر ان دونوں پر ایک زمانہ گذر جاتا ہے۔ ایک دن ان سے کہا جاتا ہے کہ آج بادشاہ اپنے گاہکوں کے پاس حساب لینے کے لئے اور انھیں ان کے حقوق دینے کے لئے آئے گا۔ یہ دونوں شخص اس کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں اور بادشاہ ہر ایک کو

Marfat.com

استحقاق کے مطابق دیتا ہے۔

ان دونوں مثالوں سے معلوم ہوا کہ راجی کا نصب العین جنت ہے اور اس کے حصول کے لئے دن رات کوشش میں لگا ہوا ہے۔ دراصل رجا دلی رجحان کا نام ہے۔ یہ اسی دلی رجحان کی بدولت اپنے حصول مقصد کے لئے پوری پوری تیاری میں لگا ہوا ہے اور اسے ہر وقت دھڑکا لگا ہوا ہے کہ کہیں مقصد جاتا نہ رہے۔ اس لئے پھونک پھونک کر قدم اٹھا رہا ہے۔ رجا کی اصل تنحی (ہٹ جانا) ہے۔ یعنی سب سے کٹ کر محبوب کی طرف دل کا متوجہ ہونا اور نفس امارہ اور اس کی دعوتوں سے ہٹ جانا ہے۔ یہ شان نفس مطمئنہ کی ہے۔ کیونکہ جب دل کی بصیرت کھل جاتی ہے اور اس کی نگاہ آخرت کی نعمتوں اور لطائف پر ہوتی ہے تو وہ اللہ کی اور آخرت کی طرف جو سفر اختیار کرتا ہے تو ڈرتا ڈرتا اور ہلکا پھلکا بڑھتا ہے۔ اس سے پہلے وہ دنیا میں اور اس کی شہوتوں میں پھنسا ہوا تھا۔ جب نفس کا پردہ اٹھ جاتا ہے تو ہلکا ہو کر نعمت والی جنتوں میں عزیز رحیم کی ہمسائگی کو طلب کرنے کے لئے بڑھتا ہے۔ معلوم ہوا کہ ہر خوف کرنے والا راجی ہے۔ اور ہر راجی خوف کرنے والا ہے۔ اس لئے ایک دوسرے کی جگہ استعمال کر لیا جاتا ہے۔ کیونکہ راجی کا دل خائف کے دل کے قریب ہے۔ راجی کا دل نفس امارہ و شیطان کی ہمسائگی سے ہٹ گیا ہے اور اللہ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس کے سامنے جنت کا جھنڈا نصب ہے۔ اور وہ اس کی تیاری میں مصروف ہے۔ اور اس کا دلی رجحان اسی کی طرف ہے۔ اور خائف بھی ان دونوں کی ہمسائگی سے بھاگ رہا ہے اور دنیا میں ان دونوں کی قیدوں میں پڑنے سے اللہ کی پناہ مانگ رہا ہے۔ کہ کہیں موت کے بعد اور قیامت کے دن انھیں کے ساتھ محبوس نہ کر دیا جائے کیونکہ انسان دنیا و آخرت میں اپنے قرین کے ساتھ ساتھ ہے۔ پھر جب یہ ڈراوے سنتا ہے تو دونوں گھروں میں برے پڑوس کی ہمسائگی سے ہٹنے لگتا ہے۔ اس لئے اسے خائف کہا جاتا ہے۔ اور جب وعدے سنتا ہے، تو شوق و مسرت سے کامیابی کی امید پر اس کی طرف اڑنے لگتا ہے۔ اس لئے راجی کہا جاتا ہے۔ غرضیکہ دونوں حال ایک دوسرے کو لازم ہیں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ مالکم لا ترجون الخ تمہیں کیا ہو گیا۔ کیوں اللہ کی عظمت سے نہیں ڈرتے۔

اوپر گذر چکا کہ رجا ایمان و ہجرت و جہاد والوں ہی کے لئے ہے۔ رحمت عالم نے ایمان کی تفسیر فرمائی کہ ایمان شاخوں والا اور ظاہری و باطنی عملوں والا ہے۔ ہجرت کی تعریف فرمائی کہ گناہ چھوڑنا ہجرت ہے۔ جہاد کے بارے میں فرمایا کہ اصل جہاد اللہ کے حقوق کے بارے میں نفس سے ہے۔ امانی (تمنائیں) مفلسوں کا سرمایہ ہیں جنھیں انہوں نے رجا کے سانچے میں ڈھال لیا ہے۔ حالانکہ یہ ان کی محض امیدیں ہیں۔ یہ ایسے دل سے صادر ہوتی ہیں جس پر نفسانی وسوسوں کی بھیڑ ہوتی ہے۔ دل ان کے دھوئیں سے اٹ جاتا ہے۔

Marfat.com

نفس اسے اپنی شہوتوں میں استعمال کرنے لگتا ہے۔ اور اسے حسن عاقبت و حسن نجات کا بہلاوا اور عفو و مغفرت کا حوالہ دیتا رہتا ہے کہ کریم اپنا پورا حق نہیں لیا کرتا۔ گناہوں سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہونچے گا اور رب کی مغفرت سارے گناہ مٹا دیگی۔ اس تمنا کا نام رجا رکھ لیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ وسوسہ شیطانی اور باطل امیدیں ہیں۔ جو نفس امارہ جاہل دلوں میں پھونکتا رہتا ہے۔ اور ان سے دل بہل جاتا ہے۔ فرمایا لَيْسَ بِأَمَانِيِّكُمْ الخ تمہاری آرزوؤں اور اہل کتاب کی آرزوؤں پر نجات نہیں جو برے عمل کرے گا اسے بدلہ ضرور ملے گا اور وہ اللہ کے سوا کسی اور کو اپنا دوست و مددگار نہ پائے گا۔ جب بندہ رب کی دوستی اور اس کی مدد کو ٹھکرا دیتا ہے تو اللہ بھی اس کی دوستی ٹھکرا دیتا ہے اور اس کے دوست نفس و شیطان بن جاتے ہیں اور انسان کو اس کے نفس پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ پھر یہ اللہ کی مدد کے بغیر نفس کی مدد پر رہ جاتا ہے۔ اور اللہ کی مدد وولایت کی جگہ نفس و شیطان کی ولایت اور نفس و ہویٰ کی مدد لے لیتی ہے اور رجا کے لئے جگہ باقی نہیں رہتی۔ اگر تم سے نفس کہے کہ میں رجا کے مقام پر ہوں تو اس سے دلیل مانگو اور کہدو کہ یہ تو آرزو ہے۔ ہوشیار طمع و رجا پر نیکیاں کرتا رہتا ہے۔ اور احمق و سست نیکیاں چھوڑ دیتا ہے۔ اور امیدوں پر بھروسہ کرکے بیٹھ جاتا ہے۔ اور انھیں رجا کے نام سے پکارتا ہے واللہ الموفق۔

اظہار نعمت و فخر میں فرق

اظہار نعمت کرنے والا منعم کی خوبیوں کا اظہار کرتا ہے۔ اس کے جود و احسان کو سراہتا ہے، ایک طرح سے اس کا شکر ادا کرتا ہے اور اس کی تمام نعمتوں کو نشر کرتا ہے۔ جس سے اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ اللہ کی صفتوں کا اظہار ہو۔ اس کی حمد و ثنا ہو اور نفس کو اسی سے مانگنے پر ابھارا جائے اور دوسروں سے قطع نظر کرلی جائے۔ اور اسی سے محبت و رجا کا شوق دلایا جائے۔

فخر، یہ ہے کہ ان نعمتوں کی وجہ سے لوگوں پر اپنی بڑائی جتائی جائے۔ اور انھیں یہ بات دکھائی جائے کہ میں تم سب سے معزز و اونچا ہوں۔ تاکہ ان کی گردنوں پر سوار ہوکر ان کے دل غلام بنائے جائیں اور انھیں اپنی تعظیم و خدمت کی طرف مائل کیا جائے۔ نعمان بن بشیر کا بیان ہے کہ شیطان کے جال بھی ہیں اور پھندے بھی ہیں۔ ایک جال یہ بھی ہے کہ اللہ کی نعمتوں کے ذریعہ پکڑے کہ انسان اللہ کے بندوں پر فخر و غرور کرنے لگے اور غیر اللہ کے آگے جھکنے لگے۔

فرح قلب اور فرح نفس میں فرق

دل کی فرح اللہ پر ایمان لاکر اس کی معرفت و محبت پیدا کرکے اور اس کا کلام پڑھ کر حاصل ہوتی ہے۔ فرمایا۔ وَالَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَفْرَحُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ (جن کو ہم نے کتاب دی وہ آپ کی طرف اتارے گئے احکام

سے خوش ہوتے ہیں۔ پھر جب اہل کتاب وحی سے خوش ہوتے ہیں تو اللہ والے تو ان سے بھی زیادہ اس سے خوش ہونے کے حقدار ہیں۔ فرمایا۔ وَاِذَا مَا اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ الخ اور جب ان پر کوئی سورت اتاری جاتی ہے تو بعض ان میں سے پوچھتا ہے کہ اس نے کس کا ایمان بڑھایا۔ پھر یہ ایمان والوں کا ایمان بڑھا دیتی ہے۔ اور وہ کھل جاتے ہیں۔ فرمایا۔ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ الخ آپ فرما دیں کہ اللہ کے فضل اور اسکی مہربانی سے مومنوں کو خوش ہونا چاہیئے یہ ان کے جمع کردہ مال سے بہتر ہے۔

ابو سعیدؓ خدری فرماتے ہیں کہ اللہ کا فضل قرآن ہے اور اس نے تمہیں اپنی مہربانی سے اس کا اہل بنایا۔ ہلال بن یساف کے نزدیک اللہ کی مہربانی اور اس کا فضل اسلام ہے جس کی اس نے ہدایت فرمائی۔ اور قرآن ہے جو تم کو سکھایا جو تمہارے سونے چاندی سے جسے جمع کرتے ہو تمہیں بہتر ہے۔ ابن عباسؓ اور جمہور کے نزدیک فضل اسلام ہے اور رحمت قرآن ہے۔ یہ فرح قلب ہے اور ایمان سے ہے اور اس پر ثواب ملتا ہے۔ کیونکہ اس سے خوش ہونا اس سے راضی ہونے کی نشانی ہے۔ بلکہ فرح رضا سے بھی اوپر ہے کیونکہ اس سے فرح بقدر محبت کے حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ فرح محبوب کے وصال سے بقدر محبت کے پیدا ہوتی ہے یہ اللہ پر اس کے اسماء و صفات پر اس رسول پر اور اس کی سنت پر ایمان کا جوہر، خلاصہ اور مغز ہے اور دل میں اس فرح سے ایک عجیب قسم کی عبودیت اور اثر ظاہر ہوتا ہے جس کی تعبیر الفاظ میں نہیں سما سکتی لہذا یہ فرح اللہ کی تمام نعمتوں میں افضل ہے بلکہ تمام نعمتوں کا عطر ہے۔ اسی فرح پر آخرت کی فرح کا دارو مدار ہے۔ محبوب تک پہنچنے کی فرح محبت کے ضعف و قوت کے مطابق پیدا ہوتی ہے۔ فرح قلبی کی یہی شان ہے۔ دل کے لئے ایک اور فرح بھی ہے یعنی اللہ کے انعامات والی فرح جو اس کے ساتھ معاملات سے اخلاص و توکل سے اور خوف و رجا سے پیدا ہوتی ہے اور جوں جوں یہ چیزیں دل میں جڑیں پکڑتی ہیں فرح و مسرت میں اضافہ ہوتا ہے۔ ایک اور فرح بھی ہے جو بڑی مؤثر اور حیرت انگیز ہے۔ یہ وہ فرح ہے جو دل کو توبہ سے حاصل ہوتی ہے۔ گناہ سے دل کو ایسی مسرت حاصل نہیں ہوتی جیسی توبہ سے حاصل ہوتی ہے۔

توبہ کی لذت

اگر گناہگار کو معلوم ہو جائے کہ توبہ کی لذت گناہوں کی لذت سے ہزار وں درجہ بڑھی ہوئی ہے تو گناہوں کی بہ نسبت توبہ کی طرف دوڑ کر جائے۔

اس لذت کا بھید وہی جانتا ہے جسے بندے کی توبہ سے اللہ کی فرح کا حال معلوم ہے۔ کہ اس کی حد بندی ہی نہیں ہو سکتی۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ایک مثال بیان فرمائی ہے

اور اس میں انسان کی وہ مسرت ظاہر فرمائی ہے جس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی اور مسرت نہیں یعنی ایک شخص اپنے کھانے پینے کا سامان لاد کر سواری پر سوار ہو کر چل پڑتا ہے۔ چلتے چلتے کہیں آرام کے لئے ٹھہر جاتا ہے۔ اور سواری باندھ کر لیٹ جاتا ہے۔ اتفاق سے اس کی آنکھ لگ جاتی ہے پھر جو آنکھ کھلتی ہے تو سواری گم پاتا ہے۔ چٹیل میدان ہے اور تباہی منہ پھاڑے ہوئے ہے۔ بے چارے کے سناٹا سا نکل جاتا ہے۔ چاروں طرف اسے ڈھونڈھتا ہے مگر وہ نہیں ملتی۔ ناامید ہو کر اسی مقام پر آ کر موت کے انتظار میں بیٹھ جاتا ہے۔ آخر چاند طلوع ہو جاتا ہے اور دور دور تک اس کی روشنی پڑنے لگتی ہے غور سے دیکھتا ہے تو چاندنی رات میں اسے اپنی سواری نظر آ جاتی ہے۔ جس کی نکیل ایک درخت سے الجھی ہوئی ہے۔ خوشی کے مارے پھولا نہیں سماتا اور خود فراموشی میں بے ساختہ اس کی زبان سے نکل جاتا ہے کہ اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں۔ بے چارے کو خوشی کے مارے یہ خبر بھی نہیں رہتی کہ کیا کہہ رہا ہے۔ فرمایا اس سے بھی زیادہ اللہ کو اپنے بندے کی توبہ سے خوشی ہوتی ہے۔ لہذا یہ حقیقت بھی ناقابل انکار ہے کہ انسان کو توبہ سے شدید قسم کی مسرت حاصل ہوتی ہے۔

توبہ کی لذت کب حاصل ہوتی ہے؟

یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اس قسم کی مسرت شدید غم و آلام اور مصائب جھیلنے کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ اگر انسان تکالیف و آلام پر صبر کرتا رہے تو اسے اس فرح کی لذت نصیب ہو جائے گی ورنہ کچھ بھی نصیب نہ ہوگا اور انجام یہ ہوگا کہ جس لذت کو ترجیح دی تھی (گناہ کی لذت) وہ بھی ہاتھ سے جاتی رہے گی اور اسے غم کی چاشنی چکھنی پڑے گی۔ جو تکلیف دہ چیزوں کے وجود اور آرام دہ چیزوں کے جاتے رہنے سے مرکب ہوگی۔

انتہائی اونچی قسم کی فرح

ایک فرحت تمام مسرتوں اور لذتوں سے اونچی اور سب کا جوہر ہے۔ وہ اس وقت حاصل ہوتی ہے جب بندہ دنیا چھوڑ کر اللہ کی طرف بڑھنے لگتا ہے۔ اس وقت اس کے پاس فرشتے آ کر اسے اللہ کے دیدار کی بشارت سناتے ہیں۔ ؎

مدت سے امیر اُس سے ملنے کی تمنا تھی
آج اُس نے بلایا ہے لینے کو قضا آئی

اور ملک الموت روح کو نکل آنے کا حکم دیتے ہیں اور اسے اللہ کی رحمت روزی اور رضا کا مژدہ سناتے ہیں۔ اگر توبہ کرنے والے کے پیش نظر صرف یہی ایک فرحت ہو تو عقل کا تقاضا ہے کہ اسی کو

Marfat.com

ترجیح دے۔ لیکن اللہ اکبر۔ یہاں تو مومن کے لئے طرح طرح کے مسرت کے سامان فراہم ہوتے ہیں۔ ایک طرف تو پیاری روح کے استقبال کے لئے پیاری شکلوں میں فضا میں زمین سے لے کر آسمان تک فرشتوں کا اجتماع ہے، دوسری طرف روح کے لئے آسمانوں کے دروازے کھل رہے ہیں، فرشتے دعائیں مانگ رہے ہیں، اسے ہر آسمان کے مقرب فرشتے رخصت کر رہے ہیں، سبحان اللہ کتنی مسرت کا مقام ہے کہ آج روح کو اپنے رب، اپنے دوست اور اپنے محبوب کے سامنے کھڑے ہونے کی اور سجدہ کرنے کی اجازت مل گئی ہے۔ ہ

یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

پھر رب کے کلمات سننے کی سعادت بھی حاصل ہے کہ فرشتو، میرے بندے کا اعمال نامہ علیین میں لکھ لو۔ پھر جنت کی سیر کرائی جاتی ہے۔ اللہ کی تیار کردہ نعمتیں دکھائی جاتی ہیں۔ کہ یہ آپ ہی کے لئے ہیں۔ احباب واقارب سے ملاقات ہوتی ہے۔ سب خوش ہوتے ہیں جیسے کوئی مدت کا چھوٹا ہوا عزیز اپنے عزیزوں سے مل کر خوش ہوتا ہے۔ یہ سب کو اچھے حال میں دیکھتا ہے اور پچھلوں کے حالات سناتا ہے۔ یہ تمام مسرتیں فرح اکبر سے پہلے پہل ہیں۔ حشر کے دن کی مسرتوں کا کیا حال پوچھتے ہو۔ عرش بریں کا ٹھنڈا ٹھنڈا سایہ ہوگا۔ کوثر کے لبالب جام ہوں گے دائیں ہاتھ میں اعمالنامہ ہوگا۔ نیکیوں کا پلہ جھک رہا ہوگا چہرہ مارے مسرت کے گلاب کو شرما رہا ہو گا۔ ایک بے مثال برقی روشنی آگے آگے ہوگی۔ بلا رکاوٹ کے جہنم کے پل سے عبور کے اسباب فراہم ہوں گے۔ اور ابواب جنت کھٹکھٹانے کے بھی موقف میں بھی جنت قریب ہی تھی۔ رضوان وملائکہ دور ہی سے سلام کر رہے ہوں گے۔ مبارکبادیاں دے رہے ہوں گے۔ قابل رشک مراتب و محلوں کی نوید جانفزا سنا رہے ہوں گے۔ اور حور وغلمان کی بشارت دے رہے ہوں گے پھر اس کے بعد ایک اور فرحت ہے جس کے سامنے تمام مسرتیں ہیچ ہیں۔ یہ خاص اللہ والوں کے لئے ہے جنہیں اپنے رب کے دیدار پر یقین تھا۔ اور ایمان تھا کہ وہ قیامت کے دن اپنے محبوب رب کا چہرۂ اقدس دیکھیں گے آج اوپر سے ان کا رب انہیں سلام کرے گا ان سے باتیں کرے گا اور آمنے سامنے کلام فرمائے گا۔

رقت قلب وجزع میں فرق

جزع نفسانی کمزوری اور قلبی خوف ہے۔ جسے شدت حرص طمع تقویت پہونچاتی ہے۔ اور یہ تقدیر پر ایمان کی کمزوری سے پیدا ہوتی ہے۔ ورنہ جب یہ یقین ہو کہ تقدیر کا لکھا تو لامحالہ پیش آکر ہی رہے گا تو ہائے وائے محض تکلیف ایک دوسری مصیبت ہے۔ فرمایا۔ مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ فِي الاَرْضِ۔ تم کو روئے زمین پر یا خود تمہارے

نفسوں میں جو مصیبت پہونچتی ہے وہ اس کے پیدا کرنے سے پہلے ہی ایک کتاب میں ہے۔ بلاشبہ یہ بات اللہ پر بہت آسان ہے تاکہ جاتی رہنے والی چیزوں پر غم نہ کھاؤ۔ اور حاصل شدہ نعمتوں پر اتراؤ نہیں۔

رقت قلب شرع کے خلاف نہیں کیونکہ رقت صفت رحمت سے پیدا ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ نرم مزاج بندوں پر رحم فرماتا ہے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی نرم دل تھے اور انتہائی صابر بھی۔ معلوم ہوا کہ نرم دلی رحمت وشفقت ہے۔ اور ہائے ہائے کرنا بیماری اور کمزوری ہے۔ جزع دنیا میں بیمار دل کی کیفیت ہے جسے نفس امارہ کے دھوئیں نے سیاہ کرکے اس کی سانسیں تنگ کردی ہوں اور اس پر آخرت کی راہیں مسدود کردی ہوں اور نفس وہوی کے جیل میں بند کردیا ہو۔ جو انتہائی تنگ وتاریک ہے، اسلئے وہ ذراسی مصیبت بھی برداشت نہیں کرسکتا۔ اور گھبرا اٹھتا ہے۔ اگر دل میں بو عدوں پر ایمان ویقین کا نور ہو اور دل اللہ کے جلال ومحبت سے معمور ہو تو نرم ہوجائے اور اس میں رأفت ورحمت جھلکنے لگے۔ پھر تم اسے ہر عزیز مسلمان پر رحیم وشفیق پاؤ۔ انسان تو انسان وہ تو بل میں چیونٹی پر بھی اور آشیانے میں پرندے پر بھی کمال مہربان ہوجاتا ہے۔ یہ دل اللہ سے قریب تر ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں پر بہت ہی مہربان تھے۔ جب حق تعالیٰ کسی پر رحم کرنا چاہتا ہے۔ تو اس کے دل میں رحم ونرمی کا جذبہ پیدا فرمادیتا ہے۔ اور اگر اسے عذاب میں مبتلا کرنا چاہتا ہے تو اس کے دل سے جذبۂ رحمت وشفقت نکال دیتا ہے۔ اور ان کی جگہ سختی وسنگدلی رکھ دیتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ بدبخت ہی سے رحمت نکال دی جاتی ہے۔ اسی حدیث میں ہے جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔ جنت والے تین قسم کے ہیں۔ انصاف پسند وصدقہ کرنے والا بادشاہ۔ ہر عزیز ومسلمان پر مہربان ونرم دل شخص اور بچوں والا ہاتھ نہ پھیلانے والا پاکدامن شخص۔ حضرت صدیق کو تمام امت پر اسی لئے فضیلت ہے۔ کہ آپ کے دل میں عام رحمت تھی۔ جو صدیقیت سے بھی زیادہ تھی اسی وجہ سے اس کا اثر تمام مقامات پر دیکھا گیا۔ حتی کہ بدر والے قیدیوں میں بھی رہائی کا آپ ہی کے مشورہ پر فیصلہ ہوا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو حضرت عیسیٰ اور حضرت ابراہیم سے تشبیہ دی۔

موجدۃ اور حقد میں فرق

وجد (ناراضی۔ غم) وہ دہ چیز کا احساس وعلم ہے۔ کہ دل اسے ہٹانے کی کوشش میں مصروف ہوجائے۔ لہذا وجد کمال ہے۔

اور حقد، دل میں برائی رکھ کر ہر وقت اس بات کی توقع رکھنا کہ دوسرے میں یہ برائی پائی جائے۔ یہ کبھی دل سے کبھی ہٹتا ہی نہیں۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ وجد تم کو دوسروں سے پہونچتا ہے اور حقد تم سے دوسروں کو پہونچتا ہے یعنی

Marfat.com

یعنی وجد اس ایذا کا نام ہے جو تم کو پہنچ رہی ہے۔ اور حقد اس مقابلہ کا وجود ہے جو تم سے دوسروں کو پہنچ رہا ہے۔ لہٰذا وجد تو بہت جلدی ختم ہو جاتا ہے۔ اور حقد آسانی سے ختم ہونے والا نہیں۔ حقد دل کی تنگی سے اور نفس کی تاریکی اور دھوئیں کے غلبہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اور موجدۃ دل کی قوت وصلابت سے اور اس کے نورِ احساس سے۔

منافست اور حسد میں فرق

منافست میں اس کمال کی رغبت پائی جاتی ہے جسے تم دوسروں میں دیکھو۔ اور اپنے اندر بھی اسے پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ بلکہ اس کمال میں بڑھنے کی کوشش کرو۔ یہ صفت نفس کی شرافت و عالی ہمتی اور عظیم القدر ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ فرمایا۔ وَفِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ۔ اور رغبت کرنے والوں کو انہیں جیسی نیکیوں میں رغبت کرنی چاہیے۔

لفظ منافست، نفیس سے بنا ہے۔ عمدہ چیز کی طرف عموماً لوگوں کو رغبت ہوتی ہے۔ اور اُسے حاصل کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ اور اگر چند آدمی اسے مل کر حاصل کریں تو ہر شخص آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور خوش ہوتا ہے۔ صحابۂ کرام نیکیوں میں آگے بڑھنے کی کوشش کیا کرتے تھے اور شرکت سے خوش ہوتے تھے۔ بلکہ ان پر ایک دوسرے کو ابھارا کرتا تھا۔ اور سب ہی اس میں حصہ لیا کرتے تھے۔ منافست، مسابقۃ (دوڑ) کی ایک قسم ہے۔ فرمایا۔ فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرَاتِ ۔ نیکیوں میں دوڑ لگاؤ فرمایا۔ سَابِقُوْا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ الخ اپنے رب کی مغفرت کی طرف دوڑ لگاؤ جس کا عرض آسمان کے عرض کی طرح ہے۔ حضرت عمر حضرت ابوبکر سے آگے بڑھنے کی کوشش میں رہتے تھے۔ مگر کبھی آگے نہ بڑھ سکے۔ پھر جب حضرت ابوبکر خلیفہ ہو گئے تو حضرت عمر بولے اب میں کبھی آپ کے ساتھ دوڑ نہیں لگاؤں گا۔ اور فرمایا:۔ میں نے جس نیکی میں ابوبکر (رض) کے ساتھ دوڑ لگائی میں ان سے پیچھے ہی رہا ہر دفعہ وہی جیتے۔ دو متنافس ان دو غلاموں کی طرح ہیں جو اپنے مالک کی پسندیدہ اور محبوب چیزوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مالک دونوں سے خوش ہوتا ہے اور وہ آپس میں بھی ایک دوسرے سے خوش ہیں۔

حسد ایک قابل مذمت اور گری ہوئی عادت ہے۔ اس میں نیکی کی حرص کارفرما نہیں ہوتی۔ نفس اپنی سستی اور عجز کی وجہ سے ان سے جلنے لگتا ہے۔ جو قابل تعریف نیک کاموں میں بڑھتے ہیں اور یہ ارادہ رکھتا ہے کہ کاش وہ نیک کاموں کو چھوڑ دیں تاکہ اسی کی سطح پر آکر رکے ہوں۔ فرمایا وَدُّوْا لَوْ تَکْفُرُوْنَ الخ کافر چاہتے ہیں کہ ان کی طرح تم بھی کافر ہو جاؤ اور تم سب برابر ہو جاؤ۔ فرمایا۔

Marfat.com

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ : بہت سے اہل کتاب چاہتے ہیں۔ کاش وہ تمہیں تمہارے ایمان کے بعد کافر بنادیں۔ کم سے انھیں جلن ہے حالانکہ حق ظاہر ہے۔ معلوم ہوا کہ حاسد نعمت کا دشمن ہے اور دوسروں سے اس کے جاتے رہنے کا متمنی رہتا ہے۔ کہ اگر میرے پاس نہیں تو اس سے بھی چھن جائے۔ اور منافس نعمت میں آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور خواہش مند ہوتا ہے کہ یہ نعمت مجھ پر اور میرے ساتھیوں پر مکمل ہو جائے اس کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ دوسروں سے بڑھ جائے یا کم از کم ان کی برابری ہو جائے۔ اور حاسد زوال نعمت کا متمنی ہوتا ہے۔ اکثر نیک و قابل لوگ منافست سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اگر کوئی کسی قابل شخص کو پیش نظر رکھ کر کسی نیکی یا نعمت کی طرف بڑھے تو اسے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کی تمنا ہوتی ہے کہ میں اسے پکڑ لوں اور اگر ممکن ہو تو آگے بھی بڑھ جاؤں۔ کبھی منافست محمودہ پر بھی حسد بول دیا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے۔ دو ہی شخصوں پر حسد (منافست) ہے۔ ایک تو اس پر جسے اللہ نے قرآن دیا ہو، اور وہ اس پر دن رات عمل کر رہا ہو اور دوسرے اس پر جسے اللہ نے مال دیا ہو۔ اور وہ اسے اللہ کی راہ میں لٹا رہا ہو۔ اسے اردو میں رشک یا غبطہ کہتے ہیں۔

محبتِ ریاست و محبت امارت میں فرق

محبت ریاست و محبت امارت میں فرق وہی ہے جو تعظیم شرع اور تعظیم نفس میں فرق ہے۔ دین کی عظمت کرنے والا یہی چاہے گا کہ اللہ کی اطاعت کی جائے اور گناہوں سے دامن بچایا جائے۔ اللہ کا دین بلند ہو اور ہر جگہ اسی کا بول بالا ہو۔ لوگ شرعی قوانین کے مطابق زندگیاں ڈھال لیں اور احکام الٰہیہ کو معاشرتی زندگی میں داخل کرلیں یہ شخص جذبۂ پرستش میں بھی مخلص ہے اور لوگوں کو پیغام الٰہی پہنچانے میں بھی۔ اسی لئے وہ دینی امامت چاہتا ہے بلکہ اللہ سے دعائیں مانگتا ہے کہ اللہ اسے پرہیزگاروں کا امام بنادے کہ اللہ کے نیک بندے اس کی پیروی کریں۔ جیسے یہ اللہ کے نیک بندوں کی پیروی کر رہا ہے۔ پھر اگر یہ اللہ کا بندہ جو دعوت الی اللہ کا علمبردار ہے یہ خواہش کرے کہ وہ لوگوں کی نگاہوں میں معزز، دلوں میں محبوب و رعب والا اور ایسا بن جائے کہ لوگ اس کے نقش قدم پر چلیں اور اس کے ذریعہ اللہ کے رسول کے نقش قدم کا سراغ لگا سکیں تو کوئی حرج نہیں۔ بلکہ اس کی یہ خواہش قابل تحسین ہے۔ کیونکہ وہ اللہ کے دین کے پھیلانے کا مقدس جذبہ رکھتا ہے۔ کہ صرف اللہ ہی کی عبادت کی جائے اسی کو مانا جائے۔ توحید پھیلائی جائے۔ دین کا چرچا کیا جائے اور لوگ اسکی اطاعت کریں۔ گویا وہ ایسی طاقت چاہتا ہے، جو اس کے نیک مقصد میں مددگار ثابت ہو اور وہ یہ نیک کام آسانی سے انجام دے سکے۔ اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے اپنے خاص و مقرب بندوں کا قرآن حکیم میں ان کے بہترین اعمال و اوصاف کے ساتھ ذکر فرمایا۔ چنانچہ

Marfat.com

فرمایا۔ وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا ہَبْ لَنَا الخ اور جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں تقوے والوں کا امام بنا۔ یعنی ان کی یہ خواہش ہے کہ ان کے بیوی بچے اللہ کے اطاعت گذار بندے بن جائیں تاکہ انکی آنکھوں میں ٹھنڈک ہو۔ اور اللہ کی اطاعت وعبودیت پر نیک حضرات ان کی پیروی کریں۔ تاکہ ان کے دلوں کو سرور حاصل ہو۔ کیونکہ اطاعت پر امام ورعایا آپس میں ایک دوسرے کے معاون ہیں۔ لہٰذا انہوں نے اللہ سے ایسی چیز مانگی جس سے اللہ کی اطاعت ورضا کے کاموں پر نیک لوگوں کا ہاتھ بٹائیں۔ اور وہ امامت کے ساتھ لوگوں کو اللہ کا پیغام پہونچانا ہے۔ اس امامت کی بنیاد صبر ویقین ہے۔ فرمایا۔ وجعلنا ہم ائمۃ الخ جب انہوں نے صبر کیا اور ہماری آیتوں پر یقین کیا تو ہم نے انھیں امام بنا دیا کہ ہمارے حکم کی رہنمائی کریں۔ ان کی امامت کے لئے دعا گویا یہ دعا ہے کہ اللہ انھیں امامت کی ہدایت دے، عملوں کی توفیق دے، اور مفید علم ونیک عمل سے ظاہر وباطن آراستہ فرمائے۔ جن کے بغیر امامت مکمل نہیں ہوتی۔ غور کیجئے حق تعالیٰ نے انھیں ان آیتوں میں اپنے اسم رحمٰن کی طرف منسوب فرمایا۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ انھیں یہ نعمت محض اللہ کی مہربانی اور جود وکرم سے نصیب ہوئی ہے اور اس پر بھی غور کیجئے کہ اس صورت میں ان کی جزا جنت کے عالی شان محل بتائی گئی۔ چونکہ دین میں امامت کا انتہائی بلند مقام ہے۔ اس لئے اس کی جزا بھی اسی کے مطابق ہونی چاہئے۔ حکومت وریاست اس لئے طلب کی جاتی ہے کہ حکام ورئیس لوگوں کی گردنوں پر چڑھ بیٹھیں اور ان کے دل اپنی طرف مائل کریں۔ تاکہ وہ ذاتی اغراض میں ان کے معاون ثابت ہوں اور حکام ان پر غالب وقاہر رہیں۔ اس سے بے شمار خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ بغاوت حسد، سرکشی، حقد، ظلم، فتنہ، نفسانی حمایت وحمیت، حقوق شرعیہ کی توہین، رذیلوں کی تعظیم اور معزز اہل دین کی توہین وغیرہ۔ دنیوی ریاست کی یہی جڑیں ہیں اور انھیں سے بلکہ ان سے بھی کہیں زیادہ خرابیوں ہی کے بعد ریاست حاصل ہوتی ہے۔ وہ رُسا کو بظاہر یہ خرابیاں محسوس نہیں ہوا کرتیں۔ ہاں جب پردے اٹھیں گے تب یہ خرابیاں نظر آئیں گی۔ خصوصاً اس وقت جب ان کا حشر چیونٹیوں کے روپ میں ہوگا کہ موقف والے اپنے پیروں سے انھیں روندتے چلے جائیں گے تاکہ ان کی خوب ذلت ورسوائی ہو۔ کیونکہ انہوں نے اللہ کے دین کو ذلیل ورسوا کیا تھا۔ اور اس کے بندوں کو حقیر سمجھا تھا۔ اور کمزور سمجھ کر ان پر چڑھ بیٹھے تھے۔

محبت فی اللہ میں اور محبت مع اللہ میں فرق

یہ ایک اہم ترین فرق ہے اور ہر شخص کو

اس کی سخت ضرورت ہے۔ اس لئے اسے خوب ذہن نشین کر لینا چاہیئے۔

حُبِّ فی اللہ کمال ایمان میں سے ہے اور حُبِّ مع اللہ عین شرک ہے۔

محبت میں محب اللہ کی محبت کے تابع ہوتا ہے۔ جب انسان کے دل میں اللہ کی محبت مضبوط ہو جاتی ہے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اسے انھیں سے محبت ہو جن سے اللہ کو محبت ہے۔ پھر جب بندہ انھیں سے محبت کرنے لگتا ہے جن سے ان کا رب اور محبوب محبت کرتا ہے تو اس کی یہ محبت اللہ کے لئے ہے اور اللہ کے حقوق کے سلسلے میں ہے۔ مثلاً اللہ کی محبت کی وجہ سے ایک مسلمان انبیائے کرام سے، اولیائے عظام سے اور فرشتوں سے محبت کرتا ہے۔ اور اللہ کی دشمنی کی وجہ سے ان کے دشمنوں سے دشمنی رکھتا ہے۔ اس قسم کی محبت و عداوت کی نشانی یہ ہے کہ اللہ کا دشمن اس کے ساتھ گو کتنا ہی احسان کرے اور اس کی ضروریات پوری کرے مگر پھر بھی اس کی عداوت محبت سے نہیں بدلے گی۔ اسی طرح اگر اللہ کے دوست سے کوئی تکلیف پہونچ جائے تو اس کی دوستی عداوت سے نہیں بدلے گی۔ خواہ یہ تکلیف غلطی سے پہونچ جائے یا جان بوجھ کر۔ خواہ اس کا ذریعہ اللہ کی اطاعت ہو یا تاویل یا اجتہاد یا بغاوت جس سے توبہ کر لی ہو۔

دین کے چار اصول

تمام دین چار اصولوں پر گھومتا ہے۔ محبت، عداوت، تعمیل احکام اور اجتناب ممانعت۔ لہٰذا جس کی محبت، عداوت تعمیل اور اجتناب اللہ کے لئے ہے۔ اس کا ایمان مکمل ہے اور جس نے ان چہارگانہ اصولوں میں سے کسی میں کوتاہی کی بقدر اس کے اس کے ایمان میں نقص آجائے گا۔

حب مع اللہ کی دو قسمیں

حب مع اللہ کی دو قسمیں ہیں اور دونوں توحید کے خلاف ہیں ایک قسم اصل توحید میں رخنہ انداز ہے۔ اور شرک ہے۔ اور دوسری قسم کمال اخلاص و محبت میں خلل ڈالتی ہے مگر اسلام سے نہیں نکالتی۔ پہلی قسم کی مثال مشرکوں کی اپنے بتوں اور دیوتاؤں سے محبت ہے۔ فرمایا۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ الخ۔ بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ کے شریک بنا کر اللہ کی محبت کی طرح ان سے محبت کرنے لگتے ہیں یہ مشرک ہیں۔ جو اللہ کے ساتھ ساتھ اپنے بتوں سے بھی محبت کرتے ہیں۔ یہ موالات و معبودیت کی محبت ہے۔ جس کے نتیجے میں ان سے خوف و رجا اور سوال و دعا کرنے لگتے ہیں اور ان کی عبادت بھی کرتے ہیں۔ یہ محبت خالص شرک ہے جسے اللہ بلا خالص توبہ کے معاف کرنے والا نہیں۔ ان بتوں سے سخت دشمنی اور انتہائی عداوت کے بغیر ایمان ہی نہیں۔ بلکہ بتوں کے پجاریوں سے بھی بغض و عداوت اور لڑائی جھگڑا ضروری ہے۔ اسی کام کے لئے اللہ نے تمام انبیائے کرام

Marfat.com

بھیجے اور تمام آسمانی کتابیں اتاریں۔ اور اسی محبت شرکیہ کی وجہ سے جہنم پیدا کی اور ان کے لئے جنت پیدا کی جو مشرکوں سے اسی سلسلے میں لڑتے جھگڑتے ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی شخص ثریا سے لے کر ثریٰ تک کسی چیز کی عبادت کرے، اس نے اسے اللہ کو چھوڑ کر اپنا معبود و ولی بنا لیا اور اللہ کو اس کے ساتھ شریک کر لیا خواہ وہ کوئی بھی ہو۔ اس لئے ایک فرزند توحید کو اس سے بیزار و متنفر ہونا ضروری ہے۔ دوسری قسم کی محبت بیوی بچوں سے، سونے چاندی سے کھیتی باڑی سے کاروبار سے اور گھوڑوں اور جانوروں سے ہے۔ یہ شہوانی محبت ہے۔ جیسے بھوکے کو کھانے سے اور پیاسے کو پانی سے ہوتی ہے۔ اس محبت کی تین قسمیں ہیں۔ اگر اس کے ذریعہ اللہ کی محبت و طاعت حاصل ہو اور اس کی رضا کے کاموں کا شوق پیدا ہو تو ثواب ملیگا۔ اور یہ اللہ کے لئے محبت کی ایک نوع ہوگی یہ حال سب سے افضل بشر کا تھا جنہیں دنیا میں عورتوں اور خوشبو سے محبت تھی اور ان دونوں کی محبت آپ کے لئے اللہ کی محبت میں، تبلیغ رسالت میں اور تعمیل احکام میں معاون ثابت ہوتی تھی۔ اگر یہ محبت طبعی خواہش و ارادے کی وجہ سے ہے اور اللہ کی رضا کے کاموں میں خلل انداز نہیں ہے اور ٹکراؤ کے وقت شرعی کام ہی مقدم رکھے جاتے ہیں۔ تو مباح ہے اور اس پر گرفت نہ ہوگی۔ لیکن اللہ سے جو محبت ہے اس کے کمال میں فرق ضرور آجائے گا۔ اور اگر یہی مقصود بالذات ہو اور کوئی اسی کی کمائی میں سرگرداں و متفکر رہ جائے اور اسے شرعی کاموں پر ترجیح دے تو ایسا شخص ظالم و خواہش کا پجاری ہوگا۔ لہٰذا پہلی قسم کی محبت نیکیوں میں سبقت کرنے والوں کی ہے۔ دوسری قسم کی درمیانی لوگوں کی ہے اور تیسری قسم کی ظالموں کی ہے۔ یہ مقام خوب ذہن نشین کر لو۔ اور ان محبتوں میں فرق یاد رکھو۔ کیونکہ یہی محبت نفس امارہ اور نفس مطمئنہ کا میدان کارزار ہے۔

توکل و عجز میں فرق

توکل ایک قلبی صفت اور دل کی عبادت ہے۔ اس میں اللہ پر اعتماد و بھروسہ ہوتا ہے۔ بندہ اللہ کی پناہ میں آکر اپنے تمام معاملات اللہ کے حوالے کر دیتا ہے۔ اور اللہ کی مقرر کردہ تقدیر پر راضی رہتا ہے۔ کیونکہ اسے یقین ہے کہ حق تعالیٰ اسے کافی ہے۔ اور وہ اس کے لئے اچھی ہی صورتیں پیدا کرے گا۔ اس لئے وہ تمام ظاہری اسباب فراہم اور حاصل کرنے میں دوڑ دھوپ بھی کرتا ہے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ توکل والے تھے۔ حالانکہ آپ لڑائی میں زرہ بھی پہنتے تھے بلکہ احد کے دن دو دو زرہ زیب بدن تھیں۔ اور تین دن غار ثور میں چھپے رہے۔ معلوم ہوا کہ آپ ظاہری اسباب کے ساتھ متوکل تھے۔ یہ نہ تھا کہ ظاہری اسباب چھوڑ بیٹھیں۔ عجز یہ ہے کہ یا تو ظاہری اسباب ہی چھوڑ دیئے جائیں یا ظاہری اسباب فراہم کرکے انھیں پر نظر

رکھی جائے اور مسبب الاسباب سے منہ موڑ لیا جائے۔ اور اگر بھولے سے مسبب الاسباب کا خیال آبھی جائے تو اس سے دلجمعی نہ ہو۔ اور اس سے پورا پورا تعلق پیدا نہ ہو۔ بلکہ دل اللہ کے ساتھ ہو اور بدن سبب کے ساتھ۔ اس مقام پر لوگ تین حصوں میں بٹ گئے ہیں۔ ایک گروہ تو توکل کے لئے اسباب ہی چھوڑ بیٹھا۔ دوسرا گروہ اسباب پر توکل چھوڑ بیٹھا۔ البتہ درمیانی گروہ توکل کی حقیقت کو پہونچ گیا۔ اور وہ سمجھ گیا کہ بلا اسباب کے توکل نہیں ہوتا۔ چنانچہ وہ ظاہری اسباب مہیا کر کے مسبب الاسباب پر بھروسہ کر کے مسبب کے انتظار میں بیٹھ جاتا ہے۔ اسباب چھوڑنے والا متوکل نہیں۔ اسے مغالطہ ہوگیا ہے۔ جیسے کوئی نکاح نہ کرے اور نہ کسی عورت سے ہم بستر ہو۔ مگر اولاد کی امید قایم کرے۔ ظاہر ہے کہ ایسا شخص پاگل ہے۔ یا جیسے کوئی کھیت تیار نہ کرے اور نہ تخم ریزی کرے مگر پیداوار کی امید قایم کرے۔ یا کھائے پیئے بغیر سیری و سیرابی کی امید باندھے۔ توکل رجا کی نظیر ہے۔ اور عجز تمنا کی۔

توکل کی حقیقت یہ ہے کہ انسان اللہ کو اپنا وکیل سمجھ لے۔ جیسے کسی کا وکیل اس کے برے بھلے سے واقف ہوتا ہے۔ اور اس کے لئے پوری پوری خیر خواہی کرتا ہے۔ اس سے کہیں زیادہ اللہ اپنے بندے کے حالات سے واقف ہے۔ اور اس کے حال کے مناسب عطا فرماتا ہے۔ اس نے اپنے بندے کو حیلہ تلاش کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور اس بات کی ضمانت دی ہے کہ اس حیلے سے بقدر صلاح کے روزی پیدا فرمائے گا۔ چنانچہ زمین کی تخم ریزی اور تیاری کا اور وقت پر آب پاشی کا حکم ہے۔ پھر اللہ پاک اپنی مصلحت اور بندے کی صلاح کے مطابق روزی پیدا فرما دیتا ہے اور یہ بھی حکم ہے کہ اللہ کے سوا کسی سے لو نہ لگاؤ۔ بھروسہ اللہ ہی پر رکھا جائے۔ اور اسی سے امید قایم رکھی جائے اللہ نے بتایا ہے کہ وہ وکالت و ضمانت کا پورا پورا حق ادا کردے گا۔ لہذا عاجز وہ ہے جو ان تمام باتوں کو پس پشت ڈال کر آرام طلب بن کر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے اور یہ کہنے لگے کہ روزی مقدر کی میرے پاس آجائیگی اگر میں موت کی طرح روزی سے بھاگوں تو بھی وہ مجھے ملے گی۔ اور جو مقدر کی نہیں وہ دوڑ دھوپ کے باوجود بھی نہ ملے گی۔ ایسے شخص کو سمجھایا جائے گا کہ تمہاری یہ بات تو ٹھیک ہے کہ مقدر کی روزی ملیگی لیکن یہ تو تمہیں معلوم نہیں کہ روزی تمہارے مقدر میں جد و جہد کے ساتھ اور تمہاری کوشش کے ساتھ لکھی ہے یا کسی اور کی کوشش کے ساتھ۔ اگر تمہاری کوشش سے ہے تو نہ معلوم کس سبب سے ہے اور کس راہ سے ہے۔ غرضیکہ یہ تمام باتیں چھپی ہوئی ہیں۔ یہ تمہیں کہاں سے معلوم ہو گیا کہ بلا دوڑ دھوپ کے تمہارے مقدر میں روزی ہے۔ بہت سے ایسے کام ہیں جو کسی کے ذریعے انجام پاتے ہیں۔ اور دوسرے کے

Marfat.com

مقدر میں ہوتے ہیں۔ اور بہت سے اس کے برعکس ہیں۔ جب تم اپنی آنکھوں سے اس قسم کے کاموں کا مشاہدہ کر چکے ہو تو تمہیں یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ تمہاری تمام روزی دوسروں کی کوششوں سے وابستہ ہے۔ علاوہ ازیں یہ اصول ہر جگہ پر ہونا چاہئے۔ کیا تم حصول جنت کے اسباب اور جہنم سے بچنے کے اسباب فراہم نہ کروگے۔ اور ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جاؤگے اور یہ کہہ کر کہ یہ چیزیں مقدر میں ہوں گی تو ملیں گی ان کے اسباب چھوڑ بیٹھوگے۔ یا توکل کے ساتھ ساتھ ان کے اسباب بھی فراہم کروگے؟ بلکہ دنیا ایسے ارباب توکل سے بھی خالی نہیں جو اپنے دل اللہ کیلئے روک لیں ان کے دل اس کے بھروسہ سے لبریز اور رجاء سے بھرپور ہوں اور اس کے ساتھ حسن ظن سے معمور رہیں پھر اس کے ساتھ ساتھ بعض اسباب مہیا کرنے کو ان کا دل نہ چاہے۔ اور دل کو اللہ سے سکون و اطمینان نصیب ہو اور یہی ان کے حصول رزق کا سب سے بڑا ذریعہ بن جائے۔ انہوں نے بھی سبب نہیں چھوڑا۔ بلکہ کمزور سبب چھوڑ کر طاقتور سبب اختیار کیا۔ ان کا توکل ان کے نزدیک سب سے زیادہ قابل بھروسہ ہے ان کے دلوں کا اللہ سے گھر جانا اس سے سکون حاصل کرنا اور اس کے سامنے ان کا گڑگڑانا انہیں ایسے سبب میں پھنس جانے سے زیادہ محبوب ہے جو انہیں اللہ سے روک دے۔ یا کمال میں نقص پیدا کرے۔ لہذا ان کا دل دونوں باتوں کے لئے تیار نہیں ہوا۔ اور ایک بات چھوڑ کر دوسری اختیار کر لی۔ بلاشبہ یہ اس سے بہتر ہے جس کا دل سبب میں پھنس کر رب کو بھول جائے۔ لیکن ان دونوں سے کامل وہی ہے جس میں دونوں باتیں جمع ہوں۔ چنانچہ انبیائے کرام اور صحابہ کا یہی حال تھا۔ حضرت زکریا بڑھئی تھے۔ حضرت نوح کو حق تعالیٰ نے کشتی بنانے کا حکم دیا۔ کوئی صحابی ایسا نہ تھا جو توکل کے معنے ظاہری اسباب کو چھوڑ دینا سمجھتا ہو۔ بلکہ ظاہری اسباب فراہم کرنے میں بڑے مستعد تھے۔ اور اللہ پر بڑا بھروسہ رکھتے تھے صحابہ اپنے ہاتھوں اور زبانوں سے دشمنوں سے جنگ کرنے میں سر اور دھڑ کی بازی لگا دیا کرتے تھے۔ پھر بھی توکل کی حقیقت پر قائم تھے علاوہ ازیں اپنے کاروبار کو فروغ دیتے تھے۔ انھیں ٹھیک ٹھاک کرتے تھے۔ بیوی بچوں کے لئے بقدر ضرورت خرچ مہیا کرتے تھے اور سید المتوکلین کے نقش قدم پر چلتے تھے۔

احتیاط و وسوسہ میں فرق

احتیاط یہ ہے کہ اتباع سنت میں پوری پوری کوشش کی جائے اور افراط و تفریط سے بچا جائے۔ یہی وہ احتیاط ہے جس سے اللہ اور اس کا رسول راضی ہے۔

وسوسہ یہ ہے کہ جو کام سنت سے یا کسی صحابی سے ثابت نہ ہو وہ اس خیال سے کرنا کہ یہ بھی دین میں ہوگا۔ مثلاً کوئی شخص تین دفعہ سے زیادہ وضو کا کوئی عضو دھوئے۔ وضو یا غسل میں خوب افراط

Marfat.com

کا پانی بہائے۔ نماز کی نیت الفاظ سے ادا کرے۔ جن کپڑوں میں نجاست کا یقین نہ ہو انھیں احتیاط کے طور پر دھولے۔ اور احتیاط کے طور پر جوتوں میں نماز نہ پڑھے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح :۔

وہ تمام ہزار ہا مسائل ہیں جنھیں وہمی مزاجوں نے دین بنالیا ہے اور احتیاط کے روپ میں ڈھال لیا ہے۔ حالانکہ احتیاط اتباع سنت میں برتی جانی چاہیے تھی۔ کیونکہ اتباع سنت میں اگر کوئی شخص احتیاط سے نکل جائے وہ بلاشبہ احتیاط سے اور صحیح راہ سے ہٹ گیا۔ غرضیکہ خلاف سنت سے نکلنے میں پوری پوری احتیاط برتنی چاہیے۔ گو اکثر دنیا یا ساری دنیا مخالف ہو جائے۔

الہام فرشتہ اور القائے شیطانی میں فرق

(۱) جو الہام اللہ کے لئے ہو اس کی مرضی کے موافق ہو، اور اس کے رسولوں کی لائی ہوئی ہدایات کے مطابق ہو، وہ فرشتے کی طرف سے ہے اور جو غیر اللہ کے لئے ہو اور اللہ کی رضا کے خلاف ہو وہ شیطان کی طرف سے ہے۔

(۲) جس کا نتیجہ اللہ کی طرف رغبت و انابت اور ذکر و فکر رحمانی ہو وہ فرشتے کی طرف سے ہے اور اس کی ضد شیطان کی طرف سے ہے۔

(۳) جو القا دل میں نور و انس اور انشراح پیدا کرے وہ مَلَکی ہے اور اس کے برعکس شیطانی ہے

(۴) جو سکون و اطمینان پیدا کرے وہ مَلَکی ہے ورنہ شیطانی ہے۔

الہام مَلَکی

الہام مَلَکی پاکیزہ اور صاف دلوں میں جو اللہ کے نور سے جگمگاتے رہتے ہیں، کثرت سے ہوتا ہے۔ فرشتے کو اس سے تعلق رہتا ہے اور ان دونوں میں مناسبت ہے۔ کیونکہ فرشتہ طیب و طاہر ہے اور اس کا نشیمن طیب و طاہر دل ہی ہو سکتا ہے۔ اس لئے ایسے دل پر مَلَکی اثر بہ نسبت شیطانی اثر کے بہت ہو گا۔ لیکن جو تاریک دل ہے اور شہوتوں اور شبہات کے دھوئیں سے سیاہ ہو گیا ہے اس پر شیطانی اثرات غالب ہوں گے۔

اقتصاد و تقصیر میں فرق

اقتصاد افراط و تفریط کی درمیانی راہ ہے۔ اس کے دونوں کنارے اس کی ضد ہیں یعنی کمی کرنا یا حد سے بڑھنا۔ فرمایا۔ وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً ، وَكُلُوا وَاشْرَبُوا الخ یعنی جو خرچ کرتے وقت اسراف نہیں کرتے اور نہ کمی کرتے ہیں اور درمیانی راہ اختیار کرتے ہیں۔ نہ تو گردن سے ہاتھ بندھا ہوا رکھو اور نہ پوری طرح سے پھیلا ہی دو کہ ہدف ملامت ہو کر اور تھک کر بیٹھ جاؤ۔ کھاؤ، پیو اور اسراف نہ کرو۔

تمام دین افراط و تفریط کے درمیان ہے۔ بلکہ مذاہب میں اسلام ہی درمیانی مذہب ہے۔

Marfat.com

اور تمام طریقوں میں سنت درمیانی طریقہ ہے اور اللہ کا دین غلو کرنے والوں اور ظالموں کے درمیان درمیانی دین ہے۔ اسی طرح اجتہاد دین کی موافقت میں جد وجہد کا نام ہے۔ اور غلو حد سے بڑھ جانا اور تعدی کرنا ہے۔ اللہ کے ہر حکم میں شیطان کے دو وسوسے ہیں، یا تو وہ غلو میں گرفتار کر دیتا ہے یا کمی میں۔ یہ دو بڑی زبردست بیماریاں ہیں جو اعتقادات، عبادات اور معاملات میں واقع ہوتی ہیں ان سے وہی بچ سکتا ہے جو رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتا رہے اور آپ کی سنت کے لئے لوگوں کی رائیں اور قیاس چھوڑتا رہے۔ نہ کہ لوگوں کی رایوں اور قیاسات کے لئے سنت نبی معصوم چھوڑ بیٹھے یہ دونوں خطرناک امراض اکثر بنی نوع آدم پر غالب ہیں اسی وجہ سے اسلاف نے ان سے بہت کچھ ڈرایا ہے اور صاف بتا دیا ہے کہ ان کا شکار تباہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ کبھی یہ دونوں بیماریاں ایک ہی شخص میں جمع ہو جاتی ہیں جیسا کہ اکثر لوگوں کا حال ہے۔ اللہ مسلمانوں کو سیدھی راہ پر رکھے آمین۔

نصیحت و تانیب میں فرق

نصیحت ایک قسم کا حسن سلوک ہے جو کسی پر رحمت و شفقت اور غیرت کی وجہ سے ظہور میں آتا ہے۔ ناصح کی نصیحت سے غرض اللہ کی رضا ہوتی ہے۔ اور لوگوں کے ساتھ احسان ہوتا ہے۔ اس لئے ناصح نصیحت میں انتہائی محبت و نرمی اختیار کرتا ہے۔ لوگوں کی ایذا و ملامت کو برداشت کرتا ہے اور ان سے وہی معاملہ کرتا ہے جو ایک مشفق و ہوشیار طبیب ایک خطرناک بیمار کے ساتھ کرتا ہے کہ اس کی بدخلقی، ترش روئی اور نفرت کو برداشت کر لیتا ہے۔ اور خوشامد در آمد سے اسے دوا پلائے بغیر نہیں رہتا۔ ناصح کا بھی یہی حال ہوتا ہے لیکن مؤنب (ڈانٹنے والا) شرم و غیرت دلاتا ہے، توہین و مذمت کرتا ہے اور نصیحت کے رنگ میں برا بھلا کہتا ہے۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ اگر وہ اپنے محبوب یا کسی محسن کو اسی کام پر بلکہ اس سے بھی بدتر کام پر دیکھتا ہے، تو اسے کچھ نہیں کہتا۔ بلکہ اس کی طرف سے الٹے عذر پیش کرتا ہے۔ اور اگر ہارجاتا ہے تو کہہ دیتا ہے آخر وہ بھی انسان ہے اس سے بھی غلطی ہوتی ہے۔ اس کی نیکیاں برائیوں سے زیادہ ہیں اور اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔ ایک فرق یہ بھی ہے کہ اگر ناصح کی نصیحت نہ مانی جائے تو وہ ناراض نہیں ہوتا اور کہتا ہے کہ مجھے اللہ اجر دیگا خواہ میری بات کوئی مانے یا نہ مانے۔ اور پس غیبت دعائیں کرتا ہے اور لوگوں میں عیب ظاہر نہیں کرتا۔ اور مؤنب اس کے برعکس ہوتا ہے

مبادرت اور عجلت میں فرق

مبادرت (جلدی کرنا) وقت کے اندر فرصت کو غنیمت جانتا ہے اور فرصت سے فائدہ اٹھاتا ہے

Marfat.com

چنانچہ مبادرت نہ تو وقت سے پہلے کوئی کام کرتا ہے اور نہ وقت کے بعد۔ بلکہ وقت کے اندر اسے جلدی جلدی کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جیسے وقت ضرورت شیر شکار کرتا ہے یا جیسے کوئی پھل پک جانے پر انھیں توڑنے میں جلدی کرتا ہے۔

عجلت (جلدی)۔ وقت سے پہلے کام کرنا ہے۔ جیسے کوئی کچا ہی پھل توڑے۔

مبادرت دو بری عادتوں (تفریط و تضییع اور تحصیل قبل از وقت) کے درمیان ہے۔ اسی وجہ سے جلدی شیطان کی طرف سے ہے کیونکہ یہ ہلکا پن، طیش اور تیزی ہے جو وقار و حلم اور بھاری پن کے خلاف ہے۔ اور چیزوں کو غیر محل میں رکھنے کو واجب کرتی ہے۔ جس سے طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور خیر و برکت جاتی رہتی ہے جلدی ندامت کی بہن ہے۔ جیسے سستی ضائع ہونے کی بہن ہے۔ جلدی کرنے والا ہمیشہ نادم ہوتا ہے۔

حال کی خبر دینے اور شکوے میں فرق

اخبار حال میں خبر دینے والے کا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ جو علم اسے ہے اس کی اطلاع دیدے یا اگر کسی نے اس سے کچھ طلب کیا ہے تو عذر پیش کر دے یا جس چیز میں وہ مبتلا ہے اس سے دوسروں کو ڈرا دے اور ہوشیار کر دے۔ اور خبر دینے سے نصیحت یا صبر دلانا مقصود ہو کہ میری طرح تم بھی صبر کرو۔ جیسا کہ احنف بن قیس سے منقول ہے کہ ان سے کسی نے شکایت کی۔ بولے۔ عزیز من! فلاں فلاں سال سے میری بینائی جاتی رہی ہے اب میں کسی کو دیکھ نہیں سکتا اس خبر کے ضمن میں شکوہ کرنے والے کو صبر و شکر پر آمادہ کرنا اور یہ بتانا مقصود ہوتا ہے کہ تمہارے لئے نمونے موجود ہیں، مخبر کو اس پر ثواب ملے گا۔ اگرچہ اس کی شکوہ کی صورت ہے مگر قصد نے دونوں کو الگ الگ کر دیا ہے۔ شاید اسی سے رحمت عالم کا جبکہ صدیقہ نے کہا ہائے میرا سر! یہ قول ہے نہیں بلکہ مجھے کہنا چاہیئے ہائے میرا سر یعنی میرے سر میں سخت درد ہے مگر میں پھر بھی "وا راسٔاہ" نہیں کہتا۔ تم بھی مجھے نمونہ بناؤ اور درد سر کی شکایت نہ کرو۔ میرے ذہن میں اللہ نے ایک اور مطلب ڈالا ہے۔ چونکہ آپ اللہ کے رسول کی محبوبہ بلکہ تمام عورتوں سے زیادہ پیاری تھیں تو جب درد سر کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ تمہارے محب کو بھی یہی درد ہے۔ یہ محب و محبوب میں انتہائی موافقت کی نشانی ہے کہ ایک دوسرے کے دکھ سکھ سے متاثر ہو۔ یہاں تک کہ اگر محبوب کے کسی خاص عضو میں تکلیف ہو تو محب کے بھی اسی عضو میں تکلیف محسوس ہو۔ اس مطلب کے اعتبار سے تکلیف کی خبر دینے سے یہ مقصد ہے کہ میری محبت سچی اور خالص ہے۔ تمہارے دکھ سے مجھے بھی دکھ ہے۔ گو مجھے درد سر نہ تھا، مگر اب ہو گیا۔

وان اولی البرایا ان تواسیہ
عند السرور الذی واساک فی الحزن

(جو غم کے زمانے میں تمہارا غمگسار رہا تم مسرت کے زمانے میں اس کے غمگسار بنو)

شکوہ میں صحیح قصد نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا منشا ناراضی ہوتا ہے اور غیروں سے شکایت ہوتی ہے اگر اللہ سے شکوہ کیا جائے تو شکوہ نہ ہوگا۔ بلکہ اللہ سے رحم و کرم کی طلب ہوگی۔ مثلاً حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا، رَبِّ اِنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ الخ اے رب مجھے دکھ نے گھیر لیا اور تو بڑا مہربان ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا۔ اِنَّمَآ اَشْکُوْ بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ الخ میں اپنی پریشانی اور غم کا شکوہ اللہ سے کرتا ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے اللہ، تیری ہی تعریفیں ہیں، تیری ہی طرف شکوہ ہے، تو ہی مددگار ہے، تو ہی فریادرس ہے تجھی پر بھروسہ ہے اور طاقت و قوت اللہ ہی کی مدد سے ہے۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ میں تجھی سے اپنی کمزوری کا، تدبیروں کی کمی کا اور لوگوں کی نگاہوں میں حقارت کا شکوہ کرتا ہوں۔ تو کمزوروں کا رب ہے۔ اور میرا بھی رب ہے۔ اے اللہ مجھے کس کے حوالہ کرتا ہے۔ کیا ایسے اجنبی کے جو مجھ سے ترش روئی سے پیش آئے۔ یا ایسے دشمن کے جسے تو نے مجھ پر قادر بنا دیا ہے، اگر تیرا مجھ پر غصہ نہ ہو تو مجھے پرواہ نہیں۔ تاہم تیری عافیت میرے لئے گنجائش والی ہے۔ تیرے چہرے کے نور کے ذریعہ جس سے اندھیرے دور ہوتے ہیں اور جس پر دنیا اور آخرت کی صلاح موقوف ہے۔ میں اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ مجھ پر تیرا غصہ اترے۔ یا تو مجھ سے ناراض ہو جائے۔ میں تو تیری رضا مانگتا رہوں گا۔ جب تک تو راضی نہ ہو جائے اور قوت و طاقت تیری ہی طرف سے ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ سے شکوہ کرنا کسی وجہ سے بھی صبر کے خلاف نہیں۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے حضرت ایوب کی طرف سے فرمایا۔ کہ ہم نے انھیں صابر پایا۔ حالانکہ ان کی طرف سے شکوے کی بھی خبر دی۔ کہ مجھے دکھ نے گھیر لیا۔ اسی طرح حضرت یعقوب کی طرف سے فرمایا کہ آپ نے صبر جمیل کا وعدہ کیا تھا اور نبی جب کوئی وعدہ کرتا ہے تو اسے ضرور پورا کرتا ہے۔ اور یہ بھی قول نقل فرمایا کہ میں اپنی پریشانی کا شکوہ اللہ سے کرتا ہوں۔ اس شکوے سے آپ کے صبر میں کوئی فرق نہیں آیا۔ آیت کی یہی تفسیر ہے۔ لوگوں کے مختلف خیالات پر نہ جاؤ۔ کیونکہ کسی نے یہ مطلب بتایا ہے کہ مَسَّنِیَ الضُّرُّ کا جواب صابراً سے دیا گیا صبوراً سے نہیں۔ یعنی آپ کے انتہائی صبر میں شکوے کی وجہ سے فرق آگیا۔ کسی نے یہ کہا ہے ارحمنی (مجھ پر رحم فرما) نہیں کہا بلکہ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ کہا۔ یعنی صرف اپنے حال کی خبر دی اور رب کے اوصاف بیان فرمائے۔ کسی نے کہا کہ جب ذکر سے زبان عاجز آگئی تب شکایت کی یہ شکایت ذکر میں کمی

Marfat.com

آنے کی تھی۔ بیماری کی نہ تھی۔ کسی نے کہا آپ سے یہ شکوی اسی لئے کرایا گیا تاکہ آپ اس امت کے کمزوروں کے لئے نمونہ بنیں۔ گویا انہوں نے یہ سمجھا کہ اللہ سے شکوہ صبر کے خلاف ہے۔ حالانکہ یہ محض غلطی ہے۔ صبر کے خلاف اللہ کا شکوہ کرنا ہے۔ اللہ سے شکوہ کرنا نہیں۔ کیونکہ اللہ اپنے بندے کو اس لئے مبتلا کرتا ہے کہ اس کی گڑگڑاہٹ اس کی دعا اور اس کا شکوی سنے۔ اس موقع پر اللہ کو بندے کا خاموش رہنا محبوب نہیں بلکہ اپنے آگے بندے کے دل کا انکسار و تذلل، اظہار ضعف و عجز اور احتیاج محبوب ہے۔ لہذا ایسے موقعوں پر خبردار صبر نہ کرنا بلکہ اللہ کے آگے رونا دھونا۔ گڑگڑانا عجز و مسکینی کا اظہار کرنا اور ضعف و ذلت کا ظاہر کرنا ضروری ہے۔ لہذا جیسے ہاتھ منہ کے قریب ہے اس سے زیادہ اللہ کی رحمت ایسے دل کے قریب ہے۔

فرقوں کا بیان مستقل کتاب کا تقاضا کرتا ہے۔ شاید اگر تقدیر معاونت کرے تو ہم اس سلسلے میں کوئی بڑی اور مستقل کتاب لکھیں۔

ہم نے مذکورہ بالا بیان سے اصول فرق کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ ذہین کو یہی کافی ہے۔ ورنہ تمام دین ہی فرق ہے۔ اللہ کی کتاب حق و باطل میں فرق کرنے والی ہے۔ اور رحمت عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں کے درمیان حد فاصل ہیں۔ جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لئے صحیح و غلط میں فرق ظاہر فرما دیگا۔ فرمایا:۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا الخ اے ایمان والو۔ اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو وہ تمہارے لئے صحیح و غلط میں فرق مقرر فرما دے گا۔

بدر کو یوم الفرقان کہنے کی وجہ

بدر کو اسی لئے یوم الفرقان کہتے ہیں کہ اس سے اللہ کے دوستوں اور دشمنوں میں فرق ہو گیا۔ ہدایت سر تا پا فرقان ہے۔ اور گمراہی گڑبڑ ہے۔ جیسے مشرکوں نے اللہ کی اور بتوں کی پرستش کو، اللہ کی محبت کو اور بتوں کی محبت کو اور اللہ کی رضا کے کاموں کو اور تقدیری کاموں کو گڈمڈ کر دیا۔ غرضیکہ صحیح و غلط کو گڈمڈ کر دیا اور قضا و قدر کو محبت و رضا کی دلیل ٹھرائی۔ بیع و ربا کو جمع کر کے کہا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا بیع و سود میں کیا فرق ہے۔ ذبیحہ اور مردہ جانور کو گڈمڈ کر دیا اور کہنے لگے کہ یہ تو عجیب بات ہے کہ ہم اپنے ہاتھ سے مارے ہوئے جانور کو تو کھالیں مگر اللہ کے مارے ہوئے جانور کو نہ کھائیں۔ حلال و حرام کو گڈمڈ کر دیا اور کہنے لگے تمام عورتیں اللہ نے پیدا کیں۔ پھر یہ کیا بات ہے کہ بعض حلال ہیں اور بعض حرام اسی طرح سب جانور اللہ ہی نے پیدا کئے پھر بعض حرام کیوں ہوئے اور بعض حلال کیوں ہوئے۔ اسی طرح اولیاء اللہ اور اولیاء الشیطان کو گڈمڈ کر دیا۔

فرقہ اتحادیہ کا شرک

بلکہ ایک فرقہ نے تو غضب ہی ڈھا دیا۔ یہ اِتحادیہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ تمام کائنات کو ایک ذات میں جمع کرکے کہتا ہے یہ ذات اللہ کی ہے جس کے سوا کوئی حقدار عبادت نہیں اور صاحب فصوص (جو دراصل واضع نصوص ہے) کہتا ہے کہ سب چیزیں ملی ہوئی ہیں الگ الگ نہیں۔ یعنی مدح و ذم اور برائی بھلائی کچھ نہیں۔ بلکہ طبیعت و عادت اور شارع نے ان پر ایک خاص حکم لگا دیا ہے۔ غرضیکہ اصحاب فرقان ہی ارباب بصائر ہیں۔ ملی جلی چیزوں میں سب سے زیادہ فرق کرنے والے ہی سب سے زیادہ بصیرت والے ہیں۔ مشابہت اقوال، اعمال، احوال، اموال اور رجال میں واقع ہوتی ہے۔ اکثر اہل علم گڈ مڈ کی بھول بھلیں میں پھنس جاتے ہیں اس تاریکی سے وہی نور نکال سکتا ہے جسے اللہ اپنے جس بندے کے دل میں چاہتا ہے ڈالتا ہے۔ وہ اس نور میں حقائق معلوم کر لیتا ہے اور حق و باطل اور صحیح و غلط میں تمیز کر لیتا ہے۔ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ الخ۔ جس کے لئے اللہ نے نور مقرر نہیں فرمایا اس کے لئے نور نہیں۔ اس موضوع پر اتنی ہی روشنی کافی ہے۔ تمام مسائل میں یہی مسئلہ سب سے زیادہ نفع بخش ہے اور اس کی سخت ضرورت ہے۔ اگر اللہ پاک تمہیں بصیرت عطا فرمائے تو تم اس سے ایک عظیم فرق کی روشنی پاؤ گے۔ یعنی انبیائے کرام کی توحید میں اور اللہ کو صفات سے معطل کرنے والوں کی توحید میں، اثبات صفات (علو، کلام) میں اور تشبیہ و تمثیل میں، خالص علمی اور ارادی توحید میں اور ارباب مراتب کے مراتب گھٹانے میں، خالص اتباع رسول معصوم میں اور علماء کے اقوال و آراء و قیاسات میں، علماء کی تقلید میں اور علماء کے علم و فہم میں، اللہ تعالیٰ کے دوستوں میں اور دشمنوں میں، ایمانی و رحمانی حال میں اور شیطانی و نفسانی حال میں اور آسمانی واجب الاتباع حکم میں+ (جس کی غایت یہ ہے کہ ضرورت کے وقت جائز ہو اور اس کے نہ ماننے والے کی کوئی پکڑ نہ ہو) فرق کر لو گے۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ۔

+ اور تاویل والے حکم میں

Marfat.com

خاتمہ

انبیا کی توحید اور باطل فرقوں کی توحید میں فرق

اب ہم اپنی کتاب ایک لطیف اشارے پر ختم کرتے ہیں۔ جس میں مذکورہ بالا تمام فرقوں کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ ہر فرق ایک مستقل و مطوّل کتاب چاہتا ہے۔

انبیائے کرام کی توحید اور باطل فرقوں کی توحید میں فرق:- انبیائے کرام کی توحید تفصیل سے اللہ کے لئے کمال والی صفتوں کو ثابت کرتی ہے۔ اور یہ بتاتی ہے کہ اسی کی عبادت کی جائے وہ تنہا ہے اور اپنا کوئی شریک نہیں رکھتا۔ اس کا شریک ارادے میں، محبت میں، خوف میں، رجا میں، لفظ میں، قسم میں، اور منت وغیرہ میں کسی کو نہ مانا جائے۔ بلکہ انسان اپنے دل سے، ارادے سے، زبان سے اور عبادت سے شریک ہٹا دے۔ جیسے حقیقت میں شریک کا وجود نہیں۔ اسی طرح قلبی اور لسانی وجود بھی نہیں۔

گمراہ فرقوں کی توحید اللہ کے اسماء وصفات کے حقائق کی نفی ہے۔ اور ان سے اللہ کو معطل کرنا ہے جس سے ہو سکتا ہے کہ وہ اسماء وصفات کو زبان سے بھی معطل کر دیں۔ چنانچہ وہ کوئی ایسی آیت زبان پر نہیں لاتے جس میں ان کا بیان ہو، اور نہ ایسی حدیث بیان کرتے ہیں جس میں کسی صفت کی صراحت ہو اور اگر ان کے ذکر سے زبان کو محفوظ کرنے پر قادر نہیں وہ تحریف و نفی حقیقت کے اسلحہ سے ان پر غلبہ پانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور انھیں بے معنی اسم قرار دیتا ہے یا چیستان کی جنس میں شامل کر دیتا ہے پھر اگر کوئی ان کی طرف سے یہ تعطیل اٹھانے کے لئے کھڑا بھی ہوتا ہے تو نص کے معنے میں تحریف کر کے جو معنی پیدا کرتا ہے اس سے بھی وہی لازم آتا ہے جس سے یہ بھاگا تھا۔ کیونکہ اگر تمثیل یا تشبیہ یا حدوث حقیقت میں لازم آتا ہے تو تاویل شدہ معنی کے اعتبار سے بھی لازم آئے گا جس پر نص ڈھالی گئی ہے۔ اور اگر معنی محرف میں لازم نہیں تو حقیقی معنی میں بدرجۂ اولیٰ نہیں، پھر جب وہ یہ بات جان لیتا ہے تو تمام صفات سے اللہ کو معطل کئے بغیر اس کے لئے کوئی چارہ ہی نہیں رہتا۔ یہ ہے اصل تعطیل کی مدافعت۔ حالانکہ فرق مدافعت سے بہت قریب ہے۔ مگر مخالف تو باطل ہی کی طرف دیکھتا ہے۔ اللہ نے جو صفات اپنی ذات کی طرف منسوب کی ہیں ان میں سے بعض تو اس کے لئے ثابت کی جاتی ہیں اور بعض کا انکار کر دیا جاتا ہے حالانکہ دونوں

Marfat.com

ہیں باطل لازم ایک ہی ہے۔ اور لازم حق میں فرق نہیں کیا جاتا۔ غرضیکہ ان گمراہوں نے اس تعطیل کا نام توحید رکھا ہے۔ حالانکہ یہ اللہ کے اسماء و صفات میں الحاد ہے اور ان کے حقائق کو معطل کر دینا ہے۔

انبیائے کرام کی تنزیہہ اور گمراہوں کی تنزیہہ میں فرق

انبیائے کرام نے حق تعالیٰ کو تمام نقائص و عیوب سے بری قرار دیا۔ جن سے حق تعالیٰ نے اپنی ذات اقدس کو بری فرمایا۔ دراصل عیوب و نقائص اس کے کمال کے اور اس کی ربوبیت و عظمت کے کمال کے خلاف ہیں۔ مثلاً اونگھ، نیند، غفلت، موت، تھکاوٹ، ظلم، ظلم کا ارادہ، ظالم و ظلام کے نام، شریک، بیوی، بچے، مددگار، بلا اجازت کے شفاعت، بندوں کو یونہی چھوڑنا ان کا بے مصلحت پیدا کرنا، آسمان و زمین اور تمام دنیا کی چیزیں بلا کسی غرض کے پیدا کرنا کہ انھیں عذاب و ثواب سے کوئی سروکار نہ ہو اور نہ امر و نہی کے پابند ہوں، دوستوں اور دشمنوں میں، اچھوں اور بُروں میں اور کافروں اور مومنوں میں مساوات، اللہ کی مشیت کے بغیر کسی چیز کا ہونا اللہ کا کسی صورت سے غیر کی طرف محتاج ہونا، اللہ کے ساتھ کسی غیر کا کسی بات میں شریک ہونا، اللہ پر غفلت۔ یا بھول یا سہو کا طاری ہونا وعدہ خلافی کرنا، اس کے کلموں میں تغیرات کا ہونا، اس کی طرف شر کی اضافت خواہ اسمی ہو یا وصفی یا فعلی، یہ تمام باتیں اللہ کی شان کے خلاف ہیں۔ اس کے تمام اسماء اسمائے حسنیٰ ہیں تمام صفتیں کمال والی ہیں اور تمام افعال خیر و حکمت پر مبنی ہیں۔ یہ ہے انبیائے کرام کی تنزیہہ۔

گمراہوں اور معطل کر دینے والوں نے اللہ کو ان تمام کمالوں سے معطل کر دیا ہے۔ جن سے خود اس نے اپنی ذات اقدس کو متصف فرمایا ہے۔ کہتے ہیں کہ اللہ نہ تو بالذات کلام کرتا ہے اور نہ کسی سے کلام کرتا ہے۔ وہ عرش پر مستوی نہیں، اس کی طرف ہاتھ نہیں اٹھائے جاتے۔ اس کی طرف پاکیزہ کلمے نہیں چڑھتے۔ اس کے پاس سے کوئی چیز نہیں اترتی۔ اس کی طرف فرشتے نہیں چڑھتے اور روح بھی نہیں چڑھتی۔ وہ اپنے بندوں کے اوپر نہیں نہ اپنی تمام مخلوقات کے اوپر ہے۔ وہ ایک مٹھی میں آسمان اور ایک میں زمین نہیں لے گا۔ نہ ایک انگلی سے آسمان دوسری سے زمین، تیسری سے پہاڑ، اور چوتھی سے درخت تھامے گا۔ نہ اس کے چہرہ ہے۔ نہ مومن اُسے جنت میں اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ نہ اس سے باتیں کریں گے۔ نہ اسے سلام کریں گے۔ نہ اللہ ان کے سامنے ہنستا ہوا تجلی فرمائے گا۔ نہ وہ ہر رات کو پہلے آسمان پر اتر کر یہ اعلان کرتا ہے کہ ہے کوئی مغفرت کا خواستگار میں اسے بخشدوں۔ ہے کوئی کچھ مانگنے والا کہ میں اس کا دامن مراد بھر دوں!

Marfat.com

نہ وہ کوئی کام کسی غرض سے کرتا ہے بلکہ اس کے افعال بلا حکمت و غرض کے ہیں۔ اس کی مشیت ہمہ گیر نہیں، اس کا ارادہ کارفرما نہیں۔ اللہ کی مشیت کا ظہور نہیں ہوتا۔ بلکہ بندوں کی مشیت کا ظہور ہوتا ہے۔ اسی طرح بندوں کی عدم مشیت کا تو ظہور ہوتا ہے۔ لیکن اللہ کی عدم مشیت کا ظہور نہیں ہوتا۔ اس کا نام انہوں نے عدل رکھا ہے۔ اور اس کا نام توحید۔ اسی طرح کہتے ہیں کہ اللہ نہ کسی سے محبت کرتا ہے اور نہ کسی سے محبت کیا جاتا ہے۔ نہ اس میں صفتِ رأفت و رحمت ہے اور نہ صفت غضب و رضا۔ بعض کے نزدیک اللہ صاحب سمیع و بصیر بھی نہیں۔ بعض کے نزدیک علم سے بھی عاری ہے اور بعض کے نزدیک وجود سے بھی عاری ہے۔ یہ ہے ملحدوں کی تنزیہ اور وہ ہے انبیائے کرام کی تنزیہ۔

اسماء و صفات کے حقائق میں اور تشبیہ و تمثیل میں فرق

امام احمد بن حنبل اور دیگر ہدایت یافتہ اماموں نے یہ فرق بتایا ہے کہ تشبیہ و تمثیل تو جب ہوتی جب یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ کا ہاتھ میرا جیسا ہاتھ ہے۔ اس کا کان میرا جیسا کان ہے۔ اس کی آنکھ میری جیسی آنکھ ہے۔ لیکن کہا یہ جاتا ہے کہ اللہ کے کان، آنکھ ہاتھ اور چہرہ ہے، اس کے لئے استوا ہے، اور ان میں سے کوئی بھی مخلوق کی کسی صفت سے مشابہ نہیں۔ بلکہ صفت مخلوق و صفت خالق میں وہی فرق ہے جو خالق و مخلوق میں ہے۔ لہٰذا تمثیل و تشبیہ کہاں رہی۔ محض ملحدوں کا مغالطہ اور تلبیس ابلیس ہے۔ اس حق کا مدار جس پر اللہ کے تمام رسولوں کا اتفاق ہے یہ ہے کہ اللہ نے اور اس کے رسولوں نے جن اوصاف سے اللہ کی ذات کو متصف قرار دیا ہے وہی اوصاف اس میں بلا تشبیہ و تحریف کے بے چون و چرا مان لئے جائیں۔ نہ تحریف کی حاجت ہے نہ معطل کرنے کی ضرورت۔ صفات مانو اور مخلوق سے مشابہت کا انکار کرو۔ کیونکہ جس نے اللہ کو اس کی مخلوق کے مشابہ قرار دیا وہ بھی کافر ہے اور جس نے حقائق اسماء و صفات کا انکار کیا وہ بھی۔ وہی صحیح راہ پر ہیں جو اسماء و صفات کے حقائق کو مانتے ہیں اور ان کی مشابہت مخلوق سے نہیں مانتے۔

خالص توحید میں اور اکابر کو ان کے مراتب سے گرانے میں فرق

خالص توحید یہ ہے کہ مخلوق کو خالق کا کوئی حق اور کوئی خصوصیت نہ دی جائے۔ نہ اس کی عبادت کی جائے نہ اس کے لئے نماز پڑھی جائے نہ سجدہ کیا جائے نہ اس کی قسم کھائی جائے، نہ منت مانی جائے نہ بھروسہ کیا جائے نہ معبود بنایا جائے، نہ

Marfat.com

اس کے ساتھ اللہ پر قسم کھائی جائے نہ اللہ سے قریب کرنے کے لئے اس کی عبادت کی جائے۔ نہ اُسے
اللہ رب العالمین کے برابر کیا جائے۔ (مثلاً یہ کہا جائے کہ جو کچھ اللہ اور تم چاہو یا یہ تمہارا اور اللہ کا احسان
ہے۔ یا میں اللہ کی اور تمہاری مدد سے کامیاب ہوں۔ یا میرا تم پر اور اللہ پر بھروسہ ہے۔ یا میرا آسمان
پر اللہ ہے اور زمین پر تم ہو۔ یا یہ تمہارا اور اللہ کا صدقہ ہے یا میری تم سے اور اللہ سے توبہ۔ یا میں
اللہ کی اور تمہاری حفاظت میں ہوں) نہ مشرکوں کی طرح کسی کو سجدہ کیا جائے۔ نہ اس کے لئے سر
منڈوایا جائے۔ نہ اس کے نام کی قسم کھائی جائے۔ نہ منت مانی جائے۔ نہ مرنے کے بعد اس کی قبر کو سجدہ
کیا جائے۔ نہ آڑے وقت مدد مانگی جائے نہ دعا کی جائے نہ اللہ کی ناخوشنودی مول لے کر اسے خوش
کیا جائے، نہ اللہ کی رضا کے لئے اس کی ناراضی کی پرواہ کی جائے نہ اس کی انتہائی تعظیم و تکریم کی جائے
نہ اس سے انتہائی محبت اور انتہائی خوف و رجا رکھا جائے۔ بلکہ محبت و رجا خوف و تعظیم وغیرہ میں
مخلوق کو خالق کے برابر بھی نہ رکھا جائے۔ پھر جب مخلوق سے ربوبیت کی خصوصیتیں ہٹا دی جائیں اور
اسے خالص اللہ کی غلامی کا مقام دے دیا جائے (کیونکہ عبد دوسروں کے لئے تو کیا خود اپنی ذات کے
لئے بھی نفع و نقصان پر اور موت و حیات پر قادر نہیں) تو اس سے اس کی تنقیص لازم نہیں آئے گی اور نہ
اس کی شان میں فرق آئے گا۔ اگرچہ مشرک کہا کریں۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے حد
سے نہ بڑھانا، جیسے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کو حد سے بڑھا دیا۔ میں صرف ایک بندہ ہوں۔ مجھے
اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی سمجھو۔ لوگو مجھے یہ پسند نہیں کہ تم مجھے میرے مرتبے سے بلند اٹھاؤ۔
میری قبر پر میلہ نہ لگانا۔ اے اللہ میری قبر کو تھان نہ بنا تاکہ اس کی عبادت کی جائے۔ یہ نہ کہو جو کچھ
اللہ تعالیٰ نے اور محمدؐ نے چاہا۔ ایک شخص نے آپ سے یہی جملہ کہا تھا۔ فرمایا تم نے مجھے اللہ کا شریک بنا دیا۔ ایک
گنہگار نے کہا۔ اے اللہ میں تجھ سے توبہ کرتا ہوں محمد سے نہیں۔ فرمایا۔ اس نے حق پہچان لیا۔ حق تعالیٰ
نے فرمایا۔ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ۔ آپ کو معاملہ میں کوئی دخل نہیں، آپ فرما دیں کہ تمام کام
اللہ ہی کے اختیار میں ہیں۔ آپ فرما دیں کہ میں اپنے نفع و نقصان پر بھی قادر نہیں مگر جس قدر اللہ
کو منظور ہو۔ آپ فرما دیں میں اپنے نفع و نقصان پر بھی قادر نہیں۔ آپ فرما دیں مجھے کبھی کوئی اللہ سے
پناہ نہیں دے سکتا۔ اور میں کبھی اس کے سوا کہیں پناہ نہیں پا سکتا۔ آپ نے حضرت فاطمہؓ سے حضرت
عباس سے اور حضرت صفیہ سے فرمایا کہ میں اللہ کے عذاب سے تمہارے کچھ کام نہ آسکوں گا۔ لیکن
مشرکوں نے اپنے شیوخ و اکابر کی ناجائز تعظیم کی، بتوں کی پرستش کی۔ مذکورہ بالا تمام باتیں اپنے بزرگوں
اور معبودوں کے لئے جائز قرار دیں اور یہ دعویٰ کیا کہ جس نے بزرگوں اور بتوں کے حقوق سلب کئے

Marfat.com

اس نے ان کی شان میں گستاخی کی اور ان کا مرتبہ گھٹایا۔ حالانکہ خود انہوں نے سچے معبود کی شان میں گستاخی کی اور اس کا مرتبہ گھٹایا۔ بلاشبہ مندرجہ ذیل آیت میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے:۔
وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِن دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ۔ اور جب صرف اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو بے ایمانوں کے دل بھنچے گھٹتے ہیں اور جب غیر اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو دل کھل اٹھتے ہیں۔

اتباع رسول معصوم میں اور تقلید میں فرق

خالص اتباع رسول معصوم یہ ہے کہ آپ کی حدیث پر کسی کا قول یا کسی کی رائے مقدم نہ کی جائے۔ خواہ وہ کوئی ہو۔ بلکہ سب سے پہلے حدیث کی صحت کی جانچ کی جائے پھر اس کا معنی جانچا جائے۔ پھر جب حدیث کے سند و متن دونوں صحیح ہوں تو اس پر جم جانا چاہئے۔ اگرچہ دنیا خلاف ہو۔ یہ نا ممکن ہے کہ دنیا اپنے نبی کی حدیث کے خلاف پر اتفاق کرے۔ کوئی نہ کوئی ضرور اس کا قائل ہوگا گو تمہیں معلوم نہ ہو۔ اپنی جہالت کو نبی پر اور اللہ پر حجت نہ بناؤ۔ بلکہ صریح حدیث پر عمل کرو اور سست نہ بنو۔ باقی علماء کے مراتب، و محبت کا لحاظ رکھو۔ ان کا احترام کرو۔ دین کی حفاظت و ضبط کے سلسلے میں ان کی امانت و اجتہاد میں شک نہ کرو، انہیں تو اکہرا یا دوہرا اجر ضرور ملے گا۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے قول کی وجہ سے صحیح حدیث چھوڑ دی جائے اور محض اس وسوسہ پر کہ وہ کم سے زیادہ عالم ہیں ان کا قول حدیث پر مقدم کیا جائے۔ اگر یہ وسوسہ صحیح ہو تو جو صریح حدیث پر چل رہا ہے وہ بھی کم سے زیادہ عالم ہے۔ اس کی موافقت کیوں نہیں کرتے۔ اگر کوئی حدیثوں کو علماء کے اقوال کے لئے معیار بنائے اور جو اقوال ان کے موافق ہوں انہیں لے لے اور مخالف اقوال چھوڑ دے۔ تو یہ ان کی شان میں گستاخی نہیں ہے۔ اور نہ ان کی حق تلفی ہے۔ بلکہ ان کی اقتداء ہے۔ کیونکہ سب کو اتباع رسول معصوم کا حکم ہے اور سب نے اپنے ماننے والوں کو یہی حکم دیا ہے۔ ان کا سچا ماننے والا وہی ہے جو ان کی وصیتوں پر عمل پیرا ہے۔ اور وصیتوں کے خلاف نہیں کرتا۔ لہٰذا ان کے اس قول کی مخالفت جو صریح حدیث کے خلاف ہو۔ عین اس وصیت کے موافق ہے جو وہ کر گئے۔ بلکہ یہ خلاف خلاف نہیں بلکہ ان کی عین موافقت میں ہے۔ یہیں سے

تقلید و فہم میں فرق

تقلید اور فہم و بصیرت میں فرق ہو گیا۔ مقلد کسی کا قول بلا دلیل کے مان لیتا ہے اور اس میں غور و فکر سے کام نہیں لیتا۔ لیکن محقق اپنی قدرتی سمجھ اور علم کی روشنی میں رسول تک پہونچنے کی کوشش کرتا ہے اور وہ علماء کو بمنزلہ دلیل اول کی دلیل کے سمجھتا ہے۔ پھر جب دلیل اول تک پہونچ جاتا ہے تو اب اسے دلیل ثانی کی ضرورت باقی نہیں رہتی مثلاً

Marfat.com

کسی نے تارے سے قبلہ معلوم کیا۔ پھر جب اسے قبلہ معلوم ہو گیا تو اب تارے کی ضرورت نہیں رہی۔ امام شافعیؒ کا بیان ہے کہ جس کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ظاہر ہو گئی اسے سنت کو کسی کے قول کی وجہ سے چھوڑنا لائق نہیں۔

اللہ کے دوستوں اور دشمنوں میں فرق

اللہ کے دوست نہ خوف زدہ ہوں گے اور نہ غم زدہ یہ ایمان والے اور متقی ہیں۔ سورۂ بقرہ کے شروع میں مُفْلِحُوْنَ تک انہیں کا ذکر ہے۔ اور بقرہ کے درمیان میں بھی وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ سے اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ تک، اسی طرح شروع انفال میں وَرِزْقٌ كَرِيْمٌ تک۔ اسی طرح مومنون کے شروع میں هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ تک، اسی طرح سورۂ فرقان کے آخر میں۔ اسی طرح اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ سے آخر آیت تک، اسی طرح اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ سے وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ تک، اسی طرح وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ سے فَائِزُوْنَ تک، اسی طرح اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ سے فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ تک، اسی طرح اَلتَّآئِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الخ میں۔

لہذا اولیاء اللہ اپنے رب کے مخلص بندے ہیں۔ جو حرم میں ہوں یا غیر حرم میں ہر جگہ اللہ کے رسول کو دل سے مانتے ہیں۔ ان کے حکم کے ہوتے ہوئے، غیروں کے احکام نہیں مانتے اور غیروں کی وجہ سے ان کی سنتیں نہیں چھوڑتے۔ نہ خود بدعتی ہیں نہ بدعت کی دعوت دیتے ہیں۔ اور نہ بجز اللہ کے اور رسول کے اور اللہ والوں کے کسی اور جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ نہ دین کو کھیل کود سمجھتے ہیں نہ سماع قرآن پر سماع شیطانی کو ترجیح دیتے ہیں۔ نہ رب کی رضا پر بروں کی صحبت کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور نہ قرآن پر باجوں اور گانوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ اولیاء اللہ اور اولیائے شیطان میں وہ تمیز نہیں کرتا جو بصیرت کے ایمان سے محروم ہے۔ بھلا وہ کیسے اللہ کے دوست ہو سکتے ہیں۔ جو اس کی کتاب سے منہ موڑے ہوئے ہوں، اس کے رسول کی ہدایت وسنت سے ہٹے ہوئے ہوں۔ آپ کے مخالف ہوں اور آپ کے دشمنوں کے ساتھ ہوں۔ اولیاء اللہ تو پرہیز گار ہی ہوتے ہیں۔ لیکن اکثر لوگ علم ہی سے محروم ہیں۔ اللہ والے تو ان ہی باتوں پر جمے رہتے ہیں جنھیں ان کا دوست اللہ پسند فرماتا ہے۔ اور لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتے رہتے ہیں اور جو اس راہ سے ہٹ جاتا ہے۔ اس سے جہاد کرتے ہیں۔ شیطان کے دوست اپنے دوست کی مرضی کے مطابق کرتے ہیں۔ اسی کی طرف بلاتے ہیں۔ اور جو انھیں ان شیطانی حرکتوں سے روکتا ہے اس پر آستینیں چڑھا کر حملہ کرتے ہیں۔ اگر تم کسی کو دیکھو کہ اسے شیطانی سماع بھاتا ہے وہ بڑی خوشی سے شیطان کے منادی کی طرف بڑھتا ہے۔ شیطان کے بھائیوں میں شامل ہوتا ہے اور شیطان کی پسندیدہ

Marfat.com

باتوں (شرک، بدعت، فسق و فجور، گناہ وغیرہ) کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے۔ تو تمہیں صاف معلوم ہو جائے گا کہ یہ شیطان کا دوست ہے۔ اگر پہچاننے میں کچھ دشواری پیش آئے تو اسے تین موقعوں پر جانچو۔ نماز کے موقعہ پر، سنت و اہل سنت سے محبت کے موقع پر، دعوت توحید و اتباع رسول کے موقع پر۔ بس انہیں تین باتوں کو کسوٹی بنا لو۔ (حال، کشف اور خوارق کو کسوٹی نہ بناؤ۔ اگرچہ وہ پانی پر چلتا ہو۔ اور ہوا پر اڑتا ہو۔

حال ایمانی اور حال شیطانی میں فرق

حال ایمانی (کرامت) اتباع رسول، پر خلوص عمل اور خالص توحید کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جس کی یہ غرض ہوتی ہے۔ کہ مسلمانوں کو دین و دنیا میں فائدہ پہونچے۔ یہ سنت پر جم جانے پر اور احکام و ممانعتوں کی وسیع معلومات پر موقوف ہوتا ہے۔ اور

حال شیطانی (استدراج) شرک اور فسق و فجور سے پیدا ہوتا ہے۔ گندے عملوں کی وجہ سے شیطانوں سے قرب و اتصال اور ایک قسم کی مشابہت پیدا ہو جاتی ہے اور کچھ خلاف عادت چیزیں ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ بت پرستوں، صلیب پرستوں، آتش پرستوں شیطان پرستوں اور دیگر باطل فرقوں میں یہ حال پیدا ہوتا ہے کیونکہ جب شیطان کا پجاری عبادت کرکے اسے خوش کرتا ہے تو وہ اسے خلعت حال سے نوازتا ہے جس سے وہ کمزور عقل و ایمان والوں کے اور کمزور توحید والوں کے ایمان کا شکار کر سکے۔ بہت سی مخلوق اس حال ہی کے جال میں پھنسکر ہلاک ہو جاتی ہے۔ لہذا ہر وہ حال جو کتاب و سنت کو چھوڑ کر پیدا ہو شیطانی ہے۔ خواہ کچھ ہی ہو۔ میں نے بہت سے جادوگروں کے آتش پرستوں کے صلیب پرستوں کے اور بظاہر مسلمانوں کے (جن کے دل اسلام سے خالی ہیں) بقدر شیطان کی دوستی کے حال دیکھے ہیں۔ کبھی انسان صادق ہوتا ہے۔ لیکن جہالت کی وجہ سے اسے صحیح و غلط میں تمیز مشکل ہوتی ہے۔ اس لیے زہد و اخلاص کے باوجود بھی اس کا حال شیطانی ہوتا ہے۔ گو وہ بے قصور ہوتا ہے۔ کیونکہ اسے حقایق ایمانیہ کی خبر نہیں ہوتی۔ اور شیاطین و ملائکہ کے احوال میں فرق نہیں کر سکتا کبھی اللہ کے دوستوں کے اور شیطان کے دوستوں کے مشابہ بعض دیگر لوگ بھی ہوتے ہیں جو ان میں سے نہیں ہوتے اور شعبدہ باز ہوتے ہیں۔ چونکہ عوام دونوں میں تمیز نہیں کر سکتے اور ہر سیاہ کو کھجور اور ہر سفید کو چربی سمجھ جاتے ہیں اس لیے شیطانوں کے ہتے چڑھ جاتے ہیں۔ اس دنیا میں فرق انتہائی قابل قدر چیز ہے۔ یہ فرق اللہ کا دل میں ڈالا ہوا ایک نور ہوتا ہے جو صحیح و غلط کو چھانٹ دیتا ہے اور بھلے برے کا معیار ہوتا ہے۔ جو اس فرقان سے محروم ہے۔ لا محالہ شیطان کے پھندے میں پھنس جاتا ہے۔

آسمانی حکم میں جو واجب الاتباع ہے اور تاویل والے حکم میں فرق

آسمانی حکم تو اللہ کے اتارے ہوئے ہیں اور اس کے رسول نے تفصیل سے بتا دیئے ہیں لوگوں کو انھیں کے مطابق زندگی بسر کرنے کا حکم ہے۔

تاویل والے احکام مجتہدوں کے ہوتے ہیں جو مختلف ہوتے ہیں اور جن کی پیروی واجب نہیں۔ اور ان کے مخالفوں کو فاسق و فاجر یا کافر نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ ان اقوال والوں نے یہ نہیں کہا ہے کہ یہ اللہ کے اور اس کے رسول کے حکم ہیں۔ بلکہ یہ کہا ہے کہ ہم نے اپنی رائے سے انھیں استنباط کیا ہے اگر چاہو تو مان لو۔ اور نہ چاہو تو نہ مانو۔ ان کا امت کو ماننا لازم نہیں ہے۔ بلکہ امام ابوحنیفہؒ نے تو یہ فرمایا ہے کہ یہ میری رائے ہے۔ اگر میرے پاس کوئی اس سے بہتر رائے لائے گا۔ تو اسے مان لونگا اگر امام کی رائے بعینہ اللہ کا حکم ہوتا تو امام ابو یوسف اور امام محمد وغیرہ کو امام ابوحنیفہؒ کی مخالفت کی جرأت نہ ہوتی۔ اسی طرح امام مالکؒ سے ہارون رشید نے مشورہ کیا کہ اگر حکم ہو تو میں لوگوں کو مؤطا کے مسائل کے مطابق چلاؤں۔ آپ نے اس بات سے خلیفہ کو روک دیا اور فرمایا کہ صحابہ کرام شہروں میں پھیل گئے اور ہر قوم کے پاس علیحدہ علیحدہ علم ہو گیا۔ امام شافعیؒ اپنے اصحاب کو اپنی تقلید سے منع فرما گئے اور یہ وصیت فرما گئے کہ میرا قول چھوڑ دینا اگر اس کے خلاف حدیث مل جائے۔ امام احمد بن حنبلؒ اپنے فتوؤں کی تدوین سے خوش نہ تھے، اور فرماتے تھے کہ میری تقلید نہ کرو اور نہ فلاں کی تقلید کرو نہ فلاں کی۔ بلکہ جہاں سے انہوں نے لیا ہے وہیں سے لو۔ اگر ائمہ کرام کو یقین ہوتا کہ ان کے اقوال واجب الاتباع ہیں تو اپنے ماننے والوں پر ان کی مخالفت حرام فرما جاتے۔ اور نہ ان کے ماننے والے کسی مسئلہ میں ان کی مخالفت جائز سمجھتے۔ اور نہ اماموں کے اقوال میں رجوع پایا جاتا۔ اسی وجہ سے ایک ہی امام کے ایک ہی مسئلے میں کئی کئی قول ملتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ رائے اور اجتہاد پر زیادہ سے زیادہ عمل جائز ہے لیکن آسمانی حکم کے خلاف کرنا مسلمانوں کو حلال نہیں کہ اس سے بال برابر بھی ہٹیں۔

بدلا ہوا حکم

رہا بدلا ہوا حکم سو وہ قابل عمل نہیں۔ نہ اس کی ترویج حلال ہے اور نہ اس کی پیروی جائز ہے۔ اور اس کا قائل کفر و فسق اور ظلم کے درمیان ہے۔

بہرحال یہاں مقصد یہ تھا کہ نفس مطمئنہ، نفس امارہ اور نفس لوامہ کے بعض احوال بیان کر دیئے جائیں۔ اور یہ بھی بتا دیا جائے کہ یہ تینوں کن کن باتوں میں شریک ہیں اور کن کن باتوں میں نہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک کے افعال، اختلافات، مقاصد، اور نیتیں بتا دی جائیں۔

Marfat.com

اور اس سے مادر ا کی طرف اشارا مقصود تھا جو ایک ہی نفس ہے کبھی مطمئنہ کا روپ دھار لیتا ہے کبھی امارہ کا اور کبھی لوامہ کا۔ اکثر لوگوں پر امارہ ہی غالب رہتا ہے۔ نفوس مطمئنہ والے کم ہیں۔ مگر ان کا مرتبہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا ہے۔ انہیں کے بارے میں حق تعالیٰ نے فرمایا۔ یَا اَیَّتُہَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ الخ کہ اے مطمئن نفس خوشی خوشی اپنے رب کی طرف لوٹ۔ اللہ بھی تجھ سے راضی ہے۔ اور میرے بندوں میں اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

آخری دعا

اے اللہ ہمارے نفوس نفوسِ مطمئنہ بنا کہ تیرے دین پر جمے رہیں۔ تجھی سے ڈرتے رہیں اور تیری ہی طرف راغب رہیں۔ اور ہمیں اپنے نفسوں کی برائیوں سے اور برے عملوں سے بچا۔ ہمارے دلوں کی غفلت دور فرما۔ ہمیں خواہشوں کا پیرو کار نہ بنا۔ اور حد سے آگے نہ بڑھا۔ قیامت کے دن ہمیں دیوالیہ نہ بنا ہم پر حق واضح فرما۔ ایسا نہ ہو کہ خوش فہمی میں مبتلا ہو کر ہم قیامت کے دن خالی ہاتھ رہ جائیں۔ اے اللہ تو ہی دعائیں سننے والا اور امیدوں کا مرکز ہے۔ ہماری دعائیں قبول فرما۔ آمین۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

الحمد للہ۔ آج مورخہ ۲۷ر اگست ۱۹۶۴ء کو کتاب الروح کا ترجمہ مکمل ہوا۔ اللہ پاک قبول فرمائے اور اسے مترجم ناشر اور قارئین کرام کے لئے آخرت کی سعادت کا ذریعہ بنائے اور انھیں اپنی رحمت میں سکون والی جگہ عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

Marfat.com

سیرت آں حضرت صلعم پر دنیا کی سب سے زیادہ
مستند اور عظیم الشان کتاب

زاد المعاد

علامہ حافظ ابن قیم کا اردو ترجمہ
چار حصوں میں

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے احوال و کوائف، سیرت، سوانح، معمولات حیات، مناقب و فضائل، اور حلیہ و شمائل نیز عادات و خصائل پر، آں حضرت صلعم کے غزوات اور سرایا پر، اس میں معرکۂ اُحد کی داستان ہے غزوۂ بدر کی معرکہ آرائیاں، صلح حدیبیہ کے ناقابل فراموش واقعات اور سب سے بڑھ کر فتح مکہ کی داستان ہے۔ وہ داستان جو تاریخ عالم میں اپنی مثال نہیں رکھتی جس موقع پر بدترین دشمنوں کو پروانہ عفو عطا کیا گیا تھا۔

علامہ ابن قیم نے یہ کتاب اتنی جامع و مانع اور مکمل و مفصل لکھی ہے کہ کئی صدیاں گزر جانے کے باوجود اب تک اس پایہ کی کوئی دوسری کتاب کسی زبان میں نہیں لکھی گئی

دنیا کی تمام زبانوں میں یہ پہلی کتاب ہے جس میں جامعیت کے ساتھ، پوری تحقیق کے ساتھ اور پوری ژرف نگاہی کے ساتھ خیر العباد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال و افعال، گفتار و کردار اور آپ کے اسوۂ حسنہ اور سیرت طیبہ کے تمام گوشوں کے ہر جزو کو پیش کیا گیا ہے۔ اس میں آپ کے زمانہ کی تمام جنگوں، مکاتیب نبوی اور طب نبوی کی پوری تفصیل موجود ہے عہد نبوی کی تاریخ اور سیرت النبی کا ماخذ اس سے بہتر اس سے زیادہ مستند نہیں مل سکتا۔ اس موضوع پر جب بھی قلم اٹھایا جائے گا تو اس کتاب سے قدم قدم مدد لینا پڑے گی۔ اس سے دامن بچا کے نظر انداز کر کے کوئی مستند اور قابل مطالعہ کتاب لکھی ہی نہیں جا سکتی۔

بڑا سائز۔ اعلیٰ سفید کاغذ

قیمت حصہ اول = تیس روپے
قیمت حصہ دوم تیرہ روپے
قیمت حصہ سوم = سترہ روپے
قیمت حصہ چہارم سترہ روپے

الگ الگ حصے بھی خریدے جا سکتے ہیں!

ہماری عظمت پارینہ کے زرین اوراق

تاریخ اسلام

مصنفہ۔ مولینا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی
(مکمل تین حصوں میں)

مغربی مورخین نے تاریخ اسلام کے واقعات کو تعصب کے زہر میں بجھے ہوئے قلم سے لکھ کر دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اور ایک عرصہ تک تاریخ اسلام کا طالب علم حقیقت سے ناواقف رہا مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی نے برس ہا برس کی محنت سے یہ مفصل اور مستند تاریخ مرتب کی جس کی ہر سطر اسلامی سطوت و عظمت کی آئینہ دار ہے۔ جو مسلمان حکمرانوں، جانبازوں اور بہادروں کے زندۂ جاوید کارناموں کی مفصل تاریخ ہے۔

یہ عظیم شاہکار تین حصوں پر مشتمل ہے

پہلا حصہ :۔ یہ عہد رسالتمآب سے لیکر خلافت راشدہ تک ہے

دوسرا حصہ :۔ عہد بنی اُمیہ سے لے کر خلافت بنی عباس مصر پر ختم ہوتا ہے۔ یہ حصہ مسلمانوں کے دور کشور کشائی، تمدن آفرینی اور قیادت علمی کے عروج کی مکمل تاریخ بھی ہے اور زوال و اسباب زوال کی عبرتناک داستان بھی۔

تیسرا حصہ :۔ بنو امیہ اندلس دولت معاویہ، سلجوقیہ عثمانیہ، مغولان چنگیزی، خوارزم شاہیہ اور اس دور کی تمام مسلمان حکومتوں کے تفصیلی حالات پر مشتمل ہے۔ اسی طرح مصنف نے مصر میں دولت ملوکیہ کے اختتام اور سلطان سلیم خاں کی فتح مصر اور خلافت تک سنہ ۹۲۳ھ کے حالات شرح و بسط کے ساتھ لکھے ہیں۔ یہ ہماری عظمت پارینہ کی دردناک داستان ہے۔

صفحات حصۂ اول ۵۹۲
صفحات حصۂ دوم ۶۷۲
صفحات حصۂ سوم ۶۰۸

قیمت فی حصہ بائیس روپے
مکمل سیٹ چھیاسٹھ روپے

Marfat.com

مولانا عبد الباری ندوی

سابق پروفیسر فلسفہ و دینیات عثمانیہ یونیورسٹی کی

چار معرکۃ الآرا تصنیفات

تجدید دین کامل

جس میں بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کی دینی و دنیوی ہر طرح کی فلاح و اصلاح کا مدار پورا پورا مسلمان ہونے پر ہے جس کے لئے ہماری ذہنی کوتاہیوں اور بیماریوں کی ایسی آسان اور کارگر تدبیریں بتلادی گئی ہیں کہ پورا پورا مسلمان ہو جانا ہر شخص کے لئے بالکل اپنے اختیار میں ہے اور محرومی کا بجز محرومی کے کوئی عذر نہیں رہ جاتا۔ بس قدم اٹھاکر چل پڑنا ہے۔ بڑا سائز۔ صفحات ۴۰۰ قیمت بارہ روپے

تجدید تصوف و سلوک

جس میں تصوف کے متعلق ہر قسم کی علمی و عملی غلطیوں اور غلط فہمیوں کو دور کرکے بتلایا گیا ہے کہ حقیقی تصوف دراصل کمال اسلام اور کمال ایمان کے سوا کچھ نہیں ہے اور بے صوفی بنے اسلام کی دنیوی اور اُخروی و اجتماعی ثمرات حاصل ہونا ناممکن ہے۔ بڑا سائز۔ صفحات ۳۳۶ مجلد قیمت گیارہ روپے

تجدید معاشیات

جس میں معاشیات کے نو پید انظریوں اور نعروں سے مرعوب ہوئے بغیر خالص اسلامی و ایمانی تعلیمات کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے کہ رزق و معاش کا مسئلہ دراصل کوئی مسئلہ نہیں۔ جو فرد یا سماج (مسلمان ہی نہیں غیر مسلمان بھی) ان تعلیمات پر کم زیادہ جتنا بھی عمل کرلے جائے گا اتنا ہی انشاء اللہ دن رات کے معاشی غم و غصہ کی جہنم سے دنیا ہی میں اپنے آپ کو ضرور بچا لے گا۔ بڑا سائز۔ صفحات ۴۰۰ مجلد قیمت بارہ روپے

تجدید تعلیم و تبلیغ

خالص اسلامی بنیادوں پر بہترین قوم (خیر اُمّت) بنانے کی تعلیمی و تبلیغی تجدیدات و تدابیر جو ہر فرد انسان کو ظاہری و باطنی طور پر مسلمان اور کامل انسان بنانے کا یہ تعلیمی و تبلیغی نظام نسلی و وطنی قومیتوں اور سیاسی و معاشی خیال پرستیوں (آئیڈیالوجی) کی جہنم سے دنیا کو نجات دلا سکتا ہے۔

بڑا سائز۔ صفحات ۲۴۰۔ مجلد گردپوش رنگین قیمت چھ روپے (۶)

Marfat.com

حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ

تاریخ اور سیاست کی روشنی میں

مصنفہ :- ڈاکٹر طٰہٰ حسین مصری
مترجم :- مولوی عبدالحمید نعمانی

تاریخ کا سب سے زیادہ المناک، مختلف فیہ اور نزاعی موضوع۔ اسلام کی چودہ سال کی تاریخ میں اس موضوع سے اہم کوئی اور موضوع نہیں مل سکتا۔ یہ موضوع ہے اشک و آہ کا۔ گریہ پیہم کا۔ نوحہ و ماتم کا۔ ایک ہولناک انقلاب کا۔ ایسا انقلاب جس نے تاریخ اسلام کا رُخ بدل دیا۔ اس موضوع پر اب تک صد ہا مرتبہ ہزار ہا کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ یہ کتابیں یا تو سراسر عقیدت کا نتیجہ ہیں، یا اندھا دھند آزاد خیالی، بے راہ روی اور کج رائی کا۔ ——— مصر کے یگانہ اور بے ہمتا مورخ ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے کافی غیر جانب داری کے ساتھ، بلکہ تھوڑی دیر کے لئے یہ فراموش کرکے خود ان کا مسلک کیا ہے، خالص تاریخی واقعات و حقایق کی روشنی میں یہ کتاب لکھی ہے۔ مستند ترین ماخذوں کو سامنے رکھ کر، مستند ترین واقعات تاریخی ترتیب کے ساتھ سامنے رکھ دیئے گئے ہیں اور فیصلہ خود مصنف نے نہیں کیا۔ قارئین پر چھوڑ دیا ہے۔ وہ خود ان و انکشاف حقایق اور واقعات کی روشنی جو فیصلہ چاہیں کریں۔ ڈاکٹر طٰہٰ حسین کی یہ کتاب سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسے پڑھنے کے بعد پردہ آنکھوں کے سامنے سے اٹھ جاتا ہے۔ اور سنگین برہنہ اور ٹھوس حقایق نظر کے سامنے آجاتے ہیں جنھیں نہ جھٹلایا جا سکتا ہے، نہ ان کی تردید کی جا سکتی ہے۔ نہ ان کے بارے میں دو رائیں ہو سکتی ہیں۔ ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے یہ کتاب لکھ کر تاریخ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ تاریخ نگاروں کے لئے ایک نیا راستہ پیدا کر دیا ہے۔

بڑا سائز۔ خوبصورت گرد پوش۔ صفحات ۵۷۰ مجلد

قیمت بیس روپے

ابوبکر صدیقؓ اور فاروق اعظمؓ

مصنفہ

ڈاکٹر طٰہٰ حسین

مترجم :- شاہ حسن عطا ایم اے

تاریخ اسلام ہی نہیں بلکہ شاید تاریخ انسانی کا ایک اہم ترین اور نازک ترین زمانہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کا زمانۂ خلافت ہے۔ ۱۱ھ کے ماہ ربیع الاول میں حضور سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے اور صرف دو سال چند ماہ کی خلافت کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ کی وفات پر حضرت فاروق اعظمؓ نے زمام خلافت اپنے ہاتھ میں لی اور ذی الحجہ ۲۳ھ میں ایک آتش پرست کے ہاتھ سے نماز میں بحالت سجدہ شہید ہو گئے۔ اس طرح صرف تیرہ سال کے قلیل عرصہ میں خلافت صدیقی و فاروقی کے دونوں دور گزر گئے۔ ذرا ان تیرہ سال حالات کا تفصیل کے ساتھ مطالعہ کیجئے تو معلوم ہوتا ہے کہ شاید پوری ہی تاریخ انسانی اتنے اہم انقلابات اور اتنے قلیل عرصہ میں ایسے دُور رس تغیرات کے پیش کرنے سے عاجز ہے۔ اسی قلیل عرصہ میں وہ سب کچھ ہوا جس نے دنیا کی تاریخ اور انسان کی قسمت بدل دی۔ رسول اللہ صلعم کی وفات ہوتے ہی یمنی قبائل میں ایک جھوٹے نبی نے ایسا سر اٹھایا کہ خدا کی پناہ۔ خود مدینہ کے گرد و پیش بسنے والے قبائل مرتد ہو گئے۔ ایک دو نہیں تین چار مدعیان نبوت پیدا ہو گئے۔ اگر صدیق اکبرؓ کے قلب صافی سے بھڑکنے والا انوار عالم کو منور نہ کرتا تو نہ جانے کیا ہو جاتا۔

یہ کتاب مصر کے سابق وزیر تعلیمات، عربی زبان کے نامور انشا پرداز ڈاکٹر طٰہٰ حسین مصری کے خاص انداز کا بہترین نمونہ ہے۔ اور لائق مترجم نے ساری خوبیاں یکجا جمع کر دی ہیں۔

بڑا سائز۔ خوبصورت گرد پوش

صفحات ۔ مجلد

۲۶۰

قیمت سات روپے پچھتر پیسے

Marfat.com

حضرت عمرو بن العاصؓ

فاتح مصر

مصنفہ :- محمد فرج
مترجم :- شیخ محمد احمد

حضرت عمرو بن العاصؓ اسلام کی وہ عظیم شخصیت ہیں جن کا تذکرہ کیے بغیر اسلام کی تاریخ مکمل ہو ہی نہیں سکتی ان کا شمار اسلام کے صف اول کے سپہ سالاروں اور سیاستدانوں میں ہوتا ہے۔ کافی حصہ اسلام کی مخالفت میں صرف کرنے کے بعد عرب کا یہ عقلمند ترین انسان حلقہ بگوش اسلام ہوا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی عزت افزائی کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ اور غزوۂ ذات السلاسل کی قیادت ان کے سپرد کی۔ حضرت عمرو بن العاصؓ کی عظمت کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی بھی ان کی فوج میں شامل تھے۔ جنگ یرموک میں جب رومیوں کی افواج زہرہ قلیل التعداد مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کو تیار تھیں، عمرو بن العاص کی تدبیر سے مسلمانوں کو عظیم الشان فتح حاصل ہوئی۔ مصر کی فتح کا خیال سب سے پہلے انہیں کے ذہن میں آیا اور انہی کو اسلامی فوج کا سپہ سالار بنا کر اس عظیم مہم پر روانہ کیا گیا۔ چار ہزار سپاہیوں کی مدد سے مصر کا کونہ کونہ فتح کر لینا ایک ایسا عظیم الشان کارنامہ ہے جس پر امت مسلمہ جس قدر بھی فخر کرے کم ہے۔ جنگ صفین کے موقعہ پر جبکہ امیر معاویہؓ کی فوجیں شکست سے دوچار تھیں عمرو بن العاص ہی کے ذہن رسا میں وہ تدبیر آئی جس نے جنگ کا پانسہ پلٹ دیا۔ مصر کے ایک فاضل محمد فرج نے حال ہی میں ان کے سوانح مرتب کی ہے۔ جس میں ان تمام کارناموں کا تفصیلی بیان ہے جو حضرت عمرو بن العاص نے اپنے زمانے میں سرانجام دیئے تھے۔ بڑا سائز۔ رنگین گردپوش صفحات ۴۶۴ مجلد قیمت سولہ روپے

امام ابوحنیفہؒ کی سیاسی زندگی

مصنفہ
علامہ مناظر احسن گیلانی

اس کتاب میں معلومات کا اتنا ذخیرہ یک جا کیا گیا ہے کہ اس سے کئی چھوٹی چھوٹی کتابیں مرتب کی جا سکتی ہیں۔ مولانا مناظر احسن مرحوم نے اس کتاب میں بنی امیہ کی سیاسی غلطیوں کا بالتفصیل جائزہ لیا ہے اور اسباب و محرکات پر روشنی ڈالی ہے جو ان کے زوال اور بنی عباس کے عروج کا موجب بنیں۔ لیکن اسلامی دنیا نے بنی عباس سے جو امیدیں اور آرزوئیں وابستہ کر رکھی تھیں وہ بے بنیاد نکلیں۔ اور لوگوں کو جلد معلوم ہو گیا کہ تخت خلافت پر متمکن ہونے کے بعد بنی عباس کے فرماں رواؤں کا عام طور سے وہی رنگ تھا جو ان کے پیش روؤں نے اختیار کیا۔ حضرت امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی بنی امیہ کے زوال اور بنی عباس کے عروج کے پس منظر میں بیان کی گئی ہے۔ اور فاضل مصنف نے امام صاحب کے سیاسی عقیدوں اور سرگرمیوں کا تذکرہ تفصیل سے کیا ہے۔ مولانا مناظر احسن مرحوم کی رائے ہے کہ امام صاحب نے جو اتنے وسیع پیمانے پر اپنا تجارتی کاروبار پھیلا رکھا تھا تو اس کی تہ میں بھی ان کے سیاسی اور مذہبی مقاصد کارفرما تھے۔ امام صاحب کی ساری زندگی تبلیغ حق میں گذری۔ انہوں نے حق کی خاطر بنی عباس کے خلاف حضرت زید کی مالی امداد کی حق کی خاطر بنی عباس کی جانب سے قاضی القضاۃ کا جو عہدہ پیش کیا گیا تھا۔ اس کو قبول کرنے سے انکار کیا۔ اور اس کی بجائے ظالم حکمران کے ہاتھوں جیل خانے میں قید و بند کی سختیاں گذارنا منظور کیا۔ انہوں نے ظالم و جابر حکمران کے ہاتھوں جام شہادت پینے کو ذلت کی زندگی پر ترجیح دیا۔ امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی آج بھی مسلمانوں کے لئے مشعل راہ ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اہل علم اس کتاب سے سبق لیں گے۔ بڑا سائز۔ رنگین گردپوش صفحات ۵۵۶ مجلد قیمت اٹھارہ روپے

اَلطّبقاتُ الکُبریٰ

مصنفہ :۔ علامہ عبدالوہاب الشعرانی

کا اردو ترجمہ

"طبقاتُ الاولیاء"

از سید عبدالغنی وارثیؒ مرحوم

اولیائے کرام کے حالات اور ان کی مبارک زندگیوں پر مشتمل مشہور و معروف کتاب الامام عبدالوہاب شعرانی المتوفی ۹۷۳ھ کی تصنیف "الطبقات الکبریٰ" کا اردو ترجمہ "اولیائے کرام کا تذکرہ" خود ایک ولی کامل اور اپنے عہد کے مشہور شیخ مرشد کے قلم سے اولیائے کرام کے احوال پر چھوٹی بڑی بہت سی کتابیں عربی، فارسی اور اردو میں لکھی گئی ہیں۔ لیکن بہت ہی کم کتابیں ایسی ہیں جن کو طبقات شعرانی جیسی مقبولیت حاصل ہو چکی ہو اس کی ایک بنیادی وجہ تو یہ ہے کہ عقیدت مند ارباب قلم نے تذکرۂ اولیا تو لکھ دیا مگر وہ خود اس کوچے کے راہ رو نہ تھے۔ اور یہ مثل کبھی غلط نہیں ہو سکتی کہ :۔

ولی را ولی می شناسد

اولیائے کرام کو صحیح طور پر پہچان لینا صرف اسی کا کام ہے جو خود بھی ولی ہو۔ امام شعرانی خود ایک مرشد کامل، شیخ وقت اور صاحب دل بزرگ، علوم مروجہ میں بھی ایک بلند مقام رکھتے ہیں۔ اس لئے وہ جو کچھ لکھتے ہیں اس کی کیفیت تقریباً وہی ہوتی ہے کہ "قلندر انچہ گوید دیدہ گوید"۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ جناب مولوی عبدالغنی صاحب مرحوم سابق اکاؤنٹنٹ جنرل دولت آصفیہ حیدر آباد دکن نے کیا ہے جو خود لذت آشنائے علم ولایت تھے۔ انتہائی احتیاط کے ساتھ اور نہایت ہی سلیس اور فصیح ترجمہ کیا ہے۔ بڑا سائز۔ صفحات ۵۷۶ خوبصورت گردپوش۔ قیمت اٹھارہ روپے

زُبدَۃُ البُخارِی

مع متن عربی

از حضرت امام بخاری

ترجمہ :۔ آغا رفیق بلند شہری

امیر المومنین فی الحدیث امام حافظ ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل الجعفی البخاری المتوفی ۲۵۶ھ کی شہرۂ آفاق کتاب الجامع الصحیح جسے عرف عام میں صحیح بخاری یا صرف بخاری شریف کہا جاتا ہے۔ کس مرتبہ کی کتاب ہے اس کے لئے کچھ کہنا تحصیل حاصل ہے۔ مختصر یہ کہ کتاب اللہ کے بعد سب سے بڑا مرتبہ اسی مجموعۂ احادیث نبویہ کو حاصل رہا ہے اور ہمیشہ حاصل رہے گا۔

زبدۃ البخاری پوری کتاب بخاری شریف ہے۔ جس میں سے اسناد کا حصہ حذف کر کے صرف اصل حدیث شریف کو اسی ترتیب و تبویب کے اکٹھا کر دیا گیا ہے جو خود امام بخاری نے قائم کی ہے۔ اور یوں ساری حدیثیں اس میں آ گئی ہیں جو بخاری شریف میں مروی ہیں۔ اس طرح یہ مجموعہ بلند شان جلیل القدر علمائے حدیث کے علاوہ عام اہل علم کے لئے بھی قابل استفادہ اور سرمایۂ رشد و ہدایت ہو گیا ہے اسے پڑھئے اپنی اولاد کو پڑھایئے اور حرزِ جان بنا کر اپنے پاس رکھئے اس میں قرآن شریف کی تفسیر خود زبانِ رسالت سے ملیگی۔ اس میں سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آثار صحابہ کرام، مسائل شرعیہ، جہاد فی سبیل اللہ اور احکام اسلام سب کچھ موجود ہیں۔ ایک مسلمان کے لئے کتاب و سنت ہی سب کچھ ہے اور یہ کتاب سنت نبوی کا سب سے زیادہ مستند اور سب سے وسیع مجموعہ ہے۔ اردو ترجمہ جناب آغا رفیق بلند شہری کا کیا ہوا ہے اور پورے احساس دین اور ذمہ داری کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ بالکل صحیح ترجمہ ہے۔

بڑا سائز۔ خوشنما گردپوش

صفحات ۵۱۲

قیمت بارہ روپے (۱۲)

Marfat.com

کتاب
الرّوح

مُصنّفہ
حافظ
ابنِ
قیم

Marfat.com

کتاب الرُّوح

ترجمہ مولانا راغب رحمانی — مصنفہ علامہ حافظ ابن قیم

نفیس اکیڈمی کراچی

Marfat.com